خزینۂ معرفت



تذکرہ

مظہر انوار الٰہیہ آئینہ جمال مصطفٰے امام السالکین
سند الواصلین حجۃ الکاملین زبدۃ العارفین
غوث الاغیاث آفتاب شریعت
شہنشاہ طریقت بحر جود و سخا سرتاج اولیاء

حضرت میاں

شیر محمد

المعروف
اعلیٰحضرت شیر ربانی
شرقپوری علیہ الرحمۃ

فخر المشائخ پیر طریقت، رہبر شریعت
حافظ القاری الحاج
صاحبزادہ میاں **ولید احمد جواد** شرقپوری صاحب مدظلہ سجادہ نشین
نقشبندی مجددی آستانہ عالیہ شرقپور شریف

زیر سرپرستی
پیر حاجی انعام اللہ طیبی برکاتی مدظلہ نقشبندی
خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

مصنف
حضرت
مولانا صوفی **محمد ابراہیم** قصوری رحمۃ اللہ علیہ
نقشبندی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الآ اِنَّ اَولیاءَ اللہِ لاخوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون

خزینہ معرفت

تذکرہ

مظہر انوار الٰہیہ آئینہ جمال مصطفےٰ امام السالکین
سند الواصلین حجۃ الکاملین زبدۃ العارفین
غوث الاغیاث آفتاب شریعت
شہنشاہ طریقت بحر جود وسخا تاج اولیاء
حضرت میاں

شیر محمد

المعروف
اعلیٰحضرت شیر ربانی
شرقپوری علیہ الرحمۃ

پیش لفظ وحسب الارشاد

فخر المشائخ پیر طریقت
رہبر شریعت
حافظ القاری الحاج
صاحبزادہ میاں

ولید احمد جواد نقشبندی مجددی شرقپوری صاحب مدظلہ

سجادہ نشین
آستانہ عالیہ شرقپور شریف

مصنف

حضرت
مولانا صوفی **محمد ابراہیم** قصوری رحمۃ اللہ علیہ
نقشبندی

زیر سرپرستی

حاجی پیر **انعام اللہ طیبی** برکاتی مدظلہ العالی
نقشبندی

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

کرمانوالا بک شاپ

دکان نمبر ۵
دربار مارکیٹ
لاہور

Voice: 042-37249515

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

بفیضانِ کرم

شمس العارفین سراج السالکین قطب الاقطاب، پیر طریقت، رہبر شریعت

حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرماں والے ۔ آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف (اوکاڑہ)

- حضرت پیر سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (مزار مبارک کرموالا انڈیا)
- حضرت پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (مزار مبارک کرموالا انڈیا)
- حضرت پیر سید غلام جیلانی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (مزار مبارک کرموالا انڈیا)
- حضرت پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بفیضانِ نظر

زینت السادات نور السادات فخر السادات فخر المشائخ پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت پیر سید صمصام علی شاہ بخاری

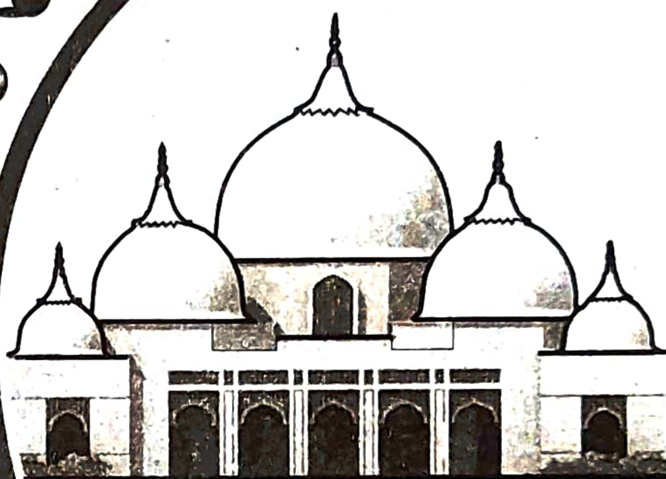
زیب آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف اوکاڑہ

بفیضانِ نظر

زینت السادات نور السادات فخر السادات فخر المشائخ پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت پیر سید بابا جی میر طیب علی شاہ بخاری صاحب مدظلہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف



چاہتے ہو اگر نیک نامی آل زہرا رضی اللہ عنہا کی کرو غلامی
ان کے صدقے سے زاہد نیازی پرسکوں غم کے مارے ہوئے ہیں

ثنائی الشیخ صوفی باصفا، پیکر صدیق صفا (ابو الانعام اللہ)

الحاج صوفی برکت علی رحمۃ اللہ علیہ
بانی کرماں والا لنگر شاپ

زیرِ سرپرستی

پیر حاجی انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی مدظلہ العالی
خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف

زیرِ اہتمام
سمیع اللہ برکت

قیمت 500 روپے

اشاعت 21/02/21

السلام اے شاہ محمد اسماعیل فخر عارفین
السلام اے شمس تبریز زماں کے جانشین

ترتیب

شجرۂ نسبی حضرت میاں صاحب (شرقپوری) رحمۃ اللہ علیہ

عادات

آپ کے عقائد

معمولات

کمالات

کلمات

ارشادات

مکاشفات

کرامات

تصرفات

ذکر مخلصین

آپ کی وفات



2A

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اعلیٰ حضرت حضور شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ آسمان ولایت کے ایسے آفتاب و ماہتاب ہیں کہ جس کی ضوفشانی سے ایک عالم منور ہوا۔ برصغیر میں بالخصوص اور پوری دُنیا میں بالعموم آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض عام ہوا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت وترویج جس انداز سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اپنے تو اپنے بیگانے بھی اس کے معترف ہوئے۔ آپ تاحیات سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا رہے اور اپنے حلقہ میں اس کی خوب ترویج واشاعت کی۔ آج بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ سے تعلق رکھنے والوں کے چہروں میں سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ اور روحانیت دیکھی جاسکتی ہے۔ حضور شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ سن شعور سے لے کر وصال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی عمل خلاف شریعت نظر نہیں آتا۔ آپ کی تعلیمات قرآن وسنت کے عین مطابق تھیں۔ آپ تاحیات اشاعت دین میں مصروف رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام تر زندگی دین متین کی خدمت کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ آپ کی علمی اور روحانی مجلس میں حاضر ہونے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا بلکہ بار بار اپنی حاضری کو یقینی بناتا تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا کیا تھا جس کی بنا پر آپ کی مجالس قرآن وسنت کے دلائل سے مزین ہوتی تھیں۔ آپ کی علمی اور روحانی گفتگو سے حاضرین و سامعین کے قلوب واذہان منور ومعطر ہوجاتے یہی وجہ تھی کہ آپ کی مجلس سے جہاں عامۃ الناس مستفید ہوتے وہاں جید علماء کرام کے مسائل بھی حل ہوجاتے۔ اپنے ملنے والوں سے اس طرح پیش آتے کہ ہر ملنے والا یہی خیال کرتا کہ حضرت قبلہ میاں صاحب مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ آپ عجز وانکسار کا منبع تھے۔ اپنے ہم عصر علما وفضلا سے خود بھی ملنے کیلئے تشریف لے جاتے اور ان کی خدمت وتواضع کرنے میں خوشی محسوس کرتے اور ان کے علمی وروحانی مقام ومرتبہ کو بھی ملحوظ خاطر رکھتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلی مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید دیدار علی شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین اہل سنت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقاتیں رہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہری طور پر اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

2B

برادر اصغر حضور ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ حضور ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً تیس (30) سال اس انداز سے دین متین اور سلسلہ عالیہ کی خدمت کی کہ آپ نے حضور شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کا حق ادا فرما دیا۔ حضور ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ میں بدر المشائخ حضرت میاں غلام احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، فخر الشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور فخر شیر ربانی درویش کامل حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مشن کو نہایت احسن طریقے سے جاری و ساری رکھا اور انشاء اللہ تا قیام قیامت یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔

اعلیٰ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال شریف کے بعد آپ کے قریبی رفیق، رمز شناس، سفر و حضر کے ساتھی حضرت صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ بربلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے آپ کے احوال و آثار، عادات و معمولات، کشف و کرامات اور انداز تبلیغ کے متعلق بہت سا مواد اکٹھا کیا جسے کتابی صورت میں ''خزینۂ معرفت'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ حضور پرنور شافع یوم النشور، رحمۃ اللعالمین، خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر حضور امیر السالکین باباجی خواجہ امیر الدین کوٹلوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں کے احوال لکھے ہیں جبکہ دوسرے حصے میں اعلیٰ حضرت حضور شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال درج کئے ہیں۔ یقیناً یہ کتاب سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ پر تحقیق کرنے والوں کیلئے بہترین ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کو متعدد بار شائع کیا جا چکا ہے۔ حضور فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی بار اس کی اشاعت کا اہتمام کر کے یاران طریقت میں تقسیم فرمایا۔

اعلیٰ حضرت شیر ربانی قبلہ میاں صاحب کے معتقد حضرت کرمانوالہ شریف کے خلیفۂ مجاز پیر صوفی حاجی انعام اللہ طیبی صاحب اور ان کے صاحبزادہ سمیع اللہ برکت طیبی پروپرائٹر کرمانوالہ بک شاپ، نزد دربار حضرت داتا صاحب، لاہور نے اب خزینۂ معرفت کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یقینا یہ کتاب ایک نئے انداز اشاعت اور جاذبیت کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بطفیل حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاران طریقت اور تشنگان تصوف کے لئے اس کتاب کو مشعل راہ بنائے اور ادارہ کرمانوالہ بک شاپ کی اس کاوش کو اپنی پاک بارگاہ میں مقبول بنائے۔ (آمین)

والسلام الی یوم القیام

میاں ولید احمد جواد شرقپوری نقشبندی مجددی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ (۲:۳۲)

نہیں علم ہم کو مگر جو سکھایا تو نے ہم کو تحقیق تو ہے جاننے والا حکمت والا

ہر طرح کی کامل حمد خدا تعالیٰ کے لئے ہے جس نے تمام اشیاء کو محض نیست سے اور نیست کو نیست کرنے سے وجود بخشا اور ان کے وجود کو اپنے کلمات عالیہ کے توجہ دینے پر موقوف کر رکھا ہے۔ تاکہ ہم اس کے قدیم ہونے کی صفت اور کائنات عالم کے حدوث اور قدم کے اسرار کی اس سے تحقیق کر سکیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے جس کے متعلق اس نے ہمیں خبر دی ہے کہ میں صادق القدم ہوں یعنی میرے افعال استواری اور مبنی ہیں۔ اس ایجاد اشیاء سے خدائے پاک کی ذات کا ظہور ہوا اور اس نے تمام پیدا و پنہاں کو کتم عدم سے جلوہ گر فرمایا۔

لیکن بایں ہمہ اس کی ذات چشم ظاہر بیں سے پوشیدہ ہے اور اس نے اپنی ذات کو مخفی سے مخفی رکھا ہے اور درود لامحدود حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ کی آل پاک پر۔

واضح ہو

یہ قصوری نہ مصنف ہے نہ مؤلف، اس کی حیثیت ایک گداگر کی سی ہے۔ جس طرح گداگر در بدر پھر کے بھیک مانگ کر ٹکڑے جمع کر لیتا ہے اسی طرح اس قصوری نے بھی بھیک مانگ کر اپنے کشکول کو بھرا ہے۔ اس میں ٹکڑے تر بھی ہیں اور خشک بھی اور سرد بھی ہیں گرم بھی ہیں۔

ناظرین! یہ واضح ہو کہ یہ قصور ناخواندہ ہے اس لئے احباب معذور متصور فرمائیں۔ ہاں چند روز علماء ذی مقام اور صوفیان عظام کی صحبت میں رہا ہے یعنی حضرت قبلہ عالم حضرت حافظ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں صاحب یعنی حضرت شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہی حضرات کی صحبت مبارک سے جو کچھ دیکھا سو دیکھا لکھنے میں نہیں آ سکتا۔



وجہ تالیف

جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بندہ شرقپور شریف سے بادل نخواستہ قصور واپس آیا تو حاجی ربّ نواز خاں صاحب میونسپل کمشنر قصور بندہ کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا: حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری لکھی جانی چاہئے۔ بندہ نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ مجھ سے یہ خدمت سرانجام پانی مشکل ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے فرمایا خداوند کریم مدد فرمائیں گے، آپ ہمت کیجئے۔ یہ سن کر بندہ حیران ہو گیا کہ بالکل ناخواندہ آدمی اتنے بڑے کام کو کس طرح سرانجام دے سکے گا پھر دل میں ایک خیال پیدا ہو گیا۔ چونکہ حاجی صاحب موصوف حضرت محمد حسن خان صاحب کرت پوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے مستفید اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند ہیں ان کے فرمان نے بندہ کے دل پر ایک نقش کر دیا۔ بندہ کو یہ فکر اس قدر دامن گیر ہوا کہ ہر وقت یہی خیال طبیعت میں رہنے لگا کہ کسی طرح یہ سوانح حیات لکھی جائے مگر کوئی اسباب نہ تھے۔ بندہ کو ایسے آدمی کی از حد ضرورت تھی جو میرے پاس بیٹھ کر لکھے۔ پہلے نیاز علی شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کی تو چند ورق انہوں نے بیٹھ کر تحریر فرمائے۔ اس کے بعد میاں فتح محمد صاحب للیانی والوں نے میرا ساتھ دیا۔ اس کے بعد خیر الدین بٹہ قصوری نے میری مدد کی۔ یہ دونوں عزیز میرے بازو بنے اور کام شروع کر دیا۔ جب بندہ حضرت میاں صاحب کے چالیسویں پر شرقپور شریف حاضر ہوا تو وہاں عین ختم شریف کے موقع پر میاں احمد الدین صاحب کچی کوٹھی والوں نے اعلان کیا کہ ابراہیم قصوری سوانح حیات حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی لکھنے لگے ہیں۔ ہر ایک صاحب اپنے اپنے حالات جو حضرت میاں صاحب سے اخذ کئے ہیں، قصوران کے پاس بھیج دیں۔ بعض نے کچھ حالات عنایت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

بندہ اس سوانح حیات میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے علاوہ شروع میں متقدمین بزرگان سلسلہ خاندان نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے حالات بھی درج کئے ہیں اس لئے کہ مناسبت آپ کی متقدمین کے ساتھ بہت تھی اور زمانہ حاضر کے سمجھانے کے واسطے منطق، فلسفہ اور سائنس سے دلائل لے کر لکھے گئے۔

چونکہ اس کام میں مخالفت بہت ہوئی ہے جس کی بندہ نے مطلقاً پروا نہیں کی اور یہ خیال دامن گیر رہتا تھا کہ اس زمانہ میں بھی متقدمین اور سلف صالحین کے نمونہ کی ایک بہت بزرگ ہستی حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارک گزری ہے۔ آپ کے حالات اور ارشادات قلمبند کیوں نہ کئے جائیں۔ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہلا کام یہ کیا تھا کہ قرآن شریف کو جمع کرنا شروع کیا۔ آپ کی بھی مخالفت بعضوں نے کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن شریف جمع نہیں کیا گیا تو اب کس لئے کرنا چاہئے تو امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھائیو! بعض آیات پتوں پر اور بعض جھلیوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ بہت سا حصہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد کرار کھا ہے۔ اگر یہ صحابی جنگ میں شہید ہو جائیں اور یہ پتے وغیرہ کہیں منتشر ہو جائیں تو ہمارے پاس کلام اللہ نہ رہے گا۔ اس پر سب اصحاب کرام نے اتفاق کر لیا اور قرآن مجید یکجا جمع ہوا۔

بندہ کو بھی یہی خیال دامن گیر ہوا کہ اگر آپ کے حالات دیکھنے والے دنیا سے گزر جائیں تو پھر یہ حجت جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے معدوم ہو جائے گی۔ اس لئے مصمم ارادہ کر لیا کہ آپ کی سوانح حیات ضرور لکھنی چاہئے۔ جب آپ کے حالات اور سوانح لکھ چکا تو حیران تھا کہ کوئی صاحب علم میرا ہاتھ پکڑے۔ تائید الٰہی سے صاحبزادہ مولوی محمد عمر صاحب سکنہ بیربل شریف کہ جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص یاروں میں سے ہیں، قصور میں تشریف لائے۔ بندہ نے ان کی خدمت میں عرض کی' کاش کوئی صاحب علم میری دستگیری فرمائے تو میں بامراد ہو جاؤں۔ بندہ نے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اس کتاب کو درست فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جس طرح کی امداد چاہئے تیار ہوں حتیٰ کہ کتاب کی عبارت وحاشیہ آرائی اور ترتیب آپ ہی نے درست فرمائی اور مولوی چراغ دین صاحب سکنہ اٹاری حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی نے آپ کے حالات دینے میں بہت امداد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دیباچہ

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش اور آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے بچپن میں ہی ترک ماسوا ہو چکی تھی۔ ماسوا آپ کو وہبی عنایت، آپ کی بیعت کا حال، آپ کا ذکر شغل و جوش خروش کا زمانہ، آپ کا سکر وصحو اور جنگلوں میں پھرنا، آپ کی توجہ الی اللہ، آپ کی خلافت، آپ کا تصرف و کشف، آپ کے سفر، آپ کی تواضع وانکساری، آپ کا اندوہ، آپ کا ایثار وسخاوت، آپ کی ہمت اور استقلال، آپ کے مخلوق الٰہی پر احسانات، آپ کے کشف اور کرامات، آپ کا بلا پر صبر کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب اعمال متقدمین بزرگوں سے مشابہت رکھتے ہیں اس لئے متقدمین کے حالات اس کتاب میں پہلے درج کئے گئے ہیں کہ ناظرین حالات حضرات خاندان عالیہ میں متقدمین بزرگوں کے دیکھ کر اندازہ لگا سکیں کہ اس زمانہ میں بھی ایک مقدس ہستی متقدمین کے نقش پدم پر چلنے والی خداوند کریم نے ظاہر فرمائی تھی اور دعاء ہے کہ رب العالمین ہمیں ان حالات کے پڑھنے سننے سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔



''قال وحال'' بطور دیباچہ

از: صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی سلمہ اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ○ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ النَّبِیِّ الۡکَرِیۡمِ۔

تذکرہ کا مسودہ مجھے گزشتہ سے پیوستہ سال عرس کے موقع پر دیا گیا تاکہ میں اسے ترتیب دے کر پیش کروں لیکن واقعات اور حادثات نے مجھے اتنی فرصت نہ دی کہ میں احباب سے سرخرو ہوسکتا۔

سب سے پہلے سیلاب عظیم کی قیامت خیز بلا سے واسطہ پڑا اور کئی ماہ تک اس کے غارت کردہ مکانات اور ساز وسامان کی مرمت رہی لیکن ابھی یہ مصیبت نہ ٹلی تھی کہ موسمی بخار کی وبا نے آگھیرا اور تمام کے تمام چار پائیوں کے اوپر سوار ہوگئے۔ پورے چھ ماہ کے بعد جب مسودہ اٹھانے کی فرصت ہوئی تو تشیع کی عالمگیری وبا نے ضلع بھر بلکہ پنجاب بھر میں سر اٹھایا۔ طبیعت نے غیرت کھائی چنانچہ کئی سو صفحے اس بارے میں لکھنے پڑے۔ آخر رمضان سے پیشتر چند دن فرصت ہوئی تو مسودہ کتاب پر نظر دوڑانی شروع کی اور کئی بار دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم ہوئی کہ کتاب بعینہٖ اپنی اصلی صورت میں بلا تغیر الفاظ بلا تبدیل معانی رکھی جائے تاکہ حضرت مصنف (سلمہ ربہ) کے خیالات پر کسی قسم کا غبار نہ آئے اور جس سلسلہ میں آپ نے ذکر رکھا ہے اسی سلسلہ میں اسے رکھنے کی کوشش کی جائے لیکن چونکہ مسودہ میں کوئی علمی یا عملی ترتیب نہ تھی اس لئے مجبوراً ایک علمی ترتیب دینے کی ضرورت پیش آئی اور تمام مسودہ حصہ ثانی (سوانح حیات طیبہ) کو اس کے اندر ترتیب دیا گیا۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس جامعیت کے انسان کامل تھے اس جامعیت سے آپ کی ذات بابرکات پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔ حضرت صوفی صاحب سلمہ ربہ مؤلف کتاب ہذا تمام یاران طریقت سے اپنے اندر زیادہ قابلیت رکھتے تھے کہ یہ فرض طریقت سرانجام دیں کیونکہ جہاں وہ حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سچے اور برگزیدہ عقیدت مند تھے وہاں آپ کے مونس اور یار غار بھی تھے۔ ساتھ ہی ایک زمانہ ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہونے کا آپ کو فخر حاصل رہا۔ اگرچہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ حضرت قبلہ عالم بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے

لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیرو مرشد سے کم نہ جانتے تھے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت ومحبت کا بھی یہ حال تھا کہ جب کبھی صوفی صاحب سلمہ ربہ آجاتے تو حضرت قبلہ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے، گھنٹوں نہیں پہروں خلوت رہتی۔ جلوت کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری سفر کی تیاری کا ذکر اپنے ان دو مخلصوں سے بیان فرمایا جس میں تیسرے کی گنجائش نہیں۔ ایک یہی ہمارے صوفی صاحب سلمہ ربہ اور دوسرے قاری اللہ بخش صاحب سلمہ ربہ اور ہر دو نے مجھ سے بایں الفاظ ذکر کیا کہ آپ نے ہم دونوں کو الگ الگ فرمایا کہ جی تو چاہتا ہے کہ کسی وقت تم دونوں کو بلا کر خود قبرستان (ڈاہڑانوالہ) میں چلا جاؤں اور باہر ہی کیکروں کے نیچے بیٹھے لیٹے کام ہو جائے اور تم خاموش مجھے کسی جگہ ڈال دو۔

اندازہ فرمائیے کہ یہ کس قسم کا دوستانہ، کس قسم کی محبت تھی اور کس قسم کی معیت ذاتیہ تھی کہ مرتے ہوئے بھی یہ چاہا کہ ان دوستوں کے ہوتے ہوئے رفیق اعلیٰ سے وصال کیا جائے۔ اللہ اکبر

ایسے حالات کے ہوتے ہوئے حضرت صوفی صاحب سلمہٗ سے بڑھ کر کون تھا جو اس فرض کو انجام دیتا۔ آپ جہاں یار غار ہیں وہاں صاحب دل اور اہل بصیرت بھی ہیں اور خدا کے فضل وکرم سے دماغ بھی عالی رکھتے ہیں۔

ان حالات نے حضرت مؤلف مدظلہ کو مجبور کیا کہ اس میدان میں کود پڑیں باوجودیکہ آپ اہل قلم تو کجا محض امی ہیں لیکن جہاں عرفانی علوم اپنا قدم جماتے ہیں وہاں رسمی علوم کی واقفیت اہمیت نہیں رکھتی بلکہ رسمی علوم علم لدنی کے لئے ایک دھبہ قرار پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات نے رسمی علوم سے فارغ رکھا۔

حضرت مؤلف بھی ان پاک نفوس سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص امتیاز اس امر میں بخشا ہے باوجودیکہ آپ نے ایک حرف بھی کسی سے سیکھا نہیں لیکن ہزاروں عالموں سے بڑھ کر آپ کے معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اگر ایک طرف آپ کو نقلی علوم کا بحر ذخار دیکھا جاتا ہے تو دوسری طرف عقلی علوم کا بحر بےکراں کہنا بےجا نہ ہوگا۔ کتاب ہذا خود اس کی شہادت دے گی۔

لیکن خیالات صاف اور ستھرے اسی وقت تختۂ قرطاس پر آتے ہیں جب صاحب خیال اپنے خیال اپنے قلم کی نوک سے سمجھائے۔ اگر کوئی دوسرا آدمی قلم کی نوک جنبش سے کسی کے خیال کو ستھرا یا صاف کرنا چاہے یا تو صاف آئینہ دار کمی ہوگی یا بیشی۔ ان کا اصلی چہرہ اصلی خط وخال ہرگز نظر نہ آئیں گے۔

یہی دقت ہمارے مہربان مکرم مؤلف صاحب کو پیش آئی کہ ان کے خیالات پر کئی ایک دوستوں کے

تحریری لباسوں سے ایک نرالی حالت پیدا ہوگئی۔ سرورق خود بتلا رہا ہے کہ کسی ایک کاریگر کی گلکاری کی یہ کتاب رہین منت نہیں بلکہ ''ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است'' ہر ایک نے ایک ایک تازہ رنگ بھر دیا اور مشورہ دینے سے کتاب کی صورت میں ایک تغیر عظیم پیدا کر دیا۔

اس لئے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اب کسی قسم کا تصرف کتاب ہذا میں کیا جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی میرے لئے مشکل تھی کہ کسی ایک موقع کی تحریف وتبدیلی سے کئی دوسرے موقعوں کو ردو بدل کرنا پڑتا تھا جس کے لئے میری طبیعت میں اس قدر مضامین نہ تھے۔ اس لئے ترتیب کے بغیر کسی لفظ کو چھوا نہ گیا بلکہ عبارات جوں کی توں نکال کر جما دی گئیں۔

ترتیب میں بہت جگہ کمی باقی ہے۔ میں نے اپنے خیال کے مطابق اکثر اذکار کو کرامات تصرفات وغیرہ سے نکال کر اوصاف میں شمار کر دیا تا کہ وہ پوشیدہ پہلو (جس کی طرف سوائے باریک بین صاحب بصیرت کے کسی دوسرے کی توجہ مشکل تھی) ظاہر و باہر اور عام فہم ہو جائے ورنہ تمام اذکار تمام حالات وواقعات باب الولایۃ کے نیچے آسکتے تھے۔

اسی طرح وہ تمام اذکار جو دورخہ سہ رخہ عنوانات کے اندر آسکتے تھے کسی کو تو کسی مناسبت سے ایک باب میں داخل کر دیا لیکن ساتھ ہی اسی جیسے ایک دوسرے ذکر کو دوسرے باب میں منتقل کر دیا تا کہ دونوں پہلو روشن ہو جائیں مثلاً تبلیغ ہے تو پہلے کمالات میں دکھایا گیا کہ ایسے طریقہ سے تبلیغ فرماتے تھے جس کی نظیر آج مشکل ہے۔ پھر عادات کے اندر یہ تبلیغ دکھا کر آپ کی عادت مبارکہ کا نقشہ دکھانے کے لئے ذکر کیا گیا۔

بعض اذکار ایسے ہیں کہ اصل ذکر کا تعلق تو ایک باب سے ہے لیکن اس کے مالہ وما علیہ تمتہ کا تعلق دوسرے باب سے۔ تو کسی میں ابتداء کا خیال کر کے اسے ایک باب میں شامل کیا گیا اور کسی میں انتہا پر نظر رکھتے ہوئے کسی دوسرے باب میں رکھا گیا مثلاً ارشادات کے اندر شاید دوسرا یا تیسرا ذکر اوصاف کی سرخی لئے ہوئے ہے لیکن حضرت مؤلف کی طرف سے جو اضافہ ہوا وہ اس کو معارف میں لے نکلا چنانچہ ہم نے اس کو معارف کے اندر رکھ دیا۔

کتاب کے اندر ایسی فوری تبدیلی دیکھتے ہوئے ناظرین نہ گھبرائیں بلکہ اس کی مصلحت پر توجہ فرما کر ہمیں اپنی مجبوریوں کی وجہ سے معذور بھی خیال فرمائیں۔

کتاب ہذا کا گو ظاہراً مقصد یہی قرار دیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت قبلہ مرشدم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات طیبہ ہے لیکن درحقیقت یہ ایسا نہیں بلکہ تصوف حقیقی اور اسلام مجازی کا خاکہ دیا گیا ہے یا بالفاظ دیگر یہ ''خزینۃ التصوف'' کہلانے کی مستحق ہے۔

حضرت مؤلف نے زیادہ زور اپنا اسی میں صرف فرمایا کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و کیفیات کو دیگر حضرات متقدمین کے ساتھ وابستہ کر کے دکھایا جائے اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی تفسیر کی جائے۔ اگرچہ کتاب حقیقی معنوں میں نہایت مفید اور کامیاب تصنیف ہے لیکن حق یہ ہے کہ اصل میں جس غرض اور مقصد کے لئے قلم اٹھایا گیا تھا اس میں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔

بے شک ہمارے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر یہ فاخرانہ الفاظ ہوتے تھے کہ ''خان صاحب محمد حسن خاں (مؤلف حالات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ) نے حالات نقشبندیہ لکھ کر بڑا احسان کیا کہ تمام مشکوٰۃ کو اس کے اندر بھر دیا''۔ یعنی طریقہ نقشبندیہ کے تمام سلف وخلف رحمھم اللہ کے حالات کو سنت نبویہ علیہ التحیۃ والسلام کے ساتھ منطبق کر دکھایا اور یہی بات آں قلبہ بابرکات کو منظور بھی تھی کہ آپ کے حالات میں بھی یہی رنگ دکھایا جائے لیکن جس جامعیت اور کمال کی آپ کی ذات بابرکات تھی اس حیثیت کی سوانح کا لکھا نہ جانا باعث افسوس ضرور ہے۔

یوں تو متعدد کتب آپ کے حالات میں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جائیں گی لیکن ہمارے دل کی پیاس تو اس وقت بجھے گی جب آپ کا ایک ایک حال ایک ایک عمل بلکہ ایک ایک حرکت وجنبش اوراق کے اندر ضبط ہو کر ہماری بینائی کا باعث ہوگی۔

کسی کو آپ کے حالات و کیفیات کے جوڑ توڑ، تعلق و بے تعلقی، سلف اور خلف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دیکھنے کا شوق ہو تو ہوا کرے لیکن ہمیں تو صرف عشق ومحبت ہے تو آپ کے حالات سے، آپ کی کیفیات سے۔

کسی بزرگ نے کسی بزرگ کے خادم سے پوچھا تھا کہ تم اپنے پیر کو اچھا جانتے ہو یا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو؟ اس نے عرض کیا کہ اپنے پیر کو۔ اس پر فقیر صاحب بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کیوں؟ اس نے عرض کیا کہ مدت سے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تھا لیکن جیسا تھا ویسا تھا مگر جس دن سے حضور کی غلامی کا فخر حاصل ہوا تو انسان ہو گیا۔ فقیر صاحب کا یہ جواب سننا تھا کہ خوش ہو کر ان سے بغل گیر ہوئے کہ واقعی تمہارا خیال درست ہے۔

سو اپنی حالت تو یہ ہے کہ کتابوں کے ڈھیر پڑے تھے۔ تراجم وتفاسیر کی اوراق گردانی کی تھی۔ تصوف کے ذخیرے الٹے تھے لیکن جب سے اس مایۂ ناز ہستی کے قدموں کی شرف یابی ہوئی انہی کتابوں اور انہی تفسیروں سے کچھ اور نظر آنے لگا:

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست ہر رگِ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

اب ہم حیران ہیں کہ کس کو مقدم رکھ کر اپنا ایمان دیکھیں۔ تصوف کا بے بہا ذخیرہ یا آپ کی ذات ستودہ صفات۔

آج ساڑھے تیرہ سو برس کا زمانہ گزر گیا کہ حضرت خیر البشر ساقی حوض کوثر فخر موجودات ﷺ اس دار فانی سے رحلت فرما کر مدینہ طیبہ کی مقدس زمین میں سو گئے لیکن جس دن سے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اسی دن سے خیال ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے کمال فضل وکرم سے اپنے حبیب ﷺ کی زیارت سے آخری زمانہ پرفتن میں بہرہ ور فرمایا۔ مولانا سوہالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر کی صفت میں کیا خوب فرمایا:

مدینے تک نہیں پہنچن جسے دا   ویکھے وچ پیر بل نائب نبی دا

سو دوستو ہم نے بھی نائب نبی کو دیکھا! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

ایک بار حضرت میروی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء مصنفہ حضرت مولانا عطار رحمۃ اللہ علیہ سن رہے تھے کہ قاری (کتاب خوان) نے یہ الفاظ پڑھے کہ ”جنید را دیدہ بود“ ایک طرف یہ پاک الفاظ نکلے دوسری طرف حضرت قبلہ کے آنسو پھوٹ آئے۔ آپ بار بار اس جملہ کو دہراتے تھے اور آنسو چھم چھم برس رہے تھے کیونکہ حضرت قبلہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ پاک آپ کے سامنے آ گیا تھا۔

سو ہم نے بھی دنیا میں آ کر کچھ دیکھا سنا نہیں اور نہ کچھ کیا کرتا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ ”جنید را دیدہ بود“ کا فخر حاصل ہے ہمیں کیا ضرورت کہ کسی دوسرے جنید سے اپنے جنید کے ناز وادا ملاتے پھریں اور مناسبت دیکھتے پھریں:

عشق ہو مصلحت امیز تو ہے خام ابھی

ہمیں مناسبت سے کیا واسطہ، وہ لوگ جانیں جن کے وساوس باقی ہیں، ہمارے ہاں تو وساوس کی دھجیاں بھی نہیں اس عشق جنون امیز نے اڑا کے بکھیر دیں۔ اللہ اکبر

آپ کی ذات بابرکت میں اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ چن چنا کر رکھا تھا جو دوسرے بزرگوں کے لئے فرداً فرداً عنایت فرما کر انہیں سرفراز فرمایا۔ کسی کو محبت و درد سے ممتاز کیا، کسی کو سوز وساز سے عزت بخشی، کسی کو فنا کی آخری منزل پر قدم زنان فرمایا اور کسی کو بقاء کے انتہائی مرحلہ پر جا بٹھایا، کسی کے ہاتھ میں ہمت کا بلند جھنڈا دیا اور کسی کے سر پر عقل کلی کا تاج رکھا، کسی کو دمِ مسیحائی دیا اور کسی کو عصائے موسیٰ سے سرفرازی بخشی۔

لیکن ماں باپ کا کوئی ایک بیٹا ہوتا ہے جس کو ان تمام انعامات سے سرفراز فرماتے ہیں۔ پیغمبر لاکھوں گزرے لیکن حضرت عبداللہ کے صاحبزادے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند کے لئے روز میثاق نے فیصلہ کر دیا تھا:

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کسی دوسرے کو یہ دولت نصیب نہ ہوگی۔

میری بات سن کر ناظرین کہیں گے ''منہ چھوٹا بات بڑی'' لیکن جو زبان پر آجائے اسے روکنا بھی تو منافقت کاملہ ہے لیکن اپنی زبانی نہ سہی، کسی کی زبانی تو آپ کتاب ہذا کے اندر دیکھ لیں گے کہ جو راہ چار آدمیوں کو دیا گیا ہے وہ کسی دوسرے کو عنایت نہیں ہوا۔

(۱) حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ

(۳) خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ

(۴) وہ جن کے بارہ میں آپ خاموش ہو گئے یعنی آنجناب قدوۃ السالکین رضی اللہ عنہ

یہی وجہ تھی کہ تمام سلاسل علیہ کے متوسلین جب آنحضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو آپ کی ذات گرامی میں اپنے سلسلہ کی پوری مناسبت اور اپنے پیرومرشد کی کامل نسبت دیکھتے تھے۔

اخوی ام مولوی فخرالدین صاحب چشتی سلمہ جب آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو آپ پر توحیدی مشرب اتنا غالب پایا کہ نقشبندی نسبت (بے خودی وکیفی) بالکل معدوم نظر آئی۔ پورے ذوق وشوق میں آپ نے کئی اشعار توحیدی اپنی محویت تامہ میں پڑھے۔ ایسا ہی جب قادری نسبت کے بزرگ آپ کی خدمت عالیہ میں تشریف لاتے تھے تو بعینہٖ قادری نسبت کا نور آپ کے وجود باجود سے ٹپکتا تھا اور ''اندر بھی اور باہر بھی ہو'' نظر آتا تھا۔

اس دور متاخرین میں کوئی ایسا ولی اللہ (بلند ہستی نظر نہیں آیا جس میں تمام نسبتیں یکساں چشم ہائے آبِ حیات کی طرح موجزن ہو کر ہر سلسلہ کے لئے فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ط (۲:۶۰) کے مطابق ہر سلسلہ کے تشنہ لبوں کے لئے سیرابی بخشیں اور رراندے فاندے اپنا حصہ ازلی مناسبت کا کامل طور پر حاصل کریں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ (۵۷:۲۱) کا معاملہ ہے اور بس۔

اسی موہبت عظمیٰ کا نتیجہ تھا کہ موجودہ وقت کے اکثر متوسلین حق تلاش نے اپنے شیخ الطریقت کی حیات میں بھی آپ کی زیارت اور آپ کے القاء کو اپنے لئے آب حیات خیال کیا اور آں قدوۃ السالکین نے بھی جبلی فطرت عالیہ کی وجہ سے یگانہ و بیگانہ میں کوئی تمیز نہ فرمائی لیکن واہ رے کمال نسبت! کہ کسی کو اپنے شیخ الطریقت کے اوراد و اذکار کے علاوہ کبھی بھی کچھ نہ فرمایا بلکہ نسبت القائی کا عکس ڈالتے ہوئے اتنا فرما دیتے کہ ''اپنے پیرومرشد کا کہا کئے جاؤ برکت ہوگی'' اور اگر کوئی بلند نسبت بزرگ پیرومرشد ہوتے تو ان الفاظ سے اپنی کسر نفسی کی شان ادا فرماتے کہ ''ذرا سوچو تو سہی! کون سا دل جیہ کر تم کو انہوں نے تلقین فرمائی! کرتے جاؤ ضرور فائدہ

ہوگا''، لیکن ان الفاظ کے اندر وہ فیض اور برکت ہوتی کہ فی الفور سالک کی حالت بدلتی ہوئی اسے محویت کے عالم میں لے جاتی اور استغراق تمام اسے گھیر لیتا اور جو سالہا سال میں اپنے پیر و مرشد کے جوش قلبی سے اسے حاصل نہ ہوا تھا وہ ایک منٹ کے اندر حاصل ہو کر اسے محو حیرت کر دیتا۔

اکثر محبت بھرے الفاظ کے ساتھ گاہے پیشانیٔ طالب پر ہاتھ مبارک پھیرتے اور گاہے سینہ پر اور کبھی کبھی قلب کو اپنی شہادت کی انگلی سے ذرا سی ٹھینس لگاتے لیکن انگشت شہادت کا لگنا بارود کو آگ لگنا ہوتا تھا کہ قلب اپنی حرارت سے مشتعل ہو کر اپنی ہستی کو خاک سیاہ کر بیٹھتا اور خود ماسوا اللہ سے فارغ مشعل نورانی کی طرح چمکنے دمکنے لگتا اور یعنی مثال العشق نار بحرق ماسوی اللہ کی نظر آ جاتی۔

اسی مناسبت لم یزلیہ نے آپ کے تعلقات روحانی تمام سلاسل کے بزرگوں کے ساتھ وابستہ کر رکھے تھے۔ اگر ایک طرف مکان شریف کو اپنا پیر خانہ خیال فرما کر متوجہ رہا کرتے تھے تو دوسری طرف خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو سرتاج عرفا دیکھتے ہوئے آپ دو چار رہتے۔ شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی محبت تھی کہ ہر گھڑی ان کے اشعار پڑھ کر حاضرین کے دلوں کو چیرتے تھے اور جہاں سرہند شریف کے پاک روضے کی محبت آپ کو بے تاب کر رہی ہوتی وہاں علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی فنا پسند مزار آپ کو اشتیاقانہ نگاہ سے بھی بلاتی تھی۔

اگر حضرت بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پاک صورت و سیرت کے بیانات سے آپ کے لب مبارک متحرک رہتے تھے تو خواہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ملفوظ کا بھی بار بار تکرار فرماتے کہ خواجہ اللہ بخش صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ''صفاتی اسماء میں بے انتہا برکات ہیں اور یا کریم یا رحیم پڑھنے کا ارشاد اپنے متوسلین کو فرمایا کرتے تھے''۔ آغا سکندر شاہ صاحب کے کمالات کے اگر آپ ہر موقع معترف نظر آتے تھے تو حضرت قبلہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی درد بھرے الفاظ میں فرماتے کہ وہ انگریزوں کے اندر بھی رہے اور انگریزوں سے باہر بھی یعنی باوجودیکہ انگریزی حکومت کے اندر تھے لیکن حکومت انگریزی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ گویا کہ ان کی حکومت سے باہر تھے۔ حضرت للّٰہی کے متوسلین اگر سامنے آ جاتے تو جوش محبت سے انہیں اپنی بغلگیری کا شرف بخشتے تو ساتھ ہی حضرت میروی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن گیروں پر نگاہ الفت کی توجہ سے کام بالاتر فرما دیتے۔

اسی نسبت کو دیکھتے ہوئے حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع عام میں بمقام مزنگ فرمایا: ''اس بوڑھے سے تو یہ بچہ ہی بڑھ گیا''۔ حضرت شاہ صاحب کے کمالات میں کوئی کمی نہ تھی لیکن یہ جنبش کچھ اور تھی اور وہ جنبش کچھ اور۔ گو جلال و جمال متقابل صفات سے ہیں لیکن کون ہے جو جمال کی آبیاری اور سیرابی کے مقابل جلال کی آتش فشانی اور تپش کو پسند کرے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

ایثار، جو کمالات ولایت اور کمالات نبوت کی جڑ ہے اتنا بارگاہ ربوبیت سے نصیب ہوا تھا کہ فی زمانہ یہ

دولت اتنی بڑی کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ جو کچھ آیا راہ مولا پر خرچ کیا۔ اپنی گزران ایک سادہ اور معمولی انسان کے سوا نہ تھی۔ جمع وخرچ کا خیال تک عمر بھر نہ رہا۔ پہلے خرچ کیا پھر ادا کیا۔ باقیات الصالحات (تعمیرات مساجد واشاعت کتب) کے سوا ایک حبہ بھی کسی جگہ کے مصرف پر خرچ نہ کیا۔ شان کریم کی بے انتہا جلوہ گری کا یہ عالم تھا کہ انسان تو انسان، کتوں اور پلید جانوروں تک کا خیال دامن گیر رہا کرتا تھا۔

ایک خادمہ نے گزشتہ عرس کے موقع پر ذکر کیا کہ جاڑے کے موسم میں ایک بار صبح سویرے گھر پر تشریف لائے اور فرمایا جلدی حلوہ تیار کرو لیکن تر و تازہ ہو اور بہت سا۔ خیال آیا کہ شاید کسی مہمان کے لئے ہو گا۔ ہم نے جلدی عمدہ اور تر و تازہ حلوہ تیار کر رکھا۔ آپ آئے اور فرمانے لگے کہ ایک چوڑے برتن میں ڈال کر ٹھنڈا کر دو اور آپ یہ کہہ کر باہر تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو ایک کتیا بمع بچوں کے اپنے ہمراہ لائے۔ حلوہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ جوں جوں وہ کھاتی تھی آپ کی طبیعت ہلکی ہوتی جاتی تھی اور بار بار فرماتے تھے کہ بیچاری! تمہیں سردی نے بہت تکلیف دی، اور کھالے! اور کھالے۔

الغرض! جب وہ پیٹ بھر چکی تو چپکے سے آپ کے بستر پر جا بیٹھی۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا یہ بستر یہ برتن میرے ہی ہیں، مزے سے لیٹی رہ اور مزے سے کھاتی رہ۔

اگر بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو جنگل میں کوئیں سے پانی پگڑی اور ٹوپی سے نکال کر کتے کو پلانے سے ولایت اور قطبیت نصیب ہوئی تو کون با انصاف انسان ہو گا کہ اس واقعہ کو اس واقعہ سے بڑھ کر دیکھتا ہو۔ آپ کی اولوالعظمی اور آپ کے ایثار اور محبت کو ان سے کم دیکھے گا۔ ایک واقعہ نہیں سینکڑوں درد بھرے محبت بھرے واقعات ہیں جن سے آپ کی طبیعت کی جبلی فطرت، انکساری اور ایثار نفسی کا پتا لگتا ہے۔

ولی جب اخیر عمر میں پہنچتا ہے تو ولایت اپنے انتہائی کمالات پر پہنچ جاتی ہے اور وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى اور وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (الضحیٰ) کی صحیح تعبیر ولی کی ذات ہو جاتی ہے۔ اس وقت کسی قسم کی کمی نہیں رہتی۔ ابتلا و فقر کا زمانہ گزر چکتا ہے اور فراخی وغنا آ کر پاؤں چومتے ہیں۔

حضرت قبلہ مرشدم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس آخری زمانہ میں ان آیات کی عینی تفسیر ہو بہو ہو چکے تھے اور سینکڑوں روپے اور بیسیوں تھیلیاں روزانہ آپ کی دست بوسی کے لئے تڑپا کرتی تھیں لیکن آپ اتنا ہی قبول فرماتے جس سے مصارف لنگر کا قرض ہی اترتا اور وہ بھی جو با اخلاص مرید کے اخلاص سے بھرپور ہوتی تھی۔ ورنہ جیسے بھری آتیں واپس بھری جاتیں۔

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی طرح کبھی ایک حبہ بھی گھر میں نہ رہنے دیتے اور تمام یاران طریق ومخلصان حقیقت سے بھی اسی کی امید رکھا کرتے تھے۔ ایک دن کسی صاحب مجاز سے گفتگو میرے

سامنے ہوئی کہ لطائف کیا ہیں؟ آپ نے تمام وجود کے ذرہ ذرہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: یہ تمام لطائف ہی لطائف ہیں لیکن یہ کہا کہ نسبت تو ہو صدیقی لیکن گھر ہو پیسوں سے بھرا ہوا۔ کیا صدیق صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا؟ یا ایک دمڑی بھی گھر نہ تھی؟

کمالات نبوت کی یہ شان تھی کہ اتباع سنت کے سوا ذرا سی جنبش بھی پسند نہ فرماتے اور اس کے برخلاف کسی کو دیکھنا پسند بھی نہ فرماتے۔ اکثر آپ کی زبان پر یہ جاری رہا کرتا کہ اگر سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی غیر مشروع فعل کو مسلمان دیکھے تو ایسے ہو جائے جیسے بھوکا بھیڑیا بکری پر۔ اس میں یگانے اور بیگانے برابر تھے۔ ظاہر و باطن میں یکساں، خلوت اور جلوت میں مساوی غرض ایک قلیل عرصہ میں اتباع سنت کی روح تازہ کر دی۔ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسے اس مہتمم بالشان فرض کی ہدایت فرمائی اور شاہ راہ سنت پر قدم زن ہونے کی تاکید فرمائی اور حقیقی اسلام کی ایک ٹھوس اور سادہ عمارت قائم فرما کر رخصت ہوئے۔

لیکن یہ وہ وقت تھا جب کہ دنیائے اسلام سنت اور اتباع سنت کے نام سے بھی ناواقف ہو چکی تھی اور دہریت و فلسفیت کی فضا نے حلقہ اسلام کو اندھا کر رکھا تھا۔ ایسے وقت اتباع سنت کی دعوت دینا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور مشیت ایزدی کی سنت جاریہ نے ایک ایسی ہستی پیدا کر دی جو اس کفر والحاد کا مقابلہ کر سکے اور اپنے اندر اتنا جوش اتباع سنت رکھے کہ ہر کہ ومہ سے جہاد فی سبیل اللہ کر کے اسے اتباع سنت کے مسلک پر چلانے کی ہمت کرے۔

چنانچہ آپ نے اپنی عمر کا تمام وقت، تمام خیال اسی پاک جذبہ کی تکمیل اور تعمیل میں صرف فرمایا۔ کشف اور کرامات اور تصرف جو کچھ بھی آپ سے ظہور ہوئے وہ اسی اتباع سنت کی تکمیل کے لئے ظہور پذیر ہوئے ورنہ آپ کو جذب وخروش سے اور کشف و کرامات سے بہت نفرت تھی۔ کسی خادم کو اگر جذبۂ الفت بے قرار کرتا ہوا یا اشعار توحید سے اپنی گرمی بجھاتا ہوا یا نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کی تسلی کرتا ہوا آپ دیکھ پاتے تو نہایت بے تابانہ فرماتے کہ کبھی مجھ پر بھی یہ بھوت سوار تھا۔ ہو ہائے سے کیا فائدہ، سراسر انسان حال اور سراسر عمل ہو جائے۔ زبانی جمع وخرچ سے کیا فائدہ۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کا دستور چلا آتا ہے کہ نبی اور ولی کو اپنے زمانے کی ہدایت کے لئے ایسے معجزات و کرامات عطا کئے جاتے ہیں جن سے اس زمانہ کے لوگ متاثر ہو کر خدائے ذوالجلال کی توحید کے سامنے سربسجود ہوتے چلے جائیں اور انکار کا چارہ نہ رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصائے موسوی اور ید بیضاء سے شرف بخشا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے پدر پیدا فرما کر گہوارہ میں گویا کیا۔ پھر دست مسیحائی کا وہ دلربا معجزہ دیا کہ اندھے بینا ہوتے گئے، لنگڑے چلتے گئے اور

کوڑھے اچھے ہوتے گئے لیکن حضرت خیر البشر ﷺ کو وہ معجزانہ کلام مجید عنایت فرمائی جس کی آج تک نظیر پیش نہ کی جا سکی اور نہ کی جا سکے گی۔ یہ کیوں! صرف اپنے زمانہ کے مذاق اور معاشرت کے مطابق انہیں معجزات بخشے گئے تاکہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔

نبوت ختم ہوئی اور ولایت کا زمانہ آیا تو اولیاء اللہ بھی اسی سنت اللہ کے مطابق اپنے اپنے وقت کے موافق کرامات سے سرفراز کئے گئے۔ کوئی توحیدی مشرب میں نغمہ زن ہدایت ہوا اور کوئی رسولی طریقہ پر دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دہندہ ہوا۔

مجددی زمانہ میں بدعات نے زور پکڑ لیا اور عقائد کے اندر فتور واقع ہو گیا۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو قلمی جہاد کی سخت ضرورت تھی تاکہ بدعات کا قلع قمع کیا جائے اور عقائد کو درست اور صحیح مسلک پر لایا جائے چنانچہ آپ نے اپنی تمام عمر صرف اسی جہاد میں خرچ فرما دی لیکن تاہم اسلامی دنیا فقر و ولایت کی منکر نہ تھی اور توحید و رسالت کی بھی مقر تھی البتہ فروعات کے اندر بہت کچھ اختلاف واقع ہو گیا تھا۔ ظاہری علمائے کرام اہل باطن پر بدظن تھے اور اہل باطن اہل ظاہر سے متنفر۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو یکجا کر دکھایا اور اختلافی حیثیت کو دور کر کے ایک ہی مسلک پر قدم زن ہونے کی دعوت دی۔

لیکن موجودہ وقت نے کچھ اور ہی رنگ اختیار کیا کہ اسلامی دنیا بالکلیہ اسلام اور صاحب اسلام سے ناواقف ہو چکی تھی۔ ولایت تو کجا خود اسلام پر ہزارہا طعنے ہزاروں شکوک ان کے دلوں میں پیدا ہو گئے تھے اور ہر ایک امر میں تقلید فرنگیانہ پیش نظر ہو گئی تھی۔ جس کسی کو دیکھو وہ سائنس و فلسفہ سے استدلال طلب کرتا ہے۔ قول و فعل رسول ﷺ بھی ایک فلسفیانہ حیثیت سے پرکھے جانے لگے اور خدائی کلام بھی فلسفیانہ نگاہ سے سمجھی اور پڑھی جانے لگی۔

ایسے وقت میں ایک کامل ولی اللہ کی ضرورت تھی جو فلسفہ و استدلال کی دھجیاں اڑا دے اور عقل و فکر کے پرخچے کر دے اور دنیا کو اپنی آنکھوں وہ کچھ دکھائے جو فلسفہ و استدلال سے بالاتر ہو اور جس کے دیکھنے کے بعد خدائے ذوالجلال کے وجود باجود کی ہستی میں ذرا بھی تردد نہ رہے اور نبی کریم ﷺ کے رتبہ "لولاک" میں ذرہ بھر شک نہ رہے اور معراج جیسے بلند از خیال واقعہ کو اپنی ایمانی بصارت سے تسلیم کرا دے۔

سو اللہ کی ذات بابرکات نے اپنے محض فضل و کرم سے اپنے برگزیدہ ولی یعنی حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کو اس درجۂ بلند کے لئے منتخب فرمایا اور وہ کچھ آپ کی ذات بابرکات کے اندر رکھا جو ولایت کی جان تھی۔ اوصاف تھے تو یگانہ۔ اخلاق تھے تو فاضلانہ۔ کمالات تھے تو واہبانہ کشف

وکرامت اورتصرف والقا کا یہ انداز تھا کہ ہرایک دیکھنے والا حیرت میں آجاتا تھا اوراپنی پوری تشفی کے بعد اپنے ایمانی تیقن کواس درجہ پر دیکھتا تھا' جس درجہ پر متقدمین لوگ اپنے اندر دیکھا کرتے تھے۔گو سائنس وفلسفہ نے موجودہ دور کی باطن بین آنکھوں کو اندھا کررکھا تھا لیکن جب کبھی کوئی آکر پیش ہو جاتا تو آپ کا نور ولایت اس کے تمام حجابات ظلماتی فوراً دور کردیتا اور گھڑی کی گھڑی میں اپنی تمام نفسانی ذمائم کو داغہائے سیاہ کی طرح اپنے وجود کے اندر ایک ایک کر کے دیکھ پاتا اور از سرنو فوراً اسلام کے اندر داخل ہونے کے لئے تڑپتا۔

دنیائے اسلام میں لاکھوں ایسی پاک ہستیاں ہوگزری ہوں گی اور گزرتی رہیں گی جو ولایت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوں لیکن اس درجہ کی پاک ہستی جوان اوصاف یگانہ اور کمالات متفردانہ کی مالک ہو محال نہیں تو مشکل ضرور ہے کیونکہ راہِ ولایت میں تمام معاملہ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ پر ہے اور بس! کسب کو اس سے کیا نسبت۔

فناوبقاء جو ولایت کے درجہ کی جان ہے۔اس کی بابت کیا عرض کیا جائے دیکھنے والوں کو خود معلوم ہے کہ آپ کس درجہ کی فنا سے ممتاز تھے۔آپ کی زبان مبارک ہروقت حضرت علی احمد صابر کی فنا کا سبق دیتی تھی۔

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے　　　تیری ہستی کی رنگ وبو نہ رہے

آپ کی بلند فنا ہی تھی کہ بازاروں میں جاتے جاتے بے اختیار زبان سے کہلاتی کہ کب یہ فنا ہوں گے اور یہی فنائے بلند تھی جسے اپنے جسمانی کون وفساد کو ان سادہ لفظوں میں ادا کردیا کہ جی تو چاہتا ہے کہ ڈاہڑانوالہ (قبرستان) میں کیکروں کے نیچے اٹھتے بیٹھتے لیٹتے کام ہو جائے یہی فنا تھی کہ زائرین کی آنکھوں سے خون کی ندیاں بہانے لگتی اور آن واحد کے اندر تمام دنیا فنا ہی فنا نظر آتی اور تمام کائنات اوراپنی ہستی ایک کھلونا دکھائی دیتی اور پانی کے بلبلے کی طرح اپنی ہستی پراز ہوا نظر آجاتی اور یہی فنا تھی جس نے مسند مصلّٰی سے اٹھا کر آپ کو چٹائی پر دوزانو ہمیشہ کے لئے بٹھا دیا۔مشہور ہے جتنی کسی کی فنا بلند اتنی ہی اس کی بقا بلند،جس کی یہ فنا ہو اس کی بقاء کا کیا ٹھکانا۔

[1] وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (۲:۱۶۵) کا بقائی ملکہ اتنا بلند آپ کی ذات بابرکات میں ہروقت موجزن رہتا کہ ہفتوں نہیں بلکہ مہینوں اسی جذبہ سے بھرپور رہتے اور بہت کم وقفہ ایسا پیدا ہوتا جس کی طرف [2] مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَاقَلٰی (الضحیٰ) کی پراز اسرار آیت اشارہ کرتی ہے۔

---

(۱): جو لوگ ایماندار ہیں انہیں اللہ سے ازحد محبت ہوتی ہے۔

(۲) (اے نبی) نہ تمہارے رب نے تمہیں فراموش کیا اور نہ تجھ سے ناراض ہوا (یعنی حالت قبض)

ایک بار آپ نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے کئی احوال ہوتے ہیں لیکن میں تو کہتا ہوں (یعنی حالت بسط) ایک ہی حال ہوتا ہے اور ان ہی الفاظ کی تائید بھی کشف المحجوب میں ملتی ہے۔

لیکن یہ حق ہے کہ دونوں باتیں صحیح اور درست ہیں۔ ہر ایک نے اپنے حال کی خبر دی۔ جس کی بقا بلند ہو وہ کیونکر اپنی زبانی کسی کی پست حالت کا بیان دے۔ وہ تو صرف اپنی عرفانی حالت کی خبر دے گا۔

سو میں نے اپنی پنج سالہ حاضری میں کبھی کوئی ایسا وقت نہیں دیکھا جس میں آپ کی حالت قابضانہ ہو بلکہ ہر وقت طبیعت شریف اپنے جذبہ بقاء میں روز افزوں ترقی ہی میں جلوہ گر نظر آئی۔

اسی جذبہ بقا نے آپ سے وہ تمام حالات سلب کر لیے جو ماورائے بقا سالک کو پیش آتے ہیں مثلاً آپ اپنی مصیبت و بیماری یا کسی دوسرے دکھ میں کوئی خاص صدقہ نہ دیتے اور کوئی خاص عمل تجویز نہ فرماتے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس طرح کی تلقین فرماتے لیکن وہ شاہراہ صداقت جس پر پہلے روز عہد الست باندھ چکے تھے اس میں ذرہ بھر فرق نہ آنے دیتے اور جو کچھ آتا راہ مولیٰ خرچ فرماتے جو کرتے صرف للّٰہیت کے لئے کرتے۔ غیر اللہ کا خیال اٹھ گیا تھا۔ دم بدم آپ کی زبان سے بے اختیار نکلتا:

یقیں بدان کہ تو با حق نشستہ شب و روز　　چو ہم خیال تو باشد خیال نامِ خدا

فنا و بقا سے تمام اولیاء اللہ گزرنے کے بعد ولی کہلاتے ہیں لیکن فنا و بقاء بھی تو ایک درجہ کی نہیں ہوتی۔ تب ہی تو حضرت نے اپنے مرض الموت میں فرمایا تھا کہ حضرت صاحب (جدامجد رحمۃ اللہ علیہ) کی فنا دیکھو اور بقاء دیکھو! وہ کیسی فنا تھی اور وہ کیسی بقاء

یعنی عام فنا و بقاء کی طرح اس فناء و بقاء کو خیال نہ کرنا بلکہ یہ فنا و بقاء کچھ اور ہے۔

تمام کائنات ولایت کا معیار اگر فنا و بقاء کو قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی ولی اللہ کی فناء اس کی بقاء سے بلند ہوتی ہے اور کسی کی بقاء اس کی فنا سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہ سمجھنا کہ فی حدّ ذاتہ ایسا ہوتا ہے بلکہ سالک فنا و بقاء کے بعد کسی خاص ایک وصف میں اپنا طیران جاری رکھتا ہے یا فنا میں یا بقاء میں اسی وجہ سے ولایت کی حالت مختلف ہوتی ہے۔ درحقیقت ولایت کا خمیر ان دو پاک جذبوں سے تیار ہوتا ہے لیکن کامل ترین ولی اللہ وہ ہوتا ہے جس کے خمیر میں یہ دونوں جذبے مساوی رکھے جائیں۔ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ میں جذبہ فنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا لیکن حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جذبۂ بقاء سے زیادہ بھرپور تھے۔ دونوں کے احوال دیکھو! اقوال دیکھو! دونوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ کسی کی اصل ولایت میں کمی نہیں لیکن دونوں کی حیثیات ولایت مختلف ہیں۔

صاحب فنا مغلوبانہ حالت رکھتا ہے اور صاحب بقاء، غالبانہ حالت کا مالک ہوتا ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ

بقائی جلوہ میں ظہور پذیر ہوئے لیکن حضرت شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ فنائی صورت میں نمودار ہوئے غوث الثقلین محبوب سبحانی سرکار بغداد رحمۃ اللہ علیہ اپنے اندر دونوں اوصاف (فنا و بقاء) برابر کے رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہوئی کہ آپ اپنی خاموشی سے ہزاروں کو حیران و مبہوت کر دیتے اور اپنی گویائی سے لاکھوں کو شفاء بخشتے۔ ایک طرف وہ عالم ملکوت سے متکلم ہوتے کہ انا الجامع انت الممشتت اور دوسری طرف کعبۃ اللہ کا غلاف پکڑے ہوئے فرماتے کہ ''الٰہی اگر تو اپنی چادر ستاری سے میرے گناہائے سیاہ کو نہ ڈھانپے تو مجھے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھانا تا کہ میں تیری مخلوق سے رسوا و شرمندہ نہ ہوں''۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قسم کی فناء و بقاء سے سرفراز کئے گئے تھے۔ کبھی تو نمازِ نیاز ادا کرنے کے بعد اپنے اندر وہ حالت دیکھتے جو ایک ذلیل ترین فعل کے بعد کسی انسان پر وارد ہوتی ہے لیکن کبھی وہ اس کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ اور عالم ارواح کا ذکر اس طرح فرماتے جس طرح کوئی عالم اسباب کے رہنے والوں کا ذکر کرتا ہے۔ مرنا جینا آپ کے نزدیک ایک خالی تصویر کے دو رخ تھے اور دونوں برابر اسی وجہ سے آپ نے کبھی بھی مابعد الموت کے حالات سے کسی کو خوف نہ دلایا بلکہ اس دنیا کی تفسیر ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (۳۰:۴۱) فرما کر عبرت آموز سبق کی تصویر سامنے رکھ کر دکھاتے۔

اسی توازن فنا و بقاء نے آپ کی ولایت کو اس درجہ پر پہنچا دیا کہ کسی کو آپ کی ولایت کے انکار کی مجال نہ رہی جس مذہب کا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہی آپ کی ولایت حقہ کا مقر ہو گیا۔

آج مسلمانوں میں سینکڑوں فرقے ہیں اور ایک دوسرے سے سخت بدظن بلکہ ایک دوسرے کو کافر تک کہنے سے نہیں ڈرتے لیکن جو بھی کسی فرقہ کا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اس سے دو چار باتیں کیں یا صرف آپ کی نگاہ مسحور نے اسے دیکھا وہی آپ کی ولایت حقہ کا معترف ہو کر آیا۔ ایک بار شرقپور شریف سے واپسی کے وقت ایک بڑی فرم کا ایجنٹ میرے ہمراہ آیا جو غیر مقلد تھا اور اپنی زبانی قصور پر نور کے قضیہ نا مرضیہ یعنی سنیوں وہابیوں کے مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میاں صاحب کی ذات بابرکات بھی مسلمانوں میں عجیب چیز ہے کہ میاں صاحب نے اپنے متوسلین کو لکھا کہ قبروں کی وجہ سے کیوں عدالتوں میں کافروں کے سامنے ایڑیاں رگڑتے پھرتے ہو۔ فوراً صلح کر لو۔ اگر تم صلح نہ کرو گے تو میں تم سے بیزار بلکہ خواص کو یہاں تک لکھ دیا کہ کسی قسم کی شہادت عدالت میں مہیا نہ ہونے دی جائے۔

مقدمہ تو سنیوں نے آپ کے کہنے سے نہ چھوڑا لیکن نتیجہ وہی ہوا جو آپ کو منظور تھا یعنی باوجودیکہ غیر مقلد ملزموں پر فرد جرم قائم کر دیا گیا لیکن فیصلہ سنانے کا وقت آیا تو مجسٹریٹ نے اتنا پوچھنے کے بعد کہ یہ جرمانہ کون

ادا کرے گا، صاف بری کر دیا کیونکہ اسے یہی جواب ملا کہ مسلمان ادا کریں گے۔

بھلا خود اندازہ فرمائیے آج اس درجہ کا کوئی مغلوب الحال ولی ملتا ہے جو اپنے اندرونی جذبات پر ایسے قادر ہو کر اپنے مذہبی مسلک کے برخلاف اعتدال حقیقی قائم رکھنے کے لئے ایسا فیصلہ دلوائے۔

اسی طرح ہندو، عیسائی اور سکھ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے لیکن اس مواحدانہ صورت میں آپ ان سے ملتے جلتے تھے کہ کسی کو اپنے گرو کے سوا کچھ اور نظر نہ آتا تھا اور اپنے دیگر متوسلین کی طرح آپ ان پر مہربان دکھائی دیتے تھے اور وہی سلوک فرماتے جو برگزیدہ نبوت فخر الرسل والانبیاء ﷺ اپنے وقت کے کفار زائرین سے فرماتے مگر جب اپنے مذہب کے متوسلین اور زائرین حاضر ہوتے تو آپ کے وجود باجود میں سراسر نور رسالت ہی چمکنے لگتا۔ ہر امر ہر واقعہ میں فعل رسول ﷺ قولِ رسول ﷺ سے تنبیہ فرماتے اور غیرت اسلامی کا پورا پورا جوش آپ کی طبیعت میں موجزن ہوتا۔ بات بات پر فرماتے کہ ہم فقیری وفیری نہیں جانتے، ہم تو صرف اتباع نبی کریم ﷺ کو ہی اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔

فناء وبقاء کے ساتھ جلال و جمال بھی برابر کا تھا۔ جلال اگرچہ کشف وکرامت اور تصرفات کا سرچشمہ ہے لیکن اس میں بیگانگی حد سے زیادہ اور توحیدی رنگ غالب ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہر چیز سے بے نیازی اور بے مہری پیدا ہو جاتی ہے اور ہر چیز اس سے خوف کھاتی ہے لیکن جمال اپنی دلربایانہ ادا کی وجہ سے ہر ایک چیز پر اپنا جاذب اثر ڈالتا ہے اور اپنے اندر اتنی کشش ومحبت رکھتا ہے کہ جاندار چھوڑ، بے جان اشیاء بھی اس کی طرف کھچی چلی آتی ہیں اور القائی اثر اس میں غالب ہوتا ہے۔ جو چیز بھی اس کے مقابل ہو جائے اس کو اپنے رنگ میں رنگنے کی ہمت اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب جمال کے پاس تمام اشیاء (متنفس اور غیر متنفس، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول) خود بخود جذب ہوتی چلی جاتی ہیں اور اس کے قلبی اثر سے فوراً متاثر ہو جاتی ہیں بلکہ اس کی ہر جنبش کے اندر ایک محبوبانہ جذبہ ہوتا ہے جو دیکھنے والے کو مسحور کر دیتا ہے اور اسے وارفتہ بنا دیتا ہے۔ بخلاف صاحب جلال کہ ہر چیز اس سے خوف کھاتی ہوئی ہوتی ہے۔ گو وہ توڑ جوڑ کا مالک ہوتا ہے لیکن جاذبانہ کشش اور محبوبانہ ادا اس کے اندر نہیں ہوتی۔ صاحب جلال خدائی عظمت وجلال کے اندر ہر وقت حیران رہتا ہے لیکن صاحب جمال اس کے کریمانہ جمال کے اندر لذت گیر مشاہدہ پہلا خائف دوسرا امیدوار جس طرح فناء وبقاء کے بغیر تکمیل ولایت نہیں ہوتی۔ اسی طرح جلال و جمال کے بغیر تکمیل ناممکن بلکہ درحقیقت جلال و جمال اسی فناء وبقاء کے تاثیرات اور لوازمات کا نام ہے اور بس۔ البتہ اس کی کمی وبیشی پر مدارج ولایت کا اختلاف ظہور پاتا ہے۔ جس کسی ولی اللہ پر جلال غالب ہوتا ہے وہ اس ذات اقدس جل وعلیٰ کے جلال کا مظہر ہو جاتا ہے اور جس کسی ولی اللہ پر جمال غالب ہوتا ہے وہ اس کے جمال کا منبع بن جاتا ہے۔

ایک خوف سے لرزاں اور دوسرا محبت سے خنداں۔ پھر کسی کی محبت میں درد وسکون ہے اور کسی کے عشق میں سوز و بے تابی۔ غرض صاحب ولایت کے اندر جو کچھ ودیعت رکھا ہوگا اسی کا ظہور اس کی ذات سے ہوگا اور اس کے اخلاص مندوں پر وہی رنگ غالب ہوگا۔ اس میں بناوٹ اور تکلف کو دخل نہیں۔ درحقیقت یہ سب کچھ کارفرمائی موہبت عظمیٰ کی ہے اور بس۔ صاحب فنا یا صاحب جلال سے خود بخود تصرفات عجیبہ ظہور پذیر ہوں گے اور صاحب جلال سے خود بخود توجہ اپنا القائی اثر دکھائے گی۔

میں نے انقلاب الحقیقۃ میں لکھا ہے کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جمال ذاتی تھا اور جمال عارضی۔ جمال اندر تھا اور جلال باہر۔ جمال باطن تھا اور جلال ظاہر۔ اس لئے آپ کی خدمت میں جو بھی حاضر ہوا خالی واپس نہ آیا۔ جلال کی وجہ سے تصرفات اور کرامات ظاہر ہوتے تھے اور جمال کی وجہ سے باطن فیوضات باطنی سے بھرپور ہو جاتے تھے بلکہ اندر اندر تمام جمالی طبیعت تھی اسی وجہ سے تمام زائرین پر آپ کا جمالی جذبہ فوری اثر کر جاتا اور دل فوراً متوجہ بارگاہ الوہیت ہو جاتا۔ ایک طرف جمال کی وجہ سے عوارضات قلبی کو دور کر دیتے تھے اور دوسری طرف جمال کی وجہ سے محبت الٰہیہ کا جوش اندر بھر دیتے تھے ورنہ کیونکر یہ ممکن تھا کہ آن واحد میں طالب کا دل صاف ہو کر متوجہ بارگاہ صمدیت ہو جائے۔

حضرت قبلہ عالم حضرت مولانا بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کی طبیعت مبارکہ نہایت مناسبت رکھتی تھی۔ فرق تھا تو اتنا کہ حضرت صاحب کا ظاہر جمال سے آراستہ تھا اور باطن جلال سے اور آپ کا ظاہر جلال سے بھرپور تھا اور باطن جمال سے۔ یہ صاحب جذبہ تھے وہ صاحب سلوک۔ حضرت قبلہ جد امجد رحمۃ اللہ علیہ جلال الٰہیہ کے اندر حیران تھے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمال ربوبیت کے اندر بے تاب۔ وہ جبروتی حالت میں مستغرق تھے اور یہ ملکوتی کیفیت میں غرق۔ وہ شاہانہ طبیعت سے آراستہ نظر آتے تھے اور یہ خاکسارانہ رنگ وروپ سے نازانداز۔ باریک بینی۔ جزورسی اور عقل کلی میں بالکل یکساں۔ ہاں ان کا علم ظاہری ان کے باطن کی آبیاری کرتا تھا اور ان کا باطن ان کے ظاہری علم کو سیراب کرتا تھا۔ اتباع سنت میں یکساں لیکن وہ شریعت حقہ کے لئے جوش میں آ کر حدود الٰہیہ قائم کرتے، عصائے موسوی سے کام لیتے اور یہ اندر ہی اندر دم عیسوی سے تازگی بخشتے۔ انہوں نے علم ظاہری کی آبیاری میں اپنا تمام زور خرچ فرمایا اور انہوں نے علم باطنی کی سیرابی میں اپنی عمر بسر فرمائی۔

حضرت صاحب کسی غیر متشرع صورت سے نہ الجھتے لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے تابانہ اس سے دست بدست ہو جاتے لیکن یہ بھی مدنظر رہے کہ فناء و بقاء یا جلال و جمال کی بلندی اور پستی کا تعلق اللہ تعالیٰ نے اوصاف نفسی کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ جتنے بھی اوصاف نفسی بلند ہوں گے اتنی ہی فناء و بقاء بلند ہوگی مثلاً

غصہ ہوتو کمال کا اور رحم ہو تو انتہا کا، غیرت ہو تو غضب کی اور شفقت ہو تو بلا کی۔ انتقام گیری میں جباری صفت کا جلوہ ہو اور معافی و بخشش میں غفور رحیمی کی شان ہو۔ الغرض خودی اپنے درجہ کمال نفسی پر ہو اور اوصاف الٰہیہ کا پورا پورا مظہر ہو اور ہر صفت جلالی و جمالی کے اندر اپنی نظیر آپ ہو اور اوصاف الٰہیہ کا کامل ظل ہو کیونکہ فناء و بقاء کے بعد اس نفسی خودی کا تعلق ذات عارف کے ساتھ بالکلیہ نہیں رہتا بلکہ یہ خود بشری آلائشوں سے پاک ہو کر شان الٰہیہ کے ساتھ بتمامہ وابستہ ہو جاتی ہے اور بشری ارادہ سے کچھ نہیں کرتی بلکہ بی یسمع و بی یبصر و بی یبطش کا حکم رکھتی ہے۔ سوایسی خودی کی فناء و بقاء دنیا کے اندر لاثانی ہو جاتی ہے اور اسی فناء و بقاء کے مدارج بلند ہوتے ہیں ورنہ پست ہمت انسان کی فناء و بقاء کیا کچھ ہوتی ہے جو کچھ کر دکھائے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مدارج سلوک طے کرنے کے بعد بھی نہ اپنے اندر کچھ دیکھتے ہیں اور نہ اپنے باہر کچھ دکھاتے ہیں۔ اسی لئے میں نے اوصاف کاملہ دکھانے کے لئے بعض واقعات و حالات کے ابواب بدل دیئے۔

اس اختصار کے بعد اب ناظرین کتاب سے التجا ہے کہ ولی اللہ کے حالات صرف ظاہری آنکھوں اور ظاہری زبان سے دیکھے اور پڑھے نہ جائیں بلکہ باطن بین آنکھ سے ان کا گہرا مطالعہ کر کے ان کی حقیقت پر پہنچنے کی کوشش کی جائے اور ہر حال کو کشفی نظر یا عرفانی آنکھ سے پرکھنا چاہئے اور اس کی نا آشنا لذت سے بے انتہاء حظ اٹھانا چاہئے۔

خاص کر آپ کی فناء آپ کی بقاء اور آپ کے اوصاف ولایت پر پوری توجہ فرما کر اپنی ہمت کو بلند درجہ بنانے کی کوشش کی جائے۔ شاید آپ کے اتباع کامل اور محبت واصلہ کی وجہ سے کسی کو اپنی دولت لازوال سے مشرف فرما جائے۔

تو مگو مار دراں شاہ بانیست ۔۔۔ با کریماں کارہا دشوار نیست

کتاب ہذا کے ابواب ایک علمی تقسیم کے مطابق رکھے گئے ہیں اور ہر باب کے آغاز میں حسب ضرورت ایک مختصر حقیقت آموز تبصرہ لکھا گیا' جو اس باب کے حالات پر ان شاء اللہ تعالیٰ بصیرت افزا ثابت ہوگا۔ علاوہ ازیں واقعات اور حالات پر تشریحی ذیلی حواشی بھی دیئے گئے ہیں تاکہ ناظرین کو زیادہ غور کی تکلیف نہ ہو لیکن حق یہ ہے کہ جو لوگ راہِ سلوک میں حالی کیفیات سے سرفراز ہو چکے ہیں انہیں تو ان حواشی اور ان تبصرات کی ضرورت نہیں اور جنہیں اس نعمت سے سرفرازی نہیں بخشی گئی انہیں ان حواشی و تبصرات سے کیا فائدہ۔

آخر میں بارگاہِ الٰہیہ میں التجا ہے کہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے ہمیں وہ کچھ نصیب فرمائے جو سراسر حقیقت ہو اور جس میں ذرہ بھر نمائش نہ ہو! اپنے بیگانے سب نظر آئیں اور بے گانے یگانے دکھائی دیں۔ اپنے پیرو مرشد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بقدم چلنے کی توفیق عنایت ہو اور آپ کے روحانی

فیوضات سے دل بھر پور ہو کر آپ کا صحیح نمونہ بننا نصیب ہو! آمین ثم آمین

مکرراً اینکہ بعض احباب کو میری اس دلیرانہ تحریر پر گرفت ہوگی لیکن میں محض مجبور ہوں:

چناں طوطی صفت حیران آن آئینہ رویم   کہ مے گویم سخن اما نمے دانم چہ مے گویم

تاہم کوئی فقرہ پسند آجائے تو دعا سے فراموش نہ کیجئے گا، گنہگار ہوں، سیاہ کار ہوں اور عمر بھر رسوائیوں میں کھیلتا اچھلتا رہا ہوں۔

البتہ امید ہے تو صرف یہ کسی کے دامن کے سہارے چل رہا ہوں اور کسی کی محبت میں جا رہا ہوں!

شنیدم کہ در روز امید و بیم   بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

دل میں لاکھوں ارمان، لاکھوں حسرتیں ہیں لیکن احباب کی دل تنگی سے خوف کھاتا ہوا رخصت ہوتا ہوں۔ اگر عمر ناپائیدار نے وفا کی اور مشیت ایزدی نے موافقت فرمائی تو پھر کسی موقع پر اپنا ارمان اپنی حسرت نکال کر اپنا ہلکا کروں گا۔ وللعاشق المہجور مایتجرع۔ شعر:

سکوت آموز طول داستان درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تاب سخن بھی ہے



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ
وَحَبِیۡبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ط

ہزار بار بشویم دہن بہ عطر گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن بے ادبیست

حالات حضرت رسولِ اکرم نبی کریم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور سرورِ عالم آقائے نامدار حضرت نبی کریم رؤف رحیم رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین منبع البرکات فخر موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دونوں جہاں میں آشکارا ہے۔ اگر دنیا کے تمام درخت قلم اور سب سمندر اور دریا سیاہی بنا دیئے جائیں حتیٰ کہ یہ سب کچھ ختم ہو جائے مگر پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت نہیں لکھ سکتے۔ تبرکاً کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمال شفقت سے امت کے لئے خاص خاص ہدایات فرمائی ہیں لکھی جاتی ہیں تاکہ آپ کا اس رستہ میں قدم رکھنے والوں کو فیض پہنچے اور دونوں عالم کے لئے نجات کا موجب ہو۔

(حدیث) اوّل ما خلق اللہ نوری یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔ و کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین یعنی میں پیغمبر تھا اس وقت میں کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے۔ جو حدیثیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا تھا لیکن اس کا ظہور اس عالم میں بروایت راجح بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاوّل بسال فیل موافق سنہ ۴ حکومت کسریٰ کو واقع ہوا۔ ایام حمل میں آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تیرے حمل میں ایسا شخص ہے جو عالم کا سردار ہے، جب پیدا ہو نام اس کا ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' رکھنا پھر ولادت کے وقت آپ کی والدہ شریفہ نے دیکھا کہ ایک نور ان سے نکلا جس سے ان کو مکانات شام نظر پڑے۔ فاطمہ بنت عبداللہ اور والدہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ شب ولادت باسعادت میں میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا والدہ ماجدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ستارے لٹک آئے ہیں اور حرم کی زمین سے اس قدر قریب ہو گئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر گر پڑیں گے۔ سات روز تک آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا بعدہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی نے پلایا۔ جب آپ کا سن مبارک دو ماہ کا ہوا تو آپ کے والد ماجد

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ بعدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور اپنے گھر لے گئیں۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ کی تشریف آوری کے سبب خوب فراخی ہوگئی۔ آپ پستان راست کا دودھ خود پیتے اور پستان چپ کا دودھ اپنے رضائی برادر کے لئے چھوڑ دیتے۔ گویا آپ کی جبلی عدالت تھی جب آپ دو برس کے ہوئے تو آپ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے لڑکوں کے ساتھ جنگل میں جہاں ان کے مویشی چرتے تھے، تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن آپ وہیں جنگل میں تشریف رکھتے تھے کہ دو فرشتے آئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف لے جا کر آپ کو چت لٹا کر سینہ مبارک کو تاناف چاک کیا اور دلِ مبارک کو نکال کر دھویا اور اس کو سکینہ سے کہ ایک چیز عالم قدس کی بصورت پسی ہوئی دوائی کے تھی پر کیا اور پھر دل مبارک کو اسی جگہ رکھ کر شگاف سینہ کو سی دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق تکلیف نہیں معلوم ہوئی۔ یہ سب حال شرح صدر کا حلیمہ رضی اللہ عنہا کے لڑکوں نے اپنی والدہ سے جا کے کہا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر دوڑتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور دیکھا کہ آپ کا رنگ مبارک متغیر تھا۔ آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے سارا ماجرا سنا دیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا یہ حال شق صدر کا سن کر ڈریں اور آپ کو مکہ میں آپ کے گھر پہنچا دیا۔

چھ برس کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا پھر آپ کے چچا ابو طالب آپ کے متکفل ہوئے۔ انہوں نے نہایت محبت و تعظیم سے آپ کی پرورش کی۔ جب آپ کا سن مبارک پچیس برس کا ہوا، آپ کے اوصافِ حمیدہ اور دیانت اور امانت کا حال سن کر اس وقت آپ کو محمد امین (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا کرتے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جو اس وقت بہت مالدار تھیں، آپ کو اپنے اسباب تجارتی کے ساتھ شام کو روانہ کیا۔ جب آپ وہاں سے تشریف لائے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کے معاملہ میں اپنے گمان سے زیادہ صدق وصفائی پائی۔ علاوہ ازیں میسرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا غلام آپ کے ساتھ گیا تھا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزے جو اثنائے سفر میں اس نے دیکھے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بیان کئے۔ یہ سن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی درخواست سے آپ کے نکاح میں داخل ہوئیں۔

جب سن شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چالیس سال کا ہوا اور زمانہ نبوت کا قریب ہوا، آپ کو خواب صحیح آنے لگے اور آپ نے غارِ حرا میں خلوت اختیار کی۔ وہاں ۸ ربیع الاول دوشنبہ کے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور کے پاس تشریف لائے اور وحی لائے اور آپ نے کہا کہ پڑھو۔ آپ نے فرمایا: میں امی ہوں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کر کے آپ کو خوب دبوچا اور چھوڑ کر فرمایا اب پڑھو۔ آپ نے پھر فرمایا کہ میں ناخواندہ ہوں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو خوب دبوچا چنانچہ یہ معاملہ تین مرتبہ ہوا۔ پھر آیت: اِقْرَاْ بِاسْمِ

رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ... مَالَمْ یَعْلَمْ (علق) تک پڑھائی۔ بہ سبب نزول وحی کے آپ کے بدن مبارک میں تکلیف ہوئی اور حضور ﷺ نے ''اوڑھالو مجھ کو اوڑھالو مجھ کو'' فرماتے ہوئے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اوڑھالیا اور آپ کی بہت تسکین و تشفی کی اور آپ کے اوصاف حمیدہ بیان کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔

ابتداء میں آپ دعوتِ اسلام پوشیدہ کیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے جوانوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، لڑکوں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے حضرت عثمان بن عفان و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن وقاص و زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ جب آیت: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (سورۃ النحل: ۹۵) نازل ہوئی یعنی جو تمہیں حکم ملے اسے صاف صاف بلا اعلان بیان کرو تب آپ ﷺ نے دعوتِ اسلام آشکارا اور بتوں کی مذمت برملا کرنی شروع کی۔ کفار اس بات سے آپ کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح سے آپ کو ایذا پہنچانے لگے۔ یہاں تک کہ جنگ احد میں حضور ﷺ کے دندان مبارک کو شدید ضرب لگی جس سے حضور ﷺ کا ایک دانت مبارک بھی شہید ہوا پھر بھی آپ ﷺ نے یہی دعا فرمائی کہ اے باری تعالیٰ میری قوم کو ہدایت دے تاکہ یہ مجھے پہچانیں۔ اسلام اور صدائے کلمۃ الحق پھیلانے میں حضور ﷺ کے بہت سے جانثار شہید ہوئے۔ واقعات جنگ اور حضور ﷺ کو جو تکالیف اعدائے اسلام کی طرف سے ہوئیں اگر تفصیل وار لکھا جائے تو ایک دفتر بن جائے گا۔ مفصل حالات کے لئے تاریخ اسلام پڑھ لینی کافی ہے۔ اب حضور ﷺ کے چند ارشادات ذیل میں لکھے جاتے ہیں، خداوند کریم ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۱) حضور انور ﷺ نے فرمایا: دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، اوّل: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ دوم: مسلمانوں کو نفع پہنچانا اور دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے زیادہ بری کوئی نہیں۔ اوّل: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور دوم مسلمانوں کو ستانا۔

(۲) آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں عالموں کے پاس بیٹھنا چاہئے اور عقلمندوں کی باتیں سننی چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح مردہ و سوکھی زمین کو مینہ کے پانی سے زندہ اور ہری بھری کر دیتا ہے اسی طرح دانائی کے نور سے مردہ و سیاہ دل کو زندہ و روشن بنا دیتا ہے۔

(۳) آپ نے فرمایا جو خدا کی پناہ چاہے اسے پناہ دو، جو خیرات مانگے اسے خیرات دو، جو دعوت کرے اسے قبول کرو، جو تم پر احسان کرے اس کا بدلہ دو، اگر ایسا موقع نہ ملے تو اس کے لئے خدا سے یہاں تک

دعا کرو کہ تمہارا دل گواہی دے کہ ہم نے دعا میں اس کا عوض دے دیا ہے۔

(۴) آپ نے فرمایا کوئی کھانا اپنی قوت بازو سے بہتر نہیں۔

(۵) آپ نے فرمایا مزدوروں کی مزدوری ان کا پسینہ سوکھنے سے پہلے دے دو (یعنی جلدی ادا کر دو)

(۶) آپ نے فرمایا کاریگروں کی مدد کرو جو صنعت نہ جانتا ہو اس کو سکھاؤ۔

(۷) فرمایا مالدار کو اور جو اپنی قوت بازو سے کما سکتا ہے اس کو خیرات مانگنا اور لینا جائز نہیں۔

(۸) فرمایا جو شخص رسی لے کر جنگل میں جائے اور لکڑیوں کا بوجھ اپنی پشت پر لاد کر شہر میں لائے اور بیچے اور آبرو سے اپنی گزر کرے یہ کام اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے تھے، اپنے کام کاج آپ کرتے تھے، اپنے جانوروں کا دودھ آپ دوہتے تھے اور اپنی خدمت آپ ہی کرتے تھے (مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے خود ہی کرتے تھے) اور دوسرے کے دست نگر یا محتاج نہ ہوتے تھے۔

(۱۰) آپ نے فرمایا جو کسی گمشدہ چیز کو پا کر اپنے گھر لائے وہ گمراہ ہے اور اگر وہ چیز لوگوں کو شناخت کرائے اور کہے ''جس کی ہو لے جائے'' تو مضائقہ نہیں۔

(۱۱) آپ نے فرمایا دنیا میں مسافر کی طرح رہو جو راستہ چل رہا ہے۔

(۱۲) آپ نے فرمایا زندگی بے اعتبار ہے۔ شام کو صبح اور صبح کو شام کی امید نہیں، تندرستی میں بیماری کے لئے اور زندگی میں آخرت کے لئے سامان کرو۔

(۱۳) فرمایا: موت کو زیادہ یاد کرو جو تمام لذتوں کو مٹا دیتی ہے۔

(۱۴) فرمایا کامل حیادار وہ ہے جو دماغ کو برے خیالوں سے اور پیٹ کو لقمہ حرام سے بچائے اور موت کو اور جسم کے خاک ہو جانے کو نہ بھولے اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو وہ دنیاوی آرائش و نمائش کو چھوڑ دے۔

(۱۵) فرمایا جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ مثل زندہ کے ہے اور جو خدا کو یاد نہیں کرتا وہ مثل مردہ کے ہے۔

(۱۶) جسم میں ایک بوٹی ہے وہ جب سنورتی ہے تو تمام جسم سنور جاتا ہے اور وہ جب بگڑتی ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔ وہ بوٹی دل ہے۔

(۱۷) فرمایا: یا اللہ ہمارے ظاہر کی بہ نسبت ہمارے باطن کو درست و بہتر بنا۔

(۱۸) فرمایا چار چیزیں جس کو مل جائیں اسے دنیا و آخرت کی خوبیاں مل گئیں (۱) شکر کرنے والا دل (۲) خدا کا ذکر کرنے والی زبان (۳) بلاؤں پر صبر کرنے والا بدن (۴) اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں

خیانت نہ کرنے والی بیوی۔

(۱۹) فرمایا سادہ پن، پھٹے پرانے کپڑے سے عار نہ کرنا مومن کی علامت ہے۔

(۲۰) فرمایا جو دنیا میں شہرت کا لباس پہنے اس کو آخرت میں ذلت کا لباس خدائے تعالیٰ پہنائے گا۔

(۲۱) فرمایا جو باوجود مقدرت کے خوبصورت لباس ترک کردے خدا اس کو خلعت بزرگی عنایت فرمائے گا۔

(۲۲) فرمایا خدا پسند کرتا ہے کہ بندوں پر اپنی نعمت کا اثر پائے۔

(۲۳) کھاؤ پیو اور خیرات کرو اور پہنو، اوڑھو جس میں فضول خرچی اور غرور نہ ہو۔

(۲۴) فرمایا چمکدار اور ریشمی اور کسم کے رنگ کے کپڑے نہ پہنا کرو۔

(۲۵) آپ نے فرمایا ایک شخص عمدہ قیمتی چادر اوڑھ کر اتراتا ہوا چلا کرتا تھا جس سے غرور ٹپکتا تھا، اسی وجہ سے وہ ہلاک ہوا۔

(۲۶) فرمایا یاد رکھو سوا خدا تعالیٰ کے سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔

(۲۷) فرمایا بد آدمی کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور نیکی سکھلانا چپ رہنے سے بہتر ہے اور برائی سکھانے سے چپ رہنا بہتر ہے۔

(۲۸) فرمایا زیادہ ہنستی سے بچو اس لئے کہ زیادہ ہنسی سے دل مردہ ہوتا ہے اور چہرہ نورانی نہیں رہتا۔

(۲۹) فرمایا خدا سے ڈرتے رہو خواہ تم کسی جگہ رہو۔

(۳۰) فرمایا جو شخص فروتنی اور تواضع کرتا ہے خدا اس کو عزت دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے کو ذلیل سمجھتا ہے مگر لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جو تکبر کرتا ہے خدا اس کو ذلیل کرتا ہے اگرچہ وہ خود کو بڑا سمجھتا ہے لیکن لوگ اسے سؤر اور کتے سے زیادہ ذلیل وحقیر جانتے ہیں۔

(۳۱) فرمایا دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

(۳۲) فرمایا: مسلمان کا مال ہضم کرنا اس طرح حرام ہے جیسا کہ اس کا خون۔

(۳۳) فرمایا گھر سے پہلے ہمسایہ، سفر سے پہلے ساتھی دیکھ بھال لو۔

(۳۴) فرمایا مونچھیں چھوٹی کرو اور داڑھی چھوڑ دو۔

(۳۵) فرمایا نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(۳۶) فرمایا انسان کی شیریں بیانی اس کا حسن ہے۔

(۳۷) فرمایا انسان کی خوبی اس کی میٹھی زبان ہے۔

(۳۸) فرمایا جنت سخی لوگوں کا گھر ہے۔

(۳۹) فرمایا حسد ایمان کو اس طرح برباد کرتا ہے جس طرح شہد کو ایلوا۔

(۴۰) فرمایا نیک خیالی بندوں کی ایک خوبی ہے۔

(۴۱) فرمایا زکوٰۃ ادا کر کے (اس کی برکت سے) مال کو محفوظ کرو۔

(۴۲) فرمایا حکمت مسلمانوں کی گمشدہ چیز ہے (یعنی جہاں دانائی کی بات سنو فوراً اسے لے لو)

(۴۳) فرمایا حلیم وہ ہے جو چشم پوشی کر جاتا ہے اور کریم وہ ہے جو باوجود قدرت کے معاف کر دیتا ہے۔

(۴۴) فرمایا دنیوی لذت (کی فکر) میں آخرت کی تلخی اور آخرت کی لذت (کی فکر) میں دنیا کی تلخی ہے۔

(۴۵) فرمایا کسی گناہ سے توبہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان پھر عمر بھر اس گناہ کی طرف رجوع نہ کرے۔

(۴۶) فرمایا کھانے کے حصوں کا آپس میں تبادلہ کرو اس سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

(۴۷) فرمایا نیکی کا راستہ بتلانے والا گویا خود نیکوکار ہے اور بدی کی رہنمائی کرنے والا خود بدکار ہے۔

(۴۸) فرمایا جس کے اخلاق اچھے ہوں وہ نیک (اور شریف) آدمی ہے۔

(۴۹) فرمایا فضول باتیں اور بیکار سوالات مت کرو اور فضول خرچی سے بچو۔

(۵۰) فرمایا دنیا دھوکا دیتی ہے اور نقصان پہنچاتی ہے اور گزر جاتی ہے (یعنی کسی کا ساتھ نہیں دیتی)

(۵۱) فرمایا انسان کا دین ہی اس کی عقل ہے، جو بے دین ہے وہ بے عقل ہے۔

(۵۲) فرمایا ہاتھ میں لکڑی رکھنا مسلمانوں کی علامت ہے اور پیغمبروں کا طریقہ ہے۔

(۵۳) فرمایا ساری مخلوق خدا کی عزیز ہے، خدا کا پیارا بندہ وہ ہے جس کا وجود خدا کی عزیز مخلوق کے حق میں مفید ہے۔

(۵۴) فرمایا تم لوگوں میں وہ افضل ہے جو اپنی عورتوں کے لئے (حسن سلوک کے لحاظ سے) اچھا ہو۔

(۵۵) فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو ضرر نہ پہنچے وہی نیک مسلمان ہے۔

(۵۶) فرمایا مسلمانوں کو سلام کرنا بھی ایک گونہ خیرات ہے۔

(۵۷) فرمایا بدترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کو تنگدست رکھے (یعنی ان کو خوشحال نہ رکھے)

آنحضرت ﷺ کے فرمان یہ ضعیف البیان انسان کہاں تک لکھے، خداوند کریم ہمیں سچا مسلمان بنائے اور حضور ﷺ کی تابعداری میں رکھتے ہوئے توفیق وعمل عطا فرمائے۔ آمین

سرکارِ مدینہ آنحضرت ﷺ کا وہ سچا دعویٰ کہ یہ کلمہ حق جو میرے منہ سے نکل رہا ہے دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہ ہو گا جہاں یہ نہ پہنچ جائے گا۔ واقعی سچے نبی ﷺ کا نام دنیا کے ہر گوشہ میں جہاں کہ انسانوں کی بستی ہے، پانچ

وقت اذانوں میں گونج رہا ہے اور خداوند کریم کے کلام کی تصدیق کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الضحیٰ) حضور ﷺ کی علوشان ہر جگہ ظاہر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے روحانی چشمے سے جو کہ آج تک سلسلہ وار سینہ بسینہ چلا آرہا ہے حضور ﷺ کے خلیفہ اول رفیق غار جن کی عزت اور شان میں اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹:۴۰) جبرائیل علیہ السلام کی زبان پر عرش سے فرش تک آیا اس روحانی چشمہ سے جو نہر جاری ہوئی حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے شروع ہے۔ آنحضرت ﷺ نے وفات بارہ ربیع الاول دوشنبہ دوپہر ڈھلے پائی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

****

حالات خلیفہ اوّل

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت سال فیل سے دو سال اور کچھ کم چار مہینہ کے بعد ہوئی۔ ساتویں پشت میں آپ کا نسب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ کی اٹھارہ سال کی عمر تھی کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ سورۂ احقاف حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ (۱۵:۴۶) شان ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نازل ہوئی اور قصہ اس کا یہ ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر بیس برس کی ہوئی تو ہمراہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بقصد تجارت جانب شام گئے اور ایک مقام پر بیری کے درخت کے نیچے نزول فرما ہوئے۔ اس کے قریب ایک درویش کتابی رہتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے، اس نے پوچھا کہ بیری کے درخت کے نیچے کون ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ اس راہب نے کہا واللہ یہ نبی ہیں بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے اس درخت کے سایہ کے نیچے کوئی نہیں بیٹھا مگر محمد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سو یہ کلام اسی وقت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں جم گیا اور نقش فی الحجر ہو گیا اور اسی دن سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور محبت اختیار کی یہاں تک کہ چالیس برس کے ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے وقت اڑتیس برس کے تھے فرمایا کہ ایک روز قبل بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے خواب میں دیکھا کہ نور اعظم آسمان سے بام کعبہ پر اترا ہے اور پھر تمام مکہ کے گھروں میں پھیلا ہے۔ بعد ازاں وہ نور ایک جگہ جمع ہو گیا ہے اور میرے گھر میں آ گیا ہے۔ فرمایا: صبح اٹھ کر اس خواب کو میں نے ایک احبار یہود سے بیان کیا۔ اس نے کہا یہ خواب خیال ہے۔ چند سال کے بعد میرا سفر جانے کا اتفاق ہوا اور ایک جگہ ایک راہب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا کہ میں ایک قریش ہوں۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم سے ایک پیغمبر پیدا کرے گا۔ اس کی حیات میں تم اس کے وزیر ہو گے اور اس کے بعد اس کے خلیفہ

چنانچہ جب جناب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اسلام پیش کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلا تامل اور بلا ایک لحہ توقف کے قبول کرلیا۔ جناب پیغمبر خدا ﷺ آپ کے فضائل میں اوروں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم میں اور ابوبکر میں یہ فرق ہے کہ ابوبکر نے اسلام بلا حجت قبول کیا اور تم نے باحجت جس وقت سے آپ نے اسلام قبول فرمایا سفر وحضر میں کبھی حضرت ﷺ سے علیحدہ نہیں ہوئے اِلّا باجازت۔

غرضیکہ آپ کی ذات سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ ابتدائے اسلام میں جب کفار اپنے زیردست مسلمانوں کو بہت ایذا دیا کرتے تو آپ روپیہ دے کر ان کو ظالموں کے پنجے سے چھڑا لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما کو خرید کر آزاد کردیا تھا اور جناب رسول اللہ ﷺ ان کے مال میں اسی طرح تصرف فرماتے تھے جیسے کہ کوئی اپنے مال میں تصرف کرتا ہے اور جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے اس روز ان کے پاس چالیس ہزار دینار اور بقولِ بعض چالیس ہزار درہم تھے وہ سب رسول اللہ ﷺ پر خرچ کردیئے۔ جب مدینہ کی جانب ہجرت کی تو آپ کے پاس پانچ ہزار دینار تھے۔ وہ تمام اعانت اسلام اور مسلمانوں میں خرچ کردیئے۔

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف ایک عبا پہنے ہوئے کہ اس میں بجائے تکمہ کے ایک کانٹا تھا حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: اے ابوبکر! یہ کیا وضع بنائی ہے۔ انہوں نے ابھی کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس ہیئت سے تشریف لائے۔ اس سے حضور ﷺ کو اور بھی تعجب ہوا۔ ان سے اس کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا ہے کہ جس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمین پر اپنی وضع بنائی ہے تم آسمان پر بناؤ اور مجھ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میرا اسلام کہو اور دریافت کرو کہ اس حال میں تم مجھ سے راضی ہو۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ زور سے نعرہ مارا کہ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے آپ سے راضی ہوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! آج تم سے کیا ایسا کام ہوا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنا سلام اور پیغام رضا بھیجا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ کو خبر نہیں ہے انہوں نے اپنا تمام مال واسباب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ کو کسی کے مال سے اتنا نفع نہیں ہوا جس قدر کہ ابوبکر کے مال سے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن در دولت رسول مقبول ﷺ پر باجماعت مہاجرین وانصار حاضر تھا

اور باہم تذکرہ بزرگی وفضیلت کررہے تھے کہ آنجناب تشریف لائے اور فرمایا کس شغل میں ہو۔ میں نے عرض کیا کہ فضائل لوگوں کے بیان کرتے ہیں۔ فرمایا: اگر یہ مذکور ہے تو خبردار ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کسی کو تفضیل مت دینا اس لئے کہ وہ تم سب سے افضل ہیں دنیا و آخرت میں۔ جابر رضی اللہ عنہ سے بہ سند صحیح روایت ہے کہ ایک دن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے آگے جاتا تھا کہ دفعتہً حضرت ﷺ نے فرمایا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے۔ واللہ کہ آفتاب طلوع وغروب نہیں ہوا بعد انبیاء ومرسلین کے کسی پر کہ بہتر ہوا ابوبکر سے اور نیز پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر ابوبکر کو کثرت نماز کے سبب فضیلت نہیں دیتا بلکہ اس چیز کے سبب فضیلت دیتا ہوں کہ اس کے سینہ میں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک سب آدمیوں سے زیادہ احسان کرنے والا مجھ پر ابوبکر ہے اور کسی کو میں سوائے خدا کے خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن بھائی چارہ اسلام کا موجود ہے۔ حضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میرے رفیق حوض پر ہو اور تھے رفیق غار میں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام جن وانس کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ جھکتا رہے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت کا سب سے مہربان میری امت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور فرمایا جس شخص نے میرے ساتھ کچھ سلوک کیا اس کا بدلہ میں نے اس سے زیادہ کر دیا مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کہ اس کا میرے اوپر احسان ہے۔ خدا تعالیٰ اس کا بدلہ دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خیر کے تین سو ساٹھ خصائل ہیں، جب خداوند تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی خصلت ان میں سے اسے عطا کرتا ہے اور وہ اس خصلت ہی کے سبب سے جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی ہے یا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سب ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دوستی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اور شکر اس کا تمام امت میری پر واجب ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اس وقت میرے پاس ایک شخص آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر کسی کو پیدا نہیں کیا اور اس کی شفاعت قیامت کے دن پیغمبروں کی مانند ہوگی۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آنحضرت ﷺ اٹھے، ان سے بغلگیر ہوئے، ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ غزوۂ تبوک میں بوجہ گرمی شدید ومسافت بعید لوگوں نے جانے میں سستی کی تو اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر عتاب فرمایا۔ الا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ کر دیا۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (۹:۴۰) کیونکہ آخرکار اس غزوہ میں ستر ہزار آدمی ہوئے تھے لیکن سامان حرب کچھ نہ تھا اور اس کا نام جیش العسر آنحضرت ﷺ نے رکھا اور فرمایا جو اس لشکر کی تدبیر درستی کرے اس کو بہشت ہے۔ چنانچہ اکابر صحابہ نے بہت کچھ مال دیا تھا مگر حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال آپ ﷺ کے حضور میں پیش کر دیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ہجرت کو روانہ ہوئے اور غار میں آکر قیام فرمایا تو اس غار میں سوراخ بے شمار تھے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر پھاڑ کر بند کر دیئے تھے لیکن ایک سوراخ کے بند کرنے کو کچھ موجود نہ تھا تو آپ نے اپنے پاؤں کی ایڑی لگا دی۔ سورۂ واللیل کے اخیر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی: ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ (۹:۴۰) اس سوراخ میں سانپ تھا۔ سانپ نے آپ کے پاؤں کو کاٹ لیا مگر چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ آپ کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے سوتے تھے۔ آپ نے اس وجہ سے جنبش نہ کی۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ ایک چھولداری میں مقیم تھے، ہم نے صلاح کی کہ کوئی شخص موجود رہے کہ مشرک اس طرف نہ آئیں لیکن اس امر کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور اس طرف حضور ﷺ کے قریب کسی کو نہ آنے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے کئی دن وفات سے پہلے خطبہ پڑھا اور اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف ارشاد فرمائی چنانچہ یہ بھی فرمایا کسی کا احسان مال کا اور سلوک اور حق الخدمت بدن اور جان کا مجھ پر اس قدر نہیں ہے جس قدر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور مجھ سے مہر نہ لیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے خالص مال سے مول لے کر آزاد کیا اور مکہ سے مدینہ کی ہجرت کے سفر میں سب اسباب زاد اور راحلہ کا درست کر کے مجھے پہنچایا اور اپنی جان اور مال سے ہمیشہ میری غم خواری کرتا رہا۔ سو اب سب کے دروازے مسجد کی طرف بند کر دو سوا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے کہ اس کو کھلا رہنے دو۔ اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ کو مرض الموت لاحق ہوا اور مرض کی زیادتی ہوئی تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عذر کیا کہ میرے والد رقیق القلب ہیں۔ آپ کی جگہ کھڑے ہونے کی تاب نہیں لائیں گے لیکن حضور ﷺ نے بمبالغہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کے واسطے فرمایا۔ چنانچہ حسب الامر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پانچ دن تک نماز پڑھائی۔ اگرچہ اس وقت دیگر اولوالعزم صحابہ کرام موجود تھے مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تخصیص امامت گویا اپنی حیات میں خلیفہ بنانے کی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح کوئی بادشاہ اپنی زندگی میں کسی کو تخت و چھتر شاہی دلوائے اور یہ علامت اس امر کی ہے کہ بادشاہ نے اپنا ولی عہد بنا دیا۔

جب آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا اس وقت خبر پہنچی کہ انصار نے ثقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر یہ تجویز کی ہے کہ سعد بن عبادہ کو امیر کر لیں۔ اس کو سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ثقیفہ بنی ساعدہ کو گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک برجستہ تقریر کی جس میں انصار کے

بڑے فضائل اور مناقب بیان کئے اور ان کے حقوق کو تسلیم کیا مگر خلافت کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھی کہ الائمۃ من القریش (یعنی سردار اور بادشاہ قریش میں سے ہوں) اور فرمایا: ان دو آدمیوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میں سے ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہنے لگے کہ تمام تقریر میں مجھ کو یہی ایک فقرہ ناگوار گزرا اور مجھ کو اپنی گردن ماری جانی منظور تھی بہ نسبت اس بات کے کہ میں ان لوگوں کا امام ہوں جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے ہوتے ہوئے کون امام ہوسکتا ہے۔ ہاتھ بڑھائیے۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور جملہ حاضرین بیعت ہوئے۔ اس کے دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے مگر انہوں نے ابھی کچھ فرمایا نہیں تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے کاموں کا مرجع ایسے شخص کو بنایا ہے جو ہم سب میں بہتر مصاحب رسول اللہ ﷺ ہے اور ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ هُمَا فِی الۡغَارِ ہے۔ اٹھو اور اس کی بیعت کرو۔ چنانچہ سب اٹھے اور بیعت عام کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعد حمد و ثناء فرمایا: اے لوگو میں تمہارا اولی ہوا ہوں اور حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں تمہارے ساتھ بھلائی کروں تو تم میری مدد کرنا اور اگر برائی کروں تو میری اصلاح کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔ غرضیکہ آپ کی خلافت پر سب کا اتفاق ہوا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے لوگوں نے کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! آپ الفت اور نرمی اختیار کیجئے۔ یہ لوگ مثل وحشی جانوروں کے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے عمر! مجھ کو امید تھی کہ امور خلافت میں تم میری مدد کرو گے مگر تم مجھے اس مشورہ میں رسوا کرنا چاہتے ہو۔ تم تو زمانۂ جاہلیت میں بڑے جبار تھے اسلام میں کیوں سست ہو گئے اور فرمایا میں ضرور اس شخص کو قتل کروں گا جس نے زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یقین ہو گیا کہ خداوند کریم نے اس مسئلہ میں آپ کو شرح صدر کر دیا۔ ادھر تو اہل عرب اس سرکشی پر تھے کہ زکوٰۃ نہ دیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ارادہ کہ جو زکوٰۃ نہ دیں ان کو قتل کریں۔ ادھر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مع لشکر روانہ کیا۔ اپنے والد اور دیگر شہداء کا انتقام لے اور دعوتِ اسلام کریں۔ یہ لشکر خود آنحضرت ﷺ کے آخری وقت میں روانہ ہو رہا تھا اور آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کا لواء باندھا تھا مگر چونکہ آنحضرت ﷺ پر شدت مرض طاری ہو گئی تھی اس کا جانا ملتوی ہو گیا تھا مگر بہت جلد بعد وفات آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہوتے ہی اس لشکر کو روانہ کر دیا۔ اگرچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ اہل عرب مرتد ہو گئے ہیں۔

پہلے انہیں سے مقابلہ کیا جائے گا۔ اس لشکر میں جوان مرد اور بہتر مرد ہیں۔ اس وقت ان کی روانگی ملتوی کی جائے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ کو اپنا مرنا بہ نسبت اس کے زیادہ پسند ہے کہ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شروع کئے ہوئے کام کو ختم نہ کروں اور یہ کہہ کر لشکر کو روانہ کر دیا۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسامہ رضی اللہ عنہ سے مانگ لیا کہ چھوڑتے جائیے کیونکہ ان کے مشورے کی مجھ کو ضرورت ہے۔ اسی سال میں مسیلمہ کذاب نے یمامہ کی طرف دعویٰ نبوت کیا۔ اس کو قتل کرنے کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مع لشکر روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر محصور کر لیا اور کئی روز کے بعد اس کو وحشی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل نے قتل کر دیا۔ مسیلمہ کذاب کی عمر اس وقت ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ اس لڑائی میں قراء حافظ قرآن بکثرت شہید ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جس قدر اس لڑائی میں قراء شہید ہوئے ہیں اگر کسی اور لڑائی میں شہید ہوئے تو قرآن شریف کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ قرآن شریف ایک جگہ جمع ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم جوان عاقل ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہو، تم قرآن شریف کو جمع کرو۔ انہوں نے یہ کام عظیم الشان شروع کر دیا۔ بڑی کوشش سے دو لوحوں میں قرآن جمع ہوا۔ یہ قرآن شریف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے پاس ان کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دومؓ کے پاس آ گیا۔ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے کی وجہ سے بھی زیادہ اجر ملے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال اور سات مہینہ تک خلافت کی۔ جب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس کے صدمہ سے آپ روز بروز ضعیف اور لاغر ہوتے جاتے تھے۔ ۷ جمادی الآخر ۱۳ ہجری کو آپ سردی میں نہائے اور اس کی وجہ سے آپ کو تپ عارض ہوگئی۔ مرض طول پکڑ گیا اور آپ کی وفات قریب ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے وصیت کی کہ مجھ کو جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں ان کو دھو کر انہیں میں کفنانا۔ لوگوں نے آپ کے پاس آ کر کہا کہ ہم کسی طبیب کو بلائیں جو آپ کا حال دیکھے۔ آپ نے فرمایا میرے طبیب نے مجھ کو دیکھ کر کہہ دیا ہے کہ اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یعنی میں جو چاہوں گا کروں گا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے اور عیادت کے لئے خدمت میں بیٹھے اور کہا کہ اے امیر المومنین! کچھ مجھ کو بھی وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: خدا تعالیٰ تمہارے لئے دنیا فتح کرنے کو ہے اس میں سے بقدر بسر اوقات کے لینا اور یاد رکھو جو کوئی صبح کی نماز ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں ہو جاتا ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کرو اور یہ عہد شکنی تم کو منہ کے بل دوزخ میں ڈالے گی۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بوجہ زیادتی مرض کے گھر سے نہ نکل سکے تو آپ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنا کوئی نائب کر

دیں۔آپ نے فرمایا میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا۔لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ایسے تند مزاج اور سخت دل کو نائب مقرر کرتے ہیں۔آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔آپ نے فرمایا والی بنایا میں نے تم میں سے بہتر اور قوی اور حرص کرنے والا تم پر تمہارے لئے دین میں دنیا وآخرت میں اور آپ نے فرمایا: میں تم لوگوں کو ایک وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ دن کے حقوق ہیں کہ ان کو رات میں قبول نہیں کرتا اور کچھ رات کے ہیں کہ ان کو دن میں قبول نہیں کرتا اور وہ نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ فرض ادا نہ کرو اور قیامت کے روز جو بھاری پلہ والوں کے پلہ بھاری ہوں گے تو وجہ یہی ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا اور اپنے اوپر اسی کو بھاری سمجھا ہوگا اور اس ترازو کے لئے جس میں بجز حق کے اور کچھ نہ رکھا جائے۔شایاں یہی ہے کہ وزن زیادہ ہو اور ہلکے پلہ والوں کے جو قیامت میں ہلکے پلے ہوں گے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اس کو ہلکا ہی ہونا زیبا ہے اور ایک رحمت اور عذاب کا ذکر فرمایا ہے کہ مومن کو رغبت اور خوف دونوں رہیں اور اپنا ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے بجز حق کے اور کسی کی تمنا نہ کرے۔پس اے عمر! اگر تم میری نصیحت کو یاد رکھو گے تو موت سے زیادہ غائب چیز تمہارے نزدیک محبوب نہ ہوگی اور اس کا آنا تم پر ضروری ہے اور اگر تم میری وصیت کو تلف کردو گے تو موت سے زیادہ کوئی غائب چیز تم کو بری معلوم نہ ہوگی اور اس سے تم بھاگ نہ سکو گے نہ اس کو تھکا سکو گے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے گالی دی۔فرمایا: جو حال میرا تجھ پر پوشیدہ ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔

آپ کے چند ارشادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔خداوند کریم توفیق عمل عطا فرمائے۔

(۱) آپ نے فرمایا جو آدمی بغیر توشہ (نیک عمل) کے قبر میں چلا گیا اس کی مثال ایسی ہے جیسی دریا کا سفر بغیر کشتی کے کیا (یعنی جس طرح بغیر کشتی کے دریا کا سفر ڈوبنے کی نشانی ہے اسی طرح بغیر عمل کئے مرنا بھی مصیبت میں ڈال دے گا)

(۲) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: خشکی زبان ہے اور تری دل۔پس اگر زبان بگڑی تو دنیا والے اس پر روئیں گے اور اگر دل بگڑا تو فرشتے اس کے حال پر افسوس کریں گے۔

(۳) آپ نے فرمایا تین چیزوں سے تین چیزیں حاصل نہیں ہوسکتیں

(۱) مالداری آرزو سے (۲) جوانی خضاب سے (۳) تندرستی دوا سے۔

(۴) فرمایا پانچ تاریکیاں ہیں اور ان کے پانچ چراغ (۱) دنیا کی محبت اندھیری ہے اور پرہیز گاری اس کا چراغ ہے (۲) قبر اندھیری ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کا چراغ (۳) آخرت اندھیری

ہے اور نیک عمل اس کا چراغ (۴) پل صراط اندھیری ہے اور یقین اس کا چراغ (۵) گناہ اندھیری ہے اور توبہ اس کا چراغ۔

(۵) آپ نے فرمایا شیطان تمہارے سامنے کھڑا ہے اور نفس دہنی طرف اور ہوا وہوس بائیں جانب اور دنیا پیچھے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ادھر ادھر۔ زبردست خدا تعالیٰ کا اوپر ہونا اپنی قدرت کے لحاظ سے ہے۔ مکانیت کے اعتبار سے نہیں۔ پس شیطان مردود ہے تمہیں دین چھوڑنے کے لئے کہتا ہے اور نفس گناہ کرنے کے لئے اور ہوا وہوس خواہشیں پوری کرنے کے لئے اور دنیا آخرت کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اختیار کرنے کے لئے اور اعضاء گناہ کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ معافی چاہنے اور جنت میں جانے کے لئے جیسا کہ خود اس نے ارشاد فرمایا ہے: وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ (۲:۲۲۱) (اور خدا تمہیں جنت میں جانے اور معافی مانگنے کے لئے بلاتا ہے) پس جس نے شیطان کا کہا مانا اس نے اپنا دین کھویا اور جس نے نفس کا کہنا مانا اس نے اپنی جان کھوئی اور جس نے ہوا وہوس کا کہنا مانا اس نے اپنی عقل کھوئی اور جس نے اعضاء کا کہنا مانا اس نے جنت کھوئی اور جس نے اللہ تعالیٰ کا کہا مانا اس سے سارے گناہ چھوٹ گئے اور تمام بھلائیاں حاصل ہو گئیں۔

(۶) آپ نے فرمایا آٹھ چیزوں سے آٹھ چیزوں کی رونق ہوتی ہے:

(۱) پرہیز گاری سے فقیری کی (۲) شکر سے نعمت کی (۳) بردباری سے علم کی (۴) عاجزی سے طالب علم کی (۵) زیادہ رونے سے خوفِ الٰہی کی (۶) صبر سے بلا کی (۷) احسان نہ جتانے سے احسان کی (۸) گڑگڑانے سے نماز کی۔

(۷) آپ نے فرمایا عبادت کرنے والے تین قسم کے ہیں:

(۱) جو ڈر کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

(۲) جو جنت کی امید پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں

(۳) جو محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان عبادت کرنے والوں کی تین شناختیں ہیں:

(۱) ڈر کر عبادت کرنے والوں کی شناخت:

(۱) اپنے آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں

(۲) اپنی نیکیوں کو کم جانتے ہیں

(۳) اپنے گناہوں کو زیادہ جانتے ہیں

(۲) جو جنت کی امید پر عبادت کرتے ہیں:

(۱) ہر حالت میں قوم کے پیشوا ہوتے ہیں

(۲) دنیا کے مال میں سب سے زیادہ سخی ہوتے ہیں
(۲) تمام خلقت میں خدا کی طرف سب سے اچھا دھیان رکھنے والے ہوتے ہیں
(۳) محبت کے ساتھ عبادت کرنے والے۔
(۱) اپنی سب سے زیادہ چیز جو پیاری ہو خدا کے نام پر دیتے ہیں اور اس کی پروانہیں کرتے جس سے خدا راضی ہو جاتا ہے
(۲) اپنی خواہشوں کے خلاف عمل کرتے ہیں جس سے خدا راضی ہو جاتا ہے۔
(۳) ہر حالت میں خدا کے امر ونواہی کے پابند ہوتے ہیں۔
(۸) آپ نے فرمایا جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے یہ دس عادتیں عطا فرمائی ہیں بے شک وہ ہر ایک آفت اور بلا سے نجات پائے گا نیز اس کو مقربین اور پرہیز گاروں کا درجہ ملے گا:
(۱) ہمیشہ قناعت کرنے والے دل کے ساتھ سچائی اختیار کرنا
(۲) ہمیشہ شکر کے ساتھ پورا پورا صبر کرنا
(۳) ہمیشہ پرہیز گاری کے ساتھ فقیری کرنا
(۴) ہمیشہ مسلسل خوف کے ساتھ (گناہوں کی زیادتی پر) افسوس کرنا
(۵) ہمیشہ خدمت گزار جسم کے ساتھ (نیکی بڑھنے کی) کوشش کرنا
(۶) ہمیشہ مہربانی کے ساتھ کسی سے دوستی کرنا
(۷) ہمیشہ شرم ولحاظ کے ساتھ (کسی سے) محبت کرنا
(۸) ہمیشہ کی بردباری کے ساتھ نفع دینے والا علم
(۹) عقل کی سلامتی کے ساتھ پختہ ایمان
(۱۰) ہمیشہ ذکر الٰہی کے ساتھ اپنی زبان کو تر رکھنا۔
(۹) آپ نے فرمایا: چار چیزیں چار چیزوں پر ختم ہو جاتی ہیں۔
(۱) نماز سجدۂ سہو پر
(۲) روزہ صدقہ فطر پر
(۳) حج فدیہ پر
(۴) ایمان جہاد پر
(۱۰) آپ نے فرمایا کنجوس آدمی کو سات باتوں میں سے ایک ضرور پیش آتی ہے۔ وہ مر جائے تو ایسا

شخص اس کا وارث بنے جو حرام کاموں میں اس کا مال خرچ کر ڈالے

(۲) یا اللہ تعالیٰ اس پر ظالم بادشاہ مقرر کر دے جو اسے ذلیل کر کے سارا مال چھین لے

(۳) یا اسے کوئی ایسی لت لگ جائے جس کے پیچھے اس کا سارا مال برباد ہو جائے (۴) یا اس کے دل میں اجاڑ زمین کو بسانے کا کوئی خیال بیٹھ جائے تو اس میں سارا مال صرف کر ڈالے۔

(۵) یا دنیا کی بلاؤں میں سے کوئی بلا آجائے جیسے طوفان آنا، آگ لگ جانا یا چوری ہو جانا وغیرہ

(۶) یا ایسا مرض لگ جائے جس کے علاج میں ساری دولت ختم ہو جائے

(۷) یا کسی جگہ مال دبا کر بھول جائے اور پھر نہ پائے۔

حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ ایک دن حضور نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر جو اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے ایک قوم کی کہانت کی تھی۔ انہوں نے مجھ کو یہ دودھ دیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر اپنے منہ میں انگلی ڈال کر استفراغ فرما لیا۔ حضرت انیسہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین برس ہمارے پاس تشریف لائے ہیں۔ دو برس قبل خلافت اور ایک سال بعد خلافت اور ہمارے پڑوس میں ایک قبیلہ تھا وہ اپنی بکریاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دوہانے کے لئے لاتے تھے تو آپ دودھ دوہا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں بڑھیوں اور اندھوں کے پاس پانی وغیرہ کے خیال سے جاتا تھا تو سب امور ان کے تیار پاتا تھا۔ مجھ کو تلاش ہوئی کہ دیکھوں تو کون ہے جو ان کا کام کر جاتا ہے۔ بعد تلاش اور جستجو کے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کر جایا کرتے تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ خدا سے حیا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جنگل میں جس وقت پاخانہ پھرتا ہوں بوجہ حیا کے خدا سے اپنے سر کو ڈھکتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی کمر دیوار سے لگاتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک پرندہ کو سایہ میں بیٹھا دیکھ کر ٹھنڈا سانس لیا اور فرمایا: اے پرندے تیری زندگی اور عیش بہت اچھی ہے۔ تو درخت کے پھل کھاتا ہے اور اس کے سایہ میں بیٹھتا ہے اور تو اس کا حساب نہیں دے گا۔ اے کاش میں بھی تیری مانند ہوتا۔

جس وقت آپ کی کوئی تعریف کرتا تو آپ فرماتے خدایا میری نسبت میرے نفس کا تو زیادہ عالم ہے اور میں ان لوگوں کی نسبت اپنے نفس کا خود زیادہ عالم ہوں۔ ان کے گمان سے زیادہ مجھ کو بہتر کر اور بخشش کر جس کا کہ ان کو علم نہیں ہے۔ مجھ سے مواخذہ نہ کر جو کچھ کہ یہ کہتے ہیں۔

فرمایا کاش کہ میں مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ فرمایا: کاش میں درخت ہوتا کہ کھایا جاتا اور کاٹا جاتا۔

فرمایا: کاش میں گھاس ہوتا کہ چارپائے کھاتے۔ فرمایا: مسلمان کو ہر چیز کا اجر دیا جائے گا۔ کانٹے کے لگنے میں اور تسمہ کے ٹوٹنے میں۔ فرمایا: جو شخص خالص محبت الٰہی سے مزہ چکھتا ہے وہ ذائقہ طلب دنیا سے اسے روک دیتا ہے اور تمام خلقت سے اس کو وحشت دلاتا ہے۔ فرمایا: حق بات گراں ہوتی ہے اور باوجود گرانی کے خوشگوار ہے اور امر باطل سبک ہے اور باوجود اس کے برا ہے۔ فرمایا:

اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعه وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابه ولا تجعل متشابها علی فاتبع الھوٰی۔

فرمایا: دعا بھائی کی بھائی کے لئے قبول کی جاتی ہے اور آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھم اجعل خیر عمری آخرہ وخیر عملی خواتمه وخیر ایامی یوم لقائك. غرضیکہ خیر البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

بین اندر کمالات نبوت — زامت بہتر از صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ)

۱۲/ جمادی الآخر ۱۳ھ کو تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کی وصیت کے موافق حضرت کی زوجہ محترمہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نے آپ کو نہلایا اور عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالا اور آپ کی وصیت موافق جو کپڑے آپ نے پہنے ہوئے تھے انہیں میں آپ کو کفنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درمیان قبر اور منبر کے مع چار تکبیروں کے نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتف مبارک پر آپ کا سر رکھا جائے۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت طلحہ اور عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر میں اتارا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کے ساتھ دائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مرقد شریف بنائی گئی۔ حلیہ رنگ آپ کا سفید، نحیف العارض، بلند پیشانی اور غائر العینین تھے۔ ہمیشہ چہرہ مبارک عرق ناک رہتا تھا۔ آپ کی ازار ٹخنوں سے نیچے رہتی تھی اور آپ اس کے وعید سے مستثنیٰ تھے، حنا اور کتم ایک قسم کی گھاس ہے۔ اس کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ آپ نے تمام عمر یعنی ایام جاہلیت سے لے کر نہ کبھی شعر کہا اور نہ کبھی شراب پی۔ خداوند کریم ہمیں حضور خلیفۃ المومنین حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کلمات طیبات جو ہماری رہبری کے لئے حضرت نے فرمائے، توفیق عمل عطا فرمائے۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ عالیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں آیا جن کا مفصل ذکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حالات میں آئے گا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط

حالات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

آپ کونسبت علم باطن میں باوجود محبت حضرت نبی کریم ﷺ کے حضرت امیر المومنین خلیفہ اوّل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے۔

آپ اصل میں مجوسی تھے۔ عالم جوانی سے طلب حق میں ساعی تھے۔ علماء یہود ونصاریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال صبر واستقامت اس راہ میں شدائد وتکالیف برداشت کیں اور قریب قریب دس مرتبہ نوبت بہ نوبت فروخت ہوئے اور آخر کار جناب سرورِ کائنات نبی کریم ﷺ نے کچھ سونا دلوا کر آپ کو یہودی سے آزاد کرایا۔ جب سے وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں رہنے لگے۔ غزوۂ خندق میں خندق کھودنے کے واسطے آنحضرت ﷺ نے مابین مہاجرین وانصار تقسیم فرمائی تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میں نزاع واقع ہوئی۔ مہاجرین کہتے تھے سلمان ہمارے ساتھ ہیں اور انصار کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا: **سلمان من اھل البیت۔** حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں کہ بہشت ان کا مشتاق ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو ایام خلافت میں حاکم مدائن مقرر کر دیا تھا اور پانچ ہزار درہم بیت المال سے مقرر کر دیئے تھے۔ آپ تمام روپیہ فقیروں کو تقسیم کر دیتے تھے اور خود زنبیل بافی سے اپنی بسر اوقات کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک کملی اونٹوں کے بالوں کی تھی، دن کو اپنے اوپر اس کو لپیٹ لیا کرتے تھے اور وہی رات کو اوڑھ لیا کرتے تھے۔ بکری کے بالوں کی آپ رسیاں اور جھول بنایا کرتے۔ لڑائی کے موقع پر کسی کو جھول اور کسی کو رسی دیا کرتے۔ ایک دفعہ اپنے ایام حکومت میں آپ شہر مدائن کے بازار میں جاتے تھے اور وہاں کسی شخص کو اپنا اسباب لے جانے کو ایک مزدور کی تلاش تھی۔ آپ کو کملی پہنے ہوئے دیکھا اور آپ پر اسباب اٹھوا کر چل دیا۔ آپ نے یہ نہ فرمایا: میں کون ہوں۔ راستہ میں ایک شخص ملا اور اس نے کہا: اے امیر آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھایا۔ جب اس شخص کو یہ حال معلوم ہوا جس کا کہ اسباب آپ نے اٹھایا ہوا تھا فوراً اپنا سر قدموں میں رکھ دیا اور بہت ہی معذرت کی۔ آپ نے فرمایا تونے اپنے مکان تک لے جانے کا ارادہ کرلیا تھا اب وہاں پہنچ کر ہی واپس ہوں گا۔

جب آپ کا وقت اخیر ہوا، آپ بہت بے قرار ہوئے اور زار زار رونے لگے۔ لوگ جو عیادت کو آئے

تھے، دریافت کرنے لگے کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا: نہ مجھ کو موت کا خوف ہے اور نہ دنیا کی خواہش، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر مجھ سے قیامت میں ملنا چاہتا ہے تو دنیا جمع نہ کرنا اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح کہ میں جاتا ہوں اور اب میرے پاس اسباب جمع ہو گیا ہے۔ ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ کے جمال سے محروم نہ ہوں اور اسباب میں آپ کے پاس فقط ایک لوٹا، ایک پالان، پوستین اور کمبل تھا بس۔ آپ کی عمر بروایت ڈیڑھ سو برس کی ہوئی۔ ۳۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شب میں بکرامت مدینہ سے مدائن تشریف لے جا کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور اسی شب مدینہ سکینہ کو واپس آ گئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم چار سابقین ہیں، میں سابقین عرب سے، بلال رضی اللہ عنہ حبش سے، صہیب رضی اللہ عنہ روم سے اور سلمان رضی اللہ عنہ فارس سے۔

نقل ہے کہ حضرت سلمان کو ایک شخص نے گالیاں دیں، انہوں نے کہا کہ اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلہ بھاری ہو گا تو جو کچھ تو کہتا ہے اس سے بھی میں بدتر ہوں اور اگر گناہوں کا پلہ ہلکا ہو گا تو تیری بات سے مجھے کیا ڈر ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا کہ اے برادر! اتنی دنیا مت جمع کرنا جس کا شکر تم سے ادا نہ ہو سکے۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مالدار نے اپنے مال کو خدا تعالیٰ کے فرمان کے موجب صرف کیا ہو گا تو وہ قیامت کو حاضر کیا جائے گا۔ اس کا مال سامنے ہو گا۔ جب پل صراط پر ادھر ادھر جھکنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا کہ چلا کیوں نہیں جاتا تو مجھ میں سے اللہ کا حق دے چکا ہے۔ پھر ایسا مالدار آئے گا جس نے حکم خدا کے موافق نہ کیا ہو گا۔ اس کا مال اس کے شانوں پر رکھا جائے گا۔ جب پل صراط پر جھکنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا کہ خرابی ہو تجھ کو تو نے مجھ میں سے خدا کا حق کیوں نہ دیا۔ اسی طور پر اس کا حال رہے گا۔ یہاں تک کہ دہائی تہائی مچائے گا۔

حالات حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم

علم باطن میں آپ کو حضرت سلمان فارسی سے نسبت ہے اور اپنے جد بزرگوار کی نعمت ان کے وسیلہ سے حاصل کی، اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ فیض نشانہ میں تربیت پائی تھی۔ امام زین العابدین کی صحبت سے حضرت امیر المومنین شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت بھی حاصل کی تھی۔ آپ کبار تابعین وفقہائے سبعہ مشہورین میں سے ہیں۔ امام اہل زمانہ اور اپنے وقت کے بے نظیر تھے۔

یحییٰ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا کہ جس کو قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ پر فضیلت

دوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر معاملہ خلافت میرے اختیار میں ہوتا تو امام قاسم کے سپرد کرتا اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کا سن شریف ستر سال کا ہوا اور ۱۰۶ھ میں یا ۱۰۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ اعلم ہیں یا سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ فرمایا: وہ مبارک ہیں زبان سے یہ نکلا چاہتا تھا کہ وہ اعلم ہیں مگر رک گئے کہ کہیں جھوٹ نہ ہو اور یہ بھی نہ فرمایا کہ میں اعلم ہوں کہ خلاف تزکیہ نفسی ہے۔

حالات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو علم باطن میں اپنے نانا امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ و نیز اپنے دادا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نسبت ہے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ **ولدنی ابوبکر مرتین** یعنی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دو مرتبہ پیدا ہوا۔ ایک ولادت ظاہری کہ میری والدہ کے باپ قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ دوم ولادت باطنی کہ علم باطن بھی میں نے انہی سے پایا ہے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کو صادق بوجہ آپ کے صدق مقال کے کہا کرتے تھے۔ آپ سادات اہل بیت سے تھے۔ سلسلہ نسب آپ کا یہ ہے امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سیّد الشہداء حضرت امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔

امام ابوحنیفہ و امام یحییٰ بن سعید انصاری و ابن جریج و امام مالک و محمد بن اسحاق و موسیٰ بن جعفر و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کی امامت و سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ عمر بن المقدم کا مقولہ ہے کہ جس وقت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ خاندانِ نبوت سے ہیں۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ و فتوت ظاہری تفسیر قرآن بلکہ جملہ علوم ہیں۔ اسرارِ جلیلہ و اشارہ جمیلہ ہیں۔ آپ صاحب زہد و تقویٰ و ورع کامل تھے۔ شہوات و لذات سے نہایت مجتنب اور سراپا ادب تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں لوگوں کو افاضہ و افادہ فرماتے تھے۔ بعد ازاں آپ عراق تشریف لے گئے۔ اس جگہ مدت تک قیام فرمایا مگر کبھی بھی امامت کے خواہاں نہیں ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نصیحت فرمائیے کہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھلا آپ کو میری نصیحت کی کیا حاجت ہے۔ تم خود زاہد زمانہ ہو۔ انہوں نے کہا آپ کی فضیلت تمام پر ثابت ہے۔ آپ کو واجب ہے کہ سب کو پند و نصیحت فرمائیں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابا سلمان! مجھ

کو خود اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن میرے جدِ امجد مجھ سے فرمائیں کہ تو حق متابعت کیوں نہ بجالایا۔ اے ابا سلمان! یہ کام نسب پر موقوف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ شائستہ رکھنے پر موقوف ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائی بہت روئے کہ جب ایسے شخصوں کا کہ جن کی معجون طینت نبوت سے ہو اور جس کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ماں بتول رضی اللہ عنہا ہو یہ حال ہے تو داؤد بے چارہ کس حساب میں ہے۔

ایک روز آپ مع اپنے خادموں کے بیٹھے تھے، فرمانے لگے آؤ آپس میں بیعت و اقرار کریں کہ ہم میں سے جس کو نجات ہو وہ سب کی شفاعت کرے۔ سب نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا احتیاج ہے کہ آپ کے جد شفیع خلائق ہیں۔ فرمایا: مجھ کو اپنے افعال سے شرم آتی ہے کہ ان کو لے کر ان کے روبرو ہوں۔

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کچھ وصیت فرمایئے۔ فرمایا: اے سفیان! دروغ گو کو مروت نہیں ہوتی اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی، بدخلق کو سرداری نہیں ہوتی اور ملوک کو اخوت نہیں ہوتی۔ عرض کیا کچھ اور فرمایئے۔ فرمایا: اے سفیان! اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچانا تاکہ عابد ہو اور جو کچھ قسمت میں ہو گیا اس پر راضی ہونا کہ مسلم ہو۔ فاجر سے صحبت مت رکھ کہ تجھ پر فجور غالب نہ آجائے۔ اپنے معاملہ میں ایسے آدمیوں سے مشورت کر کہ طاعت خدا خوب کرتے ہوں۔ پھر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ کچھ اور فرمایئے۔ فرمایا: اے سفیان! جو شخص چاہے کہ اس کی عزت بلا ذات و قبیلہ کے ہو اور ہیبت بلا حکومت ہو۔ اس سے کہو کہ گناہ چھوڑ دے اور اطاعت اختیار کرے اور فرمایا جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا اور جو کوئی برے راستہ سے جاتا ہے اسے اتہام لگتا ہے اور جو اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے انس رکھتا ہے اسے خلق سے وحشت ہو جاتی ہے۔ فرمایا: بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی عبادتیں ایسی ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ مطیع مغرور گناہگار ہوتا ہے اور گنہگار نادم مطیع ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ عقلمند کس کو کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو خیر اور شر میں تمیز کرے۔ آپ نے فرمایا: یہ تمیز تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے۔ فرمایا: عقلمند وہ ہے جو دو خیر اور دو شر میں امتیاز کرے۔ خیر میں خیر الخیرین کو اختیار کرے اور شر میں شر الشرین کو۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ درویش صابر فاضل تر ہے یا تونگر شاکر۔ فرمایا: درویش صابر۔ کیونکہ تونگر کا دل کیسہ میں لٹکا رہتا ہے اور درویش کا اللہ تعالیٰ میں اور فرمایا عبادت بلا توبہ

درست نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے (اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ) (۱۱۲:۹) توبہ ابتداء مقامات اور عبودیت انتہاءِ مقامات اور درجات ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص کی اشرفیوں کی تھیلی گم ہو گئی تھی۔ اس نے حضرت امام سے ناواقفی میں کہا کہ تم نے لی ہے۔ آپ نے فرمایا: کس قدر اشرفی تھی۔ اس نے کہا کہ ایک ہزار اشرفی تھی۔ آپ اس کو اپنے گھر لے گئے اور گن کر ایک ہزار اشرفی اسے دے دی۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس گیا وہاں اس کو وہی تھیلی مل گئی۔ یہ شخص دوڑتا ہوا حضرت امام رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھ سے خطا ہوئی، مجھے اپنی تھیلی مل گئی ہے۔ آپ اپنی اشرفیاں واپس لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم لے جاؤ۔ ہم جو کچھ دے دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔ اس شخص نے بعد میں دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔ کسی نے کہا کہ یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

ایک مرتبہ خلیفہ منصور بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ صادق کو لاؤ کہ قتل کریں۔ وزیر نے کہا کہ انہوں نے گوشہ و عبادت اختیار کر رکھی ہے۔ ملک سے ہاتھ کوتاہ کر لیا ہے، اب ان کے قتل سے کیا فائدہ۔ خلیفہ نے کہا نہیں ان کو ضرور لاؤ۔ وزیر نے ہر چند ٹالا مگر خلیفہ نے نہ سنا۔ آخر کار وزیر آپ کے بلانے کو گیا۔ اس کے جانے کے بعد خلیفہ نے غلاموں سے کہہ دیا کہ جس وقت امام جعفر صادق آئیں اور میں ٹوپی سر سے اتاروں تم ان کو قتل کر ڈالنا۔ اسی اثناء میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے، ان کو دیکھتے ہیں منصور تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اور مسند پر ان کو بٹھایا اور آپ باادب تمام آگے بیٹھا اور عرض کیا کہ کیا حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر مجھے اپنے پاس نہ بلانا اور آپ تشریف لے گئے۔ فی الفور خلیفہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کئی وقت یا کئی روز تک ہوش نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا تو وزیر نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہوا ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ جس وقت حضرت امام اندر آئے ایک اژدہا ان کے ساتھ منہ پھیلائے ہوئے تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں نے ان کو کچھ بھی تکلیف دی تو وہ مجھ کو کھا جائے گا۔ اس خوف سے میں نے عذر کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

نقل ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بازار جاتے تھے کہ دیکھا ایک بڑھیا کے آگے ایک گائے پڑی ہوئی ہے اور وہ عورت مع اپنے بچہ کے روتی ہے۔ حضرت نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا۔ اس بڑھیا نے کہا کہ یہ ایک گائے تھی اس کے دودھ سے ہماری پرورش ہوتی تھی۔ یہ مر گئی ہے۔ اب حیران ہیں کہ ہماری گزر کس طرح ہو گی۔ آپ نے فرمایا: تجھ کو یہ منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ ہم پر تو یہ مصیبت پڑی ہے اور تم ہنسی کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا: اے بڑھیا میں ہنسی نہیں کرتا اور پھر آپ نے گائے کو ٹھوکر ماری کہ اٹھ اللہ کے حکم سے گائے فی الفور اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ عام لوگوں میں جا ملے کہ کوئی

شناخت نہ کرے سبحان اللہ کیوں نہ ہو اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ کی یہی شان ہے اور یہ حدیث صادقہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر خوب صادق آئی۔ آپ کے فضائل اور ارشادات بکثرت ہیں۔ اگر آپ کی کرامتیں اور مکاشفات مفصل لکھے جائیں تو بہت طویل ہو جاتا ہے لہٰذا اسی پر اکتفاء کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ مدینہ منوہ میں ٨٠ ہجری میں پیدا ہوئے اور ١٤٨ ہجری میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔

حالات حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ١٣٦ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نسبت ہے اور آپ کی تربیت روحانی حضرت امام رضی اللہ عنہ سے ہی ہوئی کیونکہ آپ کی پیدائش مبارک بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد ہوئی ہے۔ اگرچہ تذکرۃ الاولیاء کی بعض حکایات سے پایا جاتا ہے کہ آپ کو حضرت امام کی صحبت نصیب ہوئی ہے لیکن تحقیق یہی ہے کہ آپ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بظاہر نہیں دیکھا ہے۔ آپ کے جد روسائے بسطام سے گبر یا نصاریٰ تھے پھر اسلام اختیار کر لیا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ سے نقل ہے کہ ایام حمل میں کہ جب میں کبھی شبہ کا لقمہ کھا لیتی تو اندر بے قراری شروع ہو جاتی اور تاوقتیکہ قے نہ کر دیتی آرام نہ آتا جب آپ نے مکتب میں پڑھنا شروع کیا اور سورۂ لقمان کی اس آیت پر پہنچے اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ (١٤:٣١) آپ نے استاد سے اجازت چاہی اور اپنے والدین کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا شکر اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ سو مجھ سے دو کا شکر ادا ہونا مشکل ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا شکر معاف کرا دو یا اپنا بخش دو۔ ان کی والدہ نے فرمایا: ہم نے اپنا حق بخشا اور تجھ کو بالکل اللہ تعالیٰ کا ہی کر دیا۔

حضرت بایزید رضی اللہ عنہ یہ سن کر بسطام روانہ ہوئے اور تیس سال تک ملک شام کے جنگلوں میں مصروف ریاضات و مجاہدات رہے۔ جس وقت نماز پڑھتے تو آپ کے سینہ کی ہڈیوں سے ہیبت حق و تعظیم شریعت سے ایسے زور کی آواز نکلتی کہ لوگوں کو سنائی دیتی۔

ایک مرتبہ آپ سے کسی نے کہا کہ فلاں جگہ ایک بڑے بزرگ ہیں، آپ ان کی ملاقات کو گئے۔ جب ان کے پاس پہنچے انہوں نے قبلہ کی جانب منہ کر کے تھوکا۔ حضرت بایزید رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر واپس آ گئے اور فرمایا: اگر اس شخص کو طریقت میں کچھ بھی دخل ہوتا تو خلافِ ادب فعل اس سے صادر نہ ہوتا۔ نقل ہے کہ آپ کے گھر

سے مسجد تک چالیس قدم کا فاصلہ تھا۔ مگر بوجہ تعظیم مسجد کبھی راہ میں نہ تھوکا۔

جب آپ نے سفر مکہ معظّمہ کا کیا تو ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے یہاں تک کہ بارہ برس میں مکہ شریف پہنچے اور فرمایا کہ یہ دنیا کے بادشاہ کی بارگاہ نہیں کہ ایکبارگی چلا جائے۔ آپ اس سال مدینہ منورہ نہ گئے اور فرمایا کہ حج کی تبعیت میں زیارت کرنا ادب نہیں ہے۔ دوسرے سال آپ مدینہ منورہ گئے۔ راستہ میں ایک شہر میں داخل ہوئے۔ وہاں کے لوگوں نے آپ کے گرد بہت ہجوم کیا اور آپ نے چاہا کہ کسی طرح یہ لوگ علیحدہ ہوں۔ دو رکعت نماز پڑھی اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی: اَنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ. لوگوں نے کہا یہ شخص دیوانہ ہے اور آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ کے پاس ایک اونٹ تھا اس پر آپ اپنا اور مریدوں کا اسباب لاد کر چلا کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اس بے چارے پر کس قدر بوجھ لاد دیا ہے۔ آپ نے فرمایا غور سے دیکھو اس پر کچھ بوجھ ہے۔ دیکھا تو اس کی پشت سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔ فرمایا: سبحان اللہ یا معاملہ ہے کہ اگر اپنا احوال تم سے پوشیدہ رکھوں تو ملامت کرو اور اگر ظاہر کروں اس کی تم کو طاقت نہیں۔ فرمایا: تم بعض شخصوں کو میری زیارت سے لعنت ہوتی ہے اور بعض پر رحمت ہوتی ہے' فرمایا: لعنت اس وجہ سے کہ وہ آیا اس وقت مجھ پر حالت غالب ہوئی اور مجھ کو اپنے آپ میں نہ پایا ناچار میری غیبت کرے گا۔ دوسرا آیا حق کو مجھ پر غالب پایا۔ مجھ کو معذور کہا، اس پر رحمت ہوگی۔

فرمایا یہ دل چاہتا ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کی طرف اپنا خیمہ لگاؤں کہ وہ مجھ کو دیکھ کر پست ہو جائے اور خلق خدا کو راحت ملے۔ فرمایا: ایک بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا یا اللہ! تیرا راستہ کس طرح ہے۔ فرمایا: دع نفسك و تعال (یعنی اپنے نفس کو چھوڑ اور آ) فرمایا نماز سے سوا کھڑا ہونے اور روزہ سے سوا بھوکا رہنے کے کچھ نہ پایا۔ مجھ کو تو جو کچھ ملا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملا ہے نہ کہ عمل سے کیونکہ جہد و کوشش سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے حال میں قبض واقع ہوئی۔ طاعت سے ناامید ہو کر ارادہ کیا کہ بازار سے زنار خرید کریں اور اسے کمر میں باندھیں۔ بازار میں پہنچے تو ایک زنار کی قیمت دریافت کی اور دل میں خیال کیا کہ ایک درم ہوگی مگر دکاندار نے کہا کہ اس کی قیمت ایک ہزار درم ہے۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ ہاتف غیب نے آواز دی کہ جو زنار بایزید باندھے اس کی قیمت ہزار درہم ہی ہونی چاہئے۔ فرمایا: میرا دل خوش ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی میرے حال پر عنایت ہے۔ فرمایا: ایک مرتبہ مجھ کو الہام ہوا کہ بایزید جو عبادت کرتا ہے اس سے بہتر لا اور ایسی چیز کہ میری درگاہ میں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا بار خدایا تیری درگاہ میں کیا نہیں ہے۔ الہام ہوا بے چارگی، عجز و نیاز و شکستگی نہیں ہے۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ تیرا پیر کون ہے۔ فرمایا: ایک بڑھیا عورت۔ پوچھا کہ وہ کیونکر۔ فرمایا: ایک مرتبہ غلبہ شوق میں جنگل میں چلا گیا۔ وہاں ایک بڑھیا کو دیکھا کہ بوجھ لاتی ہے۔ مجھ سے کہا کہ یہ بوجھ اٹھا لے مجھ سے نہیں اٹھتا۔ فرمایا: اس وقت میری حالت ایسی تھی کہ مجھ سے اپنے وجود کا بھی بوجھ نہیں اٹھ سکتا تھا۔ بڑھیا کا کیا اٹھاتا۔ آپ نے ایک شیر کی جانب اشارہ کیا۔ وہ آیا اور میں نے اس کی پشت پر بوجھ رکھ دیا اور بڑھیا سے کہا کہ جب تو شہر میں جائے گی تو کیا بیان کرے گی کہ میں نے کس کو دیکھا، بڑھیا نے کہا میں کہوں گی ایک ظالم کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا کہ کس طرح۔ تو بڑھیا نے کہا کہ پہلے تو یہ بتا کہ شیر مکلف ہے کہ غیر مکلف۔ میں نے کہا کہ غیر مکلف۔ اس نے کہا کہ جس کو خدا تکلیف نہ دے اس کو تو تکلیف دے تو تو ظالم ہے یا نہیں۔ فرمایا: ظالم! بڑھیا نے کہا پھر اس پر تو چاہتا ہے کہ شہر کے لوگ معلوم کریں کہ شیر تیرے تابع ہیں اور تو صاحب کرامت ہے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ گورستان سے آتے تھے، ایک جوان بسطام کے رئیسوں سے گاتا بجاتا چلا آتا تھا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ جوان نے اپنا ساز آپ کے سر پر زور سے مارا کہ باجا بھی ٹوٹ گیا اور آپ کے سر مبارک پر بھی گہری چوٹ آئی۔ اس کے دوسرے دن صبح کے وقت حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے باجے کی قیمت اور کسی قدر حلوا اپنے مرید کے ہاتھ اس جوان کے پاس بھیجا اور کہا اس سے کہنا بایزید نے عذر کیا ہے اور یہ قیمت بھیجی ہے کہ اور باجا خرید لو اور یہ حلوا بھیجا ہے کہ اس کو کھاؤ تاکہ رات کا غم وغصہ دفع ہو۔ جوان نے جو یہ معاملہ دیکھا فوراً آ کر حضرت کے قدموں پر گرا اور توبہ کی اور بہت رویا اور اس کے ہمراہی بھی اس کی موافقت میں مرید ہوئے اور یہ حضرت خواجہ کی خوش خلقی کا نتیجہ تھا۔

ایک روز حضرت خواجہ نے اپنے میں ذوق عبادت نہ پایا۔ خیال جو کیا تو گھر میں ایک خوشہ انگور کا رکھا تھا۔ فرمایا: یہ کسی کو دے دو۔ میرا گھر میوہ فروش کی دکان نہیں ہے چنانچہ اسی وقت وہ خوشہ کسی کو دے دیا گیا اور فی الفور حضرت خواجہ کی عبادت میں لذت پیدا ہوگئی۔ حضرت خواجہ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا وہ سفر کو گیا ہوا تھا۔ اس کا بچہ اندھیری رات کی وجہ سے روتا تھا تو حضرت خواجہ اپنا چراغ اس کے گھر لے جاتے، تب وہ خوش ہو جاتا۔ جب وہ آتش پرست سفر سے واپس آیا۔ اس کی بیوی نے یہ حال اس سے بیان کیا۔ اس نے کہا جب خواجہ کی روشنی ہمارے گھر میں آ گئی تو اب کیا اندھیرے ہی میں رہیں گے۔ اسی وقت مسلمان ہو گئے اور بیعت کی۔

نقل ہے کہ ایک آتش پرست سے کسی نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا کہ اگر مسلمانی ایسی

چیز ہے جیسے کہ حضرت خواجہ بایزید کرتے ہیں تو وہ مجھ سے نہیں ہوسکتی اور جیسی تم کرتے ہو ایسی کوئی چیز نہیں۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی، بعد نماز امام نے پوچھا کہ آپ کا کھانا پینا کہاں سے چلتا ہے۔ آپ نے اسے جواب دیا کہ ذرا صبر کرو، پہلے میں نماز کا اعادہ کرلوں یعنی دوبارہ نماز پڑھ لوں تب تمہاری بات کا جواب دوں گا کہ جو شخص روزی دینے والے کو نہ جانے اس کے پیچھے نماز روا نہیں۔ فرمایا: کسی روز بلا نہیں آتی تو کہتا ہوں الٰہی روٹی بھیجی اور سالن نہ بھیجا۔ کسی شخص نے پوچھا کہ مجھ سے اپنے مجاہدہ کا حال بیان فرمائیے۔ فرمایا: اگر بڑی بات بیان کروں تو اس کی تم کو طاقت نہیں لیکن ایک چھوٹی سی بات سناتا ہوں کہ ایک دفعہ میں نے اپنے نفس سے کچھ کام لینا چاہا۔ اس نے کہنا نہ مانا۔ ایک سال تک اس کو پانی نہ دیا، کہا: اے نفس یا عبادت کر یا پیاسا مر۔

آپ کے پاس ایک مرید تیس برس سے تھا۔ آپ ہر روز اس سے پوچھا کرتے کہ تیرا کیا نام ہے۔ وہ ہر روز بتا دیتا۔ آخر کار ایک روز اس نے کہا کہ اے شیخ میں تیس سال سے آپ کی خدمت میں ہوں آپ ہر روز میرا نام دریافت کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ہنسی نہیں کرتا۔ جب سے اس کا نام دل میں آگیا ہے کچھ یاد نہیں۔ ہر روز تیرا نام پوچھ لیتا ہوں اور ہر روز بھول جاتا ہوں۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی تعلیم کیجئے کہ جس سے نجات ہو۔ فرمایا: دو باتیں یاد کرلے کافی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے آگاہ اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ دیکھتا ہے اور تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔ ایک روز کسی نے عرض کیا کہ اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا مجھ کو دیجئے کہ آپ کی برکت حاصل ہو۔ فرمایا: اگر پوست بھی میرا پہن لے تو کیا ہوتا ہے جب تک کہ میرے والے عمل نہ کرے۔ فرمایا: سچا عابد اور سچا عامل وہ ہے کہ تیغ جہد سے تمام مراوات کا سر کاٹ لے اور اس کی تمام شہوات و تمنا محبت حق میں فنا ہو جائیں اور جو اللہ تعالیٰ کی آرزو ہو وہی اس کی بھی ہو۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی یہی نشانی ہے کہ خلق سے بھاگے۔ ادنیٰ بات جو عارف کو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ملک و مال سے پرہیز کرے۔ فرمایا: نیکوں کی صحبت کارِ نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت کار بد سے بدتر ہے۔ فرمایا: جس نے اپنی خواہشات ترک کیں وہ اللہ تعالیٰ کو پہنچ گیا اور فرمایا: تو اپنے تئیں ایسا ظاہر کر جیسا کہ تو ہے۔ فرمایا: ذکر کثرت عدد نہیں ہے بلکہ حضور بے غفلت کا نام ذکر ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کو دوست نہ رکھے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز وہ ہے جو بارِ خلق کھینچے اور خوئے خوش رکھے۔ کسی نے دریافت کیا کہ کس طرح حق کو پہنچنا چاہئے۔ فرمایا: اندھا اور بہرا اور لنگڑا بن کر۔ کسی نے دریافت کیا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا: جو شخص تمام عالم میں اپنے سے زیادہ کوئی

چیز خبیث دیکھے۔ فرمایا: مردوں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دل نہ لگائیں۔

ذیل میں تبرکاً آپ کے کلمات اور ارشادات جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے منہ مبارک سے فرمائے درج کئے جاتے ہیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا: ایک بار میں نے حق تعالیٰ کی درگاہ میں مناجات کی اور کہا کہ یا الٰہی میں تیری طرف کس راہ سے آؤں۔ تب میں نے ایک ندا سنی کہ اے بایزید پہلے اپنے نفس کو تین طلاق دے اور پھر ہمارا نام اللہ لیا کر۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور آپ نے فرمایا: حق تعالیٰ کی ذرہ بھر معرفت عارف کے دل میں وہ لذت بخشتی ہے کہ ایک لاکھ محل بہشت اعلیٰ کے اس عارف کو اس ذرہ بھر معرفت کے مقابل ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا دنیا دنیاداروں کے لئے غرور پر غرور ہے اور آخرت آخرت والوں کے لئے سرور پر سرور ہے اور حق تعالیٰ کا عشق معرفت والوں کے لئے نور پر نور ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا جبکہ عارف اور عاشق الٰہی خاموش ہوتا ہے تب اس کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے ساتھ بات کرے اور جب آنکھیں بند کرتا ہے تو اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب آنکھیں کھولے تو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھے اور جب زانو پر سر دھرتا ہے تب اس کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ جب تک حضرت اسرافیل علیہ السلام صور نہ پھونکیں وہاں تک اللہ تعالیٰ کے دیدار مبارک کی امید میں سر نہ اٹھائے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا: علم اور اخبار (یعنی حدیث مصطفی ﷺ) سیکھنا ایسے شخص سے چاہئے جو علم سے معلوم تک پہنچا ہوا اور خبر سے یعنی مصطفی ﷺ سے مخبر (یعنی نبی کریم ﷺ) تک پہنچا ہوا اور جس شخص نے فخر کے واسطے علم پڑھا ہو اور اس علم سے رتبہ اور مرتبہ چاہتا ہو اس عالم سے پرہیز کرو کیونکہ وہ عالم ہر روز اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے بچھڑ جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا: دنیا ہے کیا چیز جو اس کا چھوڑنا ایک بھاری کام سمجھا جائے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا: یہ بات ہو ہی نہیں سکتی کہ کوئی اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اس پاک ذات کو دوست نہ رکھے اور دیکھو یاد رکھو کہ معرفت الٰہی بغیر محبت اور عشق کے بے قرار اور بے فائدہ ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اپنی زبان کو دوسرے کے ذکر میں نہیں کھولتا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا: جن کو اللہ رب العزت دوست رکھتا ہے ان کو تین خصلتیں عطا فرماتا ہے۔ سخاوت دریا کی سخاوت جیسی اور شفقت آفتاب کی شفقت کے مانند اور تواضع زمین کی تواضع کی مانند۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا: حاجی لوگ جسم سے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور بقاء یعنی ہمیشہ کی زندگی کے خواستگار ہوتے ہیں اور اہل محبت اپنے دلوں سے عرش الٰہی کے گرد طواف کرتے ہیں اور دیدار الٰہی کے خواستگار ہیں اور فرمایا کو علموں میں ایک ایسا علم ہے کہ جس کو عالم لوگ نہیں جانتے اور زاہدوں میں ایک ایسا زہد ہے جس کو

زاہد لوگ نہیں جانتے اور جس کو حق تعالیٰ قبول فرماتا ہے ایک فرعون کو اس پر مقرر کرتا ہے تاکہ اس کو رنج پہنچائے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اور فرمایا: ساری کوششیں مجاہدے میں صرف کر کے خدائے پاک کے فضل پر اپنی نظر رکھنا نا کہ اپنے فعل پر۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اور فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کو سوال کی حاجت نہیں ہے اور نہ ہوگی اور جس نے نہ پہچانا وہ حاجت مند ہی رہے گا۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اور فرمایا عارف باللہ وہ ہے کہ کوئی اس کے مشرب کو بگاڑ نہ سکے اور جو گدلا پن کہ اس تک پہنچے صاف ہو جائے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: آگ ایسے شخص کے واسطے عذاب ہے کہ جو خدائے پاک کو نہیں پہچانتا لیکن خدائے پاک کا پہچاننے والا آگ کے واسطے عذاب ہے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: جس نے خواہش نفسانی کو ترک کیا وہ اللہ رب العزت سے جا ملا اور واصل بحق ہو گیا۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: جو عارف بحق ہے وہ کہتا ہے کہ میں جاہل ہوں اور جو جاہل بحق ہے وہ کہتا ہے کہ میں عارف ہوں اور عارف اڑنے والے پرندوں کی مانند ہے اور زاہد گردش کرنے والے حیوانوں جیسا ہے۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا جو یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے کہا کہ خداوندا ہم کو حضرت محمد ﷺ کی امت میں شامل کر اس کا باعث یہی تھا کہ ان پیغمبروں نے اس امت محمد ﷺ میں ایسے لوگ دیکھے کہ ان کے قدم تحت الثریٰ پر تھے اور ان کے سر اعلیٰ علیین کے اس پار تھے اور وہ ایسے ذوق وشوق میں مستغرق تھے کہ درمیان سے گم تھے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! فرمایا: اگر ساری دولتیں اور نعمتیں کہ جو مخلوق کے واسطے ہیں وہ تمام دولتیں اور نعمتیں تمہارے حوالے کریں تو بھی تم اس پر مائل نہ ہونا اور اگر ساری بدبختیاں تمہارے سامنے آئیں تب بھی ناامید نہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کام کُنۡ فَیَکُوۡنُ ہے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: جس کم نصیب اور بدبخت نے اپنے دل کو خواہشوں کی کثرت سے مردہ بنایا ہے وہ جب مرے اسے لعنت کے کفن میں لپیٹنا اور ندامت کی زمین میں دفن کرنا چاہئے اور سبحان اللہ جس شخص نے کہ اپنے نفس کو خواہشوں کے روکنے سے مارا ہے وہ جب مرے تو اسے رحمت کے کفن میں لپیٹنا اور سلامتی کی زمین میں دفن کرنا۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: زندگی اور حیات علم میں ہیں اور راحت معرفت میں ہے اور ذوق وشوق ذکر میں ہے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: بھوکا رہنا ایک ایسا ابر ہے کہ رحمت کی بارش کے سوا نہیں برستا۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اور تمام مخلوق سے دور تر ہے کہ جو غرور کے سبب اشارہ اور کنایہ سے کام چلاتا ہے۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: عارف اور عاشق الٰہی کا دل اس چراغ کی مانند ہے جو صاف آئینہ کی قندیل میں دھرا ہو کہ اس کی روشنی عالم ملکوت کو روشن کرتی ہے اور جب یہ حال ہے تو پھر اس کو تاریکی اور اندھیری سے کیا خوف ہے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: لوگوں نے جب آپ سے پوچھا کہ فرض اور سنت کیا ہے؟ تو فرمایا: حق تعالیٰ

کی محبت فرض اور دنیا کا ترک کرنا سنت ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ بندہ کمال کے درجہ کو کب پہنچتا ہے؟ تب آپ نے فرمایا: جب اپنے عیبوں کو پہچانتا ہے اور مخلوق سے دل کو اٹھالیتا ہے اس وقت حق تعالیٰ اس کو اس کی ہمت اور اپنے نفس کی دوری کے موافق اپنی قربت اور نزدیکی عطا فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے تب آپ نے فرمایا: آسمان کی طرف نظر کرو۔ اس نے اوپر نگاہ کی۔ پھر آپ نے فرمایا: تو جانتا ہے اس آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جس نے آسمان پیدا کیا ہے وہ ایسا زبردست ہے کہ تو جہاں کہیں ہوگا وہ تجھ سے واقف ہوگا۔ اس سے ڈرتے رہو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا وجہ ہے کہ طالب لوگ سیر اور سفر سے آسودہ نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا: جو کچھ کہ مقصود ہے وہ مقیم ہے تو پھر ظاہر بات ہے کہ جب مقصود مقیم ہے تو مسافر کا سفر میں اس کو تلاش کرنا ایک محال بات اور درد دوسری ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! لوگوں نے پوچھا کہ ہم کس کے ساتھ صحبت رکھیں۔ تب آپ نے فرمایا: ایک ایسے شخص کے ساتھ صحبت رکھو کہ اگر تم بیمار پڑو تو بیمار پرسی کو آئے اور کوئی خطا تم سے نہ چھپائے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی عمر کس قدر ہے۔ آپ نے فرمایا: چار برس کی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا: ستر برس تک تو میں دنیا ہی کے قیل وقال میں مصروف رہا لیکن اب چار برس ہوئے ہیں کہ اس پاک ذات کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ اس کا حال مجھ سے مت پوچھو، آہ زمانہ کہ حجاب اور پردہ میں گزرا وہ تو عمر میں داخل ہی نہیں ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بھوکے رہنے کی تعریف کیوں فرماتے ہیں؟ تب آپ نے فرمایا: اگر فرعون بھوکا ہوتا تو اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی نہ کہتا۔ اے لوگو! یاد رکھو متکبر اور مغرور کبھی بھی معرفت الٰہی کی خوشبو نہ سونگھے گا۔ لوگوں نے کہا کہ متکبر اور مغرور کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا متکبر اور مغرور اس کو کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو اٹھارہ ہزار عالم سے برا نہ سمجھے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! لوگوں نے عرض کیا کہ حضور آپ بڑے صاحب کرامت ہیں کہ پانی کی سطح پر چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ کرامت نہیں ہے لکڑی کے ذرا ذرا سے ٹکڑے پانی پر تیرتے ہیں اس وقت لوگوں نے کہا کہ یہ تو کرامت ہے کہ آپ ہوا میں اڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی کچھ کرامت نہیں ہے ذرا ذرا سے مچھر بھی ہوا میں اڑا کرتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور بڑی کرامت ہے کہ آپ ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی کچھ نہیں کیونکہ جادوگر ایک رات میں ہندوستان سے کوہ دماوند پہنچتے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا کہ اچھا حضرت آپ ہی فرمایئے کہ مردوں کا کام کیا ہے؟ فرمایا اس دل کو سوا خدائے پاک کے کسی سے بھی نہ لگائے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور آپ نے فرمایا: میں اس خیال میں تھا کہ میں اللہ رب العزت کو دوست رکھتا ہوں مگر جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ رب

العزت کی دوستی تو میری دوستی سے پہلے تھی۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور آپ نے فرمایا: ہر کوئی عمل کے دریا میں ڈوبا ہے اور میں اس پاک ذات کی خشکی کے دریا میں ڈوبا ہوں یعنی دوسروں نے اپنی ریاضت پر نظر کی اور میں حق تعالیٰ کی عنایت پر نظر رکھتا ہوں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: علم ظاہری اور شریعت پاک کی فرمانبرداری اور پیروی سے میرے نزدیک کوئی چیز زیادہ دشوار نہیں ہے۔

راوی فقیر پر تقصیر عرض کرتا ہے کہ شریعت پاک کیا شے ہے؟ اور اس کی پابندی اور اطاعت کے مبارک شجر کے شیریں اور میٹھے میٹھے پھل کیسے ہوتے ہیں۔ ان سے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ جیسے مبارک اور نوری لوگ ہی واقف ہیں کہ جن کا مبارک کلام ہی بتلا رہا ہے کہ میرے نزدیک شریعت پاک کی پیروی اور پابندی سے بڑھ کر اور کوئی چیز زیادہ دشوار نہیں ہے۔

علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر   کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور آپ نے فرمایا میں نے اپنے نفس کو حق تعالیٰ کی طرف بلایا اس نے قبول نہ کیا۔ میں نے اس کا ساتھ چھوڑا اور اکیلا اس پاک ذات کی حضوری میں گیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: میں اپنے اعضاء کو عبادت میں مشغول کرتا اور جب کسی عضو کو عبادت سے سست پاتا تو دوسرے عضوؤں سے کام لیتا یہاں تک کہ میں بایزید ہو گیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: میرے دل میں گزرا کہ معلوم کروں سب سے زیادہ عذاب جسم کے لئے کون سا ہے؟ تو آخر معلوم ہوا کہ یادِ الٰہی کی غفلت سے بڑھ کر کوئی عذاب سخت تر نہیں ہے کیونکہ دوزخ کی آگ آدمی کو اس طرح نہ جلائے گی جس طرح کہ ذرا بھر کی غفلت جلائے گی۔ اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: برسوں گزر گئے کہ جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو میرا اعتقاد نفس کے بارے میں یہی رہتا ہے کہ میں آتش پرست ہوں۔ مجھے زنار توڑنا چاہئے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: عورتوں کا معاملہ ہمارے معاملہ سے بہتر ہے کیونکہ وہ ہر مہینے میں غسل کر کے ناپاکی سے پاک ہوتی ہیں اور ہمیں ساری عمر پاکی کا غسل نصیب نہ ہوا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: ساری عمر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بایزید سے صحیح اور درست نکل آئے تو پھر بایزید کو کسی سے خوف نہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: میں نے باری تعالیٰ کو خواب میں دیکھا! مجھ سے فرمایا: اے بایزید کیا چاہتا ہے تب میں نے عرض کیا کہ جو تو چاہتا ہے وہ میں چاہتا ہوں۔ تب حق تعالیٰ نے فرمایا: اے بایزید میں تیرا ہوں جیسا کہ تو میرا ہے۔

خداوند کریم حضرت خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ شروع میں اللہ اللہ بہت کیا کرتے تھے اور جبکہ آپ پر سکرات موت تھی اس وقت بھی آپ اللہ اللہ فرمانے لگے اور پھر کہا کہ یارب! میں نے آج تک غفلت سے اللہ اللہ کہا کیا ہے اب تو وقت

اخیر ہے نہ معلوم کہ مجھے کب تیری حضوری حاصل ہوگی۔ یہ کلمات طیبات آپ کی زبان پر ہی تھے کہ جان بحق تسلیم ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جس رات کو آپ نے رحلت فرمائی اس روز حضرت ابوموسیٰ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس حاضر نہ تھے۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ میں عرش الٰہی سر پر اٹھائے ہوئے اڑ رہا ہوں۔ بیدار ہونے کے بعد میں تعجب میں رہا اور صبح کو اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے کو حضرت خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کو روانہ ہوا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ آپ نے رات کو وفات پائی ہے اور بہت سی مخلوق ہر چار طرف سے جمع ہو رہی ہے۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے بہت کوشش کی کہ میں بھی آپ کے جنازہ کا ایک پایہ پکڑوں اور کندھا دوں لیکن کثرت اور ہجوم کی وجہ سے میری باری نہیں آتی تھی۔ تب میں بہت بے قرار ہوا اور آخر کار میں نے جنازہ کے نیچے گھس کر جنازہ کو اپنے سر پر اٹھا لیا اور اس وقت میں اپنی خواب بھول گیا تھا۔ ناگاہ میں کیا سنتا ہوں کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے ابوموسیٰ! یہی تیرے خواب کی تعبیر ہے کہ تو عرش الٰہی کو اپنے سر پر اٹھائے ہوئے تھا۔ اے ابوموسیٰ! وہ عرش تو یہی عاشق الٰہی کا جنازہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وفات ایک مرید خاص نے خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت آپ نے منکر نکیر کے سوال سے کیونکر خلاصی پائی؟ آپ نے فرمایا: جب ان میرے دوستوں نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے یہ کہا کہ تمہارا اس سوال سے مقصد پورا نہ ہوگا کیونکہ اگر میں کہوں گا کہ میرا خداوہ ہے تو یہ میری بات ہیچ اور پوچ ہے۔ ہاں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ تم واپس جاؤ اور حق تعالیٰ سے پوچھو کہ میں اس کا کون ہوں؟ وہ پاک ذات جو کچھ فرمائے وہ بالکل حق اور درست ہے اور اگر میں سو بار کہوں کہ وہ میرا خداوند ہے تو بے فائدہ ہے۔ ہاں اگر وہ مجھے اپنا بندہ اور عاشق جانے۔ سبحان اللہ یہ حضرت کی ہی شان تھی۔

آپ کی وفات ۱۴ شعبان ۲۶۱ھ کو ہوئی۔ بسطام شہر میں دفن ہوئے۔ کسی نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہا مجھ سے دریافت کیا کہ کیا لایا۔ میں نے عرض کی اے باری تعالیٰ کوئی درویش اگر درگاہ شاہی میں آتا ہے تو اس سے یہ نہیں سوال کیا جاتا کہ کیا لایا ہے۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ کیا چاہیے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! کسی اور نے حضرت کو خواب میں دیکھا عرض کیا تصوف کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا آرائش ترک کرنا اور محنت اختیار کرنا۔

حالات عاشق یزدانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف میں بطریق اویسیت حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے۔ چونکہ آپ کی ولادت بعد وفات حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ہوئی۔

نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال دھستان قبور شہداء کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ جب راستہ میں خرقان میں پہنچتے اس جگہ کھڑے ہوتے اور اس طرح سے سانس لیتے جیسے کہ کوئی کچھ سونگھتا ہے۔ تب مرید عرض کرتے کہ مرشد ہم کو تو کچھ خوشبو نہیں آتی۔ آپ کیا سونگھتے ہیں؟ آپ جواب میں فرماتے کہ اس چوروں کے گاؤں سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ اس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے اور اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہوں گی۔ اس پر ایک تو بار عیال ہوگا۔ دوسرا کھیتی کرے گا۔ تیسرے درخت لگایا کرے گا۔ سبحان اللہ یہ پیشین گوئی تھی جو حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں بارہ سال تک عشا کی نماز خرقان میں باجماعت پڑھ کر حضرت سلطان العارفین بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر جاتے اور وہاں متوجہ روح پرفتوح ہو کر منتظر مترقب و برکات و افاضات کھڑے رہتے اور التجا کرتے کہ الٰہی جو خلعت تو نے سلطان العارفین بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو فضل سے عطا کیا ہے اس میں سے ابوالحسن کو بھی عطا فرما۔ پھر واپس آتے اور عشاء ہی کے وضو سے صبح کی نماز باجماعت پڑھتے۔

خواجہ مولانا بن روز جہان اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانی کے شرح وصیت نامہ میں حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح بھی ملایا ہے۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ مرید ابی مظفر مولانا ترک طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ مرید حضرت خواجہ اعرابی عشقی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ مرید خواجہ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ مرید سلطان العارفین بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے اور شیخ ابوالعباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ میرا معاملہ ارشاد بعد میرے خرقانی کی جانب رجوع ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نقل ہے حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک سر تکیہ پر نہیں رکھا اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ آپ کے پاس ایک باغ تھا۔ ایک بار جو آپ نے اسے کھودا تو چاندی نکلی اور پھر دوسری بار کھودا تو سونا نکلا۔ تیسری بار سچے موتی اور ہیرے جواہرات نکلے۔ تب آپ نے کہا کہ خداوندا تیرے در کا فقیر ابوالحسن

اس چاندی سونے اور ہیرے جواہرات پر فریفتہ نہ ہوگا، اے خداوند اس تیرے فقیر کو اگر دین و دنیا دونوں مل جائیں تب بھی اس کو سوائے تیری ذاتِ پاک اور تیری محبت و عشق کے اور کسی طرف توجہ اور خیال نہیں ہوگا۔ خداوندا مجھے تو تیرے عشق و محبت اور تیری ذات پاک کی دولت چاہئے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

ایک روز ابوالعمر ابوعباس رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے، اس وقت ایک طشت پانی سے بھرا آپ کے آگے دھرا تھا۔ حضرت ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ اس طشت والے پانی میں ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکالی اور حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دھر دی۔ تب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا کہ پاس ہی جو تنور روشن تھا اس تنور میں اپنا ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکالی اور فرمایا کہ آگ سے زندہ مچھلی نکالنا چاہئے۔ تب حضرت ابوالعمر ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آؤ اس تنور میں گھسیں، دیکھیں زندہ کون نکلتا ہے؟ تب حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آؤ ہم اپنی نیستی میں غوطہ لگائیں دیکھیں کہ اس کی ہستی کے ساتھ زندہ ہو کر کون نکلتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

شیخ بوعلی سینا حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو خرقان میں آئے اور جب آپ کے مکان پر گئے تب آپ جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہوئے تھے۔ گھر سے دریافت کیا کہ شیخ ابوالحسن کہاں ہیں۔ آپ کی بیوی صاحبہ یہ سن کر بہت جھنجھلائیں اور کہا کہ اس جھوٹے کا نام کہاں لیتے ہو، وہ تو کذاب ہے اور کہا کہ وہ جنگل میں لکڑیاں لینے گیا ہے۔ تب شیخ بوعلی سینا کے دل میں گزرا کہ خدا خیر کرے۔ جب بی بی کا اپنے خاوند کے ساتھ یہ حال ہے تو نہیں معلوم شیخ کا کیا حال ہوگا۔ پھر بوعلی سینا جنگل کی طرف گئے، دیکھا کہ شیخ ابوالحسن ایک شیر کی پشت پر لکڑیاں لادے ہوئے چلے آتے ہیں۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر شیخ بوعلی سینا کا سینہ ہلنے لگا اور چھکے چھوٹ گئے۔ جب اوسان بحال ہوئے تو کہا کہ حضرت یہ تو بتائیں کہ آپ کا تو یہ معاملہ ہے کہ شیر بھی آپ کا فرمانبردار ہے اور آپ کی بیوی صاحبہ کا آپ کے ساتھ یہ معاملہ۔ تب آپ نے فرمایا: بھائی اگر میں ایسی بیوی کا بوجھ نہ اٹھاؤں تو بھلا یہ شیر میرا بار کیونکر اٹھاتا۔ پھر آپ مکان پر آئے اور بہت سی اسرار کی باتیں آپ سے ظہور میں آئیں اور بوعلی سینا بہت ہی معتقد ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ آئے تھے ممتحن ہو کر اور گئے شاگرد ہو کر۔ یہ طفیل عشق الٰہی کا تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

ایک بار سلطان محمود غزنوی نے اپنے چہیتے غلام ایاز سے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنا خلعت تجھ کو پہناؤں گا اور تیری تلوار اپنے سینے پر رکھ کر غلاموں کی طرح تیرے سامنے کھڑا ہوں گا۔ جب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ خرقانی کی زیارت کو آیا تو پہلے قاصد کو بھیجا اور اس سے کہہ دیا کہ جا کر یوں عرض کرنا کہ محمود غزنی سے چل کر آپ کی زیارت کو یہاں آیا ہے۔ آپ ذرا تکلیف گوارا فرما کر بادشاہ کے خیمہ تک

تشریف ارزانی فرمائیں اور قاصد سے یہ بھی کہا کہ اگر نہ آئیں تو یہ آیت: اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ (۵۹:۴) پڑھ دینا۔ قاصد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور محمود غزنوی کا سلام اور پیغام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے معاف رکھو۔ تب قاصد نے یہ مذکورہ آیت پڑھی۔ آپ نے آیت شریف سن کر فرمایا: جاؤ محمود سے کہہ دو کہ میں اَطِیۡعُوا اللّٰهَ میں اس قدر مستغرق ہوں کہ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ سے شرمساری اور ندامت رکھتا ہوں پھر اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ قاصد یہ سن کر محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واپس آیا اور کل حال جو آپ نے فرمایا تھا سنایا۔ محمود کا یہ سن کر دل بھر آیا اور کہا چلو ہم ہی ان کی زیارت کو وہاں چلیں۔ وہ فقیر تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو ہم نے خیال کیا تھا۔ پھر محمود نے اپنا شاہانہ لباس اپنے غلام ایاز کو پہنایا اور ایاز کا اپنا غلامانہ لباس اور تلوار خود آپ پہن لیا اور دس لونڈیوں کو مردانہ لباس پہنا کر اپنے ہمراہ لیا اور خود بھی اس جماعت کے ساتھ ہتھیار پہن کر غلامانہ صورت میں حضرت کی خدمت میں روانہ ہوا۔ جب آپ کے دروازہ کے اندر آیا، السلام علیکم کہا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے وعلیکم السلام کہا مگر تعظیم کو کھڑے نہ ہوئے اور محمود کی طرف جو کہ غلام کے لباس میں تھا متوجہ ہوئے اور ایاز جو کہ شاہانہ لباس میں تھا، مطلق توجہ نہ کی۔ محمود نے کہا آپ نے بادشاہ کی تعظیم نہیں کی۔ تب آپ نے فرمایا میاں یہ تو تمام دام اور فریب ہے۔ محمود نے جواب دیا کہ ہاں بے شک دام اور پھندا ہے مگر آپ ایسے پرندے نہیں ہیں جو اس دام اور پھندے میں گرفتار ہو جائیں۔ پھر آپ نے محمود کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: آگے آؤ۔ جب محمود آگے ہوا اور عرض کیا کہ حضرت کچھ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اے محمود پہلے ان دس نامحرموں کو باہر بھیج دے۔ محمود نے اشارہ کیا اور سب لونڈیاں باہر چلی گئیں۔ پھر محمود نے کہا کہ حضرت کوئی نقل اور حکایت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: حضرت سلطان العارفین بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے بدبختی سے نجات پائی۔ تب محمود نے عرض کیا کہ کیا بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ ہے کہ ابولہب اور ابوجہل اور کئی منکروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور بدبخت کے بدبخت ہی رہے۔ تب حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے محمود کو اس کے جواب میں فرمایا: اے محمود دیکھ ادب کا لحاظ رکھ اور اپنی یہ لَنۡ تَرَانِیۡ اپنے ہی پاس رہنے دے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کسی نے نہیں دیکھا اور فرمایا: اے محمود دیکھ میری اس بات پر دلیل یہ ہے: وَتَرٰاهُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ وَهُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ (۱۹۸:۷) یعنی اے محبوب! تو ان کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں حالانکہ وہ تجھ کو نہیں دیکھ سکتے۔ یعنی اے میرے پیارے تیری شان اور نورانیت کا کیا کہنا، تیری ذات عالی کچھ ایسی ذات نہیں ہے کہ جو چربیلی آنکھوں سے دکھائی دے بلکہ تیری ذات اور شان ایسی ہے کہ جس کے دیکھنے کے

لئے باطنی اور دل کی آنکھوں کی ضرورت ہے۔ محمود کو آپ کی یہ مدلل بات بہت پسند آئی اور عرض کیا کہ حضور مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔

آپ نے فرمایا: اے محمود چار چیزوں کا خیال رکھو۔ اول جو چیز کہ شریعت پاک نے منع کی ہو اس چیز سے پرہیز کرو۔ دوم نماز باجماعت پڑھو۔ سوم سخاوت کرو۔ چہارم خدائے تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرو۔ پھر محمود نے عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میں ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ محمود نے عرض کیا کہ دعائے خاص فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اے محمود! تیری عاقبت محمود ہو۔ پھر محمود نے ایک تھیلی اشرفیوں کی نذر کی۔ تب آپ نے جو کی خشک روٹی آگے رکھ کر فرمایا: اسے کھاؤ۔ محمود نے آپ کے ارشاد موافق لقمہ توڑ کر منہ میں رکھا۔ محمود اس لقمہ کو دیر تک چباتا رہا مگر حلق سے نیچے نہ اترتا تھا۔ آپ نے فرمایا: نوالہ حلق میں اٹکتا ہے۔ محمود نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا: تو چاہتا ہے کہ میرے بھی حلق میں یہ اشرفیوں کا توڑا اسی طرح اٹکے۔ اے محمود! اس کو اٹھا لے کیونکہ میں اس کو طلاق دے چکا ہوں۔ پھر محمود نے کہا کہ اچھا آپ اپنا تبرک تو مجھ کو عنایت فرمائیں۔ تب آپ نے اپنا ایک پیراہن محمود کو دیا۔ محمود نے رخصت کے وقت عرض کیا کہ حضرت آپ کی خانقاہ شریف بہت ہی خوب ہے۔ آپ نے فرمایا: اتنی بڑی سلطنت کے ہوتے ہوئے کیا اس فقیر کی جھونپڑی کے بھی خواہاں ہو۔ جب محمود جانے کو اٹھا آپ اس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ محمود نے کہا کہ حضرت جب میں آیا تو آپ نے توجہ نہ کی اب یہ تعظیم کیسی اور اس بخشش اور نظر رحمت کا باعث کیا ہے؟

آپ نے فرمایا آتے وقت تو تو بادشاہی خیال اور امتحان کو آیا تھا اور اب جاتے وقت انکساری اور درویشی کے ساتھ جاتا ہے اور فقیری کا آفتاب تیرے چہرے پر چمکتا ہے۔ اس لئے اول مرتبہ تیری بادشاہی کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوا اور اب تیری درویشی اور فقیری کی وجہ سے کھڑا ہوا ہوں۔ اس کے بعد سلطان محمود روانہ ہوا۔

سبحان اللہ! عاشق خدا کی ایک ساعت کی صحبت نے سلطان محمود کو محمود بنا دیا۔ دنیا کا بادشاہ تو تھا ہی مگر فقیر کے در پر بھیک مانگنے سے آخرت کی بادشاہت بھی ہاتھ آ گئی۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

جب محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سومنات پر حملہ آور ہوا تو اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ میری یہاں کہیں شکست تو نہ ہوگی کیونکہ سلطان محمود کے مخالف اور مقابل بڑی ہی زور آور اور سرکش فوج تھی۔ سلطان محمود کو ایکبارگی کچھ خیال آیا اور فوراً گھوڑے پر سے اتر پڑا اور ایک گوشہ میں جا کر منہ خاک پر رگڑا اور وہی پیراہن کہ جو حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دیا تھا اس مبارک پیراہن کو ہاتھ میں لے کر کہا خداوندا جس کا یہ مبارک پیراہن ہے اس کا اور اس کے پیراہن کا وسیلہ تیرے دربار میں پیش کرتا ہوں، مجھ کو اور اسلام کو اس کے وسیلہ سے ان

مخالفوں پر فتح مندی عطا فرما۔ جو کچھ مجھ کو یہاں سے مال غنیمت حاصل ہوگا وہ سب درویشوں اور فقیروں کی نذر کر دوں گا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! محمود کا آپ کے مبارک پیراہن کو ہاتھ میں لے کر وسیلہ لینا ہی تھا کہ مخالفوں میں باہم کچھ ایسا شور اور غل اور نا اتفاقی پیدا ہوئی کہ خود ہی آپس میں لڑ لڑ کر خون کے فوارے اڑانے لگے اور جہاں جس کا بس چلا وہاں بھاگ نکلا۔ یہاں تک کہ اہل اسلام کا لشکر فتح یاب ہوگیا۔ سلطان محمود جب اس رات کو لیٹا تو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے محمود! تو نے اس چھوٹے سے کام کے لئے حضرت جل جلالہ کی بارگاہ میں خرقہ کا طفیل دیا۔ یہ خوب نہیں کیا۔ اے غافل اگر تو اس وقت میں یہ درخواست کرتا کہ اس خرقہ کے طفیل میں سارے کفار مسلمان ہو جائیں تو سب کے سب مسلمان ہو جاتے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

ایک بار آپ فرماتے تھے کہ الٰہی ملک الموت کو میرے پاس نہ بھیجئے گا اس لئے کہ میں ملک الموت کو جان نہیں دوں گا کیونکہ میں نے ملک الموت سے جان نہیں لی ہے کہ جو واپس اس کو دوں ہاں میں نے جان تجھ سے لی ہے تو تجھے ہی دوں گا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا: میں نے تین چیزوں کی غایت کو نہ جانا۔ ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب اور درجوں کی غایت اور نہایت کو، دوسرے نفس کے مکر کے درجہ کی غایت اور نہایت کو، تیسرے معرفت کی غایت اور نہایت کو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور آپ نے فرمایا: میرے دل میں عشق الٰہی کا یہ کچھ درد ہے۔ اگر اس عشق الٰہی کے درد کا ایک قطرہ میرے دل سے باہر ٹپک پڑے تو تمام جہان میں طوفان برپا ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ مع جماعت کثیر درویشاں خانقاہ میں ہی سات روز گزر گئے کہ کچھ کھانے کو نہ ملا۔ ایک شخص آٹا اور ایک بکری لایا اور آواز دی کہ صوفیوں کے لئے لایا ہوں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم میں سے جو صوفی ہو لے لے۔ میری تو ہمت نہیں کہ صوفی ہونے کا دعویٰ کروں۔ غرضیکہ کسی شخص نے بھی نہ لیا اور وہ شخص ہر دو جنس واپس لے گیا۔ ذیل میں چند ارشادات اور ملفوظات درج کئے جاتے ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا: تہتر سال میں نے اس طرح حق تعالیٰ کے ساتھ زندگی بسر کی کہ ایک سجدہ بھی شریعت اور فرمان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں کیا اور ایک سانس بھی شرع شریف کے حکم کے بغیر نفس کی موافقت پر نہ لیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا: کبھی میرے دل کے ایک گوشہ میں وہ قوت اور طاقت رب العزت کی طرف سے پیدا ہوتی ہے کہ اگر چاہوں تو آسمان کو پکڑ کر گھسیٹ لوں اور اگر چاہوں تو تحت الثریٰ تک اتر جاؤں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: میں اس راز و نیاز کو کہ جو حق تعالیٰ کو میرے ساتھ ہے اگر کہوں تو لوگ باور نہ کریں اور جو کچھ کہ حق تعالیٰ کو میرے ساتھ ہے اس کو کہوں تو گویا ایک آگ ہے کہ روئی میں رکھ دوں۔ تعجب ہے کہ اپنے آپ میں رہ کر میں معشوق حقیقی کا بھید اپنے منہ سے ظاہر کروں اور شرماتا ہوں کہ اس پاک ذات کے روبرو کھڑے ہو کر اس کا راز کہوں کیونکہ میں تو اس مبارک قافلہ میں ہوں کہ جس کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا: ایک مرتبہ تمام روئے زمین کے خزانوں کو حاضر کیا اور مجھے دکھائے۔ میں نے کہا کہ خداوندا میں ان خزانوں سے فریفتہ نہ ہوں گا۔ پھر حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا کہ اے فقیر ابوالحسن! دنیا اور آخرت میں تجھے حصہ نہیں ہے اور ان دونوں کے عوض میں میں تیرا خدا ہوں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا: جب سے میں نے دنیا سے ہاتھ اٹھایا تب سے اس کی طرف ہرگز نہیں گیا ہوں اور جب سے میں نے اللہ کہا ہے تب سے کسی مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہوا ہوں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

آپ نے ایک شخص سے فرمایا: تو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تب آپ نے فرمایا: اے غافل اپنی عمر کے ساٹھ برس تو تو نے برباد کئے اب جس نے تجھے پیدا کیا اس کی محبت کو چھوڑ کر حضرت خضر علیہ السلام کی محبت کا خواہاں بنا ہے۔ اے ساٹھ برس کے بڈھے! سن لے کہ جب سے مجھے اللہ رب العزت کی صحبت ہوئی ہے تب سے مجھے کبھی بھی آرزو نہیں ہوئی کہ کسی مخلوق کے ساتھ صحبت رکھوں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

آپ نے فرمایا: میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

آپ نے فرمایا: میرے دل میں یہ ندا آئی کہ اے ابوالحسن! میرے فرمان پر قائم رہ کیونکہ میں زندہ ہوں کہ کبھی نہ مروں گا اور تجھے ایسی زندگی عطا کروں گا کہ اس کو کبھی زوال نہ ہو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

آپ نے فرمایا: جس نے مجھے پہچانا اور دوست رکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو دوست رکھا اور جو کوئی جواں مردوں کی صحبت میں بیٹھا وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی صحبت میں بیٹھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا: جب میری زبان حق سبحانہ وتعالیٰ کی توحید اور ذکر میں کشادہ ہوئی تب میں نے آسمانوں اور زمینوں کو دیکھا کہ میرے گرد طواف کرتے تھے اور مخلوق اس بات سے بے خبر ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا: صبح کو عالم علم کی زیادتی اور زاہد زہد کی زیادتی چاہتا ہے اور ابوالحسن اس فکر میں ہوتا ہے کہ ایک مسلمان بھائی کے دل میں ایک قسم کی مسرت اور خوشی پہنچادے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور آپ نے فرمایا: جو شخص میرے پاس آئے اسے لازم ہے کہ میرے ساتھ جب تک ایسا اعتقاد نہ رکھے کہ قیامت کے روز جب میں کھڑا ہوں گا جب تک کہ اس کو نجات نہ دلواؤں گا تب تک بہشت

میں قدم نہ رکھوں گا۔ اگر ایسا اعتقاد مجھ سے نہیں رکھتا ہے تو اسے کہہ دو کہ یہاں مت آیا کرے اور مجھے سلام مت کرے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میری طرف خطاب کیا کہ جنہوں نے تیری نہر سے پانی پیا ہے ان سب کو تیرے طفیل ہم نے بخش دیا۔

راوی کہتا ہے کہ اس بات میں کچھ شک وشبہ نہیں کیونکہ اللہ والوں کا کلام اور ان کے منہ سے نکلی ہوئی مبارک بات وہ حقیقت میں کلام خدا اور خدائے پاک ہی کا سخن ہوتا ہے۔

گفتن او گفتہ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اب خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ خوشخبری خاندان نقشبندیہ کے مریدوں کو سنا رہے ہیں کہ جنہوں نے اس نہر سے پانی پیا ہے۔ ان سب کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میری طفیل بخش دیا ہے۔

(حدیث قدسی) لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احبت کنت سمعه ویده وبصره ولسانه فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی ینطق۔ (ترجمہ) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی بندہ میرا مقرب ہو جاتا ہے تو میں اس بندہ کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں اور جس وقت میں نے دوست بنا لیا تو میں اس بندہ کے کان اور آنکھیں اور ہاتھ اور زبان بن جاتا ہوں حتیٰ کہ وہ میرے ہی کانوں سے سنتا ہے اور میری آنکھوں سے دیکھتا ہے اور میرے ہی ہاتھ سے پکڑتا ہے اور میری ہی زبان سے بولتا ہے۔

یہ انہی کی شان ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قیامت کے روز ہر شخص کا تعلق اور علاقہ ٹوٹ جائے گا مگر وہ علاقہ کہ میرے اور تیرے درمیان ہے ہرگز نہیں ٹوٹے گا۔ اے اللہ اپنے فضل سے مجھے ایسے مقام میں رکھ کہ میری خودی درمیان نہ رہے اور سب کچھ تو ہی تو ہو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

فرمایا خداوندا میں ہر جگہ تیرا بندہ ہوں اور تیرے محبوب حضرت سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چاکر اور غلام ہوں اور تیری مخلوق کا خدمت گزار ہوں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

فرمایا کہ خداوندا! جب تو مجھے یاد کرے تو میری جان تیری یاد پر قربان ہو اور جب میرا دل تجھے یاد کرے تو میرا تن وجان میرے دل پر قربان ہو جائے اور فرمایا تو نے مجھے اپنے واسطے پیدا کیا ہے اور میں ماں کے پیٹ سے تیرے ہی واسطے پیدا ہوا ہوں۔ مجھے کسی مخلوق کا شکار مت کر۔ اے خداوندا! بعض تیرے بندے نماز اور طاعت کو دوست رکھتے ہیں اور بعض حج اور جہاد کو اور بعضے علم اور سجادے کو مگر اے پاک ذات مجھے تو تو ایسا کر دے کہ میری زندگی اور دوستی سوائے تیری ذات پاک کے نہ ہو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور کہا الٰہی ایک جماعت ہے کہ قیامت کے روز شہید اٹھے گی اور وہ جماعت وہ ہے کہ جو تیری راہ میں مقتول ہوئی ہے مگر میں قیامت کے روز وہ شہید ہوں گا کہ تیرے شوق اور عشق کا مقتول ہوں گا اور اے میرے معشوق تیرے عشق کا میں ایسا درد رکھتا ہوں کہ جب تک تیری ہستی باقی ہے میرا درد بھی باقی ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا: خبردار! آسان سمجھ کر یہ نہ کہہ دینا کہ میں مرد ہوں۔ جب تک کہ ستر برس تک اپنا معاملہ ایسا نہ دیکھے کہ تکبیر تحریمہ تو خراسان میں ہے اور سلام کعبہ میں پھیرے اور عرشِ اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک جب تک کہ تو نماز میں نہ دیکھے تب تک تو دل میں سمجھ لے کہ بے نماز اور نامراد ہوں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا کہ سال بھر سجدہ میں رہتا تھا اور دوسرا دو سال تک سجدہ میں رہتا تھا لیکن سبحان اللہ! مشاہدہ تو یہی ہے کہ جوامت محمد رسول اللہ ﷺ کو نصیب ہوا ہے کہ بندہ کی ایک ساعت کی فکران کے سال بھر کے سجدہ کے برابر ہوتی ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا: حق تعالیٰ کے روئے زمین پر ایسے بندے ہیں کہ توحید کی قوت سے ان کے دل میں ایک ایسی تجلی روشن ہے کہ اگر عرشِ اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک جو کچھ ہے اس تمام موجودات پر اگر وہ تجلی روشن ہو جائے تو وہ تجلی سب کو اس طرح جلا ڈالے جس طرح مرغ کے پروں کو آگ جلاتی ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا: جو کچھ اولیاء اللہ کے اندر ہوتا ہے اگر اس میں سے ذرہ کے برابر ان کے لبوں سے باہر آ جائے تو تمام زمین و آسمان کی مخلوق گھبرا جائے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

فرمایا دوست جب کہ اپنے دوست کے پاس حاضر ہوتا ہے تو خود سے فراموش ہو کر اپنے دوست کو دیکھتا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا: جو اں مردوں کی آنکھیں عالم غیب پر لگی رہتی ہیں تا کہ عالم غیب سے وہ چیزیں ان کے دل پر نازل ہوں کہ جس چیز کا ذائقہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ نے چکھا ہے اور یہ بھی اس مبارک چیز کا ذائقہ چکھیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: فرشتے تین جگہ اولیاء اللہ سے ہیبت اور دہشت رکھتے ہیں۔ ایک تو ملک الموت نزع کے وقت میں، دوسرے کراماً کاتبین لکھنے کے وقت میں۔ تیسرے منکر نکیر کے سوال کے وقت میں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! فرمایا: اس طرح زندگانی بسر کرو کہ کراماً کاتبین کو واپس بھیج دو۔ اگر اس طرح نہیں کر سکتے ہو تو اس طرح زندگانی ضرور بسر کرو کہ رات کے وقت تو ان کے ہاتھ سے دیوان لے لو اور جس کو چاہو مٹا دو اور جس کو چاہو لکھ دو اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایسے تو بن جاؤ کہ جب فرشتے حق تعالیٰ کے حضور میں واپس لوٹ کر جائیں تو عرض کریں کہ اس نے نیکی کی ہے اور بدی سے باز رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ

تَوۡفِیۡقَنَا۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! فرمایا: حق جل جلالہ ہر مومن کو چالیس فرشتوں کی ہیبت اور رعب عطا کرتا ہے اور یہ کمتر درجہ ہے اور اس ہیبت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے تا کہ خلقت ان سے ملے جلے۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: علی دہقان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آدمی فضول سوچ بچار کرنے سے دو برس کی راہ تک اللہ رب العزت سے دور جا پڑتا ہے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! فرمایا: جو دل اللہ تعالیٰ کے درد میں مبتلا ہوا سبحان اللہ! وہ دل تو نہایت ہی مبارک دل ہے اس لئے کہ اس درد کی شفاء بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کوئی اپنی زندگی بسر کرتا ہے تو دیکھنے کے قابل جو چیزیں ہیں ان سب کو دیکھتا ہے اور سننے کے قابل جو باتیں ہیں ان سب کو سنتا ہے اور کرنے کے لائق جو کام ہیں ان سب کو کرتا ہے اور جاننے کے لائق جو باتیں ہیں ان سب کو جانتا ہے۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! فرمایا: جب تو دنیا کا طالب رہے گا دنیا تجھ پر بادشاہ رہے گی اور جب تو دنیا سے منہ پھیرے گا تو اس وقت دنیا پر بادشاہ ہوگا۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! فرمایا جس طرح تجھ سے وقت سے پہلے نماز نہیں طلب کرتے ہیں تو اسی طرح تو بھی وقت سے پہلے روزی مت طلب کر۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: جواں مردی ایک ایسا دریا ہے کہ تین چشمے اس سے جاری ہیں۔ ایک سخاوت، دوسرا خلق خدا پر شفقت۔ تیسرا خلق سے بے پروائی اور خلق سے پروا اور آشنائی۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور فرمایا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کے نور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بے نہایت اور معرفت الٰہی کے دریا تھے کہ اگر ایک قطرہ اس دریا سے باہر آتا تو تمام عالم اور دنیا اور دنیا کے رہنے والے غرق ہو جاتے اور جس قافلہ میں کہ ابوالحسن ہے اس قافلہ کا مقدمہ اور پیشتر اللہ رب العزت ہے اور بعد ربّ العزت کے میرے سردار اور میرے پیشوا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان دونوں کے درمیان کلام مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بعد اس کے متابعت صحابہ کرام وفقہائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم الیٰ یوم القیامۃ۔ وہ لوگ بہت ہی بانصیب ہیں جو اس مبارک قافلہ میں ہوتے ہوئے ان کے دل مبارک حضرات سے ایک دوسرے کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! آپ نے فرمایا: تو کب تک اپنے آپ کو صاحب رائے اور اہل حدیث کہتا رہے گا۔ ایک بار اللہ کہہ دے اور جس کا قرآن پاک اور حدیث پاک ہے اس کا ہو جا۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ! اور آپ نے فرمایا: جب تو نیکوں کا ذکر کرتا ہے تو اس وقت ایک سفید نورانی ابر آتا ہے اور نیکوں کے ذکر کرنے والے پر اس نوانی ابر سے رحمت برستی ہے اور جب اللہ جل جلالہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک ہرا

ابر چڑھ کر آتا ہے اور اس اللہ جل جلالہ کے ذکر کرنے والے پر اس ہرے ابر سے عشق برستا ہے اور اس ذاکر کا دل اور دل کی کھیتی ہری بھری ہو جاتی ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: یہ عرفان الٰہی اور عشق الٰہی کے دریا میں لاکھوں کشتیاں کنارے پر ہی غرق ہو گئی ہیں اور ایک کشتی بھی دریا کے اندر نہ جا سکی۔ ہاں میاں یہاں تو اللہ ہی اللہ ہے اور بس۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: دین کو شیطان سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ دو آدمیوں سے نقصان پہنچتا ہے۔ ایک تو عالم سے کہ جو حرص رکھتا ہو اور دوسرے اس زاہد سے جو بے علم ہو۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: مومن کی زیارت کرنا سوحج کے ثواب کے برابر ہے اور ہزار دینار کے صدقہ کرنے سے زیادہ ہے اور جب مومن کی زیارت نصیب ہو تو یقین جانیں کہ اللہ پاک نے اس پر رحمت فرمائی ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو آپ نے کہاں دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہاں دیکھا ہے جہاں اپنے آپ کو نہ دیکھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور آپ نے فرمایا: بہت روؤ اور کم ہنسو اور بہت خاموش رہو، کم بولو اور بہت داد و دہش کرو اور کم کھاؤ اور کم سوؤ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: جو شخص جس کی کہ رات اور دن بغیر کسی مومن کے ایذا دینے اور ستانے سے بسر ہوئی تو گویا وہ اس رات دن میں آنحضرت ﷺ کی صحبت بابرکت میں رہا اور کوئی شخص اگر کسی مومن کو آزار پہنچاتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی اس روز کی عبادت کو قبول نہیں کرتا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: جو اس جہان میں حق تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ اور اولیائے کرام رحمہم اللہ سے شرم وحیا رکھتا ہے تو اس جہان میں بھی حق تعالیٰ اس سے شرم رکھے گا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: ٹاٹ پہننے اور مرقع رکھنے والے بہت ہیں لیکن اس پاک ذات کے یہاں تو سچائی دل کی اور اخلاص عمل کو دخل ہے اور نہ ہر دغاباز کو کیونکہ اگر ٹاٹ پہننے اور جو کی روٹی کھانے ہی پر صوفی بننا منحصر ہے تو ضرور ہے کہ تمام اون والے اور جو کھانے والے جانور سب کے سب صوفی ہوتے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: اپنی ساری عمر میں ایک بار بھی تو نے اپنے خدا کو ناخوش کیا ہو تو تجھے لازم ہے کہ اپنی ساری باقی عمر اس کی معذرت میں روتا رہے کیونکہ اگر معاف بھی کر دے تب بھی یہ حسرت کا داغ نہ مٹے گا۔ ہائے میں نے ایسے خداوند جل جلالہ واعظم شانہ کو کیوں ناراض کیا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: عالم علم کو اختیار کرتا ہے اور زاہد زہد کو اختیار کرتا ہے اور عابد عبادت کو اختیار کرتا ہے اور یہ لوگ ان چیزوں کو اللہ رب العزت تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر خبردار ہوشیار ہو جاؤ اور میری اس بات کو دل کے کانوں سے سن لو کہ تم تو سوائے کسی پاکی کے کسی چیز کو پسند نہ کرنا اور پاکی کو ہی اللہ رب العزت تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھو کیونکہ اس کی ذات پاک ہے۔ وہ تو پاکی کو ہی پسند کرے گا۔ اللہ بس اللہ بس اللہ بس باقی ہوس۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! فرمایا: سختی اور خوشی تو تب ہی تک ہے کہ جب تک تو مخلوق کے ساتھ ہے اور جب تو نے مخلوق کو ترک کر دیا اور بشریت سے درگزرا پھر تو اے پیارے تیری زندگی خدا ہی کے ساتھ ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا میرا نہ تن ہے اور نہ دل ہے اور نہ زبان ہے، میری ان تینوں چیزوں پر تو اللہ ہی اللہ ہے اور میرے لئے نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے، میرا تو معشوق اللہ ہی اللہ ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے ایک عقلمند سے سوال کیا کہ تو خدائے پاک کو دوست رکھتا ہے یا کہ خدائے پاک تجھ کو دوست رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں خدائے تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جا اس اپنے دوست کے گرد گھوم کیونکہ جو کوئی کسی کو دوست رکھتا ہے اس کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے تو بھی اپنے دوست کے پیچھے پھر کہ ایک روز مراد کو پہنچے گا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں الٰہی تین موقع پر ہماری مدد فرما یعنی جاں کنی کے وقت، قبر میں اور قیامت کے روز۔ مگر میں کہتا ہوں کہ خداوندا ہر وقت تو میری مدد اور دستگیری فرما۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں بیمار تھا اور جاں کنی کے غم سے نہایت غمگین تھا۔ اتنے میں خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمانے لگے: اے محمد بن حسین! کیوں گھبراتے ہو، خدائے پاک کے فضل سے تم اچھے ہونے والے ہو اور فرمایا کہ موت سے ہرگز ڈرنا نہیں اور دیکھو اگر میں تم سے تیس برس پہلے بھی انتقال کر جاؤں گا تب بھی تمہاری جاں کنی کے وقت ان شاء اللہ تعالیٰ حاضر ہو جاؤں گا۔ حضرت محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اچھا ہو گیا۔

اور جب کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو تیس برس ہو چکے تھے کہ محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کی جاں کنی کی حالت آ گئی اور یکا یک محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ جاں کنی کی حالت میں مودب سیدھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ آیئے آیئے، وعلیکم السلام۔ تب ان کے صاحبزادے نے پوچھا کہ حضرت آپ کس کو دیکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا بیٹا! شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعدہ کے موافق بہت مدت کے بعد تشریف لائے ہیں اور تشریف لانا اس لئے ہوا کہ میں موت سے نہ ڈروں اور ایک نورانی جماعت آپ کے ساتھ مردوں کی ہے۔ یہ کہا اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کو موت کا خوف ہے یا نہیں۔ تب آپ نے فرمایا: مردے کو موت سے خوف کہاں اور ساتھ میں یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعید کہ موت اور قیامت اور دوزخ وغیرہ سے فرمائی ہے وہ وعید میرے رنج اور مصیبت کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور جو وعدہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسائش اور راحت اور جنت وغیرہ کا کیا ہے وہ میری امید کے مقابل کچھ بھی نہیں ہے۔ کسی نے آپ سے پوچھا صدق

کسے کہتے ہیں۔فرمایا: صدق یہ ہے کہ دل باتیں کرے یعنی وہ بات کہے کہ جو دل میں ہو۔کسی نے دریافت کیا کہ اخلاص کس کو کہتے ہیں۔فرمایا: جو کچھ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے وہ اخلاص ہے اور جو خلق کے واسطے کرے وہ ریا ہے اور فرمایا: ایسے آدمی کے پاس مت بیٹھو کہ تم اللہ کہو اور وہ کچھ اور کہے۔اور فرمایا کہ اندوہ پیدا کرو کہ تیری آنکھ سے پانی نکلے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندۂ گریاں اور بریاں کو دوست رکھتا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: کوئی شخص سرود بجائے اور اس کے ذریعہ خدا کو چاہے اس سے بہتر یہ ہے کہ قرآن پڑھے اور خدا کو چاہے۔اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وہی شخص ہوسکتا ہے کہ آپ کے فعل کی اقتداء کرے نہ کہ وہ کاغذ سیاہ کرے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! فرمایا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں (آپ نے فرمایا یہ بھی ایک خواہش ہے) اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا: چالیس سال گزرے کہ میرا نفس ٹھنڈے پانی اور ترش چھاچھ کو چاہتا ہے ابھی تک نہیں دیا۔اَللّٰہُ اَکْبَرُ! فرمایا نماز روزہ سب کرتے ہیں لیکن مرد وہ ہے کہ ساٹھ سال گزر جائیں اور بائیں جانب کا فرشتہ کچھ نہ لکھے کہ اس کو اس سے اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔فرمایا: درویش وہ ہے کہ دنیا اور عاقبت کی رغبت نہ کرے کیونکہ یہ ایسی چیزیں نہیں کہ ان کا دل سے تعلق ہو۔

فرمایا مردوں کا کام طہارت سے بلند ہوتا ہے نہ کثرت کلام سے۔اَللّٰہُ اَکْبَرُ! جس دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور بھی ہو وہ دل مردہ ہے۔اگرچہ سراپا طاعت ہی ہو۔اَللّٰہُ اَکْبَرُ! فرمایا تمام جہان کی نعمتوں کا لقمہ بنا کر مہمان کے منہ میں رکھا جائے پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوا اور فرمایا سب سے بہتر کام وہ ہے جس میں اندیشہ خلق نہ ہو اور سب سے حلال لقمہ وہ ہے جو اپنی کوشش سے ہو اور سب سے بہتر وہ رفیق ہے کہ اس کی زندگانی اللہ کے واسطے ہو۔فرمایا: اللہ تعالیٰ کی دوستی اس شخص کے دل میں نہیں ہوتی جس کو خلق پر شفقت نہیں ہوتی۔اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا بہت سے ایسے آدمی ہیں جو زمین پر چلتے ہیں وہ مردہ ہیں اور بہت سے ایسے شخص ہیں جو زمین کے اندر سوئے ہوئے ہیں وہ زندہ ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا ایک روز الہام ہوا کہ جو کوئی تیری مسجد میں آئے اس کا گوشت اور پوست آتش دوزخ پر حرام ہوا اور جو شخص تیری مسجد میں دو رکعت نماز تیری زندگی میں یا تیرے بعد میں ادا کرے قیامت کے دن عابدوں میں اٹھے گا اور فرمایا: مجھ کو یہ گوارا ہے کہ دنیا سے قرضدار جاؤں اور قیامت کے دن قرض خواہ وہاں دامن گیر ہوں مگر یہ گوارا نہیں کہ کوئی سائل مجھ سے سوال کرے اور اس کی حاجت رد کروں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی حلاوت ولذت نہ چکھی اور دنیا سے چلا گیا وہ گویا تمام بھلائی اور آرام سے محروم گیا۔اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اشک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے

اجازت دیں کہ میں خلق خدا کو دعوت حق دوں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی طرف دعوت کرنا۔ خبردار! اپنی طرف نہ کرنا۔ اس نے عرض کیا کہ اپنی طرف کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا: اپنی طرف کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی اور شخص اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کرے اور تجھ کو ناخوش آئے تو یہ علامت اس کی ہے کہ تو اپنی طرف دعوت کرتا ہے۔

سبحان اللہ! آپ کے کلمات اور ارشادات تو کثرت سے ہیں بوجہ طوالت چھوڑ دیئے۔ حضرت رب العزت ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ تَوْفِیْقَنَا اور ان پاک ہستیوں کی محبت ہمیں نصیب ہو۔ آمین

جب حضرت شیخ ابوالحسن کی وفات نزدیک ہوئی وصیت کی کہ میری قبر تیس گز گہری کھودنا کہ شیخ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے اونچی نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کی وفات بمقام خرقان ۴۲۴ ہجری میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات شیخ ابی علی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابی علی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے۔ ان کے سوا شیخ ابی القاسم گرگانی طوسی سے بھی کہ وہ بھی شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ نیز شیخ ابی علی فارمدی تذکیر و وعظ امام ابی القاسم قشیری صاحب تفسیر و رسالہ کے شاگرد ہیں۔ فرمایا: ابتداء جوانی میں میں نیشاپور علم ظاہری پڑھنے گیا تھا۔ وہاں میں نے سنا کہ شیخ ابوسعید ابی الخیر مہینہ سے آئے ہوئے ہیں اور وعظ فرماتے ہیں۔ میں ان کی زیارت کو گیا اور ان کی صورت دیکھ کر مجھ کو ان سے ایک عشق ہو گیا اور اس طائفہ کی محبت میرے دل پر غالب ہو گئی۔ ایک روز گھر بیٹھا تھا کہ یکایک میرے دل میں شیخ ابوسعید کی زیارت کا شوق بشدت پیدا ہوا اور وہ وقت شیخ کے گھر سے باہر نکلنے کا تھا۔ ارادہ کیا کہ ابھی نہ جاؤں مگر صبر نہ ہو سکا۔ ناچار اٹھ کر باہر گیا۔ جب چوراہے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ مع مریدوں کے چلے جاتے ہیں۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ ایک جگہ پہنچے میں بھی ان کے ہمراہ چلا گیا اور ایک گوشہ میں جا کر اس طرح بیٹھ گیا کہ شیخ کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ وہاں سماع شروع ہو گیا اور شیخ کو وجد عظیم پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے کپڑے اتارے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ ایک آستین علیحدہ رکھی اور آواز دی اے اباعلی فارمدی کہاں ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ وہ تو مجھ کو جانتے بھی نہیں۔ کوئی اباعلی ان کا مرید ہو گیا۔ جس کو پکارتے ہیں۔ یہ سوچ کر خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ نے پھر پکارا مگر میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ نے پھر پکارا مگر میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ جب پکارا تب کسی نے کہا کہ تم ہی کو شیخ صاحب پکارتے ہیں۔ جب میں اٹھ کر ان کے پاس گیا تو شیخ نے وہ تریز

اور آستین مجھ کو دی اور فرمایا: جاؤ اور اس کو اچھی طرح سے بحفاظت رکھنا کہ تو مجھ کو مثل اس آستین اور تریز کے ہے۔ جو تعلق کہ آستین اور تریز میں ہے وہی مجھ میں اور تجھ میں ہے۔ میں وہ کپڑا لے کر آداب بجالایا اور بہت حفاظت سے رکھا اور مجھ کو ان کی خدمت میں بہت فائدہ اور حال وارد ہوئے۔ جب وہ نیشاپور سے چلے گئے تو میں امام ابوالقاسم قشیری کے پاس گیا اور جو کچھ میرے اوپر احوال وواردات گزری تھیں وہ بیان کیں۔ انہوں نے فرمایا: اے فرزند ابھی علم پڑھو چنانچہ میں علم حاصل کرتا رہا لیکن ہر روز وہ روشنائی بڑھتی جاتی تھی کہ تین سال تک میں تحصیل علم میں مشغول رہا۔ ایک روز قلم دوات سے نکالا تو بجائے سیاہ کے سفید نکلا۔ میں نے امام ابی القاسم سے یہ حال بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا: اب علم نے تجھ سے منہ پھیر لیا ہے۔ اب تو بھی اس سے منہ پھیر لے۔ چنانچہ میں مدرسہ سے خانقاہ میں گیا اور امام کے استاد کی خدمت میں مشغول ہوا۔ ایک دن استاد امام تنہا غسل خانہ میں گئے، میں نے چند ڈول پانی کے غسل خانہ میں ڈال دیئے۔ جب استاد باہر آئے اور نماز پڑھی، فرمایا یہ کس نے غسل خانے میں پانی ڈالا تھا۔ میں نے خوف کے مارے کچھ نہ کہا کہ شاید مرضی کے خلاف ہوا ہو۔ پھر دریافت کیا پھر بھی میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا تب میں نے عرض کیا کہ میں تھا۔ فرمایا: اے اباعلی! جو کچھ کہ ابوالقاسم کو ستر سال میں ملا تجھ کو ایک ڈول پانی میں مل گیا۔ اس کے بعد مدتوں ان کی خدمت میں مجاہدہ کیا۔ ایک روز میں بیٹھا تھا کہ کچھ ایسا حال وارد ہوا کہ میں اس میں گم ہو گیا۔ یہ حال میں نے استاد سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا: اے ابی علی اس سے زیادہ میرا سلوک نہیں ہے۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ مجھ کو ابھی اور پیر کی ضرورت ہے کہ اس مقام سے نکالے۔ شیخ ابی القاسم گرگانی کا نام سنا تھا، ان کے پاس طوس کی جانب روانہ ہوا۔ جب ان کی خدمت میں پہنچا وہ اس وقت اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد گزاری اور ان کے سامنے آیا اور وہ مراقب بیٹھے تھے۔ سر اٹھایا اور فرمایا آؤ کیا بات ہے۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا اور اپنا تمام واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا ہاں ابتداء تمہاری اچھی ہے۔ اگر تمہاری تربیت ہو تو مرتبہ بلند پر پہنچ جاؤ۔ میں نے اپنے دل میں جان لیا کہ میرے پیر یہی ہیں اور وہیں قیام کیا۔ انہوں نے مدت دراز تک مجھ سے طرح طرح کے مجاہدے اور ریاضتیں کرائیں۔

بعد ازاں اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کیا۔ ابھی شیخ نے مجھے وعظ فرمانے کا نہیں کہا تھا کہ ایک روز میں شیخ بوسعید کے پاس مہینا میں گیا۔ انہوں نے کہا کہ اے اباعلی بہت جلد تجھ سے مثل طوس کے باتیں کرائیں گے۔ ابوعلی فارمدی کا قول ہے کہ اس بات کو بہت دن نہیں گزرے تھے کہ شیخ ابی القاسم نے مجھ سے وعظ کرنے کو فرمایا۔ آپ کی وفات مقام طوس ۴۷۷ ہجری میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے لیکن شرح وصایہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی بے واسطہ شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور خرقہ شیخ عبداللہ جوینی قدس سرہ سے پہنا اور شیخ حسن سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بھی حاضر رہے اور آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ بغداد، اصفہان، عراق، خراسان، سمرقند، بخارا وغیرہ میں استفادہ حاصل کیا اور حدیث شریف پڑھی۔ وعظ فرمانا شروع کیا۔ لوگوں کو آپ سے بہت نفع پہنچا۔ فتویٰ واحکام شرعیہ میں دست قدرت کامل حاصل ہوگئی۔ علوم ومعارف میں قدم راسخ تھا۔ جم غفیر علماء وفقہاء کا آپ کی مجلس میں حاضر رہتا۔ آذربائیجان، عراق، خراسان کے لوگوں کی تربیت فرمائی۔ خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ان مشائخ میں سے ہیں کہ جن کی صحبت میں محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حاضر رہے ہیں۔ ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ابھی آپ عالم جوانی میں تھے۔ فرمایا: تم وعظ کہو۔ انہوں نے کہا کہ میں عجمی ہوں۔ فقہاء بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا تم کو فقہ اصول فقہ واختلاف مذاہب ولغت وتفسیر قرآن یاد ہے تم سب طرح سے اس کی صلاحیت رکھتے ہو کہ منبر پر آؤ اور وعظ کہو اور میں تم میں وہ چیز پاتا ہوں کہ جس کی اصل وفرع زمین وآسمان میں پہنچے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حنفی تھا۔ مرو میں مقیم تھے۔ پھر ہرات میں چلے آئے تھے۔ وہاں سے پھر مرو کو آتے تھے کہ راستہ میں انتقال فرمایا۔ ساٹھ سال سے زیادہ مسند ارشاد پر قائم رہے اور قبولیت عظیم ہوئی تھی۔ اپنے وقت کے غوث تھے۔ سالہا سال تک کوہ آذر میں مقیم رہے اور عادت تھی کہ سوائے جمعہ کے دن کے باہر تشریف نہ لاتے۔

ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ ابھی میں شیخ احمد غزالی کے پاس تھا۔ وہ درویشوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے کہ اسی اثناء میں ان کو غیبت ہوگئی۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا: ابھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور میرے منہ میں لقمہ رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یعنی یہ خیالات ہیں کہ جس سے اطفال طریقہ پرورش کئے جاتے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت روتی پیٹتی آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ فرنگی میرے لڑکے کو پکڑ کے لے گئے ہیں۔ دعا فرمایئے کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا تو صبر کر اور مکان پر جا، تیرا لڑکا تجھ کو گھر ملے گا۔ وہ عورت گھر واپس آئی تو دیکھا فی الواقع لڑکا گھر میں موجود تھا۔ لڑکے سے جب دریافت کیا تو اس نے کہا میں

ابھی قسطنطنیہ میں قید تھا۔ نگہبان میرے گرد تھے۔ ناگاہ ایک شخص جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا، ظاہر ہوا اور طرفۃ العین میں اس جگہ مجھ کو لے آیا۔ وہ عورت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئی اور اپنے لڑکے کا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: تجھ کو حکم خدا سے تعجب آتا ہے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۴۴۰ ہجری میں ہوئی اور ۵۳۵ ہجری میں وفات پائی۔ اول آپ کی قبر مرو کے راستہ میں تھی جہاں کہ آپ کا انتقال ہوا تھا۔ بعد ازاں وہاں سے نعش مبارک مرو لے آئے اور اب مزار مبارک مرو میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حالات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ حلقہ سلسلہ خواجگان ہیں۔ آپ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ کی والدہ سلطان روم کی نسل سے تھیں۔ والد بزرگوار عبدالجمیل رحمۃ اللہ علیہ امام کبراء اولیاء عظماء اتقیا سے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔

نقل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے والد بزرگوار کو بشارت دی تھی کہ تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا عبدالخالق نام رکھنا۔ اس کو ہم اپنی فرزندی میں لے لیں گے اور اپنی نسبت سے بہرہ مند کریں گے۔ اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ امام شیخ عبدالجمیل آپ کے والد بزرگوار بسبب حوادث زمانہ روم سے ماوراء النہر آ گئے اور قصبہ غجدوان میں کہ متصل بخارا ہے قیام فرمایا اور وہاں آ کر حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ تولد ہوئے۔

حضرت خواجہ شروع میں اپنے استاد صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر قرآن پڑھتے تھے، جب اس آیت پر پہنچے اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡیَۃً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ (۵۵:۷) تو استاد سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو خفیہ فرمایا ہے اس کا کیا طریقہ ہے۔ اگر ذاکر بلند کہے یا ہر وقت ذکر اعضاء کو حرکت دے اور اس سے غیر واقف ہو جائے وہ خفیہ نہیں رہتا اور اگر دل سے خفیہ ذکر کرے تو پھر چونکہ بحکم حدیث: الشیطان یجری فی عروق ابن ادم مجری دم مطابق شیطان بھی واقف ہو جاتا ہے۔ تب استاد نے فرمایا: یہ علم لدنی ہے۔ اگر حق سبحانہ وتعالیٰ کے ارادہ میں ہے تو کوئی اہل اللہ تجھ کو تعلیم کرے گا۔

چنانچہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص کے انتظار میں رہتے تھے۔ اتفاقاً جمعہ کے روز اپنے باغ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص ضعیف العمر آئے۔ حضرت خواجہ نے ان کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ اس بزرگ نے فرمایا: اے جوان میں تجھ میں آثار بزرگی دیکھتا ہوں۔ کہیں تو بیعت ہوا ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مدت گزری کہ میں اسی بات کی تلاش میں ہوں۔ اس بزرگ نے فرمایا: اے جوان میں خضر ہوں۔

تجھ کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ایک سبق تجھ کو بتلاتا ہوں۔اس پر ملازمت رکھنا تیری کشائش کا کام ہے پھر فرمایا: حوض میں غوطہ مار اور دل سے لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ۔تب حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کیا اور یہ سبق لے کر اپنے کام میں مشغول ہوئے اور کشائش عظیم ہوئی۔ بعدازاں جب حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بخارا میں آئے تو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی صحبت میں حاضر ہوئے۔مگر تکرار اسی سبق کا کرتے جو حضرت خضر سے عطا ہوا یہاں تک کہ مدت تک حضرت خواجہ ابو یوسف بخارا میں مقیم رہے اور آپ ان کی خدمت میں رہے اور فوائد کثیرہ ان کی صحبت سے اخذ کئے۔ پیر سبق خضر علیہ السلام تھے اور پیر صحبت وخرقہ وخلافت حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔اگرچہ خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ ذکر جہر کا تھا لیکن چونکہ حضرت خواجہ عبالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خضر علیہ السلام نے ذکر خفیہ تعلیم فرمایا تھا اس لئے خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ذکر جہر کا حکم نہ دیا اور فرمایا: جس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے اسی طرح کئے جاؤ۔جب حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے علیحدہ ہوئے مدت تک مشغول مجاہدات اور ریاضات رہے اور کسی کو اس کی اطلاع نہ تھی کہ حضرت خواجہ عبدالخالق کیا کرتے ہیں۔ایک روز آپ اپنے عبادت خانہ میں روتے تھے کہ مریدوں نے عرض کیا کہ آپ کے ایسے عمدہ اطوار اور خوش اوقات پھر اس خوف کے رونے کی کیا وجہ ہے۔فرماتے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کو خیال کرتا ہوں نزدیک ہو جاتا ہوں کہ جان قلب سے باہر ہو جائے اور اس سبب سے خوف آتا ہے کہ شاید بے قصد اور بے اطلاع مجھ سے ایسا کام سرزد ہو گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔جس جگہ آپ بیٹھتے بوجہ خوف خدا ایسا معلوم ہوتا گویا آپ کو قتل کرنے کے واسطے بٹھلایا ہے۔

آپ نے فرمایا میری بائیس سال کی عمر تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو میری تربیت کے واسطے وصیت فرمائی۔اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

ایک درویش نے حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ تسلیم کس کو کہتے ہیں۔فرمایا: تسلیم یہ ہے کہ روز الست جو نفس و مال فروخت کر کے بہشت خریدا ہے آج بھی تسلیم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۹:۱۱۱) تسلیم نفس و مال اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو حق سبحانہ وتعالیٰ کا مملوک سمجھے اور اپنے تئیں وکیل خرچ حق جل وعلا سمجھے اور جہاں تک ہو سکے اپنے نفس اور مال سے بندگان خدا تعالیٰ کے ساتھ بے منت نیکی کرے اور مال دنیا کو باطن میں جگہ نہ دے اور اپنے تئیں حکم وقضا حق تعالیٰ کے تسلیم کرے۔ایک روز ایک خادم نے عرض کیا کہ فراغت کسے کہتے ہیں۔فرمایا: فراغت دل یہ ہے کہ محبت دنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔حق

سبحانہ وتعالیٰ نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا: فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ○ (الم نشرح) یعنی جس وقت تمام موجودات سے دل فارغ ہو جائے اس وقت میری خدمت میں مشغول ہو۔ جو لوگ کہ خرید وفروخت اور خلق سے معاملہ داری میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے ان کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمائی: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (۳۷:۲۴) اگر ان لوگوں میں ہو جاؤ تو سبحان اللہ ورنہ ان لوگوں کے جان و مال سے خدمت کرنے میں تقصیر نہ کرنا اور ان کے واسطے اسباب جمعیت وفراغت مہیا رکھو تا کہ ان کی دولت میں تمہارا تعلق رہے اور جو طاعت وعبادت اس لقمہ کی قوت سے ان لوگوں سے ہو اس کا ثواب اس شخص کو بھی ملے اور ان کے درجات ومقامات اس کے نامہ اعمال میں درج ہوں اور قیامت کے روز ان کی خدمت میں اور محبت کے ساتھ انہی میں محشور ہوں المرء مع من احب اور یہ حضرات لی مع اللہ وقت کی خاصیت رکھتے ہیں۔ فرمایا: جس وقت قابل تصرف جذبات الوہیت ہوتے ہیں۔ اہل زمین وآسمان کے عقدے کھل جاتے ہیں کہ جذبة من جذبات الله توازی عمل الثقلین اور اس وقت اس جانی اور مالی خدمت کرنے والے کا جو کچھ نصیب ہوتا ہے کہ اہل مشرق ومغرب اس کا حساب نہیں کر سکتے، مل جاتا ہے چنانچہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے جہاں کہ فرمایا ہے: وابتغ فیما انك الله الدار لاخرة ولا تنس نصیبك من الدنیا یعنی جو کچھ تیرا حصہ دنیا کا ہے اس کو اللہ کی رضا میں صرف کر۔ سبحان اللہ

ذیل میں چند کلمات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے درج کئے جاتے ہیں کہ بناء طریقہ حضرت خواجگان رحمہم اللہ اسی پر مبنی ہے۔ ھو ھٰذا الا (ھوش در دم) یعنی ہوشیار ہونا سالک کا کہ ہر نفس میں کہ بیدار ہے یا غافل (نظر بر قدم) یعنی سالک کو چاہئے کہ راہ چلتے میں نظر اپنے قدم گاہ سے تجاوز نہ کرے اور ہر وقت نشت نظر کو روبرو رکھے۔ دائیں بائیں نہ دیکھے کہ موجب فساد عظیم اور مانع حصول مقصود ہے (سفر در وطن) انتقال کرنا سالک کا صفات بشریہ خبیثہ سے بجانب صفات ملکیہ کے (خلوت در انجمن) اس سے مراد یہ ہے کہ سالک جمیع اوقات خلوت وجلوت کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت میں اپنا قلب اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔ یاد کرو اس سے مراد ذکر اللہ تعالیٰ ہے کہ ہر وقت اس میں مشغول رہے۔ بازگشت سے یہ مراد ہے کہ چند بار ذکر کر کے بکمال تضرع یہ دعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے اور رضا تیری۔ اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔ (نگہداشت) سے مراد خطرات اور حدیث النفس کا قلب سے دور کرنا ہے۔ (یادداشت) سے مراد توجہ سالک کی طرف ذات بیچون وبیچگون حق سبحانہ وتعالیٰ بغیر الفاظ وخیال کے (وقوف زمانی) ہوش اور دم ایک ہی چیز ہے۔ (وقوف عددی) ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عدد طاق کا لحاظ رکھنا وقوف قلبی سے مراد توجہ سالک

بجانب قلب ہے کہ زیر پستان چپ واقعہ ہے۔

ارشادات

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند حضرت خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر یہ وصیت فرمائی اے فرزند! تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بنانا، وظائف اور عبادات کی ملازمت رکھنا، اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنا، والدین کے حق کا بھی خیال رکھنا کہ ان خصلتوں سے اللہ تعالیٰ تک مشرف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا کہ وہ تیرا حافظ رہے۔ قرآن شریف خواہ یاد ہو یا ناظرہ پڑھنا لازم رکھنا۔ قرآن شریف کو بہ تفکر و تدبر و حزن و گریہ سے پڑھنا، طلب علم سے ایک قدم نہ ہٹنا۔ علم فقہ اور حدیث پڑھنا، جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا، عوام الناس سے دور رہنا کہ یہ راہ دین کے چور ہیں اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ ملازمت سنت و جماعت کرنا، ائمہ سلف کے مذہب پر قائم رہنا کہ باقی جو کچھ ہے محدث ہے، گمراہی ہے، جوانوں اور عورتوں اور اہل بدعت سے صحبت مت رکھنا کہ تیرا دین برباد کردیں گے۔ دو گروہ روٹی پر راضی رہنا، اگر کسی سے صحبت رکھے تو فقیروں سے رکھنا، خلوت اختیار کرنا، حلال کھانا کہ حلال مفتاح خیر ہے۔ حرام سے بچنا کہ حق تعالیٰ سے دور ہو جائے گا، اسی پر رہنا کہ کل قیامت کو دوزخ میں نہ جلے۔ حلال پہننا کہ عبادت میں حلاوت پائے۔ نماز رات و دن میں بہت گزارنا، جماعت ترک نہ کرنا، امام و موذن نہ ہونا، دستاویزوں پر اپنا نام نہ لکھنا، قاضیوں کی کچہری میں حاضر نہ ہونا، لوگوں کی وصیت کے درمیان نہ آنا، آدمیوں سے اس طرح بھاگنا جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ کوشش کرنا کہ گم نام رہے تا کہ دین خراب نہ ہو۔ سفر کرنا کہ نفس کو ذلت ہو۔ گھر میں نہ بیٹھنا اور نہ گھر بنانا۔ کسی کی برائی کرنے سے غمگین نہ ہونا، کسی کی مداح سے مغرور نہ ہونا، لوگوں سے حسن سلوک اور خلق کے ساتھ معاملہ نیک کرنا، ہر حال میں نیک ہو یا بد باادب رہنا، تمام خلائق پر مرحمت کرنا، قہقہہ مار کر نہ ہنسنا کہ قہقہہ غفلت سے ہوتا ہے اور دل کو مردہ کرتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کچھ مجھ کو معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہو جائے تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت روؤ۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے ڈر نہ ہونا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، درمیان خوف و رجا کے زندگانی بسر کرنا کہ سالکوں کا یہی مقام ہے، کبھی خوف اور کبھی رجا۔ اے فرزند! اگر ہو سکے تو نکاح نہ کرنا کہ دنیا کا طالب ہو جائے گا اور دنیا کی طلب برباد کرتی ہے اور اگر نفس نکاح کا مشتاق ہو تو مجاہدہ کرنا، ہمیشہ آخرت کا غم رکھنا، موت کو بہت یاد رکھنا، ریاست کا خواہاں نہ ہونا، جو طالب ریاست ہو اسے سالک طریقت نہیں کہنا چاہئے۔ ہمیشہ روزہ رکھ کہ روزہ نفس کی سرکوبی کرتا ہے، فقر میں پاکیزہ رہنا، سبک باری بادیانت باورباپرہیز رہنا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں حلیم اور ثابت

قدم رہنا۔ مشائخ کی مال وتن وجان سے خدمت کرنا اوران کے دل کا خیال رکھنا۔ کسی مشائخ کا انکار مت کرنا البتہ جو امرخلاف شرع ہو اگر مشائخ کا انکار کرے گا، نجات نہیں ہوگی۔ لوگوں سے کچھ مت مانگ، اپنے لئے کچھ مت جمع کرنا، حق تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنی آدم! میں ہر روز تیرے واسطے روزی پہنچاتا ہوں۔ تو اپنے تئیں تکلیف مت دے، توکل کے بھروسا پر قدم رکھ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا، حق جل وعلا اس کو کافی ہیں۔ یقین کر کہ رزق قسمت کا ہے، جواں مرد ہو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، تو خلق کو دے، بخل اور حسد سے بچتے رہنا کیونکہ بخیل اور حاسد قیامت کو دوزخ میں جائیں گے۔ اپنا ظاہر آراستہ مت کر کہ آرائش ظاہری سبب خرابی باطن ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد کرنا سب خلق سے ناامید ہونا ہے۔ کسی سے امید نہ رکھنا ان سے محبت نہ کرنا، سچی بات کہنا اور خوف نہ کرنا چاہئے کہ نفس کے درپے ہوتا کہ اس کو درستی پر لائے۔ اپنے نفس کو عزیز مت رکھنا۔ غیر ضروری باتوں سے خاموش رہنا۔ ہمیشہ خلق کو نصیحت کرنا، کھانا پینا کم کھانا تاوقتیکہ احتیاج نہ ہو، کچھ نہ کھانا، سوا ضرورت کلام نہ کرنا، جب تک کہ نیند کا غلبہ نہ ہو نہ سونا اور پھر جلد اٹھ بیٹھنا۔ سماع میں بہت نہ بیٹھنا کہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے، بہت سماع دل کو مردہ کرتا ہے۔ سماع کا انکار بھی نہ کرنا کہ اصحاب سماع بہت ہیں۔ سماع اس شخص کو روا ہے کہ اس کا دل زندہ ہو اور نفس مردہ اور جس میں یہ بات نہ ہو اس کو نماز روزہ میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔ چاہئے کہ تیرا دل ہمیشہ فکر مند ہو، تن نماز میں ہو عمل خالص ہوں، دعا تیری مجاہدہ تیرا، کپڑے پرانے پرانے ساتھی درویش، تیرا گھر مسجد، تیرا مال مسئلہ کی کتابیں، تیری آرائش ترک دنیا، دوست تیرا خدائے تعالیٰ جب تک کسی شخص میں یہ پانچ باتیں نہ ہوں اس سے برادری نہ کرنا، جو فقر کو امیری پر ترجیح دے۔ دوسرے علم کو دنیا کے کاموں پر ترجیح دے، تیسرے ذلت کو عزت پر ترجیح دے۔ چوتھے علم ظاہر و باطن کا بینا ہو پانچویں موت کے لئے مستعد ہو۔

اے فرزند! دنیا پر مغرور نہ ہونا، صبح یا شام کو کوچ ہو جائے گا۔ چاہئے کہ خلوت میں تنہا ہو اور خدا سے شکستہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بخشش میں غرق ہو جائے۔ دنیا میں اس طرح زندگی گزارو گویا مسافر ہے۔ دنیا سے اس طرح مجرد جانا کہ قیامت کے دن یہ معلوم نہ ہو کہ تو کس گروہ سے ہے۔

اے فرزند! جس طرح میں نے اپنے پیر سے یہ وصیت سن کر یاد کی تھی اور عمل کیا تھا اسی طرح تو بھی ان سب کو یاد رکھ اوران پر عمل کر۔ اللہ تعالیٰ تیرا دین و دنیا میں حافظ ہوگا اور جس شخص میں یہ تین باتیں پائی جائیں اس کو پیر ہونا مسلم ہے اور جو شخص اس کی اقتداء کرے گا ان شاء اللہ تعالیٰ منزل مقصود پر پہنچے گا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ تَوْفِیْقَنَا۔

کسی درویش نے حضرت خواجہ سے دریافت کیا کہ عالم کی عقوبت کس کو کہتے ہیں۔فرمایا: جس وقت مرد عالم طلب آخرت سے رہ کر طلب دنیا میں مشغول ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے یہ عقوبت دیتا ہے کہ حلاوت اور لذت عبادت وطاعت اس سے لے لیتا ہے اور وہ کاہل ہو کر نیکیوں سے رہ جاتا ہے۔اس وقت اس کو عقوبت آخرت میں مبتلا کرتا ہے۔اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

کسی شخص نے حضرت خواجہ سے دریافت کیا کہ نماز میں خشوع کس کو کہتے ہیں۔فرمایا: نمازی کو اس قدر خوف الٰہی غالب ہو کہ اگر اس کو تیر بھی ماریں تو خبر نہ ہو۔فرمایا: تین کام ہیں جو اس میں سے ایک کو بھی دوست رکھے گا، دوزخ اس کے رگ گردن سے بھی نزدیک ہو جائے گا۔اول عمدہ کھانا، دوم امیروں کی صحبت میں بیٹھنا، تیسرے عمدہ پوشاک پہننا کیونکہ غالب یہ ہے کہ یہ تینوں کام ہوائے نفس سے ہوتے ہیں اور جو شخص تابع ہوائے نفس ہو اس کی جگہ دوزخ ہے۔فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ (۴:۴۸) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمام گناہ تو لائے اور شرک نہ ہو تو سب بخش دوں گا اور اگر شرک ماسوا کو باطن میں راہ دے گا تو ہماری رحمت سے محروم رہے گا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ مع مریدوں کے حج بیت اللہ شریف کو جاتے تھے کہ راہ میں سب کو پیاس نے غلبہ کیا۔ناگاہ ایک کنوئیں پر پہنچے مگر وہاں رسی اور ڈول کچھ نہ تھا۔نہایت مایوسی ہوئی۔حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں تو نماز پڑھتا ہوں۔تم پانی پیو اور وضو کرو۔مریدوں نے جو یہ سنا تو سب سمجھ گئے کہ اس میں کچھ بھید ہے اور کچھ پانی کی امید پڑی پھر جب کنوئیں پر گئے دیکھا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اور برکت سے کنواں منہ تک بھرا ہوا تھا۔سب نے پانی پیا اور وضو بھی کیا۔ایک شخص نے ایک برتن پانی سے بھر لیا۔فی الفور کنواں نیچے تہ پر چلا گیا۔یہ بات کسی نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: یاروں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا نہ کیا ورنہ قیامت تک پانی تہ پر نہ پہنچتا۔

جب حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت اخیر آیا، مرید و فرزند وہاں موجود تھے۔حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھول کر فرمایا: اے عزیزو! خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور بشارت رضا دی ہے۔تمام اصحاب رونے لگے اور عرض کی ہمارے واسطے بھی دعا فرمائیے۔آپ نے فرمایا: تم کو بھی بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جو شخص اس طریقہ پر تا آخر استقامت رکھے گا میں اس پر رحمت کروں گا اور اس کو بخشوں گا، تم کوشش کرو کہ اس طریقہ سے علیحدہ نہ ہو اور قائم رہو۔تھوڑی دیر کے بعد ایک آواز آئی یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۝ (الفجر) اصحاب نے جو خیال کیا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔آپ کی وفات بارہ ربیع الاول ۵۷۵

ہجری میں ہوئی۔

بعدوفات آپ کوکسی نے خواب میں دیکھا کہ زیرعرش ایک تخت نورانی پر بیٹھے ہیں اور ملائکہ آپ کے گرد جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حالات حضرت خواجہ عارف ریوکری قدس سرہ

حضرت خواجہ عارف ریوکری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ تاحیات خواجہ عبدالخالق کی خدمت میں حاضر رہے اور فائدہ باطنی حاصل کیا۔ بعدوفات حضرت خواجہ غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ مسندارشاد پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ علم وحلم، زہدوتقویٰ وریاضت وعبادت ومتابعت سنت میں عالی شان رکھتے تھے۔ آپ کی وفات غرہ شوال ۶۱۶ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک موضع ریوکر بفاصلہ اٹھارہ میل شہر بخارا سے ہے۔

حالات حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ افضل واکمل خلیفہ حضرت خواجہ عارف ریوکری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ جب حضرت خواجہ عارف کا وقت اخیر آیا تو آپ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور دعوت خلق کی اجازت دی۔ آپ کا مولد ایک موضع انجیر فغنی متصل بخارا واقع ہے۔ پہلے آپ وابکند میں مقیم تھے اور وہیں تربیت وہدایت خلق فرمایا کرتے تھے اور وہیں تربیت وہدایت خلق فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۷۱۵ ہجری میں ہوا اور آپ کا مدفن موضع انجیر فغنی میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات حضرت خواجہ علی رامتینی قدس سرہ

حضرت خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کے خلفاء کبار سے ہیں۔ جس وقت حضرت خواجہ محمود کا وقت اخیر ہوا تو آپ نے حضرت خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خلافت سپرد کی اور اپنے جمیع اصحاب آپ کو تفویض کئے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے اور انہی کے اشارہ سے حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے تھے۔ آپ کا مسکن قصبہ رامتینی ہے۔ بسبب بعض حوادث شہر باورد میں آگئے اور وہاں مدت تک ارشاد خلق میں مشغول ہوئے۔ اس جگہ بھی آپ کے بہت سے مرید جمع ہو گئے۔ اہل طریقت آپ کو حضرت عزیزاں کہتے ہیں۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی تربیت حضرت خضر علیہ السلام نے کی ہے یہ کیا بات ہے؟

فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے عاشق ہوتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام ان کے عاشق ہوتے ہیں اور اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر جہر بھی کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر خفیہ کرتے ہیں۔ پس اب آپ کا بھی ذکر جہر ہو گیا۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا توڑنا اور جوڑنا یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو کیونکہ مصاحبِ خدا، مصاحب خدا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے دوستوں کے سامنے عاجزی کیا کرو تا کہ وہ تمہارے واسطے دعا کیا کریں اور فرمایا عمل کیا کرو اور ان عملوں کو نا کردہ خیال کر کے اپنے تئیں مقصر جانا کرو اور فرمایا: کسی آدمی کے پاس بیٹھے اور خدا تعالیٰ کو بھولے اس کو شیطان سمجھ اگرچہ آدمی کی صورت ہو۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ بالغ شریعت کس کو کہتے ہیں اور بالغ طریقت کون ہے۔ آپ نے فرمایا بالغ شریعت وہ ہے کہ جس سے منی نکلے اور بالغ طریقت وہ ہے جو منی سے باہر آئے (یعنی اس کی خودی جاتی رہے) اس درویش نے یہ الفاظ اور تشریح سن کر اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا سر کے زمین پر رکھنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ جو کچھ سر میں ہے (یعنی نخوت وغرور) وہ زمین پر رکھو۔ آپ کے فرزند حضرت خواجہ ابراہیم قدس سرہ سے کسی نے دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں الفقیر ولا یحتاج الی اللہ یعنی فقیر نہیں حاجت رکھتا طرف اللہ تعالیٰ کی۔ حضرت نے جواب دیا لا یحتاج بالسوال الی اللہ یعنی فقیر سوال نہیں کرتا جبکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیوب ہے اس سے سوال کی کیا حاجت ہے وہ سب کی حاجتیں جانتا ہے اور فرمایا غنا بے پروائی کو کہتے ہیں اور یہ اگرچہ بصورت تونگری معلوم ہوتی ہے مگر فقیری کے وصف سے ہے اور فرمایا: فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو اور دل میں بھی کچھ خواہش نہ ہو پس وہ فقیر محمود الصفات ہے اور اگر فقیر ہاتھ میں کچھ تو کچھ نہ رکھے اور دل میں خواہاں ہو تو وہ گدائے محلہ ہے نہ کہ تابع رسول اللہ ﷺ۔ اگر فقیر ہاتھ میں بھی رکھے اور دل میں بھی خواہاں ہو وہ فقیر مذموم الصفات ہے۔ سواد الوجہ وکاد الفقران یکون کفرا۔ اس پر صادق آتا ہے۔

حضرت خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو بھول نہ جائیے گا۔ آپ نے فرمایا: بازار جا کر ایک کوزہ مٹی کا خرید اور وہ ہم کو لا کر تحفہ دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تب فرمایا: جس وقت یہ کوزہ دیکھا کروں گا تجھ کو یاد کیا کروں گا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ ایک صاحبزادہ کا نام خواجہ محمد اور دوسرے کا خواجہ ابراہیم۔ جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے چھوٹے صاحبزادے

حضرت خواجہ ابراہیم کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ لوگوں کے دل میں خیال آیا کہ بڑے فرزند کے ہوتے ہوئے چھوٹے کو آپ نے اپنا قائمقام کیوں کیا۔ آپ نے لوگوں کے خیال سے واقف ہوتے ہوئے فرمایا: بڑے کی عمر میرے بعد جلد ختم ہو جائے گی چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد انیس روز بعد ہی بڑے صاحبزادے نے بھی انتقال فرمایا۔

حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال روز دوشنبہ ۲۸ ذیقعد ۷۲۱ ہجری ایک تو تیس برس کی عمر میں ہوا اور آپ کا مزار مبارک شہر خوارزم علاقہ بخارا میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ اکمل اصحاب وافضل خلفاء حضرت عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ نقل ہے کہ جب حضرت عزیزان خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت آیا تو آپ نے اپنے اصحاب میں حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور جملہ مریدوں کو فرمایا: ان کی ملازمت ومتابعت کرو۔ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کو استغراق اور بے خودی بدرجہ غایت تھی۔ سماس قصبہ میں آپ کا ایک باغ تھا۔ بعض دفعہ آپ شاخیں کاٹتے تھے تو آپ کو بے خودی ہو جاتی تھی اور وہ اندازہ سے زیادہ کٹ جاتی تھیں۔ جب آپ کا گزر شہر کوشک ہندوان پر ہوتا تو فرماتے کہ اس خاک سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے اور قریب ہے کہ کوشک ہندوان قصر عارفاں ہو۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ اس جگہ پھر آپ تشریف لے گئے تو فرمایا: وہ مرد پیدا ہو گیا۔ اس وقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کو تولد ہوئے صرف تین دن گزرے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ بہاؤالدین کے جد امجد آپ کو لے کر حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا: یہ ہمارا فرزند ہے۔ اس کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا اور سب اصحاب سے متوجہ ہو کر فرمایا: یہی وہ مرد ہے جس کی خوشبو مجھ کو آیا کرتی تھی اور اپنے خلیفہ حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: میرے اس فرزند کے حق میں تربیت سے دریغ نہ رکھنا ورنہ میں تجھ کو معاف نہیں کرنے کا۔ انہوں نے فرمایا: اگر میں اس میں قصور کروں تو مرد نہیں ہوں۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھا کر ایک قرص نان مجھ کو عطا کیا اور فرمایا: اس کو اپنے پاس رکھ لے اور میں آپ کے ہمراہ روانہ ہوا۔ راستہ میں اگر کچھ فتور یا خطور میرے دل میں گزرتا تو فرماتے کہ باطن کو نگاہ رکھو اور چلتے چلتے ایک مخلص کے مکان پر قیام فرمایا۔ وہ مخلص آپ کے تشریف لے جانے سے بہت خوش ہوا لیکن مضطرب نظر آتا تھا۔ کبھی گھر میں آتا کبھی باہر جاتا۔

حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا: سچ بتا تجھ کو اضطراب کس بات کا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ دودھ موجود ہے مگر روٹی نہیں ہے۔ میں نے ہر چند کوشش کی مگر دستیاب نہیں ہوئی۔ حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے متوجہ ہو کر فرمایا: وہ روٹی لاؤ کہ امیر کا دل تسکین پائے اور فرمایا دیکھا اے فرزند روٹی آخر کام آ گئی۔

سبحان اللہ! حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۷۵۵ ہجری میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اجل خلفاء حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں۔ آپ سیّد صحیح النسب تھے۔ پیشہ کلالی یعنی گھمار کا کام کیا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ شریفہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس وقت امیر کلال میرے شکم میں تھے اس وقت اگر میں شبہ کا لقمہ کھا لیتی تو مجھ کو درد شکم ہو جاتا تاوقتیکہ قے نہ کرتی آرام نہ آتا تھا۔ چند مرتبہ یہ واقعہ وقوع میں آیا۔ تب میں سمجھ گئی کہ اس کی وجہ یہ نیک طفل ہے۔ اس کے بعد پھر میں نے لقمہ میں احتیاط رکھی۔

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو جوانی میں کشتی لڑنے کا بہت شوق تھا۔ ایک روز حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر معرکہ کشتی پر ہوا اور آپ وہاں کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے۔ بعض مریدوں کے دل میں خیال گزرا کہ حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کا ایسے مجمع میں ٹھہرنے کا کیا موقع ہے۔ آپ نے اشتراق خاطر سے معلوم کر کے فرمایا: اس معرکے میں ایک مرد ہے کہ اس کے فیض سے بہت سے آدمی درجہ کمال کو پہنچیں گے۔ اس کے شکار کے واسطے کھڑا ہوا ہوں۔ اسی اثناء میں حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی متاثر ہو گئے۔ چنانچہ فی الفور معرکہ کشتی چھوڑ کر حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہو لئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے مکان پر پہنچے، حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو خلوت میں طلب کیا اور تلقین طریقہ فرمایا اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ پھر کبھی کشتی کے لئے بازار میں نہیں گئے اور تیس سال تک بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر باش رہے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ دوشنبہ و پنجشنبہ اپنے مسکن سوخمار سے سماس کو جاتے اور واپس آ جاتے تھے اور تمام راہ شغل طریقہ میں اس طرح مشغول رہتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی۔ یہاں تک کہ دولت صحبت تکمیل اور ارشاد کو پہنچے۔

آپ کی وفات صبح کی نماز کے وقت بروز پنجشنبہ بتاریخ آٹھویں جمادی الاول ۷۷۲ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار قصبہ سوخمار میں ہے۔

۹۸

حالات حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کی نسبت بحسب ظاہر حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور فی الحقیقت آپ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی ہیں اور ان کی روح پاک سے تربیت پائی۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ محرم ۷۱۸ ہجری کو ہوئی۔ بچپن سے ہی آثار ولایت وانوار کرامت پیشانی مبارک سے ظاہر تھے۔ حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کی علوشان کی بشارت دی تھی اور بعد ولادت تیسرے ہی دن آپ کو اپنی فرزندی میں قبول کیا اور امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی تربیت کی وصیت فرمائی۔ ایک روز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ خلوت میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ آپ کے گوش مبارک میں آواز آئی کہ

''اے بہاؤ الدین! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو سب کی جانب سے منہ پھیر کر ہماری درگاہ میں متوجہ ہو''۔

یہ آواز سن کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت متغیر اور بے قرار ہوگئی اور وہاں سے نکل کر اسی وقت اندھیری رات میں ایک نہر پر گئے، کپڑے دھوئے اور غسل فرمایا اور بکمال شکستگی دو رکعت نماز پڑھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ مدت گزر گئی اس آرزو میں کہ پھر ویسی نماز پڑھوں مگر میسر نہیں ہوئی۔ فرمایا: ابتداء جذبہ میں مجھ کو الہام ہوا کہ تو نے جو اس راستہ میں قدم رکھا ہے کس طرح رکھا ہے۔ میں نے کہا کہ جو کچھ میں چاہوں وہ ہو۔ خطاب آیا کہ نہیں جو کچھ ہم کہیں وہ کرنا چاہئے۔ میں نے کہا کہ مجھ کو اس کی طاقت نہیں۔ ہاں جو کچھ میں کہوں اگر وہ ہو تو اس راستہ میں قدم رکھتا ہوں ورنہ نہیں۔ دو مرتبہ اسی طرح سوال و جواب ہوئے۔ بعد ازاں مجھ سے لاپروائی کی گئی۔ پندرہ روز تک میرا حال نہایت خراب رہا اور میں خشک ہو گیا اور جب ناامیدی ہو چکی تو پھر خطاب یہ پہنچا اچھا جس طرح تم چاہتے ہو رہو اور فرمایا: ایک مرتبہ مجھ کو سخت قبض ہوا اور چھ ماہ تک رہا۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ دولت باطنی میری قسمت میں نہیں ہے۔ لاچار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا کہ دنیا کا کوئی کام اختیار کروں، راستے میں ایک مسجد کے دروازہ پر یہ شعر لکھا ہوا نظر پڑا:

اے دوست بیا کہ ما ترائیم بیگانہ مشو کہ آشنائیم

اس شعر کو دیکھتے ہی تمام حال عود کر آیا اور میں مسجد کے گوشہ میں آکر بیٹھ گیا۔

اور اس کے بعد فرمایا: جس زمانہ میں مجھے جذبات و غلبات و بے قراری عنایت تھی راتوں کو بخارا کے گرد مزاروں پر پھرا کرتا تھا۔ وہاں مجھے پیران عظام کی طرف سے بہت استفادہ حاصل ہوا۔ اس کے بعد آپ

حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بطریق نفی اسبات خفیہ میں مشغول رہے اور مدت تک یہی ورزش کی۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک روز میں حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جارہا تھا کہ راہ میں حضرت خضر علیہ السلام ایک سوار کے جامہ میں نظر آئے۔ ہاتھ میں ایک لکڑی گلہ بانوں کی طرح لئے ہوئے اور کلاہ پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور ترکوں کی زبان میں مجھ سے کہا کہ تم نے گھوڑوں کو دیکھا ہے اور اس لکڑی سے مجھ کو مارا۔ میں نے کچھ ان سے نہ کہا اور انہوں نے چند مرتبہ میرا راستہ گھیر کر مجھ کو مشوش کیا۔ میں نے کہا کہ میں تجھ کو جانتا ہوں کہ تم خضر ہو اور ایک مقام تک وہ میرے پیچھے آئے اور کہا کہ ٹھہر جاؤ کچھ دیر پاس بیٹھیں۔ میں نے کچھ التفات نہ کیا اور اپنی راہ چلتا گیا۔ جب حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ راہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور کچھ التفات نہ کیا۔ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ چونکہ میں آپ کی طرف متوجہ تھا ان کی طرف التفات نہ کر سکا۔

اور فرمایا: ہمارے خواجگان کی نسبت چار وجہ سے ہے۔ ایک حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے، دوسرے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے، تیسرے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے کہ جوان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ سے پہنچی ہے اور چوتھے جوان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملی ہے اور اسی سبب سے ان کی نسبت سے ان کی نسبت کو نمک مشائخ کہتے ہیں اور فرمایا ہمارا روزہ نفی ماسوا اللہ ہے اور نماز کَاَنَّكَ تَرَاهُ ہے اور فرمایا: وقوف قلبی اور وقوف عددی میں باختیار آنکھیں بند نہ کرنا چاہئے کہ وہ سب اطلاع خلق ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے بیٹھے دیکھا فرمایا: ابا العنق ارفع عنقك ذکر اس طرح کرنا چاہئے کہ اہل مجلس میں کوئی نہ معلوم کرے۔ فرمایا: حقیقت اخلاص بعد فنا حاصل ہوتی ہے جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں اور فرمایا: ذکر رفع غفلت کا نام ہے۔ جس وقت غفلت رفع ہوگئی تو ذاکر ہے۔ اگرچہ ساکت ہی ہو اور فرمایا: رعایت وقوف قلب ہر حال میں چاہئے یعنی کھانے میں، بات کرنے میں، سننے میں، چلنے میں، خرید و فروخت میں، عبادت میں، نماز میں، قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں، لکھنے میں، پڑھنے میں، پڑھانے میں، کسی حالت میں بھی ایک لمحہ غافل نہ ہو کہ مقصود حاصل ہو۔ شعر:

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی　　شاید کہ نگاہ کنی آگاہ نباشی

بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر بقدر پلک جھپکانے کے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل ہوگا تو باقی طول عمر اس نقصان کا تدارک نہ کر سکے گا۔ باطن کا نگاہ رکھنا نہایت مشکل ہے لیکن بعنایت حق سبحانہ وتعالیٰ و تربیت خاصاں جلد میسر آجاتا ہے اور فرمایا ہمارا طریقہ عروہ وثقی ہے اتباع سنت پیغمبر علیہ السلام واقتداء آثار صحابہ کرام ہے اور

فرمایا: مجھ کو براہ فضل لائے ہیں اور آخر تک میں نے فضل ہی دیکھا ہے، اپنے عمل سے کچھ نہیں دیکھا۔ فرمایا: میرے طریقہ میں تھوڑا عمل زیادہ ہے لیکن متابعت شرط ہے اور فرمایا ہمارا طریقہ صحبت ہے اور خلوت یا گوشہ نشینی شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے میں نفی ہونے کو کہتے ہیں اور فرمایا جس وقت کسی خدا کے دوست کی صحبت میں داخل ہو اپنے حال کو معلوم کرے کہ کیسا ہے اور پھر کچھ مدت کے بعد اس گزشتہ احوال سے موازنہ کرے اگر اپنے میں کچھ ترقی اصلاح دیکھے تو اس کی صحبت فرض سمجھے اور فرمایا مراقبہ نسیان رویت خلق بدوام نظر الی الخالق ہے اور فرمایا: دوام مراتبہ نادر ہے اور ہم نے اس کو حاصل کرنے کا طریق مخالف نفس پایا ہے اور فرمایا محاسبہ یہ ہے کہ سالک ہر ساعت حساب کرتا رہے کہ مجھ پر کیا گزرتا ہے۔ اگر نقصان پائے تو اس کا تدارک کرے اور اگر ترقی پائے اس کا شکریہ ادا کرے اور اس عمل میں کوشش کرے کہ زیادہ ہو۔

اور فرمایا جو شخص اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اس کو دوسرے سے التجاء کرنا شرک ہے اور یہ شرک عوام الناس کو معاف ہے اور خاص کو نہیں اور فرمایا متوکل کو چاہئے کہ اپنے توکل کو اسباب میں پوشیدہ رکھے اور فرمایا: مجھ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی خرابی کے واسطے پیدا کیا ہے اور لوگ مجھ سے دنیا کی عمارت چاہتے ہیں اور فرمایا اس وجود سے زیادہ خراب کوئی اور وجود ہوتا تو فقر کے خزانے کو اس جگہ رکھتے اور فرمایا: اہل اللہ بار خلق اس سبب سے اٹھاتے ہیں کہ تہذیب اخلاق ہو یا کسی ولی سے ملاقات ہو کیونکہ کوئی ایسا ولی نہیں ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی نظر نہ ہو۔ جب اس ولی سے ملاقات ہوتی ہے اس نظر الٰہی سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے ایک مرتبہ بھی میری جوتی سیدھی کی ہے اس کی شفاعت کروں گا۔ فرمایا: اول رجوع خستہ ہو پھر توجہ خاطر شکستہ۔ فرمایا: اس راہ میں صاحب پندار کا کام بہت مشکل ہے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے حضرت خواجہ سے کرامت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ کرامت ظاہر ہے کہ باوجود اس قدر گناہوں کے زمین پر چلتا پھرتا ہوں اور دھنس نہیں جاتا۔ جب حضرت خواجہ زیارت وحج بیت اللہ کو گئے حاجیوں نے روز عید قربانی کی۔ آپ نے فرمایا: ہم بھی قربانی کرتے ہیں۔ ایک لڑکا ہے اسی کو قربان کیا۔ جب آپ بخارا واپس تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ روز عید قربانی آپ کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا۔

اور فرمایا: درویش کو چاہئے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ جو شخص بلا حال کہتا ہے وہ اس حال کو نہیں پہنچتا۔ فرمایا: یہ ضرور نہیں کہ جو دوڑے اس کو گیند مل جائے مگر ملتی اسی کو ہے جو دوڑتا ہے (اس سے اشارہ دوام کوشش کا ہے) اور فرمایا اولیاء کو اسرار پر اطلاع دیتے ہیں مگر بے اجازت اظہار نہیں کرتے ہیں۔ فرمایا: جو رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا وہ چلاتا ہے۔ آپ کی کرامات اور ملفوظات بکثرت ہیں۔ بوجہ طول زیادہ نہیں لکھ

سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر توفیق عمل عطا فرمائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقت اخیر آئے گا تو تم سب کو مرنا سکھلاؤں گا چنانچہ جب آپ کا وقت اخیر آیا تو نفس آخر میں دونوں ہاتھ اٹھا کر مدت تک دعا فرماتے رہے۔ جب بعد دعا دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے اور جان بجاناں تسلیم کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا سن شریف تہتر سال کا تھا۔ بتاریخ تین ربیع الاول بروز دوشنبہ ۷۹۱ ہجری کو انتقال فرمایا۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے آگے کلمہ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھیں کہ بے ادبی ہے۔ بلکہ یہ رباعی پڑھیں:

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ‏ ‏ ‏ شیئاً للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما ‏ ‏ ‏ آفرین بردست بر بازوئے تو

حالات حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اول و نائب مطلق و داماد حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے تھے۔ آپ کی طبع مبارک بچپن ہی سے مائل بفقر تھی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد طالب مال پدری نہ ہوئے بلکہ مشغول حصول علم ظاہری ہوئے۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی والدہ سے فرمایا: جب علاؤالدین بالغ ہو تو مجھ کو خبر کرنا۔ چنانچہ جب آپ بالغ ہوئے تو ایک روز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ خود قصر عارفاں سے تشریف لائے اور مدرسہ میں جہاں حضرت علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے تھے، گئے۔ دیکھا کہ ایک حجرہ میں ٹوٹے پھوٹے بوریہ پر اینٹ سرہانے رکھے ہوئے مطالعہ کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی صورت دیکھ کر تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جگہ بٹھایا۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آج میری لڑکی بالغ ہوئی ہے اگر تم قبول کرو تو تم سے نکاح کر دوں۔ حضرت علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میری عین سعادت ہے مگر میرے پاس سامان کچھ نہیں ہے۔ تب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میری لڑکی کی قسمت میں رزق مقرر ہے کہ وہ خزانہ غیب سے پہنچتا رہے گا۔ تم اس کا کچھ فکر مت کرو۔ جنابہ صبیہ معصومہ کا عقد حضرت خواجہ علاؤالدین سے ہو گیا۔ بعد نکاح حضرت خواجہ علاؤالدین حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں داخل ہوئے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ان پر نظر خاص تھی۔ اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے اور جلد جلد ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ چنانچہ عرصہ قلیل میں بمقام کمال و تکمیل پہنچا کر اپنی زندگی میں طالبوں وان کے حوالے کیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علاؤالدین نے مجھے سبکبار کر دیا۔ بعد انتقال حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان کے جمیع اصحاب نے حضرت خواجہ علاؤالدین

عطار رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی حتیٰ کہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہ جن کی نسبت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو مجھ کو دیکھنا چاہے وہ محمد پارسا کو دیکھے۔ حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ صاحب طریقہ خاص ہیں۔ ان کے طریقہ کو علائیہ بھی کہتے ہیں۔ آپ کے مناقب مآثر از حد ہیں۔ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعریف اپنے ایک مکتوب میں بہت زیادہ فرمائی ہے۔

حضرت علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگرچہ مرشد سے بھی تعلق غیر ہے اور آخر میں اس کی نفی بھی کرنی چاہئے۔ لیکن ابتداء میں سبب وصول ہے اور تعلق ماسوا اس کو نفی کرنا چاہئے اور اس کی رضا جوئی کرنا چاہئے۔ فرمایا: ریاضت سے مقصود نفی تعلقات جسمانیہ توجہ تام بعالم ارواح ہے اور سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے تعلقات موانع راہ سے گزرے اور ہر ایک تعلق پر خیال کرے جس سے دل پر بستگی دیکھے۔ اسی کو قطع کرے۔ فرمایا: مزارات مشائخ سے اسی قدر فیض حاصل ہوتا ہے جس قدر کہ ان کا اعتقاد ہو۔ اگرچہ زیارت قبور بزرگوں کے واسطے قرب صوری میں اثر عظیم ہے لیکن درحقیقت ارواح طیبہ کی جانب متوجہ ہونے کو بُعد صوری بھی مانع نہیں ہے چنانچہ حدیث صلوا علیٰ حیث ما کنتم اس پر دلیل ہے۔

بایں ہمہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجاورت خلق سے مجاورت حق بہتر ہے اور فرمایا: مقصود زیارت مزارات اکابر سے یہ ہونا چاہئے کہ توجہ حق تعالیٰ کی جانب ہو اور صاحب مزار کی روح کو وسیلہ سمجھے اور یہی حال خلق کے ساتھ تواضع کرنے کا ہے کہ ہر چند ظاہر تواضع خلق کے ساتھ ہو۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ فرمایا: طریقہ مراقبہ طریقہ نفی اثبات سے اعلیٰ وارفع ہے کیونکہ طریقہ مراقبہ سے مقام نورانیت وتصرف ملک وملکوت میں پہنچ سکتا ہے اور استغراق خواطر حاصل ہوتا ہے اور باطن کو منور کرتا ہے اور دوام جمعیت حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا: خاموشی ان تین صفتوں سے خالی نہ ہو۔ نگہداشت، خطرات یا مطالعہ ذکر دل یا مشاہدہ احوال کہ جو دل پر گزرتا ہو۔ فرمایا: اہل اللہ کی دوام صحبت سے عقل معاد کو ترقی ہوتی ہے اور فرمایا یہ صحبت سنت مؤکدہ ہے۔ ہر روز یا ایک روز ناغہ کر کے ہونا چاہئے اور اگر بعد صوری ہو تو ایک مہینہ میں بذریعہ مکتوب وغیرہ کے جاری رکھے۔ سبحان اللہ

جب حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا وقت اخیر ہوا تو فرمانے لگے کہ مجھ کو کوئی آرزو دل میں سوائے اس کے نہیں رہی کہ دوست آئیں اور مجھ کو نہ پائیں اور شکستہ خاطر ہو کر واپس ہو جائیں اور فرمایا: رسم وعادت کو چھوڑ دو جو کچھ کہ رسم وعادات خلق کی ہیں۔ اس کے خلاف کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسم وعادات بشریت کو توڑنے کے لئے ہوئی تھی۔ تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو اور سنت مؤکدہ پر دوام عمل کرو اور اسی اثناء میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ توحید پڑھا اور انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کی وفات ۲۰ رجب ۸۰۲ ہجری کو ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انواع مہربانیاں فرمائیں۔ منجملہ ایک یہ ہے کہ جو کوئی مومن چالیس فرسنگ میری قبر کے گرد دفن ہوگا وہ بخشا جائے گا۔

حالات حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کو اگر چہ اجازت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے ہے لیکن چونکہ آپ کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہوئی۔ اس سبب سے انہی کے خلفاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ابتداء میں کچھ مدت آپ نے جامع ہیرات میں اور کچھ عرصہ مصر میں پڑھا۔ بعد تحصیل علوم ظاہری بجذب محبت الٰہی بارادۂ ارادت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے فرمایا: ہم مامور ہیں خود کوئی کام نہیں کر سکتے۔ آج رات کو معلوم کریں گے جو کچھ اشارہ ہوگا ویسا ہی کیا جائے گا۔ مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جیسی وہ شب میرے اوپر سختی کی گزری ہے ایسی کوئی نہیں گزری۔ ڈر تھا کہ دیکھئے قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ بارے صبح کی نماز جب میں نے حضرت خواجہ کے ساتھ پڑھی اور انہوں نے فرمایا: تم کو مبارک ہو جس سے میں سمجھا کہ آپ نے قبول فرمالیا پھر آپ نے مجھ کو وقوف عددی تعلیم فرمائی اور فرمایا حتی المقدور عدد طاق کی رعایت رکھنا۔ جب مجھ کو کچھ مدت حضرت خواجہ کی خدمت میں گزری تو آپ نے مجھ کو اجازت سفر دی اور یہ بھی فرمایا: جو کچھ تجھ کو ہم سے ملا ہے بندگان خدا کو پہنچانا اور تین مرتبہ یہ فرمایا کہ تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔ تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔ تجھ کو خدا کے سپرد کیا اور اس وقت اشارہ بمتابعت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا چنانچہ میں وہاں سے روانہ ہو کر کیش پہنچا۔ وہاں خبر پہنچی کہ حضرت خواجہ کا انتقال ہو گیا۔ نہایت محزون مغموم ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کا خط آ گیا اور اس میں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی اشارت ومتابعت کو یاد دلایا۔ بمجرد اس خط کے پہنچنے کے حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے حال پر نہایت کرم فرمایا اور مدت تک ان کی صحبت میں رہا حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ فرمایا: اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت خواجہ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ اگر چہ میں اپنے تئیں لائق اس کام کے نہیں سمجھتا تھا لیکن خیال کیا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا حکمت سے خالی نہ ہوگا۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف وتفاسیر گزرے ہیں۔ آپ نے ۸۵۱ ہجری میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ بلغور میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان ۸۰۶ ہجری میں موضع باغستان توابع ملک تاشقند میں پیدا ہوئے۔ بعد تولد چالیس روز تک ایام نفاس میں اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش نہ فرمایا۔ جب تک کہ انہوں نے غسل طہر نہ کرلیا نہیں پیا۔ آپ کے جدامجد حضرت خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہ قطب وقت تھے دم اخیر میں جب اپنے پوتوں کو وداع کرنے بلایا اور خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کہ اس وقت بہت کم سن تھے، اپنے جدامجد کے پاس آئے تو انہیں دیکھ کر وہ تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور گود میں لے لیا اور فرمایا: اس فرزند کے بارے میں مجھ کو بشارت نبوی ہے کہ یہ پیر عالم گیر ہوگا اور اس سے طریقت وشریعت کو رونق ہوگی۔ جب آپ نے علم ظاہری سے فراغت پائی تو ایک سوداگر سے حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب ومآثر سن کر ان کی خدمت بمقام بلغور روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ بیمار ہوگئے۔ بیس روز تک تپ لرزہ رہا۔ جب افاقہ ہوا تو آپ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بلغور حاضر ہوئے۔ فرمایا: جب میں حضرت مولانا کی خدمت میں گیا تو آپ نہایت لطف وعنایت سے پیش آئے اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ملاقات کا حال سنایا بعد ازاں اپنا ہاتھ میری طرف بیعت کرنے کو بڑھایا اور فرمایا خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جس نے یہ ہاتھ پکڑا اس نے گویا خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا۔

حضرت مولانا نے مجھ کو بیعت کرنے کے بعد بشغل وقوف عددی میں مشغول فرمایا اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے پہنچا ہے وہ یہی ہے اور اگر تم بطریق جذبہ طلبہ کو تربیت کرو تو اختیار ہے اور تم کو قوت وتصرف سب حاصل ہے۔ صرف اجازت کی دیر ہے اور فرمایا طالب کو اسی طرح پیر کے پاس آنا چاہئے جس طرح کہ عبید اللہ احرار آیا ہے کہ تیل بتی سب درست ہے ایک آگ لگانے کی دیر ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت چاہی تو آپ نے حضرت خواجگان کے جملہ طریق بیان کئے اور اجازت ہدایت خلق فرمائی اور فرمایا: یہ نسبت خواجگان مجمع وتفرقہ میں جو زیادہ ظاہر ہوتی ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ یہ نسبت محبوبی ہے۔ محبوب کو اگر خلوت میں بلاؤ تو شرماتا ہے اور فرمایا یہ نسبت ایسی لطیف ہے کہ اس کی جانب توجہ مانع ظہور ہے اور فرمایا بعد نماز عشاء جب نیند غلبہ کرے تو تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ، تین مرتبہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور تین مرتبہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے اور اس کا ثواب جمیع اہل قبور کو کہ منتظر زندوں کے رہتے ہیں، پہنچائے تا کہ ان کو آسائش پہنچے اور اللہ تعالیٰ اس پر بخشش ورحمت کرے۔

نقل ہے کہ سلطان ابوسعید مرزا کو بعد حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے تائب ہونے کے پھر شراب کی خواہش پیدا ہوئی۔ نوکر سے کہا کہ دیوار کے نیچے لے آنا۔ میں اوپر کوٹھے پر کھینچ لوں گا۔ جب نوکر لایا تو سلطان نے پگڑی لٹکا کر کوزہ شراب کا اوپر کھینچا تو کوزہ دیوار کے ساتھ ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ اس بات پر سلطان کو بہت غم اور افسوس ہوا۔ صبح ہی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اول کلام یہ فرمایا کہ رات کوزہ کے ٹوٹنے کی آواز میں نے سنی اور اگر کوزہ نہ ٹوٹتا تو میرا دل تم سے ٹوٹ جاتا اور تمہاری ملاقات نہ ہوتی۔

حضرت خواجہ کا انتقال ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ ہجری میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات حضرت مولانا محمد زاہد قدس سرہ

حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ آپ حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رشتہ دار بلکہ نواسہ تھے اور ان کے کسی خلیفہ سے ذکر و تعلیم حاصل کر کے گوشہ اختیار کیا اور مشغول ریاضت و مجاہدات ہوئے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سمرقند روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ مولانا کی آمد کی خبر سن کر خود ملنے کو آئے اور خلوت میں لے جا کر بیعت کر کے اپنی توجہ اور تصرف سے رخصت کر دیا اور خلافت بھی عطا فرمائی۔ آپ سے خاص و عام کو فائدہ کثیر پہنچا۔ آپ کی وفات غرہ ربیع الاول ۹۳۶ ہجری کو موضع وخش میں کہ متصل حصار کے ہے، ہوئی اور اسی جگہ مزار مبارک ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہ

حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ماموں محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ بیعت سے پندرہ سال قبل زہد و ریاضت میں مشغول رہے۔ بحالت تجرید و تفرید بے خود و خواب ویرانوں میں رہا کرتے تھے۔ ایک بار بھوک سے نہایت لاچار ہوئے اور آسمان کی جانب منہ اٹھایا۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اگر صبر و قناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہد کی خدمت میں حاضر ہو کہ وہ تم کو صبر و توکل سکھائیں گے۔ پس حضرت مولانا ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرتبہ کمال و تکمیل کو پہنچے اور مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد بالاستقلال آپ ان کے خلیفہ اور نائب ہوئے۔ ورع و تقویٰ و عمل بعزیمت و حفظ نسبت میں شان عظیم رکھتے تھے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین اور خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ ہجری کو ہوا۔ موضع استقرار

مضافات شہر سبز ماوراالنہر میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

حالات حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ

حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد بزرگوار حضرت درویش محمد قدس سرہ سے نسبت ہے اور انہیں کی تربیت سے مقام تکمیل وارشاد کو پہنچے۔ تیس سال تک اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کی مسند مشیخت پر متمکن رہے اور خدمت صادر و وارد کیا کرتے تھے۔ باوجودیکہ آپ ضعیف العمر ہونے کے یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ بھی کانپتے تھے لیکن مہمانوں کے واسطے کھانا خود لاتے تھے۔ اپنے وقت میں مرجع طلاب تھے۔ علماء وفضلاء اور امراء وفقراء آپ کی خدمت میں استفادہ واستفاضہ کو حاضر ہوا کرتے تھے بلکہ ملوک وسلاطین خاک آستانہ عالیہ کو سرمہ بناتے تھے۔ عبداللہ خان والیٔ توران آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہو کر استفادہ حاصل کرتے۔ آپ فرمایا کرتے کہ کرامت کا چنداں اعتبار نہیں ہے۔ اہل اللہ کے پاس خالصاً للہ آنا چاہئے کہ ان کے باطن سے حصہ ملے۔ آپ نے اپنے انتقال سے تھوڑے دنوں پہلے حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ اپنے خلیفہ کو ایک خط لکھا تھا اور اس کے آخر میں یہ دو شعر درج تھے۔ وہ شعر یہ ہیں:

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم   ندانم کنوں تا چہ پیش آیدم
خدائی مبادا مرا از خدائے   دگر ہرچہ پیش آیدم شایدم

اس خط کے تھوڑے ہی دن گزرنے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ ۹۱۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۰۸ ہجری میں رحلت فرمائی۔

حالات حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ صاحب قدس سرہ

حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ قدس سرہ کو حضرت خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے۔ آپ کی ولادت مبارک باسعادت بمقام کابل ۹۷۱ ہجری میں ہوئی۔ ایام لڑکپن ہی میں آثار تجرید وتفرید پیشانی مبارک سے ہویدا تھے۔ بیشتر گوشہ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ اس زمانہ میں علماء کبار سے تھے، تحصیل علم ظاہری فرماتے تھے اور چند یوم میں اپنی علو فطرت کی وجہ سے اپنے دیگر اہل مکتب سے بڑھ گئے تھے۔ اس کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک روز کسی تصوف کی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک تجلی کا ظہور ہوا کہ جس سے آپ بے اختیار ہو گئے اور اس وقت روحانیت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے تلقین ذکر والقا جذبہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ ہمہ تن ارباب باطن کی

تلاش میں اس قدر سرگرداں و پریشان پھرتے تھے کہ طاقت بشری سے باہر ہے۔ اسباب دنیاوی سے آپ کو اس قدر استغناء تھی کہ کبھی مجلس میں ذکر دنیا نہ ہوتا تھا۔ لباس میں بھی نہایت سادگی تھی۔ آپ نے فرمایا: توکل کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ترک اسباب کر کے بیٹھا جائے۔ یہ خود بے ادبی بلکہ کوئی پیشہ مقرر کرے اور نظر سبب پر نہ رکھے۔ جب آپ کا سن شریف چالیس سال کا ہوا تو جس کسی کی وفات کی خبر سنتے، آہ سرد فرماتے کہ خوب چھوٹا۔ انہی دنوں میں آپ نے اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ جس غرض کے واسطے تم کو لائے تھے وہ پوری ہوگئی۔ ایک روز فرمایا سلسلہ نقشبندیہ میں کسی کا انتقال ہوگا۔ ایک روز فرمایا کوئی کہتا ہے قطب وقت کا انتقال ہوگیا اور میں اس وقت قصیدہ عزا اپنے مرثیہ میں پڑھتا ہوں اور اس میں میری تعریف درج ہے۔ غرضیکہ وسط جمادی الثانی کو آپ کو مرض موت شروع ہوا۔ ایام مرض میں ایک روز آپ کو استغراق و استہلاک اس قدر ہوا کہ حاضرین یہ سمجھے کہ آپ کی نزع کی حالت ہے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے تو موت بڑی نعمت ہے اور ایسے حال سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔ روز شنبہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ ہجری کو اللہ اللہ کہتے ہوئے جان بجاناں تسلیم کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ بیرون شہر دہلی بجانب اجمیری دروازہ قرب قدم رسول اللہ ﷺ مزار مبارک ہے۔

حالات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ

حضرت امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے انتساب ہے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۴ شوال یوم جمعہ بوقت نصف شب ۹۷۱ ہجری کو بمقام سرہند ہوئی۔ آپ کا حسب النسب حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ روضۃ القیومیہ میں لکھا ہے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد بزرگوار حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے۔ خوک بندر ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں کہ اسی اثناء میں میرے سینے سے ایک نور نکلا ہے اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا ہے اور اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے تمام ظلم و زندیق و ملحدوں کو بکری کی طرح ذبح کرتے ہیں اور کوئی شخص باواز بلند کہتا ہے قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا (۱۷:۸۱) اس خواب کی تعبیر آپ کے والد نے حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کی۔ انہوں نے بعد توجہ فرمایا: تمہارے لڑکا پیدا ہوگا جس سے ظلمت والحاد و بدعت دفعہ ہوگی۔

ایک دفعہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ ایام رضاعت میں ایسے علیل ہو گئے کہ زندگی کی توقع نہ رہی۔ آپ کے

والد رحمۃ اللہ علیہ آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دم کرانے کو لے گئے۔ انہوں نے اپنی زبان حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے منہ میں رکھ دی اور آپ اسے دیر تک چوستے رہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد بزرگوار کو تسلی دی کہ اس لڑکے کی عمر دراز ہے اور یہ عالم و عارف و کامل ہوگا۔ اگر چہ یہ واقعہ ایام رضاعت کا ہے مگر حضرت امام فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو ابھی تک یاد ہے۔

جب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا سن مبارک تعلیم کو پہنچا تو آپ کو داخل مکتب کیا گیا اور تھوڑے عرصہ میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں اپنے والد بزرگوار سے تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور کچھ دیگر علماء کبار سے سیالکوٹ میں جا کر مولانا کمال کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے عضدی وغیرہ پڑھا۔ بعض کتب احادیث و تفاسیر فقہ اصول وغیرہ دیگر علماء کبار سے پڑھا۔ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ طلباء کو نہایت کوشش سے پڑھایا کرتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک مرتبہ آپ کا آگرہ کہ اس وقت میں دارالحکومت تھا، جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ اسی سفر میں آپ کا ابوالفضل سے کہ مصاحب اکبر بادشاہ کا تھا، ملنے کا بھی اتفاق ہوا تھا مگر آخر کار آپ اس کی بداعتقادی سے ناراض ہو گئے اور ترک ملاقات کی اور وہاں سے واپس آ کر آپ اپنے والد ماجد کی صحبت میں داخل ہوئے اور اخذ فوائد باطنیہ کر کے اجازت سلسلہ شریفہ چشتیہ حاصل کی لیکن بوجہ کمال تقویٰ والتزام متابعت سنت سنیہ تواجد و سرود وغیرہ سے کہ اس طریقہ شریفہ کے رسوم سے ہے، پرہیز رکھا۔ اس زمانے میں آپ ایک مرتبہ نہایت علیل ہو گئے چنانچہ اس حال کو دیکھ کر آپ کی بیوی صاحبہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر آپ کی صحت کے واسطے دعا مانگنی شروع کی اور نہایت گریہ وزاری کی۔ اسی گریہ وزاری میں نیند آ گئی۔ معلوم ہوا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تم خاطر جمع رکھو، ہم کو اس شخص سے بہت کام ہیں کہ ابھی ہزاروں میں سے ایک کام بھی سرانجام نہیں ہوا ہے۔ اس کے بعد پھر آپ جلدی صحت یاب ہو گئے۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ سے شوق طواف بیت اللہ و حج و زیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین کئے رکھتا لیکن بوجہ اپنے والد بزرگوار کی کبرسنی اور ضعیفی کے ان کی خدمت سے علیحدگی پسند نہ فرماتے تھے۔ آخر کار بمشیت ایزدی ۱۰۰۷ ہجری میں حضرت کے والد ماجد نے انتقال فرمایا اور آپ ۱۰۰۸ ہجری میں بارادہ حج متوجہ سفر ہوئے۔ جب دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے (جو حضرت کے دوستوں میں تھے)، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی اور ان سے ملنے کی ترغیب دلائی۔ چونکہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نسبت علیہ نقشبندیہ کا بہت شوق تھا، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت بشاشت سے ملے اور ارادہ و قصد دریافت فرمایا۔ حضرت نے اپنا عزم ظاہر کیا۔ اگر چہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت دیر آشنا تھے مگر یہاں اپنی عادت سے تجاوز کر کے فرمایا: اگر چہ عزم بہت مبارک ہے لیکن اگر چند روز کم از کم

مہینہ یا ہفتہ اس جگہ فقراء کے پاس قیام کرو تو کیا حرج ہے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے حسب الارشاد ایک ہفتہ رہنا اختیار کیا۔ ابھی صرف دو ہی روز گزرے تھے کہ آپ کو شوق انابت واخذ طریقہ غالب ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فی الفور بلا استخارہ داخل طریق کیا اور خلوت میں لے جا کر توجہ شروع کی چنانچہ اسی وقت حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا دل ذاکر ہو گیا اور حلاوت ولذت پیدا ہو گئی۔ پھر وہ معاملے پیش آئے کہ دیکھنے سننے میں نہیں آئے اور عرصہ قلیل دو ماہ چند روز میں تمام نسبت نقشبندیہ بالتفصیل حضرت کو حاصل ہو گئی۔

انہی ایام کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی علو استعداد دیکھ کر آپ کو خلوت میں طلب کیا اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ جب مجھ کو حضرت خواجہ خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم ہندوستان جاؤ وہاں تم سے یہ طریقہ جاری ہو گا۔ میں نے اپنے میں اس کی قابلیت نہ پا کر عذر کیا تو انہوں نے استخارہ کے لئے فرمایا۔ استخارہ میں مجھے معلوم ہوا کہ گویا ایک طوطی ایک درخت کی شاخ پر بیٹھی ہے میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جائے تو مجھ کو سفر ہندوستان میں کشائش ہو گی۔ چنانچہ بمجرد اس خیال کے وہ طوطی میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ صبح میں نے یہ خواب حضرت خواجہ ایکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیان کیا انہوں نے سن کر فرمایا: طوطی ہندوستانی جانوروں میں سے ہے۔ ہندوستان میں تم سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہو گا کہ جہان اس سے روشن ہو گا اور تم بھی اس سے بہرہ یاب ہو گے۔ اس کے بعد جب میں سرہند میں پہنچا واقعہ میں معلوم ہوا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تم قطب کے پڑوس میں آ کر ٹھہرے ہو اور اس قطب کا حلیہ بھی دکھایا۔ صبح اٹھ کر میں اس جگہ کے درویشوں سے ملا لیکن کسی میں وہ قابلیت نہ پائی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ بات بعد از اں ظہور میں آئے گی۔ چنانچہ جب تم کو دیکھا تو وہی حلیہ پایا اور یہ معاملہ تمہارا ہی سمجھا۔ غرض کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت حصول دولت کمال وتکمیل عطا فرما کر سرہند رخصت فرمایا۔ تھوڑا عرصہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سرہند میں مقیم رہے پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب کی مرتبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت ارشاد وافادہ طلاب عطا فرمائی اور خاص خاص اصحاب تربیت کے لئے حضرت کے سپرد کئے اور خلعت خلافت عطا فرما کر رخصت کیا۔

حضرت سرہند پہنچ کر تربیت وتہذیب میں مشغول ہوئے اور یہاں تک اثر ہوا کہ سالہا سال کا کام گھڑی اور ساعت میں ہو جاتا اور خلق خدا مور وملخ کی طرح آپ کے گرد ہو گئی۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خط شوق ملاقات میں پہنچا۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے ہی دہلی روانہ ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف

آوری کی جب خبر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو کابلی دروازہ تک پا پیادہ مع خدام استقبال کو تشریف لائے اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو باعزاز تمام لے گئے اور اپنے سامنے سر حلقہ بنا کر اپنے جمیع اصحاب کو تاکید کی کہ ان کے روبرو کوئی میری جانب متوجہ نہ ہوا کرے اور نہ کوئی میری تعظیم کیا کرے بلکہ سب انہیں کی طرف متوجہ رہا کریں۔ اس حکم کی تعمیل میں جو بعض کو متامل پایا تو فرمایا: میاں شیخ احمد آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ستارے ان کی روشنی میں گم ہیں۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے واسطے دعا و توجہ ترقی مقام چاہی تھی اور فرمایا میاں احمد مکمل مردوں اور محبوبوں سے ہیں۔ ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت امام کی مانند آج زیر فلک کوئی نہیں ہے پھر فرمایا: بعد صحابہ و کمال تابعین و مجتہدین ان کی مانند گنتی کے اخص خواص گزرے ہیں اور فرمایا: میں نے تین چار سال میں پیری نہیں کی بلکہ کھیل کیا ہے مگر الحمد للہ میرا کھیل اور دکانداری رائیگاں نہیں گئی کہ ایسا شخص ظاہر ہوا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی سرگرمی تربیت طالبان اسی وقت تک رہی جب تک کہ میرا معاملہ انتہا کو نہیں پہنچا اور جب میرے کام سے فارغ ہو گئے تو معلوم ہوتا تھا کہ مشیخت سے اپنے کو علیحدہ کر لیا اور طلاب کو میرے سپرد کر دیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ تخم بخارا اور سمرقند سے لا کر ہند میں بولا۔ تیسری مرتبہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سرہند سے دہلی تشریف لائے تو حضرت خواجہ سے ملاقات کے واسطے حاضر ہوئے۔ تب حضرت خواجہ نے فرمایا: ضعف بدن بہت معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے کہ اب حیات کم ہے اور اپنے دونوں صاحبزادوں کو خواجہ عبید اللہ و خواجہ عبد اللہ کو کہ اس وقت شیر خوار تھے، طلب فرما کر اپنے روبرو توجہ کرائی بلکہ ان کی والدہ کو بھی غائبانہ توجہ کرائی۔ اس کے بعد جب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ وطن کو واپس تشریف لے گئے پھر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ سرہند پہنچ کر حضرت امام نے چند یوم اقامت فرمائی۔ بعد ازاں لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں کے تمام اصاغر و اکابر علماء و فضلاء داخل طریقہ ہوئے اور صحبت حلقہ سرگرم ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وفات لاہور میں پہنچی اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ باضطراب تمام دہلی روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر عزا پرسی صاحبزادگان و پیر بھائیوں کی کی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب نے آپ کا تشریف لانا نعمت سمجھا اور حاضر حلقہ و مجلس ہوا کرتے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ بھی بحکم وصیت پیر بزرگوار و التماس یاراں دلفگاراں کے احوال پر بدل توجہ کرتے تھے۔ گویا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں جو طراوت و تازگی تھی حضرت کی تو حیات کی برکت سے از سر نو شروع ہو گئی۔

اسی اثناء میں اکبر بادشاہ کی بے دینی اور از حد گمراہی سے سلطنت کے اکثر سلیم الطبع اراکین مثل

خانخانان سیّد صدر جہان خان اعظم وغیرہم (جن کو کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت و بیعت کا شرف بھی حاصل تھا) سلطان کی ان کی قبیح حرکات سے سخت ناراض تھے چنانچہ سلطان کا ارتداد حد سے بڑھ گیا اور اسلام کے اصول پر کھلم کھلا حملے شروع کئے اور اپنے نئے دین کی بنیاد ڈالی جس کا نام دین الٰہی رکھا گیا اور ابوالفضل و فیضی جیسے مصاحبوں کی مدد سے اپنے آپ کو نبی ظاہر کرنے لگا اور دعویٰ میں من گھڑت قرآن بھی پیش کیا۔ تو بعض نیک اندیش و پاک طینت امراء حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جمع ہو کر حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے گزارش کی کہ ہم کو اس بلائے عظیم سے نجات دلائیں۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ حمیت دین کی وجہ سے بادشاہ پر نہایت آشفتہ حاضر ہوئے اور کھلم کھلا پیغام بھیجا کہ تم اس دعویٰ سے توبہ کرو اور از سر نو اسلام کی تجدید کرو ورنہ غضب الٰہی کا انتظار کرو۔

سلطان اکبر کو اختر شناسوں اور نجومیوں سے اپنے زوال سلطنت کی خبر مل چکی تھی اور بزرگوں نے بھی خبریں دے رکھی تھیں اور خود بھی ایک وحشت ناک خواب دیکھ چکا تھا اور وہ خواب یہ تھا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ شمال کی جانب سے (سرہند پایہ تخت سلطان سے شمال کی جانب ہے) ایک ایسی تیز ہوا چلی ہے جس سے وہ بمعہ تخت اوندھا گرا ہے۔ اس خواب کی ہیبت سے ایسا بیمار ہوا کہ سات روز تک زبان بند رہی۔ آخر ہفتہ کے بعد زبان کھلی تو سلطان نے حکماء سے کہا کہ بیماری تو مجھے کوئی نہیں ہے لیکن میں نے یہ خواب دیکھا ہے جس کا خوف میرے دل پر غالب آ گیا اور میرا یہ حال ہوا۔ اختر شناسوں اور معبروں نے اس واقعہ سے مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وجود مسعود کی خبر دی۔ ان تمام واقعات سے بادشاہ کے دل میں خوف چھایا ہوا تھا۔ ان وجوہات سے اس نے بپاس خاطر امراء آئین اکبری میں صرف اس قدر نرمی کر دی کہ سجدہ زبردستی کرانا بند ہو گیا اور مذہبی آزادی ہو گئی کہ جو شخص چاہے دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قائم رہے اور جو چاہے دین الٰہی (اکبر کا نیا) دین میں داخل ہو اور ایک دن مقرر کیا گیا کہ لوگ ایک فریق کو بخوشی قبول کر لیں۔ اس مقررہ دن پر دو وسیع ڈیرے نصب کئے گئے۔ ایک کا نام بارگاہِ محمدی اور دوسرے کا نام بارگاہِ اکبری رکھا گیا اور دونوں فریقوں کے لوگ اپنے اپنے ڈیروں میں جمع ہونے لگے۔ اس معاملہ کی خبر جب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو فرمایا غضب الٰہی بادشاہ پر نازل ہونے والا ہے۔

چنانچہ جب دونوں طرف کے لوگ جمع ہو چکے اور کھانے میں مصروف ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی بھیجا جس نے آپ کے ارشاد کے مطابق بارگاہِ محمدی کے گرد ایک لکیر کر دی اور بارگاہِ اکبری کی طرف حضرت کی دی ہوئی ایک مشت خاک پھینک دی جس سے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ (۸:۱۷) کی شان ظاہر ہوئی کہ اسی وقت ایک طوفان گرم ہوا کا ایسا نمودار ہوا جس سے بارگاہِ اکبری کا سب کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔

قناتیں وشامیانے سب گر پڑے۔ دریچہ کے تختے بھی ٹوٹ گئے۔ آن کی آن میں ڈیرہ کی میخیں اکھڑ گئیں۔ بادشاہ کے سر میں ایک تختہ ایسا کاری لگا جس سے اکبر بادشاہ کو سات زخم آئے، بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔ غرض ایک ہفتہ تک یہ طوفان رہا اور مرتدین سب ہلاک ہو گئے۔ بارگاہ محمدی حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی دعا وتوجہ سے بالکل محفوظ رہی۔ بادشاہ بھی اسی طوفان کے دوران میں راہی ملک بقا ہوا اور ہزاروں آدمی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ خان جہان لودھی، سکندر خان، دریا خان، مرتضیٰ خان، بہادر خان، دلیر خان وغیرہم و دیگر امراء وارا کین انہی ایام میں داخل طریق ہو کر فیضیاب ہوئے تھے۔ اب حضرت کے کمالات اور شان قیومیت کا شہرہ آفاق ہوا اور جوق در جوق لوگ حضرت کے حلقہ غلامی سے سرفراز ہونے لگے۔ ہند، سندھ، خراسان، ماوراء النہر، بدخشاں، بخارا، شام وغیرہ جہاں کے کل جانب سے علماء ومشائخ حضرت کے آستان فیض نشان کی طرف متوجہ ہوئے۔

سلطان بدخشاں کے مقرب حضرت شیخ طاہر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے اور راستہ میں چند علماء کبار کو بھی ہمراہ لیتے آئے۔ ان میں سے شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہفتہ خدمت میں رکھ کر خلافت وقطبیت سے مشرف فرمایا۔ وطن میں پہنچ کر ان کو قبولیت عظیم ہوئی اور ہزاروں آدمی حلقہ غلامی میں داخل ہو کر سعادت دارین سے بہرہ یاب ہوئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا قاسم علی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی منصب خلافت عطا فرما کر علاقہ ماوراء النہر میں بھیجا۔ اس جگہ کے ہزاروں لوگ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوئے۔ توران کا بادشاہ عبداللہ خاں ازبک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کا از حد معتقد تھا اور کوئی کام ان کے حکم اور مشورے بغیر نہیں کرتا تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے عرائض غلامانہ بھیجتا اور خانقاہوں کے مصارف سلطان عبداللہ خاں کی سرکار سے ملتے تھے۔ اسی سال حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرما کر علاقہ دکن میں بھیجا۔ جہاں ان کو قبولیت عظیم ہوئی۔ ان کے حلقہ مراقبہ میں اس قدر انبوہ ہوتا تھا کہ چار چار سو سوار ہوتے تھے اور پیادوں کا شمار نہ تھا۔ لوگ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایسے گرویدہ تھے کہ سلطان ہند کو اپنی سلطنت کا خوف پیدا ہو گیا تھا۔ اسی موقع پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ستر آدمی خاص خاص اہل ارادت ملک ترکستان وقبچاق میں بھیجے کہ تبلیغ اسلام کریں اور چالیس اشخاص ایسے ہی خاص خاص بزرگ ہستیاں جن کو منصب خلافت بھی عطا فرمایا تھا ملک عرب، یمن، شام، روم کو روانہ فرمایا جن کے سردار حضرت مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر فرمایا۔ یہ سب اپنے اپنے ملکوں میں پہنچ کر مرجع ہدایت خلق خدا ہوئے۔

ہدایت ورشد کا نور ایک عالم پر محیط ہو گیا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ تمام دنیا میں پھیل گیا۔ اسی سال

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کو منصب خلافت عطا فرما کر سلطانی لشکر کی ہدایت کے لئے لشکر میں بھیجا۔ اکبر کے بعد سلطان جہانگیر اس کا بیٹا تخت نشین ہوا اور اس نے باپ کی طرح لوگوں سے سجدہ بھی کروانا شروع کیا اور انہی رسوم و آئین کو رواج دینا شروع کیا۔ اس کے وزیر و مدار المہام دین متین کے دشمن تھے اور نور جہاں بیگم جو شیعہ ملت کی تھی اور بادشاہ کی چہیتی بیوی تھی اس کے رعب سے شیعہ ملت کو ترقی ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت بخش کر نہایت تاکید فرمائی کہ تمہارا فوج میں پہنچ کر ٹھہرنا نہایت ضروری ہے۔ تم کو وہاں بڑی قبولیت ہو گی اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو استقامت رکھیں۔ شیخ کو فوج میں پہنچ کر قبولیت عظیم ہوئی۔ ہزارہا لوگ فیض یاب ہوئے۔ ہجوم اس قدر ہونے لگا کہ امراء کو بھی زیادہ زیارت مشکل سے ہوتی تھی اس وجہ سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسد و دشمن پیدا ہو گئے اور مختلف قسم کے الزام مشہور کئے۔ اسی اثناء میں وزیر اعظم آصف جاہ کے پدر نواب اعتماد الدولہ کی جانب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کے واسطے سفارشی چٹھی لکھی۔ اس چٹھی میں القاب ایسا خفیف لکھا' جیسے کمتر درجہ کے مکتوب الیہ کو لکھا جاتا ہے۔ نواب نے وہ کام تو کر دیا اور اس بات کا خیال بھی نہ کیا لیکن اس چٹھی پر کہیں وزیر اعظم کی نظر پڑ گئی، دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گی اور در پردہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا دشمن بن گیا اور ہمیشہ درپے آزار رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دن موقع پا کر اس نے بادشاہ جہانگیر سے اس طرح سلسلہ سخن کا ہلایا اور کہا سرہند میں شیخ احمد نام دعویٰ تجدید ہزار سال کرتا ہے اور اس کے پاس ایک لاکھ سوار زرہ پوش موجود ہیں۔ ایران، توران، بدخشاں وغیرہ ولایتوں کے فرماں رواؤں نے اس کی مریدی اختیار کر لی ہے۔ اس کے خلفاء دنیا کے تمام ممالک محروسہ میں پہنچ گئے ہیں۔ ہر ایک نے ہزاروں مرید جمع کر لئے ہیں چنانچہ اس کے ایک خلیفہ شیخ بدیع الدین نے یہاں لشکر شاہی میں بھی اپنا سکہ جما لیا ہے۔ کل ارکان سلطنت نے اس کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ کے دل میں ہوس دولت و داعیہ سلطنت ہے۔

یہ باتیں وزیر بادشاہ سے کر چکا تو شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے ہندوستان کے تمام علاقوں میں جاسوس مقرر کئے گئے تاکہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کی اطلاع ہر وقت جہانگیر کو پہنچتی رہے۔ انہی ایام میں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے رفض و روافض یعنی اہل شیعہ کے رد میں مکاتیب و رسالے لکھ کر جابجا مشتہر کئے تھے اور چونکہ نور جہاں بیگم بادشاہ زادی شیعہ مذہب تھی اور اس کا اختیار بھی بہت کچھ تھا اور وزیر اعظم دیگر اراکین میں سے بھی شیعہ تھے اس لئے وہ سب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی جان و آبرو کے دشمن ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب بادشاہ کے سامنے پیش کیا جو کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا تھا (طول مضمون کے لئے یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ دیکھو مکتوب جلد اول، مکتوبات

امام ربانی) اصل میں اپنے واقعہ جس سے پہلے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب تک میری تربیت جمالی طور سے ہوئی ہے اب خدائے تعالیٰ کی مرضی مبارک جلالی طور پر کرنے کی ہے۔ انہی ایام میں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو القاء ہوا کہ جب تک آپ اپنے نفس پر تکلیف نہ گوارا کریں گے دین متین کی تجدید اور کفر و بدعت کی ظلمت کا سنت نبوی سے تبدیل ہونا اور اسلام کا رونق پانا ممکن نہیں۔ خلق خدا نعمت سے محروم رہے گی۔ انبیاء علیہم السلام کی سنت کے مطابق دین کی خاطر تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کرو۔ اولوالعزم نبی جو ہزار سال کے بعد مبعوث ہوتے رہے ان کے لئے کفار سے جہاد کرنا اور ان کے ہاتھوں سے تکلیفیں اٹھانا لازم تھا چنانچہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس القاء کے بعد اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور تکلیف و ریاضت پر کمر ہمت باندھ لی۔

الغرض! جب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد اس قدر وسعت پذیر ہوا اور حضرت کے خلفاء جا سوسوں میں پھیل گئے اور امراء وار اکین جوق در جوق حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ بدیع الدین کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اہل تشنیعہ و روافض کی مخالفت میں رسائل لکھے، تو وزیر اور اکثر اراکین جو شیعہ تھے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے درپے آزار ہوئے اور سلطان کو بھی اپنی سلطنت کا اندیشہ انہوں نے دلایا پس ایک دن وزیر نے موقع پا کر وہی مکتوب (نمبرا) سلطان کے آگے پیش کیا اور کہا کہ شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل بتاتا ہے اور اپنا مقام ان کے مقام سے برتر کہتا ہے۔

یہ دیکھ کر سلطان نے امراء وار اکین کو جمع کیا اور مشورہ کیا۔ مختلف رائیوں کے بعد وزیر کی رائے پر اتفاق ہوا کہ جو جو امراء حضرت کے مرید ہیں ان کو بے خبر تنخواہیں بڑھا کر دور دور علاقوں میں تبدیل کر دیا جائے۔

اس کے بعد حضرت امام کو ظاہری دلاسا و مدارات سے بادشاہ کے حضور میں بلایا جائے جب یہاں آئیں تو شاہ اکبر کے رسوم و آئین کی اطاعت کا حکم کیا جائے مثلاً سجدہ وغیرہ۔ اگر منظور کریں تو بہتر ورنہ نظر بند رکھا جائے اگر حضرت کے مرید نظر بند رکھنے سے شورش نہ کریں تو ہم ان سب کو حضرت کے قتل کی دھمکی دیں گے اور اگر وہ مخالفت پر کمر باندھیں تو ہم ان کے پیر کو بمعہ خلفاء کے قتل کر ڈالیں گے اور جب تک بیرونی ولایتوں کے خلفاء اپنی کمکوں اور فوج کے ہند میں پہنچیں تب تک ہم اپنا انتظام ٹھیک کر لیں گے۔ ہم باہر سے آنے والے خلفاء وغیرہم کے واسطے حضرت مقتول کے نام پر مدارات و مہمانداری کا سامان مہیا رکھیں گے اور چند واجب القتل آدمیوں کو تیار رکھیں گے اور ان پر حضرت کے قتل کا الزام لگا کر قصاص میں قتل کر ڈالیں گے۔

وزیر کی یہ تدبیر بادشاہ نے پسند کی اور دوسرے دن علی الصبح امراء کو دربار میں طلب کیا جو آنجناب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے مثلاً خانخانان اعظم، خانِ جہان لودھی، ترتیب خاں، سیّد صدر جہاں، اسلام خان، قاسم خاں، سکندر خاں لودھی، جہارسی خان، مہابت خاں، مرتضیٰ خاں، دریا خاں وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک کو

الگ الگ علاقے کی گورنری پر مقرر کر کے روانگی کا حکم دیا۔

جب ان سب امراء کے اپنے اپنے علاقوں میں پہنچنے کی رپورٹ بادشاہ کو دربار میں موصول ہو چکی تو سلطان نے ایک اشتیاقی خط حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس مضمون کا لکھا کہ ہم کو زیارت کا شوق ہے اس لئے حضور تشریف لائیں اور حاکم سرہند کے نام حکم بھیجا کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر ہمارا خط پہنچاؤ اور حضرت کو شاہی درگاہ میں بآرام پہنچاؤ۔ حکم سلطانی تھا کہ حضرت کے متعلقین اور کل مرد خلیفے کیا مخدوم زادے سب کے سب ساتھ آئیں۔ ایک بھی شخص پیچھے نہ رہے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے بموجب حکم شاہی سفر کی تیاری فرمائی اور مخدوم زادگان عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ و خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کو کوہستان کی طرف روانہ فرمایا۔ اپنے ساتھ لے جانا مصلحت خیال نہ فرمایا۔ رخصت کے وقت کل خاندان کو تسلی اور دلاسا دیتے رہے اور صبر وتحمل کی وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا: ہم پر ایک سال تکلیف رہے گی۔ اس کے بعد مشقت راحت سے بدل جائے گی اور عسر یسر کا رنگ لائے گی۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پانچ ہزار مخلص یار تھے اور ایک ہزار چھ سو خلیفے تھے۔ جب قریب لشکر شاہی کے پہنچے تو بادشاہ نے تمام امراء وارا کین کو استقبال کا حکم دیا اور آپ کے لئے ایک خیمہ خاص اور مخلصین وخلفاء کے لئے بھی بہت الگ الگ خیمے لگوا دیئے۔ وزیر نے بادشاہ کی ملاقات کا وقت ایسا مقرر کیا کہ جس وقت میں علی العموم بادشاہ غضب ناک ہوا کرتا تھا کیونکہ بادشاہ کے خارجی اوقات کے دو حصے تھے ایک جس میں شراب خوری اور عیش ونشاط کا وقت تھا۔ دوسرا غضب وغصہ کا جس میں خلق خدا پر طرح طرح کے ظلم وستم ہوا کرتے تھے۔

ملاقات کے وقت حضرت سیدھے تشریف لے گئے۔ سجدہ تو کرنا ہی نہ تھا آپ نے لفظ سلام بھی زبان مبارک سے نہ نکالا۔ بادشاہ نے تو حضرت کی اس وضع پر کوئی خیال نہ کیا لیکن وزیر نے بگڑ کر بادشاہ سے کہا کہ حضور یہ شخص اپنے آپ کو کل انبیاء علیہم السلام سے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل بتاتا ہے اور اپنے مقام کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے برتر کہتا ہے۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جو افضل الناس بعد الانبیاء ہیں افضل جانے وہ دائرہ اہل سنت و جماعۃ سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ کوئی اپنے تئیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل جانے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ فقیر کتاب وسنت کی مخالفت کرے اور اپنے تئیں انبیاء علیہم السلام کے برابر یا ان سے بہتر کہے حالانکہ اصول صوفیاء سے ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو سگ فرنگ سے بہتر جانے اس پر خدا کی معرفت حرام ہے اور جس عبارت سے لوگ یہ مطلب سمجھے ہیں وہ سیر عروج کا حال ہے کہ اکثر صوفیاء کو ابتداء حال میں مقامات اکابر میں واقع ہوتی ہیں اور پھر اپنے اصلی

مقام پر آجاتے ہیں مثلاً دربار شاہی میں کہ ہر ایک امیر وزیر کی جگہ مقرر ہے۔ اگر سلطان کسی شخص کو مصلحتہً اپنے پاس ذرا سی دیر کے واسطے طلب فرمائے اور اس سے سرگوشی کر کے پھر اس کو واپس کر دے چونکہ وہ شخص تمام اراکین سلطنت کے مقام پر ہوتا ہوا آئے گا تو اس سے یہ ضرور نہیں کہ وہ شخص ان کا ہم رتبہ و ہم درجہ ہو گیا۔ یہی حال اس عروج باطنی کی سیر کا ہے۔ علاوہ میں نے اس مکتوب میں لکھا دیکھا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس مقام کے عکس سے رنگین پایا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی چیز عکس آفتاب سے روشن ہو جائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ چیز آفتاب ہو گئی۔ زمین ہر روز آفتاب سے روشن ہوتی ہے مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ زمین آفتاب ہو گئی۔ غرض کہ حضرت نے جوابات معقول سے بادشاہ کی تسلی کر دی۔

وزیر اور دیگر روافض نے دیکھا کہ ہماری چال نہ چلی تو بادشاہ کو حضرت کے سجدہ و آداب شاہانہ بجالانے کی طرف متوجہ کیا۔ اس پر بادشاہ نے فرافروختہ ہو کر حضرت سے کہا کہ آپ آداب سلطنت کیوں نہیں بجا لائے اور سجدہ نہیں کیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اب تک خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے سامنے اس قسم کے آداب نہیں کئے جو شریعت کے خلاف ہوں اور چونکہ سجدہ کی مستحق سوائے خدائے وحدہ لاشریک کے اور کسی کی ذات نہیں اس لئے مخلوق کو سجدہ حرام ہے لہٰذا میں نے اسی لئے سجدہ نہیں کیا اور سلام اس لئے نہیں کیا کہ میں جانتا تھا کہ آپ جواب نہیں دیں گے اور ترک جواب سے خاطی ٹھہریں گے۔ یہ جواب سن کر بادشاہ نے پھر آپ کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا اور ملا عبدالرحمن مفتی سے فتویٰ طلب کیا۔ ملا صاحب نے کہا کہ حفاظت جان کے لئے سجدہ کرنا جائز ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: اے ملا یہ فتویٰ تم لوگوں کے لئے ہے نہ کہ ہمارے لئے اور فرمایا انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے راہ حق میں جانیں دے دی ہیں۔ میں بھی جان دینے پر تیار ہوں تاکہ ان کی سنت پوری ہو۔ جب بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے تو حکم دیا کہ مجھے آپ سے شرم آتی ہے لیکن میری زبان سے نکل چکا ہے اور میرا حکم کبھی ضائع نہیں ہوا۔ میں سجدے کی تکلیف آپ سے اٹھاتا ہوں۔ صرف سر کو خم کر دیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سر کو خم کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ بادشاہ نے دو تین خاص مقربوں کو حکم دیا کہ آپ کا سر مبارک پکڑ کر خم کر دیں تاکہ جلدی رخصت کیا جائے۔ ان لوگوں نے حضرت کا سر مبارک پکڑا اور خوب زور لگایا لیکن حضور کے سر میں ذرا بھی حرکت نہ آئی اور روئے توجہ آسمان کی طرف رہا۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت کو چھوٹے دروازہ سے گزارو تاکہ اندر داخل ہوتے وقت خود بخود جھک جائیں۔ وہی رسم آداب شمار کی جائے گی لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس دروازہ سے گزرنے لگے تو پہلے پاؤں مبارک نکالے اور سر پیچھے کی طرف جھکا کر داخل ہوئے۔

وزیر نے جھٹ موقع پا کر بادشاہ سے کہا دیکھا حضرت کا مدعا ہے کہ تیرے تاج و تخت کو پاؤں سے پامال

کروں گا۔ جب حضور کے روبرو یہ حال ہے تو باہر جا کر خدا جانے کس قدر فتنہ کا باعث ہوں گے۔ اس سے بہتر کوئی موقع نہیں ہے کہ اب فوراً ان کو قید کرلیا جائے۔ یہ سن کر بادشاہ نہایت برانگیختہ ہوا اور قید کا حکم دے کر آپ کو اہل دربار سے ایک بہت بڑے امیر کے سپرد کیا مگر اس امیر کے دل میں آپ کے اس استقلال سے عقیدت پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے عرصہ قید میں حضرت کی عزت وحرمت کا خیال رکھا اور حضور کے غلاموں اور خلفاء کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچنے دی اور خود بھی بیعت سے مشرف ہو کر صبح وشام اور لوگوں کے ساتھ حلقہ ومراقبہ میں شامل ہوتا رہا۔ باعقیدت لوگ کھلم کھلا حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ نے حضرت کو گولیار کے مضبوط قلعہ میں بھجوادیا اور داروغوں اور افسروں کو بتاکید حکم دیا کہ جس قسم کی سختی پہنچا سکیں حضرت کو اور ان کے ہمراہیوں کو پہنچائیں۔

جب حضرت بحکم شاہی بمعہ اپنے ہمراہی وخلفاء کے قلعہ گوالیار میں بھیجے گئے اور افسر اور داروغے حضرت پر اور آپ کے ہمراہیوں پر سختی کرنے لگے تو حضرت کے خلفاء غضب ناک ہوئے اور افسروں سے کہہ دیا کہ ہم بادشاہ کی قید میں نہیں ہیں، بادشاہ کون ہے جو ہم کو قید کرے، ہم اپنے شہنشاہ مطلق کے حکم سے کسی خدمت کے لئے یہاں بھیجے گئے ہیں۔ اگر ایسا کرو گے تو ہم اینٹ پر اینٹ بجا کر قلعہ کی دیواریں پھاند جائیں گے اور تمہارے شاہی کارخانہ کو درہم برہم کردیں گے اور ایسے ہی دیگر خوارق وکرامات ظاہر ہونے لگے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ امور ناگوار گزرے اور ناراض ہو کر فرمایا: کیا فقیر میں ان کرامات کے اظہار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم تو اس جگہ ظلم واذیت پر صبر وتحمل کرنے پر مامور ہیں۔

بس اس قسم کے اخلاق کریمانہ نے افسروں کے دل پر تاثیر اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طریق معاشرت ار مہربانہ سلوک اور مالک حقیقی کی رضا پر راضی ہونے کی صفات سے گرویدہ ہو کر داروغے اور قلعہ کے سب چوکیدار وغیرہم نے حضرت سے عفو تقصیرات کی معافی چاہی اور داخل طریق ہو کر ذکر ومراقبہ کے حلقوں سے فیض یاب ہونے لگے۔

حضرت کے انکسار کا یہ حال تھا کہ انہی قلعہ کے محافظ افسروں میں سے ایک نے آپ کی قید کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ہمارے عمل بد اس کا سبب ہوئے اور پڑھا اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ (۴۲:۳۰) اور اپنے ہمراہیوں کو بھی اس امر کی ہدایت فرماتے تھے کہ عجب عمل صالح کو ایسے نابود کر دیتا ہے جیسے لکڑی کو آگ۔ انہی ایام میں جو مکاتیب حضرت نے اپنے غلاموں کو تحریر فرمائے نہایت عجیب وغریب نصائح کا نمونہ ہیں۔

جس وقت خانخانان خان اعظم، سیّد صدر جہاں لودھی، سکندر خان وغیرہ ودیگر امراء نے حضرت امام

ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تکلیف قید کی خبر سنی تو نہایت بے قرار ہوئے اور بغاوت پر تیار ہوئے۔ سب نے آپس میں خط وکتاب کی اور سب متفق ہو کر مہابت خان کو جو کابل کی گورنری پر متعین تھا اپنا سرکردہ تسلیم کیا اور اس کو فوج اور خزانے سے امداد دی۔ مہابت خاں نے بادشاہ ہند کی اطاعت سے سر پھیر لیا اور بادشاہان بدخشاں، خراسان اور توران سے امداد لے کر شاہ جہانگیر پر فوج کشی کی اور خطبہ وسکہ سے بادشاہ کا نام نکال دیا۔

ادھر بادشاہ نے یہ خبر پا کر بمشورہ وزیر ایک ہزار معتمد افسر وزیر کے بھائی کے تحت قلعہ گوالیار پر متعین کئے اور پہلے قلعدار کو بھی تاکیدی حکم بھیجا کہ احتیاط اور قید میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھے۔ پہلا قلعہ دار تو مع اپنے دیگر محافظوں کے حضرت کی غلامی میں آ چکا تھا۔ ادھر وزیر کا بھائی مع اپنے ایک ہزار افسروں کے پہنچ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوا اور مقلب حقیقی نے ان کے دلوں کو حضرت کی جانب پھیرا اور ان کی چشم بصیرت کھلی اور وہ سب کے سب ایسے فریفتہ ہوئے کہ حضرت کی غلامی کو ایک غیبی عطیہ سمجھا اور بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ سرکار خاطر جمع رکھیں، ہم حفاظت میں پوری احتیاط کریں گے۔ ادھر بادشاہ نے امراء کو کہلا بھیجا کہ بغاوت سے باز آؤ ورنہ ہم تمہارے پیر کو قتل کر ڈالیں گے۔ باغی امراء کو حضرت کی زبانی معلوم ہو چکا تھا کہ بادشاہ حضرت پر قید سے زیادہ ظلم نہیں کر سکے گا۔ ادھر حضرت کے تصرف سے کل قلعہ کار پرداز مرید ہو چکے تھے۔ امراء کو اس امر کی بھی خبر پہنچ چکی تھی اس لئے انہوں نے بادشاہ کی دھمکی کی کچھ بھی پروانہ کی۔ بادشاہ ایک لشکر عظیم لے کر مہابت خاں کے مقابلہ میں عازم کابل ہوا۔ بادشاہ کی مہابت خاں کے ساتھ جنگ کی مصروفیت دیکھ کر ہندوستان کے کل امراء نے اتفاق کر کے انحراف کیا اور ملک پر قبضہ کر لیا اور شاہی طرف داروں کو برطرف کر دیا اور حضرت کی خدمت میں استدعا کی کہ حضرت تشریف لا کر ہماری شاہی مسند کو قبول فرمائیں۔

حضرت نے امراء کی درخواست کے جواب میں ارشاد فرمایا مجھے سلطنت کی ہوس نہیں ہے اور میں تمہارے اس فتنہ وفساد کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے جو قید کی تکلیف اٹھائی وہ اور کام کے لئے ہے۔ جب وہ کام پورا ہو جائے گا میں خود بخود تمہاری کوشش کے بغیر ہی قید سے رہا ہو جاؤں گا۔ یہ فساد میرے کام کا ہارج ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ تم بغاوت سے باز آؤ اور فوراً اپنے بادشاہ کی اطاعت قبول کرو۔ میں بھی ان شاء اللہ جلدی ہی قید سے رہا ہو جاؤں گا۔

ادھر مہابت خاں بادشاہ کے ساتھ مقابلے پر تھا اور دونوں فوجیں دریائے جہلم کے کنارے پر خیمہ زن تھیں۔ مقابلہ کے وقت مہابت خاں نے ایسی ہیئت بنائی گویا وہ ہیبت زدہ ہو کر فرار ہو رہا ہے بادشاہی لشکر میں جو لوگ حضرت کے مرید تھے انہوں نے مہابت خاں کی زیارت کرنے کے لئے مصنوعی حملہ اس پر کر دیا۔ مہابت خاں نے چکر لگا کر اپنی پراگندہ فوج کو جمع کیا اور حملہ آور شاہی لشکر مہابت خاں کی فوج میں مل گیا اور اسی

طرح بادشاہ خود بخود محصور ہو گیا۔ وزیر دریا کے دوسری طرف فوج کی درستی میں مصروف تھا۔ بادشاہ کے قید ہونے کی خبر پا کر فوراً مہابت خاں سے عذر معذرت کرنے آیا۔ مہابت خاں نے ایک نہ سنی اور وزیر کو بھی گرفتار کرلیا اور کہا اسے شریر النفس تیری ہی خباثت کا نتیجہ ہے جو حضرت کو تکلیف پہنچی۔ بادشاہ اور نور جہاں کو بھی گرفتار کرلیا۔ مہابت خاں کا ارادہ ہوا کہ ان تینوں کو قتل کرادے لیکن خدائے تعالیٰ کو ایسا منظور نہیں تھا اور بادشاہ کو بھی حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی سے فیض یاب ہونا تھا۔ اسی وقت قید خانے سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خط مہابت خاں کو ملا اور دیگر امراء ہند کی طرف سے بھی مکتوب پہنچے جس میں حضرت کے فرمان کا مضمون مندرج تھا۔ مہابت خاں نے جونہی حضرت کا فرمان پڑھا، فوراً بادشاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر خود اس کے سامنے غلامانہ وار دست بستہ کھڑا ہوا اور سوائے سجدہ کے تمام آداب سلطنت بجالایا۔ (اس واقعہ کی مختلف روایات ہیں مگر صحیح یہی ہے)۔ بادشاہ نے تخت نشین ہو کر مہابت خاں کے قصور معاف کر دیئے اور اس پر شاہانہ عنایتیں بھی کیں اور کشمیر کی طرف کوچ کر دیا۔ شاہزادہ شاہ جہاں اور نور جہاں ہر روز حضرت کے آزاد کرنے کے لئے بادشاہ کو تاکید کراتے مگر وزیر بے تدبیر آزادی کے حکم میں توقف کرادیتا۔ شاہزادہ شاہجہان ہر روز کہتا کہ حضرت امام ربانی مجدد برگزیدہ اور ممتاز اولیائے عظام میں سے ہیں۔ ان کی قید کی تکلیف سے ضرور سلطنت پر کوئی بلائے عظیم نازل ہو گی۔ وزیر ایک منحوس آدمی ہے اس کی ایک نہ سننی چاہیے۔

مگر دراصل توقف کا موجب یہ تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیر اسماء صفات جلالیت کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ جن کے سبب آپ نے قید کا گراں بوجھ قبول فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ شاہزادہ شاہجہان بھی اپنی کوشش میں فی الفور کامیاب نہ ہوا۔ شاہزادہ کو بھی حضرت کی غلامی کا فخر حاصل تھا۔

اسی لئے حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ ہم شاہجہان کا حق ادا نہیں کر سکتے اس کے حقوق سارے سلسلہ عالیہ مجددیہ پر ہیں۔ الغرض جب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت جلالی پوری ہو گئی اور وہ وقت آپہنچا کہ اللہ جل شانہٗ سنت مصطفویہ کو روشن کرے اور ملت حنفیہ کو زینت دے و دین اسلام ترقی پکڑے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو القا ہوا کہ جن اہم امور کے لئے تمہیں قید میں رکھا گیا تھا وہ ہم نے اب اپنے فضل و کرم سے پورے کر دیئے ہیں۔ اب زندان سے نکلنے کا وقت آپہنچا۔ حضرت نے فی الفور نماز شکرانہ ادا کی اور اپنے غلاموں کو یہ بشارت بھی سنائی۔ انہی دنوں میں بادشاہ کشمیر میں تھا۔ ایک رات اس قدر خوف زدہ ہوا اور دیکھتا ہے کہ حضرت امام تشریف لائے اور میرا تخت اوندھے منہ گرا۔ اس کے بعد بادشاہ کو سخت غشی کا عالم ہوا بعدہ کمزور ہو گیا اور حبس بول و دیگر امراض میں گرفتار ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر شاہزادہ شاہجہان نے بادشاہ سے کہا کہ میں نے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ آپ کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ بادشاہ نے

نادم ہو کر ایک عرضی حضرت امام ربانی کی خدمت میں لکھی جس میں اپنی تقصیرات کی معافی کی درخواست اور لشکر سلطانی میں رونق افروزی کی خواہش درج کی اور گوالیار کے افسروں کے نام احکام جاری کئے کہ فوراً حضرت کو باعزاز تمام قلعہ سے رہا کیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کی درخواست کے جواب میں لکھا کہ میرا یہاں سے نکلنا چند شرطوں پر مشروط ہے:

(۱) بادشاہ کو سجدہ کرنا بالکل بند کیا جائے۔

(۲) گاؤکشی کی اجازت عام ملک میں دی جائے اور بادشاہ اپنے ہاتھ سے ایک گائے ذبح کرے۔

(۳) ملک بھر میں جہاں جہاں مسجدیں شہید کی گئی ہیں وہ ازسرنو تعمیر ہوں۔

(۴) ایک مسجد جامع دربار عام کے مقابل بنائی جائے جس میں عام مسلمان نماز پڑھیں۔

(۵) احکام مثل قاضی مفتی محتسب شرعی قواعد کے مطابق مقرر ہوں۔

(۶) کفار سے مثل بموجب شریعت غرا جزیہ لیا جائے۔

(۷) ہر ایک خلاف شرع قانون منسوخ کیا جائے اور شریعت محمدی کے احکام رواج پذیر ہوں۔

(۸) بدعت کے کل کام مسدود کئے جائیں۔

(۹) ہندوستان بھر کے کل قیدی رہا کئے جائیں۔ اگر یہ سب شرطیں منظور ہوں تو ہم قلعہ سے نکل سکتے ہیں۔ بادشاہ کو اسی اثناء میں خواب نظر آیا کہ تیری مرضیں حضرت امام ربانی کی دعا کے سوا دور نہیں ہو سکتیں اور تیری سلطنت کو سوا آپ کی توجہ کے قرار نہیں رہ سکتا۔ خواب کے بعد بادشاہ نے کل شرائط منظور کر کے اپنے مقربوں کی ایک خاص جماعت حضرت کو لینے کے لئے روانہ کی۔ جب سرکاری اہلکاروں نے قلعہ میں پہنچ کر تمام قیدیوں کو رہائی دی تو انہوں نے نہایت زاری سے عرض کی کہ ہم حضرت کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ پس ان کو بھی حضرت کے ہمراہ رہنے کی اجازت ہوگی اور اب تک ان کی اولاد سرہند شریف میں موجود ہے۔ دیگر تمام ہند کے قیدی اسی دن چھوڑے گئے۔ حضرت قلعہ سے باہر تشریف لائے اور براہ سرہند ہمراہ لشکر سلطانی روانہ ہوئے۔ راستہ میں جو مقام آئے وہاں مسجدیں بنوانے کا حکم دیا۔ شرعی خدمات پر لائق دوستوں کو مقرر فرمایا۔ جب حضرت سرہند شریف پہنچے تو اہل شہر استقبال کو نکلے اور بہت خوشی اور مبارکباد دی۔

حضرت چند یوم سرہند شریف رہ کر پھر کشمیر کو روانہ ہوئے۔ جب کشمیر پہنچے تو بادشاہ بستر بیماری پر تھا۔ وزیر اور ولی عہد شاہجہان کو استقبال کے لئے بھیجا۔ وہ حضرت کو باعزاز تمام لشکر میں لائے اور بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے حضرت کی خدمت میں دعائے صحت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا تیری شفاء اجرائے قانون شرعیہ پر وابستہ ہے۔ بادشاہ نے کہا میں تو آپ کی سب شرطیں قبول کر چکا ہوں۔ یہ سن کر حضرت

نے تجدید وضو کے لئے لوٹا طلب فرمایا۔ خدمت گار آپ کے لئے سونے کا چلمچی لوٹا لایا۔ آپ نے فرمایا سونے کے برتن استعمال کرنے حرام ہیں۔ بادشاہ کو شرعی احکام سے اس قدر بے خبری تھی کہ حلال حرام کی تمیز نہ تھی۔ پوچھنے لگا کہ حضرت حرام کس کو کہتے ہیں؟ نور جہاں پردے کے پیچھے بیٹھی تھی اس نے بلوریں لوٹا چلمچی بھیج دی۔ آپ نے نماز پڑھ کر بادشاہ کے لئے دعائے شفا کی اور فرمایا میں دعا کرتا ہوں تو رو، شاید اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ بادشاہ نے کہا مجھے رونا تو نہیں آتا۔ میں اپنا سر عاجزی کے اظہار میں ننگا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوا اور تائب ہو کر مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے معاف فرما کر اپنی غلامی سے سرفراز فرمایا۔ اسی وقت بادشاہ نے کل ممالک محروسہ میں تاکیدی احکام جاری کئے کہ ہر ایک گاؤں اور شہر میں مسجدیں اور مکتب جاری کئے جائیں اور ہر شہر میں قاضی و محتسب شرعی مقرر ہوئے اور حکم دیا کہ سر بازار گائے کا گوشت بکے۔ ہر قسم کی بدعتیں اٹھا دی جائیں اور کفار پر جزیہ مقرر کیا۔

بادشاہ نے اپنے آپ کو سجدہ کرانے کا دستور ترک کیا۔ توبہ اور استغفار کی۔ پھر ایک گائے منگوا کر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور امراء نے بھی دربار عام کے دروازہ پر گائیں ذبح کیں اور دربار عام کے سامنے مسجد بنوائی اور اس میں خود بادشاہ مع امراء حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔ مسلمانوں میں خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اسلام نے رونق پائی اور شریعت غرا کو رواج ہوا۔ سنت نبویہ از سر نو چمکی، بدعت کی تاریکی نابود ہوئی۔

الغرض! بادشاہ نے حضرت کی دعا سے شفاء پائی تو حضرت کی جدائی گوارا نہ کی اور کمال زاری کی کہ حضرت آپ لشکر میں ہمراہ رہیں کیونکہ بادشاہ کو از حد خوف تھا اور یقین ہو گیا تھا کہ اگر حضرت سے علیحدہ ہوا تو زندہ نہیں رہوں گا۔ آپ کو بھی امر ربی ایسا ہی تھا اس لئے مجبور تھے۔ ہدایت کے لئے لشکر ہی میں اشد ضرورت تھی آپ بہر کیف لشکر شاہی میں اقامت پذیر ہوئے۔ بادشاہ سے جو گستاخیاں ہو چکی تھیں ان پر اسے بہت ندامت اور شرمساری تھی۔ ہر روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر خیریت خاتمہ کی دعا چاہتا تھا۔ آپ بھی اس کی اچھی طرح دلجمعی فرماتے اور تسلی دیتے۔ وزیر اعظم آصف جاہ نے بادشاہ کو گمراہ کرنے کے لئے نور اللہ شستری سر آمد علماء روافض کو ایران سے بلوایا مگر وہ بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا اور دیگر نصاریٰ سے آپ کا مناظرہ ہوا جس سے ان کے پادریوں کو شکست عظیم ہوئی۔ اس کے بعد بادشاہ آپ کے ہمراہ بہت مدت تک ہم سفر رہا چنانچہ مع لشکر سرہند شریف میں بھی چار ماہ رہا اور گرد و نواح ہر شہر و قصبہ میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اس کے بعد دہلی، بنارس اور اجمیر شریف پہنچ کر حضرت سلطانی لشکر سے علیحدہ ہو کر رخصت ہوئے۔ اس وقت حضرت کا سن مبارک ۶۲ سال کا تھا۔ آپ نے لوگوں پر ظاہر فرمایا تھا کہ میری عمر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سنت کے مطابق ۶۳ سال کی ہے۔ اجمیر شریف سے حضرت سرہند شریف تشریف لے گئے اور یہاں مکان میں گوشہ اختیار فرمایا اور سوا صاحبزادوں اور ایک دو خدام کے کوئی ملنے نہیں پاتا تھا اور آپ سوا جمعہ و جماعت کے باہر تشریف نہ لاتے تھے۔ ارشاد وغیرہ کا سلسلہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا تھا۔ جو شخص بیعت ہونے آتا اس کو انہیں کے پاس بھیج دیتے۔

بارہویں محرم کو حضرت نے مجمع اصحاب میں فرمایا: مجھ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ چالیس پچاس دن کے درمیان میں اس جہاں سے تم کو جانا ہوگا اور قبر کی جگہ بھی دکھلائی ہے چنانچہ اس کے بعد ۲۲ صفر کو آپ نے فرمایا: انہی ایام میں جو کمال نوع بشر کو سوا نبوت کے حاصل ہونے ممکن تھے وہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے بطفیل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمائے۔ اب حضرت پر مرض کا غلبہ شروع ہو گیا اور ضعف بڑھتا گیا۔

اس حالت ضعف و مرض میں نماز تہجد، فرائض بجماعت ادعیہ ماثورہ ذکر و مراقبہ بدستور جاری رہا تھا۔ کسی بات میں فرق نہ آیا۔ جب کبھی افاقہ ہوتا وصایا تحریض متابعت و اجتناب از بدعت و دوام ذکر کے فرماتے اور فرماتے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دانتوں سے پکڑنا چاہیے۔ کتب فقہ سے طریق کامل متابعت حاصل کرنا چاہیے۔

۲۷ صفر المظفر کی شب کو آپ نے خدام کو فرمایا: تم نے بڑی تکلیف اٹھائی، خیر آج کی رات اور بس ثلث شب کو تہجد کے واسطے اٹھے وضو کر کے نماز پڑھی اور فرمایا: یہ آخری تہجد ہے۔ صبح ہوئی تو اشراق کے بعد بول کے واسطے طشت منگوایا۔ چونکہ اس میں ریت نہیں تھی، فرمایا ریت ڈال لاؤ، بلا ریت چھینٹیں اڑنے کا اندیشہ ہے اور اسی طرح پلا پیشاب کئے آپ نے فرمایا: لٹا دو (شاید حضرت کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب وضو کی مہلت نہیں ہے) چنانچہ داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر داہنی کروٹ آپ لیٹ گئے اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں سوءِ تنفس شروع ہو گیا۔ صاحبزادوں نے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا: جو دو رکعت پڑھی ہیں وہی کافی ہیں۔ یہ کلام بھی مطابق کلام انبیاء علیہم السلام واقعہ ہوا کہ اکثر آخری کلام انبیاء علیہم السلام کی زبان پر حرف نماز ہوتا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے کوئی کلام نہ فرمایا اور اسم ذات میں مشغول ہوئے اور بعد ایک لمحہ کے جان بجانان تسلیم کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کا انتقال بتاریخ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ ہجری بمقام سرہند ہوا۔ نماز جنازہ حضرت خواجہ محمد سعید حضرت کے فرزند ثانی نے پڑھائی اور حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے فرزند اکبر کی قبر مبارک کے محاذ میں جن کا انتقال حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ہو چکا تھا، آپ کو دفن کیا۔ اس جگہ قبر بنانے کا ایک مرتبہ آپ نے اشارہ بھی فرمایا تھا۔ سبحان اللہ

حالات حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بعروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ وفرزند ثالث تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۷ ہجری میں بمقام بسی متصل سرہند شریف ہوئی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت مجھ پر نہایت مبارک ہوئی کہ ان کی پیدائش کے تھوڑی ہی مدت کے بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشرف ہوا۔ حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سن تعلیم کو پہنچے آپ کو مکتب میں داخل کیا گیا۔ وہاں مدت قلیل میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر کے دیگر علوم کے حاصل کرنے کو توجہ فرمائی۔ بچپن ہی سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ ان پر تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ بابا جلد تحصیل علم سے فارغ ہو کہ مجھ کو تم سے بڑے بڑے کام ہیں اور فرمایا: علم مبدء حال ہے۔ اس کا پڑھنا نہایت ضروری ہے اور اسی وجہ سے حضرت نے ان کو جمیع کتب معقول ومنقول بکوشش تمام پڑھائیں۔ اکثر علوم حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار اور کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اعظم سے تھے، پڑھے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی علو استعداد باطنی کی نہایت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا: محمد معصوم محبوب خدا ہے اور اسی وجہ سے ان کو نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ گیارہویں سال حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقہ فرمایا اور چودھویں سال حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ ایک نور میرے بدن سے نکلتا ہے کہ تمام عالم اس سے منور ہے اور ہر ذرہ ذرہ پر طاری ہے۔ اگر مثل آفتاب غروب ہو جائے تو تمام جہان میں اندھیرا ہو جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خواب سن کر فرمایا: تو قطب وقت ہوگا اور اس بشارت کو یاد رکھنا الحق کہ وجود حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا ہی ہوا کہ جہان آپ کے انوار وبرکات سے معمور ہو گیا۔ سولہ سال کی عمر میں آپ جمیع علوم معقول ومنقول سے فارغ ہو کر ہمہ تن متوجہ باطن ہوئے اور بغایت الٰہی اپنے والد بزرگوار کے احوال واسرار وخصوصیات سے بہرہ وافر حاصل کیا اور جملہ کمالات وخصائص میں نصیب کامل ملا تھا۔ اور منصب قیومیت بھی عطا ہوا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محمد معصوم زمرۂ سابقین سے ہے کہ جس کی شان میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝ (۵۶: ۱۳، ۱۴) فرمایا ہے۔ غرضیکہ آپ الولد سر لابیہ کے صحیح صحیح مصداق تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جب آخر عمر میں عزلت اختیار فرمائی تھی تو کاروبار ارشاد وبیعت طالبان وامامت مسجد انہیں کے سپرد کر دی تھی۔ چنانچہ بعد وفات والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کی زینت بخش مسند ارشاد ہوئے۔ قریباً

نو لاکھ آدمیوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور ان کے سات ہزار خلفاء صاحب ارشاد ہوئے۔ ایک ہفتہ میں آپ کی صحبت میں طالب کو فنا و بقاء حاصل ہو جاتی تھی اور ایک ماہ میں کمالات ولایت سے مشرف ہو جاتا تھا۔ اپنے مریدوں کو دور سے ہی فرما دیا کرتے تھے کہ تیری ولایت محمدی ہے یا موسوی یا عیسوی ہے۔ شاہ اورنگزیب بھی ان کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا اور بلا لحاظ جہاں جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت کا رعب اس قدر غالب تھا کہ بادشاہ زبانی گفتگو نہ کر سکتا تھا۔ جو عرض معروض کرنی ہوتی تھی تو تحریری پیش کرتا تھا۔ جب حضرت حج مبارک کو جا رہے تھے تو راہ میں شاہزادہ اورنگزیب ملا اور حضرت کی خدمت میں بارہ ہزار روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا اور نہایت اخلاص سے پیش آیا۔ حضرت نے اسے بشارت سلطنت دی گوہر آراء ہمشیرۂ اورنگزیب کہا کرتی تھیں کہ میرے بھائی اورنگزیب نے بارہ ہزار روپیہ کو سلطنت خریدی ہے۔ حج کے سفر میں حضرت نے عجیب عجیب واقعات دیکھے اور کمالات عظیم کو پہنچے۔ آپ صاحب تصنیف گزرے ہیں۔ کشف و کرامات آپ کی بہت مشہور ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو مرض وجع مفاصل اکثر رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی اس قدر شدت ہوئی کہ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ تب آپ نے فرمایا: اب کوئی دوا فائدہ نہ دے گی۔ حکیم مطلق نے اس سے اثر زائل کر دیا ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو الہام کیا ہے کہ معاملہ ارشاد اب انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ گویا آفرینش سے جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا ہے۔ بعد ازاں حضرت نے اپنا تمام کتب خانہ صاحبزادوں پر تقسیم کر دیا۔ دس محرم ۱۰۰۹ھ میں جمیع اصحاب و مریدوں کو جمع کر کے وصیت کی کہ میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث و اجماع امت و اقوال مجتہدین پر عمل کرنا اور فقراء خلاف شرع سے پرہیز رکھنا۔ آخر ماہ صفر میں جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہوا پھر حضرت نے عین مجمع میں فرمایا: بے اختیار یہی دل چاہتا ہے کہ بارہ ربیع الاول میں میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد پھر حضرت پر مرض کا بدرجہ غایت غلبہ ہوا۔ انتقال سے دو تین روز پیشتر حضرت نے قرب و جوار کے بزرگوں کو ایک رقعہ جس میں استدعا سلامت، خاتمہ بایں عبارت لکھا۔ فقیر محمد معصوم از دنیا میرود باید کہ بدعائے خیریت خاتمہ ممد و معاون باشد۔ سبحان اللہ

وفات سے ایک روز قبل جمعہ کا دن تھا۔ حضرت نماز جمعہ کو مسجد میں تشریف لائے۔ بعد نماز فرمایا: امید نہیں کہ کل اس وقت تک میں دنیا میں رہوں اور آپ نے سب کو پند و نصائح فرما کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ صبح کو حضرت نے بکمال تعدیل ارکان نماز ادا کی۔ بعد مراقبہ معمولہ کے اشراق پڑھی بعد ازاں آپ پر سکرات موت شروع ہو گئے۔ اس وقت آپ کی زبان جلد جلد چلتی تھی۔ صاحبزادوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم

ہوا کہ حضرت یٰسین شریف پڑھتے تھے۔ غرضیکہ دوپہر کے وقت شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ ہجری کو جان بجاناں تسلیم کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حالات حضرت شیخ عبدالاحد المشہور بشاہ گل تخلص وحدت قدس سرہ

حضرت خواجہ شیخ عبدالاحد قدس سرہ فرزند پنجم حضرت خازن شیخ محمد سعید فرزند ثانی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۴۹ ہجری میں جیسا کہ لفظ شیخ عبدالاحد جیو سے ظاہر ہوتا ہے۔ بمقام سرہند ہوئی۔ ایام طفلی ہی میں ان کے والد انہیں سب فرزندوں میں سے عزیز سمجھتے تھے اوران کے رخساروں کی شگفتگی کی وجہ سے ان کو گل کہا کرتے تھے چنانچہ اس وقت اسی نام شاہ گل سے مشہور تھے۔ بچپن ہی میں قرآن وحدیث وفقہ میں دیگر علماء پر قدم راسخ تھا۔ متبع آثار اجداد میں نہایت مستعد تھے۔ قبل بلوغت ہی سے صلوٰۃ خمسہ ونوافل کی اس قدر کوشش تھی کہ معلوم نہیں کہ ان کی کوئی نماز بھی قضا ہوئی ہو اور ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی صحبت لازم رکھتے اور اخذ فیوض میں سرگرم رہتے۔ پندرہ بیس سال کی عمر کے درمیان میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ حج کو گئے تھے چنانچہ حالات سفر وکشوف حرمین شریفین میں ایک رسالہ بزبان عربی ایسی فصاحت وبلاغت سے تحریر کیا تھا کہ دیکھنے والے حیران تھے۔ دوران سلوک ابتدائی میں اگرچہ ان کا گزر مقامات وحدت وجود پر ہوا مگر آداب شریعت وتقویٰ کی نہایت رعایت رکھی کہ کوئی لفظ زبان سے خلاف ادب نہ نکلا۔ ان کے والد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی استعداد دیکھ کر اپنے جمیع کمالات عالیات اجمالاً ان پر القاء کر دیئے تھے اور اجازت تعلیم طریقہ بھی دے دی تھی لیکن ۱۰۷۰ ہجری میں جب حضرت خازن شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چچا بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر باشی اختیار کی اور اس قدر آداب مریدانہ اور خدمت بجالائے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اَعۡمَامُکُمۡ اٰبَاءُکُمۡ میں کوئی دقیقہ ان کی تربیت کا اٹھا نہیں رکھا تھا۔ چنانچہ شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چچا کی تمام مجالس اور صحبتوں کا مفصل حال ایک مکتوب میں کسی کو لکھا تھا۔ غرضیکہ آپ جملہ خصوصیات آبائی واجدائی کی بشارت سے مشرف ہوئے اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام معاملات واسرار انہی سے ظاہر فرماتے کہ عبدالاحد تو تمام عقل ہے اور کبھی فرماتے تو عقل مجلس ہے۔

ایک روز شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے نماز مغرب پڑھائی۔ بعد نماز فرمایا: مجھ کو الہام ہوا ہے کہ جس نے تیرے پیچھے نماز پڑھی وہ بخشا جائے گا اور فرمایا جو کوئی اس حلقہ میں داخل ہے وہ مغفور ہے۔

آپ نے اُٹھہتر سال کی عمر میں بتاریخ ۲۷ ذالحجہ یوم جمعہ ۱۱۲۶ ہجری کو بعارضہ حبس بول دردمثانہ

بمقام دہلی انتقال فرمایا اور سرہند شریف میں لا کر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے مشرق کی جانب دفن کئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے بعد حضرت خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مقرر ہوئے۔

خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو نسبت حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ کتاب ہذا میں بعد ذکر حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر حضرت خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ کا مطابق شجرہ خاندان درج ہونا چاہیئے تھا مگر ان کے حالات نہ ملنے کی وجہ مذکور نہیں کر سکا۔

حالات حضرت خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کابلی

حضرت خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت سلوک اور فیض صحبت حضرت خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ آپ ان کے خلفائے اکابر میں سے ہیں۔ آپ کا جائے ولادت اور تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔ آپ ملک افغانستان میں کابل کے قریب ایک گاؤں بامیان نامی میں تلقین اور تبلیغ میں مصروف رہے اور آپ کا مزار مبارک بھی اسی جگہ ہے۔ کابل کی ولایت میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ پہنچانے والے آپ ہی ہیں۔ آپ کی کرامات اور خرق عادات باتیں اس ولایت میں بہت مشہور ہیں جو تواتر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں۔

حالات حضرت شیخ محمد قدس سرہ العزیز

حضرت شیخ محمد قدس سرہ آپ آسمان شریعت وطریقت اور حقیقت کے روشن ستارے تھے۔ آپ خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر اور مشہور خلفاء میں سے تھے۔ آپ کی بھی کرامتیں بہت مشہور ہیں۔

حالات حضرت شیخ محمد زکی مطہری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شیخ محمد زکی رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت سلوک حضرت شیخ محمد قدس سرہ سے ہے۔ آپ وجود مطلق کے مشاہدہ کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ طلبگارانِ حق وسلوک کے ہادی اور مرجع، مقربان بارگاہِ الٰہی کے امام وپیشوا انتہائی کمالات کے مدارج فوراً طے کرانے والے صاحب تصرف تھے۔ سالکانِ سلوک کو منزل مقصود تک پہنچانے اور ناقصوں کو کامل بنانے میں بڑا پایہ رکھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کالانوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد مطابق آپ کی جائے سکونت ملک عرب کی ایک اتقی نامی بستی (تھی) ہے۔ آپ حضرت علی بن علم رحمۃ اللہ علیہ کی (

جوکہ اس علاقہ کے مشہور ومعروف شیخ المشائخ تھے) اولاد میں سے تھے۔ آپ کی صحبت بلحاظ فیوض و برکات اور تصفیہ قلوب کے حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صحبت کے قائمقام تھے۔ چنانچہ محض آپ کی برکت صحبت وخدمت سے بلامحنت ومجاہدہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں خوش قسمت دوری ونقص کی قعر وپستی سے نکل کر خوبی وکمال کی چوٹیوں پر پہنچ گئے۔ طریقہ مجددیہ کی نشر واشاعت آپ ہی کے طفیل ملک عرب میں ہوئی۔ منجملہ آپ کے خلفائے راشدین میں سے اس وقت کے قطب حضرت محمد زمان سندہی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کو بالہام الٰہی آپ نے عرب شریف سے سندھ میں تشریف لے جاکر دو ہفتہ کی قلیل مدت میں منازل سلوک طے کرا کے واپس عرب شریف میں رونق افروز ہوئے۔

حالات حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد زمان قدس سرہ العزیز حضرت شیخ محمد زکی مطہری قدس سرہ العزیز کے خاصانِ خاص مریدوں اور خلیفوں میں سے ہیں۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کے خزینہ تھے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشینوں میں سے ہیں۔ آپ کا مولد اور مسکن سندھ میں موضع توہاری شریف ہے۔ ابتدائے زمانہ میں آپ ظاہری علوم اور قرآن کریم اور حدیث مبارک وفقہ شریف اور ان کے خادم بھی علوم کے درس میں مشغول رہے اور ہزارہا تلامذہ کامل عالم ہوکر درس میں سے فارغ ہوکر نکلے مگر درس تدریس کے شغل میں بھی آپ ہمیشہ پیر کامل کے متلاشی رہے حتیٰ کہ آپ کے پیر حضرت شیخ محمد زکی مطہری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کی تربیت اور تکمیل کے لئے ارشاد ہوا۔ آپ عرب شریف سے سندھ میں آئے اور چودہ روز کی قلیل مدت میں درجہ قیومیت تک آپ کو بدر کمال بنادیا۔ آپ کی کرامات لاتعداد ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت شاہ صاحب کلانوری ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ کے درس میں ہزارہا شاگرد انتہائی کتابوں کی تعلیم میں حاضر رہتے تھے اور آپ سرسری طریقہ پر ان کو سبق پڑھاتے تھے مگر آپ کی صحبت کی برکت از میر یاد ہوجاتا تھا۔ ایک دن شاگردوں میں سے ایک شاگرد چند اعتراضات کم فہمی اور بےوقوفی کی وجہ سے بنا کر لایا اور سبق کے وقت پیش کئے۔ آپ نے دریائے استغراق اور بےخودی سے ساحل شعور پر عبور کر کے ایسے شافی جوابِ عطا فرما کر اعتراضات کو حل فرمایا کہ وہ آپ ہی کا حصہ تھا مگر اس شاگرد کو بےادبی کی وجہ سے یہ نقصان پہنچا کہ اس کا دماغ علم اور فکر وعقل کے نقوش سے بالکل بے بہرہ ہوگیا اور ایک حرف تک یاد نہ رہا اور بالکل مسلوب العقل ہوگیا۔ بہت مدت ندامت اور خجالت میں غرق رہا۔ ایک روز آپ کو اس کے رونے پر رحم آگیا اور التفات کی نظر سے ایک لحظہ میں درجۂ کمال پر پہنچادیا۔ جب آپ کے پیر بزرگوار اجازت خلافت عطا فرما کر عرب کو

رخصت ہونے لگے تو آپ نے ازراہ ادب آپ کا جوتا مبارک اپنے کپڑے سے صاف کر کے آگے رکھا۔ آپ کے پیر نے فرمایا خدا کے لئے یہ کیا حرکت آپ نے کی ہے جو کچھ آپ کو پہنچا' مولا کریم کی عنایت اور حضور ﷺ کے ارشاد سے ملا ہے۔ حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک قصبہ توہاری شریف میں مرجع اور زیارت گاہ عوام وخاص ہے۔

حالات حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب قدس سرہ

آپ اپنے زمانے کے قطب الاقطاب غوث الابدال محبوبانِ خدا کے پیشوا اور سالکان طریقت کے سچے رہنما حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان تصوف عالیہ کے حقیقی خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا مرتبہ نہایت بلند اور بزرگ ہے۔ آپ کی کرامتیں دیار وامصار میں مشہور ومعروف ہیں۔ آپ کا مسکن شریف سندھ میں ایک گاؤں ہے جس کا نام بوسیدی میاں صاحب مشہور ہے۔ کچھ مدت آپ موضع دم میں تشریف فرما رہے ہیں اسی وجہ سے آپ میاں صاحب دم والا کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ ابتدائے عمر میں آپ تحصیل علوم ظاہری میں مشغول رہے اور اس میں کامل عالم ہو کر جب فارغ ہوئے تو آپ کو بہت سے درویشوں کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور علوم باطنی کے حصول کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ سب طرف سے منہ موڑ کر اس زمانے کے ایک کامل درویش کی خدمت میں بیعت اور استفادہ کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کا فیض خاندانِ نقشبندیہ سے متعلق ہے اور توہاری شریف کی طرف اشارہ کیا آپ وہاں سے سفر کر کے توہاری شریف حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال محبت سے آپ کو اپنے پاس رکھا اور کئی سال کی صحبت میں کمال درجہ تصوف میں حاصل کیا اور بعد حصول اجازت اپنے وطن مالوف کو مراجعت فرمائی۔ ہزارہا مخلوق آپ کی فیض صحبت سے کاملین اولیاء اللہ کے درجہ تک پہنچی۔ آپ کا تصرف اس درجہ تک کمال تھا کہ اکثر طالب پہلی نظر ہی میں بے خود ہو جاتے تھے۔ وطن میں تشریف رکھتے تھوڑی مدت ہی ہوئی تھی کہ آپ کو حضور ﷺ کے روضہ کی زیارت اور حج بیت اللہ شریف کا شوق اس قدر غالب ہوا کہ آپ بغیر زادِراہ کے حج اور زیارت کے ارادہ پر نکل کر روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بزرگ کہ جن کا نام نامی حضرت شیخ محمد علی دستار تھا جو سلسلہ قادریہ میں اعاظم شیوخ اور اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے ملے۔ ان کا شہرہ اور کثرت کرامات سن کر زیارت کے لئے اس طرف متوجہ ہوئے۔ وہ بزرگ عرصہ بارہ سال حجرہ کا دروازہ بند کر کے بالکل مخلوق سے الگ خلوت میں بیٹھے تھے۔ اس مدت میں کسی کو ملتے تھے اور نہ دروازہ حجرے کا کھولتے تھے۔ جب حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی زیارت کے لئے اس طرف متوجہ ہوئے تو شیخ مذکور نے نور

ولایت سے معلوم کر کے باہر نکل کر ایک میل کی مسافت پر جا کر آپ کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ خانقاہ مبارک تک لائے اور نہایت عزت واکرام سے خدمت میں مشغول رہے۔ اس اثناء میں سینکڑوں مشاہدات ولایت طرفین نے ملاحظہ فرمائے اور اخیر میں حجرہ والے بزرگ نے کمالات اور کرامات حضرت خواہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر ہو کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی التجاء ظاہر فرمائی۔ حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال مہربانی سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل فرما کر تھوڑے ہی عرصہ میں انتہائی مدارج طے کرائے اور اجازت عطا فرما کر سفر کے لئے تیاری فرمائی۔ رخصت کے وقت حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجرہ والے بزرگ کو خدا کے سپرد کر کے هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ (۱۸:۷۸) ارشاد فرمایا اور دوسری دفعہ ملاقات کا وعدہ یوم آخرت فرمایا۔ چنانچہ سفر مدینہ منورہ سے مراجعت کے وقت جب آپ واپس تشریف لائے تو شیخ مذکور اس دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت فرما چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ذکر ہے کہ جب حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علوم ظاہری اور باطنی کے کمالات نے مثل آفتاب کے کائنات عالم کو منور کرنا شروع کیا اور آپ کے ارشادات عالیہ کا آوازہ دور و نزدیک مشہور ہوا تو ایک فاضل عالم نے جو اس ملک کے اکابرین علماء میں سے تھے آپ کے مقولات اور ارشادات پر اعتراض کرنے شروع کئے اور بحث و مناظرہ کے لئے پے در پے پیغام بھیجے مگر آپ مطابق سنّت بزرگان دین جدال و مناظرہ سے ہمیشہ اعتراض فرماتے رہے حتیٰ کہ ایک دن وہی مولوی صاحب در دولت پر آئے اور درویشوں کی معرفت پیغام بھیجا کہ فلاں مولوی صاحب حاضر ہوئے ہیں۔ آپ بالائی منزل پر تشریف فرما تھے۔ اس وقت دریچہ سے دیکھ کر فرمایا: یہ وہی مولوی صاحب ہیں جو بحث و مناظرہ کے لئے پیغام بھیجتے تھے۔ یہ نقطہ فرما کر اپنی نظر پوری جلالت اور توجہ سے اس مولوی کی جانب فرمائی۔ اچانک مولوی صاحب پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے خودی سے زمین پر لیٹنے لگے اور کپڑے پھاڑ کر اسی بے قراری کی حالت میں نعرے اللّٰہ کے لگاتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے اور بعد اس کے کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں رہے اور کس طرف چلے گئے۔ حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک علاقہ سندھ موضع بوسیدی میاں صاحب میں مشہور و معروف ہے۔ آپ کی تاریخ وفات جو کہ اعلیٰ حضرت نے لکھی ہے درج ذیل ہے:

جنید وقت خود مخدوم مرحوم — بجنت رفت رب اغفرہ و ارحم
چو در علم طریقت پیشوا بود — شد تاریخ وصلش پیر اعظم

۱۲۲۳ھ

۹۸

حالات حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف بھوریوالے

آپ صحیح النسب سادات حاجی الحرمین شریفین۔ اپنے زمانے کے غوث الاغیاث، طریقت، شریعت اور حقیقت کے رموز کو کھولنے والے، قافلہ محبوبان کے سردار، ساکنین افلاک اور زمینوں کے شیخ، حضور ﷺ کے صادق جانشین ہیں۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر عام مشہور کہ ان کا احاطہ تحریر میں لانا محال ہے۔ آپ کا مسکن و مولد مکان شریف المعروف بہ رتڑ چھتر ضلع گورداس پور ہے۔ آپ کا مزار مبارک موضع مکان شریف میں چند زینہ اتر کر زمین کے نیچے ہے۔ اسی واسطے حضور بھوریوالے حضرت کے نام مبارک سے مشہور ہیں۔

ابتدائے عمر میں آپ گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ گھوڑے خریدنے کے لئے پشاور تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ کو تحصیل علوم کا شوق پیدا ہوا چنانچہ کچھ مدت وہاں رہ کر آپ ایسے کامل علوم وفنون میں ماہر ہوئے کہ طالب علمی کی حالت میں مشکل سے مشکل کتابوں پر حواشی تحریر فرمائے۔ علم اصول کی تحصیل میں مصروف تھے کہ عنایت ایزدی نے آپ کے قلب میں شوق حصول سلوک اور علم باطنی کا پیدا کر دیا۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک دن آپ نے ایک انگریز پشاور میں دیکھا کہ چند اشعار پڑھتا تھا اور نہایت سوز و گداز سے روتا تھا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ کی حالت متغیر ہوگئی اور عشق الٰہی کے جذبے نے دل کی لگام کو سخت مضبوطی سے پکڑ لیا اور بموجب آیۂ کریمہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ (۲۷:۳۴) سلطان محبت حقیقی اور بادشاہ خلت تحقیقی نے دل کے تخت پر غلبہ پا کر تمام خواہشات نفسانی اور متاع حیات ظاہری کو برباد کر دیا۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دل میں یہ بات ثبت ہوگئی کہ یہ سوز و گداز سوائے محبت الٰہی اور خدا کی دوستی کے محال ہے اور اس کا حاصل ہونا سوائے پیر کامل کی...... صحبت کے ناممکن ہے۔ اس لئے اسی روز آپ سے درس تدریس سب چھوٹ گیا اور جس جگہ سے خوشبوئے محبت الٰہی سونگھتے فوراً اسی طرف روانہ ہو جاتے۔ اس اثناء میں آپ پشاور کے گرد نواح اور ولایت غزنی اور کابل میں جس جس جگہ بزرگان دین اور اولیاء کاملین کو سنا حاضر ہوئے اور توبہ اور انابت کا ارادہ کیا مگر ملہم غیبی نے ہر جگہ ان کو آواز دی اور ارشاد فرمایا: تمہاری نعمتوں کے حاصل ہونے کا یہ خزانہ نہیں ہے اور آگے چلو حتیٰ کہ آپ ولایت سندھ میں حضرت قطب زماں حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی پہلی ہی نظر میں آپ کمال منزل مقصود پر فائز المرام ہوئے۔

مترجم کاتب الحروف حضرت اعلیٰ سیّد امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیّد شاہ

حسین صاحب مخدومی رحمۃ اللہ علیہ ابھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حلقہ مریدان میں بیٹھے ہوئے' فرمایا کرتے تھے کہ ایک طالب بڑی بلند استعداد والا پنجاب کی طرف سے آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی بڑی عزت اور اس پر قادر قیوم کی بڑی عنایت ہے۔ جب آپ خدمت والا میں حاضر ہوئے تو حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس طالب کا میں ذکر کیا کرتا تھا وہ یہی صاحب ہیں۔ سبحان اللہ جب آپ حاضر ہوئے تو پیر بزرگوار نے نہایت مہربانی اور کامل توجہ سے داخل طریقہ فرما کر نسبت خواجگان نقشبندیہ رحمہم اللہ القاء فرمائی جس کی برکت سے آپ پر جذب اور سکر غالب ہو گیا اور جذب کی حالت میں یہ غزل پڑھتے ہوئے مجذوبانہ حالت میں جنگل کی طرف نکل گئے:

زجامِ احمدی گر بازیک جرعہ بکام افتد
ہمائے اوج لاہوتی ہمانساعت بدام افتد

منکرم من است مدہوشی زجرعہ جام اویارب
الٰہی جرعہ جام او دیارم در بکام افتد

بیا اے ساقی وحدت بجائے سرفرازم کن
مہم وصل محبوبم ازیں دارالفرام افتد

عجب سریست ای یاران شدن مدہوش در عشقش
ہر انکہ مست شد زیں مے بشرب مے مدام افتد

از صفت ساغر مستش تو ہم کے رسد یارب
حدیث ذوق او از مابگفتن کے تمام افتد

بشرب مست وحدت او بیا شادی کن ای سرمست
دریں عشرت مرا یارب ہمیشہ صبح و شام افتد

پروردگار جل وعلیٰ نے آپ کو جذب حقیقی عطا فرمایا جس سے سوائے محبت باری تعالیٰ کے کسی چیز کی خواہش باقی نہ رہی اور نہ ہی پھر پیدا ہونے کی استعداد وجود میں رہ گئی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۵۷:۲۱)

جاننا چاہئے کہ جذب دو قسم ہے ایک جذب حقیقی جس کا ذکر کہ اوپر ہوا ہے جو عنایت بے نہایت پروردگار سے حضرت سیّد شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوا' جس شخص کو ایسا جذب حاصل ہوتا ہے وہ خواہ پیر کی صحبت میں حاضر رہے یا کسی دوسری جگہ چلا جائے۔ اس حالت میں فرق آنے کا اندیشہ نہیں ہوگا اور ایسے سالک کے وجود

سے ہر قسم کی خواہشات نفسانی مفقود ہو جاتی ہیں جن کا دوبارہ عود کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ دوسری قسم کا جذب عارضی ہوتا ہے جو کامل پیر کی صحبت اور توجہ سے سالک میں پیدا ہو جاتا ہے مگر جب تک پیر کی صحبت میں حاضر رہے یا صحبت کا اثر باقی رہے وہ حالت بھی ماسوا اللہ سے فراغت ہے باقی رہتی ہے مگر صحبت کا اثر کم ہونے کے ساتھ ہی اس حالت جذب میں فرق آ جاتا ہے۔ اس جذب کی تکمیل کے لئے پیر کامل کی صحبت دائمی شرط ہے تا کہ عود خواہش نفسانی کا اندیشہ نہ رہے اور درجہ بڑا عظیم تر ہے جس کو پروردگار چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔

الغرض! جب آپ پر جذب اور سکر غالب ہوا تو آپ وجد کی حالت میں جنگل کو نکل گئے اور سمندر کے کنارے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ جب حالت کا زیادہ غلبہ ہوتا تو آپ کپڑے پھاڑ دیتے اور زمین پر لیٹتے یہاں تک کہ سال کے بعد آپ کو ہوش آتا اور زیارت پیر بزرگوار نے کھینچ کر در آستان کی طرف متوجہ کیا۔ جب خانقاہ مبارک پیر کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے پیر بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ نے مریدوں کو فرمایا: شہباز توحید شاہ حسین صاحب آ رہے ہیں۔ ایک دو دن کے بعد آپ آ جاتے اور جب آپ تشریف لاتے اپنے پیر کے گاؤں کو دیکھ کر وجد ہو جاتا اور جب آپ مجلس میں تشریف لاتے تو مریدوں کی حالت نہایت عجیب ہو جاتی اور عجیب عجیب عقدے حل ہوتے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ جب تیسری دفعہ آپ اپنے پیر خانہ سے جذب اور وجد کی حالت میں مستانہ وار نکلے تو تقریباً تمام علاقہ سندھ میں ویرانوں اور آبادیوں میں آپ مستی کی حالت میں پھرتے رہے اور اس اثناء میں آپ سے اس قدر کرامات اور مکشوفات ظہور میں آئے جو سندھ میں تواتر کی حد تک مشہور و معروف ہیں اور ان میں سے اگر عشر عشیر بھی تحریر میں لایا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔ اسی حالت میں آپ شکار پور پہنچے اور وہاں جا کر آپ کا سکر کم ہوا۔ تو آپ نے اس جگہ بے شمار غزلیں فارسی زبان میں توحید آمیز ارشاد فرمائیں اور اپنا حال بذریعہ قال بیان فرمایا۔ ان میں چند اشعار درج کئے جاتے ہیں:

بہر سوئے کہ رو آرم جمال یارے بینم
بہر طرزے کہ اندیشم رخ دلدارے بینم

زعکس عارض شمعش چناں جلوہ نمایاں شد
ہزاراں نازنیں گلرو پری رخسارے بینم

بچمنستان گل شہناز حسن گلعذار او
چہ سرو و لالہ و سنبل بنفشہ زارے بینم

چو ذوقِ او بدل افتد ہمہ عالم برقص آید
چہ مرغ و مور ماہی را در و دیوارے بینم

چشیدم جرعہ وحدت ز نرگس چشم او جاناں
ز ساغر چشم مخمورش جہان خُمارے بینم

ہزارہا چو مجنون شد ز عشق لیلیٰ ابروئش
جہاں شد مست و مدہوشی عجب اسرارے بینم

ز برقِ آتش عشقش درونِ جگر مشتاقان
شد صد شعلہ ہا بالا و چوں گلنارے بینم

ز محسن قوس ابروئش ہلالِ عید تاباں است
ز دو چشمش آہو ہا ہمہ سرشارے بینم

بذوقِ دل غزل گفتن بود کارتو اے سرمست زباں درفشاں توچہ گوہر بارے بینم

اس دفعہ جب شکار پور سے پیر بزرگوار کے آستانہ عالیہ پر تشریف لائے تو آپ نے کمال مہربانی سے ارشاد فرمایا: آپ پر خداوند کریم کی کمال عنایت اور بے نہایت مہربانی ہے کہ اس ذات پاک نے آپ کو بحر استغراق سے نکال کر اوج کمال تک پہنچادیا۔ آپ کو غزل واشعار سے اجتناب کرنا چاہئے کہ مقصود تک پہنچنے میں حائل ہیں اور کمال مہربانی سے گلے لگا کر خلعت خلافت عطا فرمائی اور اپنے وطن پنجاب میں مراجعت کی اجازت دے دی۔ آپ جب اپنے وطن میں تشریف لائے تو تھوڑی ہی مدت میں بے شمار سالکانِ طریقت کا ہجوم آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔ جس پر بھی آپ کی نگاہ جذب کی حالت میں پڑی تو وہ اسی رنگ میں رنگا گیا۔

جس وقت سے آپ اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ کو حضور ﷺ کی زیارت کا بے حد شوق تھا اور اکثر بار سمندر کے کنارے ہو کر واپس آتے رہے۔ آپ کو جو وطن میں اقامت اختیار کئے ہوئے تھوڑی مدت گزری تھی کہ پھر زیارت حضور ﷺ کا شوق غالب ہوا اور بغیر کسی سامان کے روانہ ہو گئے۔ اس راستہ میں بے شمار مقامات سلوک طے ہوئے اور مکہ مکرمہ میں طواف کی حالت میں آپ پر اس قدر وجد ہوتا کہ اکثر مطوفین پر رقت طاری ہو جاتی اور بہت آدمی وجد سے مغلوب ہو کر لیٹتے اور کپڑے پھاڑ دیتے خصوصاً ایک شخص مسمیٰ بہ مرزا سنگتین بیگ ہندوستانی کہ ان دنوں مکہ معظّمہ میں ملازم حرم شریف میں تھے اور حاجیوں کی حفاظت کی خدمت پر مامور تھے، بہت متاثر ہوئے اور کمال ذوق سے ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ آپ جب فرائض اور ارکان حج مبارک سے فارغ ہوئے تو جوشوق آپ کو کشاں کشاں دیار محبوب میں لایا تھا (اس طرف یعنی مدینہ منورہ کی طرف) روانہ ہو گئے۔ جب مدینہ منورہ کی جانب شرفاً وتعظیماً نظر پڑی تو آپ پر اس قدر وجد غالب ہوا کہ قافلے والے اکثر مردمان آپ کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ اسی قافلہ میں مرزا صاحب موصوف سنگتین بیگ بھی ساتھ تھے۔ اسی حالت میں آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور مجھے طریقہ عالیہ میں داخل فرمالیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تم دیار سندھ میں پیر بزرگوار کی خدمت عالیہ میں پہلے جاؤ اور پورا پتا وہاں کا تحریر فرمادیا۔ مرزا صاحب موصوف آپ کا تحریری ارشاد لے کر سندھ میں حاضر ہوئے اور پیر بزرگوار خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور صحبت عالیہ میں رہ کر تصوف میں درجہ کمال تک سرفراز ہوئے۔

حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ میں روضہ مبارک حضور ﷺ پر پہنچے تو پختہ ارادہ کرلیا کہ بقیہ تمام عمر روضہ مبارک پر حاضری میں گزرے گی۔ جب کچھ مدت آپ پر گزری اور انواع اقسام فیضان محمدی ﷺ

سے فیضیاب ہوئے تو ایک رات حضور ﷺ خواب میں تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: اے شاہ حسین! تم اپنے وطن پنجاب میں واپس جاؤ کہ تم سے لاکھ ہا مخلوق فیض یاب ہوگی اور ہزار ہا تشنگان آب معرفت آپ سے سیراب ہوں گے۔ آپ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا ارادہ آپ کے دربار سے دور ہونے کو نہیں گوارا کرتا۔ میری جان اور دل کا آرام آپ کی حضوری ہے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: اس میں کمال حکمت پوشیدہ ہے۔ باوجود ہزار ہا مخلوق کے فیض یاب ہونے کے آپ کے عزیزوں میں سے ایک شخص آپ سے بہرہ یاب ہو کر باعث ہدایت عام مخلوق ہوگا اور اولیاء اللہ میں سے اس کا درجہ مثل سورج کے ستاروں پر فائق ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میرے عزیزوں میں سے کوئی شخص اس وقت مسند خلافت پر موجود نہیں شائد کوئی شخص ہوگا۔ نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کامل شخص کی ملاقات کو جی چاہے تو علاقہ کھڑی کھڑیالی موضع سموال علاقہ جہلم میں ہمارے مقربوں میں ایک شخص حافظ محمود صاحب ہیں وہاں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف ملاقات حاصل کرو چنانچہ آپ مطابق ارشاد رسول پاک ﷺ کے مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ میں آئے اور وہاں خانہ کعبہ، حجر اسود اور مقام ابراہیم، صفا و مروہ وغیرہ سے بے شمار فوائد اور عجائبات سے دوبارہ مستفید ہو کر وطن شریف میں تشریف لائے اور اپنے قبلہ کعبہ پیر بزرگوار کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر چند یوم کی ملازمت کے بعد رخصت ہوئے اور مکان شریف اپنے وطن میں رونق افروز ہوئے۔ بعد گزرنے چند یوم کے شوق ملاقات حافظ محمود رحمۃ اللہ علیہ کا غالب ہوا۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق دریائے جہلم کے کنارے علاقہ کھڑی کھڑیالی موضع سموال میں جا کر آپ کی زیارت سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں اواخر سلوک تجلی صمدی سے مشرف تھے کہ اس حالت میں سالک کھانے پینے کی حاجت سے بے پروا ہو جاتا ہے اور ملکی یعنی فرشتوں کی خصلتوں سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ آپ نے جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ آپ کو حضور ﷺ کی سنت کو ترک نہ کرنا چاہئے اور جبراً منہ کھول کر لقمہ منہ میں ڈالا اور اس طرح ہر روز ایک لقمہ بڑھاتے تھے کہ آپ کی کوشش ظاہری اور ہمت باطنی سے دوبارہ ان میں خواہش طعام کی پیدا ہوئی اور اس مقام سے ترقی فرما کر اعلیٰ علیین میں گامزن ہوئے اور آپ فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے اخیر مقام یہی ہے اور اکمل درجہ اہل ولایت کا یہاں ختم ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

خاکسار مترجم کو کہ نام اس عاجز کا احمد علی حکیم ہے اور شہر قصور میں پیشہ طبابت کا شغل رکھتا ہے۔ ابتداء حصول فیض کا منبع حضرت شاہ حسین صاحب بھوریوالے رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مزار مبارک ہے اس لئے اس کا ذکر بھی اسی مقام میں قدرے لکھنا لائق ہے۔ خاکسار کو شرف ملازمت اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ دارین حضرت میاں

صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا شیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ شرقپور شریف والوں سے ہے۔ آپ واقعی حقیقی طور سے حضور نبی کریم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشہ تصوف کے شیر ہیں اور اسم بامسمّٰی ہیں۔

۱۹۰۱ عیسوی میں خاکسار بہ ہمراہی حافظ عباس علی صاحب امام مسجد قصوری حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں صرف برائے زیارت حاضر ہوا۔ آپ قصور شریف میں حضرت میاں صاحب صوفی محمد ابراہیم صاحب (خداوند کریم ان کا فیض دیر تک جاری رکھے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین) کے مکان پر تشریف فرما تھے۔ خاکسار کی جبھی نظر حضور کے چہرے مبارک پر پڑی تو دل میں ایک عجیب قسم کی کیفیت اور رقت پیدا ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب تک خاکسار حضور کی مجلس شریف میں حاضر رہا یہی حالت رہی۔ آپ نے کمال محبت کے ساتھ حافظ صاحب سے بندہ کا نام پتا اور پیشہ دریافت کیا۔ حافظ صاحب کے جواب پر حضور نے ارشاد فرمایا: خداوند کریم ان کو ظاہر اور باطن کا حکیم بنا دے تو کیا تعجب ہے۔ جب مجلس سے رخصت ہوئے تو خاکسار نے حافظ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ خاکسار کو سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کریں۔ دوسرے روز حافظ صاحب نے میری بابت عرض کی تو آپ نے کمال مہربانی سے اپنے پاس بٹھایا اور استغفار و درود شریف پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ خاکسار حسب الارشاد پڑھتا رہا اور دن بدن سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی محبت جوش زن ہوتی گئی۔ اس بات کو ایک سال پورا گزر گیا، خاکسار کئی دفعہ خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوا۔ آپ قصور میں بھی تشریف لاتے رہے مگر وعدہ فرماتے رہے کہ تم کو جو کچھ ارشاد کیا ہے پڑھتے رہو۔ ہر کام کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے۔ جب وقت آئے گا تو داخل کر لیا جائے گا۔ اس سال بھر کی مدت میں میرے سامنے ہزارہا شائقین و طالبین حضور کی خدم میں حاضر ہوئے اور آپ نے فوراً داخل طریقہ فرمالیا جس سے کمترین کے دل میں مختلف قسم کے خیالات پیدا ہوتے گئے اور شوق اس قدر غالب ہوگیا کہ کسی کام میں دل نہ لگتا تھا۔ یہاں تک کہ رمضان مبارک کے بعد ماہ شوال میں جب خاکسار شرقپور شریف میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا: مکان شریف عرس مبارک ہے وہاں ضرور چلنا ہوگا۔ چنانچہ خاکسار ماہ شوال کو قصور سے براستہ امرتسر ریل پر اور وہاں سے براستہ فتح گڑھ چوڑیاں تانگہ پر مکان شریف پہنچا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاکسار سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ ۱۳ تاریخ کو ظہر کی نماز کے بعد حضور نے خاکسار کو ساتھ لیا اور حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر جو زمین کے نیچے بھورہ شریف میں ہے، زینہ کے ذریعے اندر لے گئے۔ بھورہ شریف اس وقت زائرین سے خالی تھا۔ آپ نے کواڑ بند کر کے کنڈا لگا دیا اور خاکسار کو حضور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پاک پر سر کی طرف قبلہ رخ بٹھلایا۔ آپ مزار مبارک کی دوسری جانب بیٹھ گئے اور سبز

رنگ کا کپڑا جو مزار مبارک پر پڑا ہوا تھا اس کا ایک سرا خاکسار کو داہنے ہاتھ میں پکڑنے کا حکم دیا اور دوسرا حضور نے آپ پکڑ کر اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یا حضرت میں اس شخص کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس کے بعد مجھے بالکل یاد نہیں کہ حضور نے کوئی اور لفظ فرمایا ہو یا نہیں۔ اس زور سے نعرہ اور چیخ بلفظ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ نکلا۔ غالباً دور تک سنائی دیا ہوگا اور یہی کیفیت حضور پر وارد ہوئی۔ اس کے بعد اس خاکسار کے ظاہری حواس بیکار ہو گئے اور جو کیفیت اس وقت حاصل ہوئی نہ اس کو زبان اور قلم ادا کر سکتی ہے اور نہ ہی بیان کرنے کی اجازت ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

شام کی نماز کے وقت حضور نے اس عاجز کو بے خودی کی حالت میں ہوشیار کیا مگر اب یہ حالت تھی کہ چلتے پھرتے، اٹھتے، جاگتے سوتے وہی کیفیت موجود تھی۔ جب تک مکان شریف میں حاضری رہی آنکھوں سے آنسو جاری اور جو باتیں لوگ کرتے تھے کوئی سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ اب وہ حالت مجاہدے سے بنائے نہیں بنتی، خاکسار کو سمجھ آئی کہ سال بھر التوا کرنے کی یہی وجہ تھی فعل الحکیم ولا یخلوا عن الحکمۃ۔ یہ معاملہ بھی چونکہ حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پاک کے فیضان کا نتیجہ تھا اس لئے آپ ہی کے ذکر پاک میں تحریر کر دیا گیا۔ (بندہ)

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بزرگوں کے حالات جو خود فارسی زبان میں قلمی لکھوائے تھے وہ کتاب مکان شریف سے صاحبزادہ صاحب سے منگوائی گئی جس میں خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے لے کر حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر مبارک تک میرے دوست حکیم احمد علی صاحب نے اردو میں ترجمہ کیا جو درج کتاب ہذا کیا گیا ہے۔ فقط

حالات ابوالبرکات حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ وحدانیت کے روشن چراغ، علم اور دانائی کے منور آفتاب قیومیت کے آسمان کے درخشاں ستارے۔ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے حقیقی وارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب حضرت امام علی شاہ صاحب ہیں، آپ کی کرامات مکان شریف کے گردونواح میں زبان زد خلائق ہیں۔ ان کے لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں اور آپ کا قلب خداوند کریم نے ایسا منور مصقل بنا دیا تھا کہ محفل اور مجلس میں کسی کو طاقت نہ تھی کہ دل میں کوئی خیال تک لائے اور اگر کسی کے دل میں کوئی خیال پیدا ہوتا تو فوراً آپ اشارۃً اس کو مجلس میں ارشاد فرما دیتے اور صاحب خیال فوراً سمجھ لیتا۔ آپ خاندان شریف نقشبندیہ مجددیہ کے روشن چراغ ہیں۔ آپ کے طفیل پنجاب میں اس سلسلہ عالیہ نے فروغ پایا اور سلسلہ کے موجودہ انوار جس قدر پنجاب میں روشن ہیں سب کا

سلسلہ آپ کے ساتھ منسلک ہوتا ہے آپ کی ولادت ۱۲۱۲ ہجری مقدس مکان شریف میں موضع رتڑ چھتر میں ہوئی۔

آپ کے والد ماجد میر سید حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے طفولیت کے زمانہ میں ہی آپ کے سر سے سایہ پدری اٹھا کر رحلت فرما ہو گئے۔آپ نے اپنے والد ماجد کی سرکردگی میں بعض کتابیں فارسی مولانا فقیر اللہ دین کوٹی سے پڑھیں اور چونکہ آپ کے آباؤ اجداد فن طب کا شغل رکھتے تھے۔آپ نے بھی کتب طب متداولہ حافظ محمد رضا صاحب و مولانا نور محمد صاحب چشتی سے مطالعہ فرمائیں اور اپنے ہم سبقوں سے ہر حالت میں سبقت لے گئے۔مگر درس و تدریس کے زمانہ میں بھی آپ کی طبع مبارک عشق کی طرف مائل تھی اور اسی لئے فی البدیہہ اشعار جن میں سوز و گداز بھرا ہوا ہوتا آپ فرماتے رہتے تھے یہاں تک کہ ایک روز اعلیٰ حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے چہرہ مبارک کو بغور ملاحظہ فرمایا اور آپ میں قابلیت اور انوار فیض رحمانی جبہ نورانی میں ملاحظہ فرما کر کمال مہربانی سے فرمایا برخوردار کون سی کتاب پڑھتے ہو۔آپ نے ابھی جوب نہیں دیا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کتاب مثنوی شریف عمل اور اعتقاد کے لئے نیز صفائی قلب اور تقویت روح کے واسطے بہت مفید ہے۔اعلیٰ حضرت کے ارشاد کے مطابق آپ نے کتاب مذکور کا مطالعہ شروع کیا۔ دوسرے روز حضرت اعلیٰ نے بلوا کر مثنوی شریف کے تین شعروں کی تقریر فرمائی۔حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تقریر دلپذیر نے میرے دل پر ایسی گرفت کی کہ مجھے کامل یقین ہو گیا کہ مثنوی شریف کا پڑھنا آپ پر ہی ختم ہے۔اس روز سے میں نے مثنوی شریف کا سبق حضور سے پڑھنا شروع کر دیا۔آپ جس وقت تقریر فرماتے تمام مجلس اور حاضرین بے خود ہو جاتے۔ابھی چند ورق ہی پڑھے تھے کہ آپ حافظ محمود صاحب کی ملاقات کے واسطے علاقہ جہلم کو تیار ہو گئے۔میں نے آپ کے ہمراہ چلنے کی عرض کی۔ آپ نے نہایت مہربانی سے قبول فرمالیا۔راستہ میں نہایت عجیب و غریب باتیں مشاہدہ میں آئیں۔خصوصاً جب آپ حافظ صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور فلک ولایت دونوں نیر اعظم ہوئے تو اس وقت بے شمار عجائبات اور مکشوفات کرامات مشاہدہ میں آئیں۔جب عام لوگوں کو حافظ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتے دیکھا تو میں ن رخصت کے وقت دعائے دریوزہ کے لئے حافظ صاحب کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فوراً ارشاد فرمایا: تجھ کو خداوند تعالیٰ جل شانہ اپنے پیر دستگیر اور ہادی و مرشد کی محبت کمال دل میں عطا فرمائے اور اعلیٰ حضرت کی طرف اشارہ فرمایا۔جس وقت حافظ صاحب نے یہ ارشاد فرمایا اعلیٰ حضرت کی محبت میرے دل میں اس قدر جاگزین ہو گئی کہ بغیر آپ کے دیکھنے کے ایک ساعت بھی آرام نہ ہوتا تھا اور جب تک آپ کی زیارت سے محروم رہتا دنیا کی کوئی چیز اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔آپ فرماتے ہیں کہ میں سولہ سال کی عمر میں ایک دفعہ

حضرت فرید الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ مبارک پر بہ ہمراہی خواجہ جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چشتی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو ایک منجم نے میری طرف توجہ کر کے فرمایا: یہ لڑکا بڑے عظیم مرتبہ کا مالک ہوگا۔ اس کو اپنے خاندان کے ایک مسن بزرگ سے فائدہ عظیم پہنچے گا۔ اس وقت مجھے اپنے اقرباء میں سے کسی بزرگ کی سمجھ نہ آئی مگر اب معلوم ہوا کہ اس منجم کا قول قریب صواب تھا۔ اب میں نے بیعت کے لئے عرض کیا تو اعلیٰ حضرت نے استخارہ کے لئے ارشاد فرمایا کہ اب استخارہ کی حاجت نہیں اور بیعت میں داخل فرما کے درجہ اکمل تک پہنچایا۔

سیّد صدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ اعلیٰ حضرت کے مخلص اور سیّد امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت نے جو شغل آپ کو فرمایا اس پر تا آخر کاربند رہے۔ آپ کو خداوند کریم نے اس قدر علوم تعبیت عطا فرمایا تھا کہ اکثر طالبان پہلی ہی ملاقات میں اس درجہ تک پہنچ جاتے کہ کئی سالوں کے مجاہدہ اور مشقت سے اس کا حصول مشکل تھا۔ آپ کی توجہ اکسیر احمر کا حکم رکھتی تھی۔ جس پر نظر پڑتی مس خام سونا خالص بن جاتا تھا۔ سبحان اللہ مگر باوجود اس عظیم مرتبہ کے آپ ہمیشہ مکان شریف سے دو میل جنوب کی طرف ایک پانی کا تالاب ہے جو ڈھولی ڈھاب کے نام سے مشہور ہے، عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر وہاں تشریف لے جاتے اور علیحدگی میں پانی کے کنارے مراقبہ کی حالت میں فجر تک بیٹھے رہتے۔ سبحان اللہ وبحمدہ! آپ نے اس قدر مجاہدہ کیا کہ اس کا تحریر میں لانا حد امکان سے خارج ہے اور اس سرزمین میں آپ نے جہاں جہاں مجاہدہ کیا ہے انوار و برکات ہویدا ہیں۔

ذیل میں آپ کے چند ملفوظات اور ایک دو کرامتیں تحریر کی جاتی ہیں:

آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ مریدوں کے دل میں اپنے شیخ کا ادب اس درجہ تک چاہئے کہ پیر کی مجلس میں بغیر اجازت بات نہ کرے۔

پیر کی طرف بے باکانہ نظر سے نہ دیکھے۔ دنیا کی ہر چیز سے پیر کی محبت اس کے دل میں زیادہ ہو کیونکہ جس شخص کی زبان یا کسی اعضاء سے پیر کے ادب کے خلاف کوئی فعل یا کلام سرزد ہو یا مرید کے دل میں پیر کے اور آداب کے خلاف خیال بھی پیدا ہو تو وہ مرید منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ تصوف کُل کا کُل ادب ہی ہے جس مرید کے دل میں پیر کامل کے خلاف خیال بھی پیدا ہو وہ گویا پیر سے دشمنی رکھتا ہے اور دشمن کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ چونکہ شیخ کامل مریدوں کے نہیں بلکہ تمام جہاں کے اندیشوں سے واقف ہوتے ہیں۔ بقول مولانا:

شیخ واقف گشت از اندیشہ اش   شیخ ہمچو شیر دولہا بیشہ اش

اس لئے بے ادب مرید دین و دنیا کی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہئے کہ شیخ کی مجلس میں اگر کوئی تذکرہ یا کلام شروع ہو تو اسے چاہئے کہ شیخ کا کلام سننے کے لئے دل و جان سے کان لگا کر متوجہ اور حاضر رہے اور جو کچھ شیخ ارشاد فرمائے اس سے استفادہ حاصل کرے۔ شیخ کی مجلس میں کبھی بغیر امر کے سبقت کلام کی دلیری نہ کرے کیونکہ **بقول الشیخ فی قومه کان النبی فی امته** یعنی شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں ہوتا ہے اور نبی کی نسبت باری تعالیٰ عزاسمہ فرماتے ہیں: **یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ** (۴۹:۱) پس جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین کے لئے اطاعت اور ادب اور استماع سخن نبی ﷺ کا فرض تھا ایسا ہی مریدوں کے لئے اپنے شیخ کا مجلس میں ہر آداب کو نگاہ رکھنا چاہئے کیونکہ پیر کے ارشادات کو سننا ہزارہا کتابوں کے پڑھنے اور علم و ہنر سے بہتر ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر پیر کی مجلس میں کلام کرنے کی ضرورت ہو تو نہایت نرم اور مؤدب آواز اور طریقہ سے کرے کیونکہ باری تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں۔ **یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ** اور نہ ہی کبھی اپنے پیر کا نام لے کر پکارے کیونکہ باری تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں: **وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ** (۴۹:۲) پس جو آداب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں وہی امور شیخ کے ساتھ نگاہ رکھے چونکہ شیخ قائمقام اور نائب اور خلیفہ نبی ﷺ کا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب بھی کبھی پیر کی خدمت میں کوئی عرض کرنے یا کسی دینی یا دنیوی حاجت کے بیان کرنے کی ضرورت ہو تو وقت کا خیال رکھے اور جس وقت شیخ کو فارغ معلوم کرے اور اپنی طرف اور اپنی طرف توجہ پائے عرض کرے کیونکہ ایسے وقت میں عرض کرنے سے شیخ کی طبیعت زیادہ راغب ہوگی اور حصول مطلب میں جلد کامیابی نصیب ہوگی اور عرض کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی جناب سے ادب اور قبولیت کے لیے دعا کرے اگر پیر سے کوئی بات یا کام ایسا صادر ہو جس کی سمجھ نہ آئے تو اعتراض نہ کرے کیونکہ شیخ کامل سے خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کوئی امر صادر ہونا ممکن نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام والا قصہ جو قرآن شریف میں مذکور ہے یاد کرلے۔

آپ فرماتے ہیں مرید کو چاہئے کہ کوئی کام دین یا دنیا کا شروع کرنے سے پہلے شیخ سے اجازت ضرور حاصل کرے یہاں تک کہ کھانا پینا، سونا، جاگنا، کپڑے پہننا، چلنا، پھرنا پیر کے حکم کے مطابق ہو۔ نیز عبادت میں سے نفل نماز، روزہ، تلاوت قرآن مجید، پیر کے حکم کے مطابق عمل میں لائے یہاں تک کہ اگر شیخ کامل مرید

کو حکم دے کہ ذکر و شغل اور مراقبہ کے سوا صرف نماز فرض پر اختصار کرے تو واجب سمجھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس چیز کو شیخ مکروہ جانتا ہے اور ہر اس چیز سے کہ پیر کو جس سے نفرت ہو اس کا پرہیز کرے اگرچہ وہ اس کو محبوب ہی ہو۔ چاہے اس میں اپنا فائدہ دیکھے۔ نیز جن کاموں کو پیر کرتا ہے بغیر اجازت پیر کے مرید کو نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ مبتدی ہے اور شیخ منتہی ہے۔ مبتدی بمنزلہ بیمار کے ہے اور منتہی بمنزلہ تندرست کے ہوتا ہے۔ تندرست جو چیز کھا سکتا ہے لیکن بیمار کو اکثر ان چیزوں سے پرہیز ہوتا ہے۔ پیر کی مجلس میں کبھی اوراد و وظائف و نوافل کے ساتھ مشغول نہ ہونا چاہئے اور ہمہ تن پیر کے ادب اور نسبت کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کیونکہ بقول مولوی صاحب:

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

آپ فرماتے ہیں کہ پیر کامل کی صحبت میں جب مرید متوجہ پیر کی طرف ہر شغل سے فارغ ہو کر بیٹھتا ہے تو جو فیض اور انوار خدا تعالیٰ کی طرف سے پیر پر نازل ہوتے ہیں مرید پر بھی وہی انوار چمکتے ہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

ماطیب اللہ شعیئا فی صدری الا وصبة فی الصدر الی ربك.

آپ فرماتے ہیں کہ مرید وہ ہے کہ جس میں اوصاف ذیل موجود ہوں۔

محبت اور شوق کی آگ اس کی نفسانی خواہشات کو جلا دے اور محبت کا درد اس کے دل کو بے قرار رکھے۔ جب صبح اٹھے تو حسرت اور افسوس کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ ہمیشہ عاجزی اور ناکامی اس کا شعار اور عادت ہو۔ گزشتہ زمانہ کے اعمال سے ہمیشہ شرمندہ رہے اور آئندہ سے ہمیشہ ڈرتا رہے۔ نیک کاموں کے لئے تقسیم اوقات کا پابند رہے۔ جو مصیبتیں اور تکالیف اور سختیاں پہنچیں صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور اسے خدا کی طرف سے سمجھے۔ اپنے قصور کا اقرار کرتا رہے اور کوئی سانس ذکر الٰہی کے بغیر ضائع نہ ہو۔ کیا خبر کہ وہی سانس آخری ہو اور اس فرقہ میں جو سانس غفلت سے گزرے اس کو مردہ گنتے ہیں۔

حاصل کلام! مرید کے لئے پیر کی صحبت اور حضوری تریاق اکسیر ہے۔ ایک ساعت شیخ کامل کی صحبت میں حاضر رہنا ہزار سال کی خلوت اور عزلت سے بہتر ہے کیونکہ مرید کو باری تعالیٰ جل جلالہ کی درگاہ سے براہ راست اس لئے فیض حاصل نہیں ہوتا کہ مرید میں اربعہ عناصر اور شہوات نفسانی مانع ہوتے ہیں اور پیران منازل سے گزر کر واصل بحق ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کے وسیلہ سے فیض یاب ہونا یقینی ہوتا ہے اس لئے کہ پیر کی ہر دو طرف نسبت ہوتی ہے۔ پس مرید کو چاہئے کہ اپنے پیر کے ارشاد کی تعمیل کو دین و دنیا کی بہتری کا سبب

جانے اگر حضوری میں ہو تو نسبت سے فیض یاب ہونا غنیمت جانے اور اگر صحبت سے دور ہو تو ارشاد کی تعمیل میں کوشش کرے اور ذکر و مراقبہ کی حالت میں تصور کے طریقہ سے صحبت حاصل کرے اور سوتے جاگتے، کھاتے پیتے چلتے پھرتے حتیٰ کہ کسی حالت میں بھی ذکر سے غفلت روا نہ رکھے۔

آپ کے کلمات طیبات

آپ فرماتے ہیں توبہ ہر شخص پر واجب ہے بقول باری تعالیٰ عزوجل تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ ا الْمُؤْمِنُوْنَ (۳۱:۲۴) دیگر فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ط (۸:۶۶) اور فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ (۲۲۲:۲) وبقول حضور ﷺ التائب من الذنب کمن لاذنب له۔

آپ فرماتے ہیں کہ عوام کی توبہ ممنوعہ اشیاء سے باز رہنا اور گناہوں سے بچنا ہے اور خواص کی توبہ اپنی حالت کی نگہداشت ہے۔

عام را توبہ بود از کار بد　　　خواص را توبہ بود از دید خود

آپ فرماتے ہیں کہ توبہ اس طرح کرے کہ بعد توبہ کرنے کے گناہ کا خیال ہی اس کے دل میں نہ آئے۔

آپ نے فرمایا: توبہ کے بعد ایک صغیرہ گناہ کرنا توبہ کے پہلے ستر گناہوں سے بدتر ہے کیونکہ توبہ کے بعد گناہ کرنا ایک توبہ کا توڑنا اور معاہدہ کی شکستگی ہے اور نقص عہد موجب نزول بلا اور سبب مسخ ہونے کا ہے۔ نقص توبہ سے بعض اوقات ایسی بلائیں اور آفتیں ظاہری اور باطنی نازل ہوتی ہیں کہ معاذ اللہ ان سے خلاصی ہی مشکل ہو جاتی ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں کے قصے مشہور ہیں اور قرآن شریف میں بھی مذکور ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نقض و مشاق و شکست توبہ ہا　　　بموجب لعنت بود در انتہا

نقض توبہ عہد آں اصحاب مست　　　موجب مسخ آمدد اہلاک وصفت

مگر آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس امت میں جسم یا چہرے کا مسخ ہونا خداوند کریم نے روا نہیں رکھا لہذا توبہ کے توڑنے سے ان لوگوں کے دل مسخ ہو جاتے ہیں اور دیگر بار توبہ کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ معاذ اللہ استغفر اللہ۔

آپ فرماتے ہیں کہ مرید کو ہر حالت میں متوکل رہنا چاہئے۔ کام کاج میں مشغول رہے، بیکار نہ بیٹھے مگر رازق پروردگار کو سمجھے بلکہ خیال رہے کہ مولا کریم مقسوم رزق ہر حالت میں پہنچاتا ہے۔ روزی کے لئے فرمان الٰہی کو کبھی ہاتھ سے نہ دیوے کیونکہ مقسوم سے زیادہ ملنا محال بلکہ ناممکن ہے اور نافرمانی کی وجہ سے خرابی دو جہان میں مبتلا ہونا یقینی ہے پس چاہئے کہ یقین کو چھوڑ کر موہوم کے لئے مصیبت میں مبتلا نہ ہو۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہیں توکل کن بلرزاں پا و دست　　رزق تو بر تو ز تو عشق تراست
گر ترا صبرے بدے رزق آمدے　　خویش را چوں عاشقاں برتو ردے

آپ فرماتے ہیں کہ سب عبادتوں کا مغز اور مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ پس مرید کو چاہئے کہ کسی حالت میں بھی ذکر سے غافل نہ رہے کیونکہ نماز عماد الدین اور مقصود اس سے بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ط (۴۵:۲۹) دوسری جگہ فرمایا: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت اور حج سے بھی مقصود خدا کا ذکر ہی ہے بلکہ اصل اسلام اور افضل ارکان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور یہ عین ذکر ہے اور باقی جس قدر عبادات ہیں سب ذکر ہی کی تاکید کے لئے ہیں۔ اگر ذرا غور کریں تو فوراً یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کیونکہ نماز بعض حالتوں میں جائز نہیں۔ حج خاص صورتوں میں فرض ہے۔ مگر ذکر کی نسبت ارشاد ہوتا ہے: یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (۱۹۱:۳) اور دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ (۲۰۵:۷) اور ذکر کے مقابلے میں فرمایا: فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (۱۵۲:۲) اس سے بڑھ کر ذکر کی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے اور چونکہ ذکر کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور ذاکر کا دل ذکر کی برکت اور نورانیت کی وجہ سے ماسویٰ سے پاک ہو جاتا ہے جو عبادات کا اصل مقصود ہے۔ اس لئے سوائے فرائض کے مرید کو چاہئے باقی سب اوراد اور اشغال پر ذکر کو ترجیح دے اور ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے تا کہ باری تعالیٰ ذکر کی برکت سے دین و دنیا کے مقصود میں کامیاب کرے اللھم ارزقنا ذکرا دائمًا بحق وبجاہ سیّد المرسلین آمین۔ ذکر کی بے شمار فضیلتیں اور برکتیں حدیث شریف میں آئی ہیں۔ ذاکر ہر وقت آفت سے محفوظ ہے۔ ہر چیز مخلوقات میں سے اس کی تابع ہوتی ہے اور اس سے مرعوب اور بے شمار عجائبات الٰہی سے اس پر مکشوف ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت امام ہمام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا تھا اور ہفتہ میں ایک دفعہ تھوڑا سا بقدر سد رمق کھاتا تھا۔ میرے پاس کوئی شخص ہمیشہ آتا تھا اور اگر السلام علیکم کہتا مگر میرے دیکھنے میں نہ آتا۔ میں صرف سلام کی آواز سن کر جواب دے دیتا۔ ایک دن جب اس نے السلام علیکم کہا تو میں نے عرض کیا کہ اچھا ہوا گر تو اپنے آپ کو مجھ پر ظاہر کرے تا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تو کون ہے؟ اچانک ایک نہایت خوبصورت شخص ظاہر ہوا۔ میں نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں مسلمان جن ہوں۔ جب کسی تم جیسے ذاکر آدمی کو دیکھتا ہوں تو دوست رکھتا ہوں اور زیارت وسلام کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔ اس کے بعد وہ جن

ہمیشہ میرے پاس آتا رہا اور مجھ کو چند کلمات بھی اس نے سکھائے۔ایک دن میں نے اس کو کہا کہ چلو مسجد میں چل کر بیٹھیں اور چند باتیں کریں چنانچہ مسجد کے آخری حصہ میں ہم دونوں جا کر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ لوگ مسجد میں موجود ہیں۔ان کو کس طرح دیکھتا ہے۔تو میں نے کہا کہ بعض بیدار ہیں اور بعض سوئے ہوئے ہیں۔اس کے بعد اس نے میری آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے ملا اور پھر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا تو نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا:

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ قَرِيْنٌ (۳۶:۴۳) یہ شیطان ہیں کہ جتنا کوئی شخص ذکر سے غافل ہے اتنا ہی اس پر وہ مستولی ہے۔نعوذباللہ من ذالك۔آپ فرماتے ہیں کہ وہ جن ہمیشہ میرے پاس آتا رہا یہاں تک کہ میں نے ایک صدقہ کا لقمہ کھایا اس کے بعد وہ میرے پاس نہیں آیا۔

(ذکر کرامات خواہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

اگرچہ آپ کا مقام اور مرتبہ اس سے بہت اعلیٰ ہے کہ آپ کے ذکر کو کرامات سے آراستہ کیا جائے کیونکہ حضور کی کراماتوں میں سے سب سے افضل اور اعلیٰ یہ بات تھی کہ جو شخص بھی آپ کو دیکھتا ہزار جان سے عاشق ہو جاتا۔کسی شخص کو طاقت نہ تھی کہ آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا یا جواب دیتا ہزاروں مردہ دل آپ کی ادنیٰ توجہ سے اعلیٰ منازل اور مقامات پر پہنچے اور بے شمار کفار نے آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہی زنار توڑ کر کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے مگر یہاں پر چند ایک کرامتیں بطور نمونہ لکھنی ضروری ہیں تکہ آپ کا ذکر مبارک اس شعبہ سے معرانہ رہے۔

آپ کے مریدوں میں سے حضرت میاں صاحب مظہر جمال ذکر کرتے ہیں کہ ہم فوج میں ملازم تھے جس روز شیر سنگھ دربار اندری واقع لاہور متصل مزار حضرت شاہ بلال صاحب رحمۃ اللہ علیہ قتل ہوا ہم دو شخص فراش میں حاضر تھے۔جب سانحہ ظہور میں آیا ہم ڈر کے مارے زینہ کے راستہ اوپر چڑھ گئے، ناگاہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے پیچھے دو شخص ننگی تلواریں لئے ہوئے دوڑے آ رہے ہیں۔اب بھاگنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔دل میں ہلاکت کا یقینی خیال ہو گیا۔اسی حالت میں ذرا ذکر کی وجہ سے استغراق ہو گیا اور تلوار والا آدمی تلوار اٹھا کر مجھے قتل کرنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ حضور قبلہ تشریف لائے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا ہے۔میں نے اپنے میں کوئی جنبش نہیں دیکھی مگر کیا دیکھتا ہوں کہ میں خواجہ سعید صاحب کے گنبد میں بیٹھا ہوں۔بس میں نے لاکھ شکر خدا کا کیا اور دل میں یقین ہو گیا کہ یہ سب تصرفات حضور عالیہ سے ہے۔اسی دن سے ملازمت چھوڑ کر حضور کی خدمت میں عمر گزار دی اور جو کچھ یہاں سے حاصل ہوا وہ ذکر سے بالا ہے۔

ایک دفعہ ایک عورت اپنی ایک بیمار لڑکی کو حضور کی خدمت میں دعا کے لئے لے کر چلی۔ راستہ میں لڑکی فوت ہوگئی۔ اس عورت کی صرف یہی ایک لڑکی تھی اور کوئی اولاد نہ تھی۔ لڑکی کو لے کر اس ارادہ پر مکان شریف پہنچی کہ مکان شریف میں دفن کرے۔ جب حضور کی خدمت میں پہنچی اور عرض کرنے لگی تھی کہ اچانک لڑکی کو جو دیکھا تو وہ بالکل تندرست ہے اور سابقہ بیماری کا بالکل کوئی اثر نہیں رہا اور کھیلنے میں بھی مشغول ہوگئی۔ ہزارہا آدمیوں نے یہ کرامت آپ کی دیکھی۔

ایک شخص مسمی نارائن سنگھ جو چک رہانہ میں رہتا تھا اسے ستر سال کی عمر میں مرض فالج ہوگیا۔ چونکہ دولت منداور امیر کبیر آدمی تھا، بے شمار علاج کئے مگر کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا فائدہ ہونا ممکن بھی نہ تھا کیونکہ اصول طب کے مطابق ساٹھ سال کے بعد اگر فالج ہو تو لا علاج ہے۔ (مترجم)

حضور کی خدمت میں ارادت اور دعا کے لئے لایا گیا۔ بجز د زیارت کے اکسیر صفت فائدہ ظاہر ہوا کہ تمام اعضاء میں حس وحرکت جاری ہوگئی جو کئی سال سے چار پائی سے ہل نہ سکتا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سات روز مکان شریف حضور کی خدمت میں رہا اور بالکل تندرست ہوگیا۔ زنار توڑ کر اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضور کی بیعت میں داخل ہوگیا اور کاملین میں سے ہوگیا۔ یہی شخص ایک روز جاڑے کے موسم میں لوگوں نے دیکھا کہ شیرہ کاسنی میں شکنجبین ملا کر پی رہا ہے۔ اس نے بیان کیا کہ جس روز سے حضور کی نظر کیمیا اثر بندہ پر پڑی ہے یہ حال ہے کہ بغیر سرد چیزوں کے استعمال کے آرام نہیں ہوتا اور اپنے باطن کا حال جو اس نے بیان کیا اس کو ظلم تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ سبحان اللہ

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کلانوری فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک ساربان حضور کے در دولت پر حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت میرے اونٹوں کا بادشاہ اونٹ اچانک بیمار ہوگیا ہے اور سخت کانپتا ہے اور ہل جل نہیں سکتا۔ میں سخت غریب ہوں اور میری روزی کا آسرا اسی پر ہے۔ اس وقت آپ خاص حالت میں تھے اور اچھا وقت بنا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تیرا اونٹ تو بالکل تندرست ہے۔ اس نے عرض کی کہ حضرت اگر اونٹ تندرست ہوتا تو میں آپ کو ہرگز تکلیف نہ دیتا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ تیرا اونٹ بالکل تندرست ہے۔ تیسری دفعہ اس نے عرض کیا کہ اونٹ در دولت پر حاضر ہے، تکلیف گوارا فرما کر ملاحظہ فرمالیں سخت بیمار ہے۔ آپ نے دہلیز پر کھڑے ہو کر سامعین کو فرمایا: جا کر دیکھو اونٹ کو کوئی بیماری ہے؟ ان کے علاوہ ساربان نے بھی دیکھا کہ اونٹ بالکل تندرست ہے۔ اس نے اونٹ پر بوجھ لادا اور دعائیں دیتا ہوا خوش بخوش روانہ ہوا۔

مکان شریف میں بے شمار جذامی آتے اور حضور کے وضو کا پانی پی کر بدن پر ملتے اور بالکل تندرست ہو کر

چلے جاتے۔ جس میں دو تندرست آدمی آج تک مکان شریف میں موجود ہیں۔ جو باوجود بدنی صحت حاصل کرنے کے روحانی صحت سے بھی مالا مال ہیں۔

ایک شخص کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کی دونوں آنکھیں چیچک کی وجہ سے نابینا ہو گئیں۔ حضور کی خدمت اقدس میں اس کے باپ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ایک ہی لڑکا ہے اور کاروبار دنیاوی اور ذریعہ معاش کا دارومدار اسی سے وابستہ ہے وہ چیچک کی وجہ سے نابینا ہو گیا ہے۔ مہربانی فرما کر دعا فرمائیں۔ آپ نے اپنے دہن مبارک کا لعاب اس کی آنکھوں میں ڈال دیا اور حکم دیا کہ چند یوم رہ کر لعاب دہن آنکھوں میں ڈالیں چنانچہ دو تین بار ڈالنے سے وہ بالکل بینا ہو گیا۔

ایک زمیندار حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیوی دردزہ سے قریب المرگ ہے اور بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا تجھے مبارک ہو تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جب وہ شخص گھر واپس گیا تو دیکھا کہ بیوی تندرست اور خوش وخرم ہے اور گود میں لڑکا لے کر بیٹھی ہوئی ہے۔

قوم ہنود میں سے ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بدن پر سالہا سال سے اس قدر سوزش اور جلن تھی کہ ہر وقت مکھن اور کافور بدن پر ملتا رہتا تھا اور اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدن پر گویا آگ رکھی ہوئی ہے۔ وہ شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں حضور کا نام سن کر حاضر ہوا ہوں۔ سخت لاچار ہوں۔ آپ وضو فرما رہے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر پانی کا بھیگا ہوا ہاتھ اس کے بدن پر مل دیا جس سے اس کا مرض فوراً دور ہو گیا اور پھر تمام عمر عود نہ کیا۔

ایک شخص مسمی میاں دل احمد ولد مولوی قل احمد کا بیان ہے کہ میں ابتداء میں فرقہ وہابیہ کی طرف میلان رکھتا تھا اور اپنے ہم عقیدہ بعض وہابیوں سے سنا کرتا تھا کہ حضرت شاہ صاحب مکان شریف والے علم شریعت سے بے بہرہ ہیں۔ عام لوگ جو ان کی تعریف کرتے ہیں اور علماء زمانہ کلمۃ الحق کہنے سے چپ ہیں علمائے زمانہ ان سے دنیوی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس لئے اصل بات ظاہر کرنے سے باز رہتے ہیں مگر دوسری طرف لوگ آپ کی کرامات اور مناقب اس قدر بیان کرتے ہیں جن سے انکار کی گنجائش نہ تھی۔ میں اس خیال سے مکان شریف روانہ ہوا کہ اپنی آنکھوں سے چل کر دیکھوں اور کانوں سے سنوں کہ اصل بات کیا ہے۔ میں مکان شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند روز صحبت عالیہ میں ملازم رہا۔ اس اثناء میں اس قدر کرامات حضور کی دیکھنے میں آئیں اور طریق زندگی آپ کی اسی طرح مطابق شریعت مطہرہ کے پائی یعنی کہ تمام زمانہ میں سوائے آپ کی ذات والا ئے صفات کے محال تھی۔ علوم شرعیہ میں آپ کو میں نے وحید عصر پایا۔ انکساری اور تواضع آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہابی لوگ ہمیشہ اولیاء اللہ کے

خلاف کہتے ہیں کیونکہ آپ میں وہ سب صفتیں جو علماء حقانی اور اولیاء ربانی میں ہونی چاہئیں میں نے سب دیکھیں۔ اس وقت میں نے انکار اولیاء اللہ اور وہابیت سے فوراً توبہ کی اور بیعت کے لئے التجاء کی۔ آپ نے کمال عنایت سے قبول فرمایا۔

ایک دفعہ اپنے گھر میں سخت بیمار ہوا۔ میرے اقربا اور میں زندگی سے مایوس ہو گئے اور سخت ضعف مجھ پر طاری ہوا۔ اس حالت میں حضور کی طرف میں نے خیال کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کا چہرۂ مبارک اس قدر روشن تھا کہ تمام گھر منور ہو گیا۔ بمجرد زیارت فیض بشارت سے مجھے ایسی کیفیت حاصل ہوئی اور وجد ہوا کہ میں اپنے آپ سے گم ہو گیا۔ جب اس بے خودی سے مجھے ہوش آیا تو میں نے ارادہ کیا کہ اٹھ کر حضور کی قدم بوسی کروں۔ آپ نے فرمایا: ابھی لیٹا رہو اور خاطر جمع رکھو کہ تیرا مرض خدا تعالیٰ نے دور کر دیا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے بدن میں طاقت پائی اور مرض بھی اسی روز دور ہو گیا۔ آپ کی کرامتیں جو اس فارسی کتاب میں درج ہیں وہ اس قدر ہیں کہ اگر سب تحریر میں لائی جائیں تو ایک علیحدہ کتاب بن جاتی ہے لہٰذا ان دو چار ہی کرامتوں پر تبرکاً اختصار کیا جاتا ہے۔

آپ کے خلفاء نامدار بھی آپ کے بعد آپ کے سچے جانشین گزرے ہیں۔ اس لئے تبرکاً ان کے اسمائے مبارک تحریر کئے جاتے ہیں۔ آپ کے خلیفہ اعظم اور اعلیٰ خاندان نقشبندیہ مجددیہ کے روشن چاند میر صادق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضور کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کی کرامتیں اور مناقب بھی بے شمار ہیں۔ آپ کا روضہ مبارک مکان شریف میں حضور کے مرقد پاک کے پہلو میں ہے۔

دوسرے فرزند دلبند میر لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ میں قطب گزرے ہیں۔

تیسرے خلیفہ حضور کے حضرت شاہ صاحب بہادر شاہ طیب اللہ مشہدہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کو بعد اجازت حضور نے موضع بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں تلقین کے لئے رخصت فرمایا۔

چوتھے خلیفہ آپ کے میاں خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ پانچویں خلیفہ مرزا سنگتین بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ چھٹے مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ ساتویں محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ۔ آٹھویں میاں صاحب عطا محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ نویں مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ دسویں مولانا شیر محمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کابلی۔ گیارہویں مولانا محمد شریف بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ۔ بارہویں مولانا مولوی فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ تیرہویں مولانا مودی رسول بابا رحمۃ اللہ علیہ۔ چودھویں سیّد انور شاہ صاحب کشمیری اور پندرہویں میاں شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ سولہویں منشی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان سے ہر ایک صاحب کرامت اور مناقب جلیلہ ہوئے ہیں جن کا ذکر طویل ہے لہٰذا انہیں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

10B

حالات حضرت خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ امیر الدین قدس سرہ سلسلہ عالیہ کے بزرگ قصبہ دھرم کوٹ کے رہنے والے ہیں جو مکان شریف سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ قوم افغان ککے زئی ہیں۔ آپ اوائل عمر میں ہی خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ صاحب سے کمال محبت تھی اور ان کے لاڈلے تھے اور آپ پر حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی مہربان تھے۔ آپ کو ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم ملازمت کرو اور آپ نے سفارش بھی کی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدد سے آپ تھانیدار ہو گئے اور لاہور سے جو سڑک ملتان کو جاتی ہے، رستہ میں جس جگہ اب جیل ہے اس کے قریب اب ایک گاؤں ہلہ آباد ہے وہاں ایک چوکی پولیس کی تھی، اس چوکی پر آپ افسر تھے۔ یہاں ایک ٹیلہ تھا جس پر آپ نے مسجد تعمیر کرائی اور دعا کی کہ خدایا یہ جگہ آباد کر کہ اب قصبہ ہلہ آباد ہے اس جگہ نہر کا ہیڈ ہے۔ یہ واقعہ آپ نے مولوی یار محمد صاحب مرحوم کو فرمایا تھا کہ ہم نے ہی موضع ہلہ کی بنیاد رکھی تھی۔ تین برس تک آپ نے ملازمت کی اس کے بعد آپ نے استعفیٰ دے دیا اور مکان شریف حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دریا پر وظیفہ پڑھنے کا حکم دیا اور آپ کے ہمراہ دو آدمی زبردست برائے نگہداشت بھیج دیئے کہ مبادا آپ وجد میں آ کر دریا میں گریں۔ دریا پر آپ کو خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور بہت برکات اور فیوضات اس عرصہ میں آپ کو حاصل ہوئیں۔ جب انگریزوں کی بادشاہی ہوئی انہوں نے آپ کو نو سو گھماؤں زمین بطور ہدیہ کے نذر کی۔ جس جگہ کہ اب کوٹلہ شریف آباد ہے۔ حضرت خواجہ امام شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ درویشوں کو اس زمین پر بھیجتے مگر وہ دیہاتی لوگ انہیں قبضہ نہ کرنے دیتے تھے۔ آخر حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا گیا۔ آپ بفضل خدا بہت جوان تھے۔ آپ نے ہمت سے اس زمین پر آ کر قبضہ جما لیا۔ وہ دیہاتی لوگ بہت مخالفت کرنے لگے لیکن آپ نے اپنی ظاہری اور باطنی طاقت سے ان پر تسلط جما لیا۔ ایک دیہاتی نے مخالفت سے بہت تکلیف پہنچائی۔ آخر اس نے اپنے کئے کی سزا پائی۔ سخت بیمار ہوا۔ اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے۔ آپ کو بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ نے جتلا دیا کہ شرقپور میں ایک شیر مرد پیدا ہوگا۔ اس واسطے آپ شرقپور شریف میں سال بسال تشریف لایا کرتے۔ چار پانچ سال کے بعد دریا راوی طغیانی پر آیا۔ اندیشہ ہوا کہ شرقپور کو دریا گھیر لے۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ دعا فرمائیں۔ آپ نے اپنا رومال ان لوگوں کو دیا اور فرمایا میرا رومال دریا کو دکھاؤ اور میری جانب سے السلام علیکم کہو۔ صبح جب آ کر دیکھا تو دریا دو میل کے فاصلے پر پرے کو ہٹ گیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ خداوند کریم

مجھے سوال کرے گا تم دنیا سے کیا لائے ہو تو عرض کروں گا کہ میں دنیا سے شیر محمد کو لایا ہوں اور آپ کی عادت شریف تھی کہ جب کسی کو رخصت فرماتے تو اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر فرماتے جان مال خدا کے حوالے۔ اس وقت ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ تین دفعہ قصور تشریف لائے ہیں۔ بندہ نے ایک تسبیح جو حضرت حافظ غلام مرتضیٰ جد امجد حضرت خواجہ غلام محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تھے ان کے ہاتھ کی تسبیح تھی، آپ کی خدمت میں نذر کی۔ آپ نے قبول فرمائی اور اس تسبیح پر فخر فرماتے کہ یہ تسبیح حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی ہے۔ اس تسبیح کے بہت موٹے موٹے دانے تھے۔ اکثر ہاتھ میں آپ اسے رکھتے اور بازار میں بھی برہنہ رکھتے۔

ایک دفعہ آپ قصور میں تشریف لائے، آپ کے ہمراہ ایک مجذوب تھا۔ آپ نے اثنائے گفتگو میں فرمایا خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے تو مجذوب بولا ''اتے اوہ'' آپ نے فرمایا! چپ رہ کتے۔ بندہ کو اس وقت ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ اس مجذوب کے اس کلمے سے معیت ذاتی کا انکشاف ہوا۔

ایک دفعہ آپ کے ہمراہ مکان شریف حاضر ہوئے۔ حضرت صادق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم خلفاء لوگ اگر دن کے دن آؤ تو باقی لوگوں کا کیا حال۔ آپ نے اسی وقت کمر باندھی، تمام عرس کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا۔ دو دن اور دو رات چارپائی پر نہیں لیٹے۔ تیسرے روز مولوی یار محمد صاحب مرحوم سے فرمایا: پیروں کی خدمت یوں کی جاتی ہے۔ آپ کے حالات بہت ہیں۔ اگر تحریر کئے جائیں تو ایک دوسری کتاب بن جائے۔ منجملہ ان کے ایک اور لکھ دیتا ہوں۔ ایک شخص میاں محمد الدین نامی شخص آپ کے پاس معاملہ کا روپیہ لینے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو روپیہ دے کر جبراً اسے بیعت کر لیا۔ چند روز کے بعد وہ نوکری چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس شخص کا حال اس زمانہ میں یہ تھا کہ چکی خود پیستا اور روٹی پکاتا۔ آپ کی ڈاچی کے آگے آگے دوڑتا، پاؤں میں آ کر کانٹا لگ جاتا۔ اس پر سکر کا ایک ایسا عالم طاری ہو گیا تھا کہ سوا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے کوئی کام نہ سوجھتا مگر افسوس! حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ اسے بدظنی ہو گئی تھی اس سبب سے گر گیا۔ اس کا حال ہم نے کتاب میں آگے درج کیا ہے۔ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ بڑے قد و قامت کے مرد تھے۔ خضر صورت تھے۔ بوجود ضعیف عمر ہونے کے دو دو گھنٹے دو زانو بیٹھ کر درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ کا سن مبارک ایک سو ساڑھے تیئس کا ہوا، آپ کو ایک یسبی فالج گرا۔ اڑھائی سال بیمار رہے۔ ایک روز بندہ کو فرمایا یہ جو ماں باپ دعا دیتے ہیں کہ تم عمر کے بڑے ہو، یہ دعا نہیں بلکہ بددعا ہے۔ جب آپ کا سن مبارک ایک سو چھبیس سال کا ہوا تو آپ واصل بحق ہوئے اور اس جہان فانی سے داغ مفارقت دے کر تشریف لے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب 2

شجرہ نسبی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(شرقپوری)

نقشہ صفحہ 126

حالات نسبی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بزبانی مسماۃ نیک بی بی زوجہ محمد شہاب الدین صاحب: دیپالپور سے ہمارے بزرگوں میں تین صاحب قصور آئے تھے جن میں سے ایک شادی شدہ تھے اور دو کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ قصور میں کوٹ نواں قلعہ کے دروازے کے اوپر ایک منزل تھی۔ جہاں آ کر انہوں نے قیام کیا۔ عالم لوگ تھے۔ قرآن مجید قلمی لکھا کرتے تھے اور غالباً یہی ذریعہ معاش تھا۔ ان میں سے کسی کا نام نہیں معلوم ہو سکا اور نہ ہی ان کی ذات پر کوئی روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ غالباً قحط کی وجہ سے دیپالپور چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ ان میں سے شادی شدہ تو واپس چلے گئے تھے۔ دوسرے دونوں میں سے ایک تو پکہ قلعہ قصور میں جا رہے اور دوسرے کوٹ پیراں قصور میں مقیم ہو گئے۔ کوٹ پیراں والوں کے متعلق کوئی علم نہیں کہ ان کے جانشین کوئی ہے یا نہیں۔ کوٹ پکہ قلعہ والے صاحب کی اولاد میں سے تیسری پشت میں ایک صاحب مسمی صالح محمد تھے۔

حالات حضرت صالح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی کتابت کیا کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ ہمارے بزرگوں سے کوئی پوچھتا کہ تمہاری ذات کیا ہے تو آپ فرماتے ما خوشنویسیم۔

میاں نور الحسن صاحب قصوری کا بیان ہے کہ اپنے والد سے سنا تھا کہ میرے والد صاحب نے روایت کی اپنے جد امجد میاں امام الدین صاحب سے کہ حضرت میاں صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس وقت کے نواب نے آدمی کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ ہم نے ایک گائے پالی ہوئی ہے۔ اب اس سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ گائے نہ تو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اور نہ ہی ہمیں دوہنے دیتی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا گائے کو جا کر کہہ دو کہ تم کو انہوں نے پالا ہے اور تیری خدمت بھی کی ہے تو ان کو دودھ دوہنے دے۔ فرمان پہنچتے ہی وہ گائے دودھ دینے لگی اور مطیع ہو گئی۔

حالات حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جد بزرگوار ہیں۔ آپ علاوہ خوشنویسی کے حکمت کے بہت ماہر تھے اور نہایت ہی نیک بخت اور صالح آدمی تھے۔

حالات مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ قصور میں آپ کا مکان کوٹ حاجی رانجھے خاں متصل مسجد حاجی رانجھے خاں صاحب تھا۔ اس مکان کی بندہ نے بھی زیارت کی ہے۔ اس مکان میں ایک تہ خانہ تھا جس میں آپ نے چلاکشی اور مجاہدہ فرمایا تھا۔ آپ بسبب قحط سالی کے حجرہ شاہ مقیم تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو بہت قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ جب ویدیوؤں نے حجرہ پر حملہ کیا اور فتح پالی تو دو سیّد صاحبان اور مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرلیا۔ ان تینوں صاحبوں کو پھانسی دینے کا حکم دے دیا۔ سیّدزادوں نے کہا: یہ تو مولوی صاحب ہیں ان کا کیا قصور ہے۔ یہ سن کر ویدیوؤں نے آپ کو رہا کردیا۔ پھر آپ وہاں سے شرقپور شریف تشریف فرما ہوئے۔ شرقپور شریف میں بھی آپ کو قبول عامہ حاصل ہوئی۔

حالات میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت بالکل حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشابہت تھی۔ بڑے نیک بخت، پارسا اور مشرح آدمی تھے اور قادری طریق میں آپ کی بیعت تھی۔ ذکر شغل قادری طریق کا ہی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی ملازم رہتک میں تھی اور وہیں آپ نے وفا پائی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔

سب حمد اور تعریف اس ذات ستودہ صفات کو سزاوار ہے جو ہمتوں کے نتائج میں عقلوں کو حیرت میں ڈالنے والی ہے اور درود لامحدود حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر نازل ہو۔

ابتدائی حالات قبل از ولادت حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(پیشگوئی) میاں عبدالرشید صاحب سکنہ چونیاں روایت کرتے ہیں کہ میاں غلام محمد کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا اور فرمایا: شرقپور شریف میں ایک شیر خدا پیدا ہوگا۔ اس کشف کے بعد حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم نے سال بسال شرقپور جانا شروع کیا اور اس تاک میں رہے کہ اس مرغ لاہوتی کو اپنے دام میں لے لیں اور نسبت نقشبندیہ پہنچائیں۔

(پیشگوئی) امام صاحب ساکن بھون کلاں ڈاک خانہ حافظ آباد اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ عرصہ آٹھ سال کا ہوا ہم شرقپور گئے۔ ایک روز باہر دائرہ میں ایک ضعیف العمر آدمی شرقپور کا ملا۔ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ حضرت میاں صاحب کا اس طرح پر کب سے حال ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیدائش سے بھی پہلے ہم نے پوچھا کہ یہ کس طرح؟ انہوں نے کہا کہ ایک فقیر صاحب یہاں تشریف لائے تھے اور

اکثر آپ کے محلہ میں پھرتے اور لمبے لمبے سانس لیتے جیسے کوئی خوشبو لے رہا ہے۔ہم نے اس فقیر سے پوچھا کہ سائیں صاحب یہاں کیوں پھر رہے ہواور کس چیز کی خوشبو سونگھ رہے ہو۔سائیں صاحب نے جواب دیا کہ اس محلہ میں ایک روح آنے والی ہے وہ خداوند کریم کا مقبول بندہ ہوگا۔ہم نے پھر فقیر صاحب سے پوچھا کہ کس گھر میں ہوگا تو اس نے کہا میاں عزیز الدین (صاحب مرحوم) آپ کے والد بزرگوار کے گھر کا نشان دیا۔

بندہ مؤلف کہتا ہے کہ یہ واقعہ مذکورہ بطور پیش گوئی جو لکھا گیا ہے اس کی مثالیں متقدمین اولیائے عظام میں بکثرت موجود ہیں۔ایک دو واقعات بطور مثال اور تطابق کے لکھ دیئے گئے ہیں چنانچہ (مثال اوّل) حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے قبل کی پیش گوئی ہے کہ حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ قصبہ خرقان میں تشریف لائے، تو ایک جگہ کھڑے ہو کر لمبی سانسیں لیتے رہے۔اس وقت آپ پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہوئیں۔یہ حالت دیکھ کر آپ کے یاروں نے عرض کیا حضرت یہ گاؤں تو چوروں کا ہے۔آپ اس جگہ کیا کیفیت دیکھ رہے ہیں۔حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا: اس چوروں کے گاؤں میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کا نور میں تحت الثریٰ سے عرش اعلیٰ تک دیکھتا ہوں اور مجھ سے سو سال بعد ہوگا۔میں فارغ مشغول ہوں اور وہ مشغول فارغ۔چنانچہ سو سال گزرنے پر حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جن کا مفصل حال اسی کتاب کے شروع تذکرہ میں گزر چکا ہے۔

دوسری مثال شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی کی پیدائش سے قبل پیش گوئی:

''حضرت شیخ موسیٰ سہروردی مکاشفات اولیاء میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ روز جمعہ حضرت سیّد المشائخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حالت مکاشفہ میں تھے کہ آپ نے فرمایا ان کا قدم میری گردن پر، ان کا قدم میری گردن پر''۔

دو دفعہ کہا پھر سر جھکا لیا۔جب آپ حالت استغراق سے فارغ ہوئے تو خدام نے اس کی حقیقت دریافت کی تو فرمایا: حالت مکاشفہ میں مجھ پر ظاہر ہوا کہ پانچویں صدی کے آخر میں ایک بزرگ پیدا ہوں گے جن کا نام عبدالقادر ہوگا اور لقب محی الدین ہوگا اور ان کا مولد گیلان اور مسکن بغداد ہوگا اور وہ بامر الٰہی یہ کہیں گے: قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔

تیسری مثال حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی پیدائش سے قبل کی پیشین گوئی ہے۔ایک روز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز جنگل میں بیٹھے ہوئے مراقبہ میں مشغول تھے کہ یکا یک آسمان سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے تمام عالم منور ہوگیا۔آپ کو اس وقت بتایا گیا اور معلوم ہوا کہ آپ کے پانچ سو سال

بعد جبکہ تمام عالم میں ضلالت وگمراہی اور شرک وبدعت کا دور دورہ ہوگا اس وقت ایک بزرگ وحید امت پیدا ہو گا۔ وہ دنیا سے الحاد وزندقہ اور شرک وبدعت کا نام مٹا دے گا۔ دین محمدی کی تجدید کر کے اس کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا۔ اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی۔ اس کے فرزند اور خلفائے بارگاہ احدیت کے صدر نشین ہوں گے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت

آپ ۱۲۸۲ھ (بارہ سو بیاسی ہجری) میں پیدا ہوئے۔ بعد پیدائش کے ساتھیوں روز آپ کا اسم گرامی شیر محمد رکھا گیا۔ سبحان اللہ

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود بندہ سے ذکر کیا کہ بچپن سے میرے جد امجد حضرت مولانا غلام رسول صاحب نے مجھے اپنی زبان چسائی تھی۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب بڑے بابرکت بزرگ تے۔ (آپ کا احوال شجرہ نسبی میں آ گیا ہے)۔ اسی طرح حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان مبارک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو چسائی اور نسبت قادری القاء فرمائی تھی۔

لیکن بندہ (مؤلف) جب پہلی یا دوسری مرتبہ شرقپور شریف گیا تو خبر عام مشہور تھی۔ بہت سے بوڑھے اور معمر آدمی یہ فرماتے تھے کہ حضرت میاں صاحب مادرزاد ولی ہیں۔ سب کا نام تو نہیں یاد رہا صرف دو آدمیوں کا نام یاد ہے۔ ایک میاں امام الدین مونگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے۔ دوسرے حکیم امام الدین صاحب۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے اور بہت سے بزرگوں سے بتواتر شنید اور تصدیق ہے کہ آپ مادرزاد ولی ہیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جب پچھلی رات ذکر میں مشغول ہوتے تو آپ کے ہمشیرہ زاد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت تین سال کی تھی۔ آپ نے ایک دن اپنے ماموں صاحب یعنی خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے بھی کچھ فرمائیے کہ میں بھی کچھ کیا کروں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو پانچ دفعہ اللہ معی، اللہ معی اسی وقت اٹھ کر کیا کرو (یعنی خداوند کریم میرے ساتھ ہے) سمجھ کر پڑھا کرو۔ چند روز یہی عمل کر کے پھر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت اور کچھ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اب سات دفعہ اسی طرح پڑھ لیا کرو۔ پھر چند یوم کے بعد حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ سے عرض کی، تو آپ نے فرمایا کہ اب نو دفعہ پڑھ لیا کرو۔ چوتھی دفعہ پھر عرض کیا تو فرمایا: اب گیارہ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ اب کی مرتبہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں کچھ ایسا اثر پیدا ہوا کہ نہ تو آپ بچوں سے کھیلتے، نہ بچوں میں بیٹھتے حتیٰ کہ آپ کو مکتب میں بٹھا دیا گیا تو آپ کی طبیعت بچوں سے وحشت کھاتی اس لئے آپ کو علیحدہ بٹھا کر سبق دیا جاتا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم اور بچپن

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال بھی بچپن میں بعینہٖ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہو گیا تھا۔ نہ ہی آپ بچوں میں کھیلتے اور نہ ہی ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے۔ بلکہ آپ علیحدگی کو ہی پسند فرماتے۔ جب آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا تو آپ کی طبیعت بچوں سے مناسبت نہ پکڑتی۔ تین چار سال کے عرصہ میں آپ نے قرآن شریف اور دیگر کتب پڑھ لیں اور لکھنے میں اچھی مہارت حاصل کر لی۔

حکیم علی محمد صاحب سکہ بلو کی اپنے والد حکیم پیر بخش صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو سیپارہ قرآن مجید آپ کو برائے تعلیم دیتے تو کثرت اشک کی وجہ سے آپ اس کے ورق چند یوم میں خراب کر دیتے۔ جب آپ کے دادا صاحب باز پرس کرتے تو آپ سوائے سکوت اور رونے کے کچھ جواب نہ دیتے۔

حیا

میاں امام الدین صاحب زرگر ساکن شرقپور کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچپن کی عمر میں جب محلہ سے گزرتے تو سر پر چادر اوڑھی ہوتی تھی اور محلہ کی عورتیں کہتی تھیں کہ یہ ہمارے محلہ میں ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے جو چہرہ پر نقاب لے کر چلتی ہے۔

چستی فطرتی

مؤلف کہتا ہے کہ آپ کو بچپن کی عمر میں گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا۔ آپ جس گھوڑی پر سوار ہوتے وہ آپ کی مطیع ہو جاتی۔ شرقپور کے باشندے کہتے کہ یہ تو گھوڑیوں کے وحی (ملک الموت) ہیں۔

ایک دفعہ شرقپور میں بارات آئی جن کے ساتھ بہت سی گھوڑیاں تھیں۔ انہوں نے سنا کہ شرقپور میں ایک ایسا لڑکا ہے کہ خواہ کیسی ہی چالاک اور سرکش گھوڑی ہو، اس کے سوار ہونے پر مطیع ہو جاتی ہے۔ بارات کے ہمراہ ایک گھوڑی بدخو بھی تھی۔ انہوں نے آپ کو بلا کر کہا کہ اس گھوڑی پر سواری کیجئے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا: جب میں اس پر سوار ہوا، جس طرح سے اسے چلاتا وہ چلتی، جس[1] طرح دوڑاتا وہ دوڑتی۔ یہ معاملہ

(۱) انسان میں دو قوتیں ہوتی ہیں۔ ایک قوت فعلی، دوسری قوت انفعالی۔ پہلی قوت تمام افعال کا مبداء ہے اور دوسری قوت تمام جذبات کا مرکز ہے۔ اولیاء اللہ کے عروج اور ترقی کا راز انہی قوتوں پر منحصر ہے جس میں پہلی قوت زیادہ ہوتی ہے وہ تمام اشیاء کو رنگین کرتا ہے اور جس میں دوسری قوت زیادہ ہوتی ہے وہ جذبات کا آئینہ ہو کر مست حال ہوتا ہے اور دونوں قوتوں کی کمال طاقت اور قوت سے عارف کامل ہوتا ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہ دونوں قوتیں بدرجہ اتم تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جانور اور وحوش بھی آپ سے مغلوبانہ صورت میں رہتے تھے۔ موجودہ واقعہ اسی کی ایک مثال ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ (۴۳:۱۳)۔ معمولی واقعہ سمجھ کے نظر انداز نہ کرنا چاہئے بلکہ حقیقت پر ناظرین کی توجہ اور غور چاہئے۔ خاص کر طبیعت کا فطرتی میلان زہد کی طرف ہو۔

دیکھ کر تمام برات والے حیران رہ گئے۔

ارادہ یا قوت کا اندازہ

قاضی ضیاء الدین صاحب لاہوری سے روایت ہے کہ مولوی یار محمد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ چونیاں تشریف لے گئے۔ واپسی کے وقت ایک گھوڑی آپ کی سواری کے واسطے کوئی شخص لایا۔ وہ گھوڑی نہایت تیز اور منہ زور تھی۔ آپ نے کچھ پروا نہ کی۔ جب آپ کے نزدیک لائی گئی تو آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور سوار ہو گئے۔ گھوڑی نے ذرا کان تک نہ ہلایا اور بآرام چلتی گئی اور کسی قسم کی بدمستی وغیرہ نہ کی۔ پھر آپ چونیاں سے کسی اور مقام شاید حجرے شریف تشریف لے گئے۔

فقراتی محبت الحقیہ کا جوش

حاجی جلال الدین صاحب ذیلدار موضع جوڑا اہل حدیث جب حج کر کے واپس آیا تو اس نے مدینہ منورہ کے سفر اور اثنائے زیارت روضہ نبی کریم ﷺ میں جو کیفیات اس پر گزری تھیں اس طرح بیان کیں جیسے کسی کامل نسبت والے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ اس موقع پر حضرت میاں صاحب بھی قصور تشریف لائے ہوئے تھے تو بندہ نے آپ سے حاجی جلال الدین صاحب کا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: موضع جوڑا میں چلنا چاہئے، چنانچہ صبح دو ٹانگے لے کر موضع جوڑا پہنچے۔ حاجی جلال الدین سے ملے اور اس سے مدینہ منورہ کی کیفیات [1] سن کر آپ کی طبیعت پر جذب طاری ہوتا تھا۔ آپ رات کو وہیں رہے۔ حاجی صاحب نے بہت ہی عزت اور خاطر مدارات کی۔ ان کے ہاں ایک بھینس تھی۔ ایک وقت کا دودھ تو آپ کے ہمراہیوں کو پلا دیا اور ایک وقت کے دودھ کی دہی جما دی۔ جو صبح لسی بنا کر پلائی گئی۔ حاجی صاحب کی بیوی نے حاجی صاحب سے کہا کہ مکھن تو باوجود تھوڑا ہونے کے روز جتنا نکلا ہے۔ حاجی صاحب نے ترازو لے کر تولا تو واقعی روز جتنا نکلا۔ اس کے بعد حاجی صاحب نے مکھن کا تذکرہ کئی دفعہ بندہ سے کیا اور ایک دفعہ حاجی صاحب شرقپور تشریف بھی گئے اور آپ کا معاملہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ جو کچھ یہاں دیکھا ہے کہیں نہیں دیکھا۔

جذبۂ محبت

جن دنوں میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سکر اور جذبہ بہت رہتا تھا اسی حالت میں میاں غلام محمد کٹاریہ پر جو آپ کے ہم عمر تھے اور شکل وصورت میں بھی کوئی حسین نہیں تھے، آپ کی نظر پڑی۔ اس سے

(۱) اصلی محبت کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے اور پرائے، بیگانے اور یگانے کی قیدت سے پاک کر دیتی ہے۔ ایک وہ اہل حدیث، دوئم ناواقف، پھر یہ محبت کہ خود چل کر جا کے زیارت کی۔ کیوں؟ صرف اس لئے:

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود گفت گاہے ایں سگ در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

آپ کو اس قدر لگاؤ ہوا جو بڑھ کر عشق کے مراتب تک پہنچ گیا۔ بغیر اس کے دیکھے چین نہ پڑتا۔ کبھی اس کو بے قرار ہو کر تلاش کرتے۔ مل جاتا تو کئی دفعہ آپ اس کو ہاتھ کا انگوٹھا دکھاتے اور اسے حرکت دیتے اور زبان حال سے فرماتے: ''تو کچھ بھی نہیں ہے''۔ کبھی بندہ کو فرماتے ادھر تو جذبہ الٰہی ستا رہا ہے ادھر غلام محمد کا خیال دکھ (۱) دے رہا ہے۔ پھر میاں غلام محمد کو اپنے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں لائے اور حضرت صاحب کی بیعت کرادیا۔ ایک دفعہ بندہ حاضر خدمت ہوا، فرمایا: غلام محمد حضرت صاحب کے پاس نہیں آتا۔ بندہ نے غلام محمد سے دریافت کیا کہ تم کیوں نہیں آتے۔ اس نے جواب دیا کیا آؤں۔ مجھے ایسی محویت ہو جاتی ہے کہ کاروبار دنیوی سب بھول جاتے ہیں **العشق نار یحرق ماسوی اللہ**۔ یہ عشق کی نعمت ہر کس و ناکس کو میسر نہیں آتی اور یہ ایک نہایت ہی پاک اور بہت ہی لطیف جذبہ ہے جو ہر دل میں نہیں پایا جاتا۔ سبحان اللہ نفیس اور پاکیزہ طبیعتوں میں اس پاک جذبہ کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ دل تو گویا ازل سے ہی پاک جذبہ کے لئے خاص کر دیئے گئے ہیں۔ **المجاز قنطرۃ الحقیقۃ** حدیث قدسی میں آیا ہے: **ان اللہ خلق الآدم علی صورتہ** (یعنی تحقیق اللہ رب العزت نے آدم کو پیدا کیا اپنی صورت پر)۔ چونکہ انسان کو مظہر اتم بنایا ہے۔ عاشق کو انسان میں بھی ایک جلوہ نظر آتا ہے۔ پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت خدا کی طرف بڑھ گئی اور غلام محمد [1] کا خیال پیچھے رہ گیا۔ سبحان اللہ اور وہ پاک جذبہ جس کا نام عشق ہے اس کے اندر سوائے خیال محبوب حقیقی یعنی رب العزت اور کوئی چیز آ سکتی نہیں اور سما سکتی ہی نہیں کیونکہ عاشق جو کہ اللہ پاک کی محب میں محو ہو گیا اس کا دل آئینہ سکندری نہیں ہے کہ جس میں ایک ایک ساعت میں صدہا و ہزاروں عکس ہو ہو کر غائب ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس پاک جذبہ والوں کو جو آئینہ ملا ہے۔ وہ آئینہ تو گویا فوٹو کی پلیٹ ہے کہ جس پلیٹ میں سوائے ایک عکس کے دوسرے عکس کی گنجائش ہی نہیں۔ اسی طرح ان حضرات کا دل فوٹو کی پلیٹ ہے۔ اس پلیٹ میں لفظ اللہ کا عکس

---

(۱) اصل میں یہ واقعہ فطرتی جذبہ محبت کا نہیں بلکہ سالک کا دل جب ماسوی اللہ سے فارغ ہو کر آئینہ دار ہو جاتا ہے تو اس وقت جذبہ محبت کسی صورت مشاہدے سے بھی اپنی تشنگی بجھانے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے اور اصل شاہد حقیقی کے نہ ملنے کی وجہ سے مشاہد مجازی پر اپنی نظر جماتا ہے لیکن اگر طبیعت میں بلندی ہوئی تو چند دن کے بعد فوراً رخ بدل کر شاہد حقیقی کے جمال میں غرق ہو جاتا ہے اور شاہد مجازی سے بالکلیہ بے نیاز ہو جاتا ہے مگر ہر ایک سالک کی طبیعت کی افتاد بلند نہیں ہوتی۔ اس لئے اکثر اس مقام پر پیر و مرشد کی سخت ہمت کی ضرورت ہوتی ہے اور کامل کی رہبری اور توجہ کامل پر انحصار زیادہ ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے اگر دونوں نعمتوں سے کوئی ایک نعمت بھی سالک کو میسر نہ ہو۔ تو پھر وہ ہمیشہ سے اس جذبہ محبت کا رخ مجاز سے حقیقت پر نہیں پھیر سکتا۔

ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے۔ یہ حال سالک کے لئے عجب حال ہے کہ ایک دل میں بیک وقت دونوں علیحدہ علیحدہ محبتیں جوش کھا رہی ہوتی ہیں اور سالک ایک کٹھن کٹھالی میں پگل رہا ہوتا ہے۔ یہ محبت اپنی طرف اس کی جان کو کھینچتی ہے اور وہ محبت اپنی طرف اس کی روح کو بلاتی ہے۔

سبحان اللہ کیا ہی عمدہ اس مقام کی لذت ہے اور کیا ہی خوب اس حال کی خلش ہے۔

اور نقشہ جم گیا ہے۔ ماسوی اللہ اور دوسری چیز کے عکس کی گنجائش ہی کہاں ہے کہ جو اس میں جگہ ہے' اور یہ قاعدہ ہے کہ جس وقت فوٹو کھینچنے والا اپنا کیمرہ لگا کر کسی ایک چیز کا اچھی طرح ہوشیاری سے عکس لے لیتا ہے اور وہ عکس فوراً پلیٹ پر آ جاتا ہے تو اس پلیٹ کو ڈوڈیسٹ اور صاف کرتا ہے اور جب وہ صاف ہو جاتا ہے تو پھر وہ عکس کبھی نہیں مٹتا۔ اگر کسی صورت سے کھرچ کر مٹا بھی دیا جائے تو وہ پلیٹ ایک معمولی آئینہ کی صورت رہ جاتا ہے۔ اور وہ فوٹو کا پلیٹ نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح ایک عاشق اپنا دماغی کیمرہ لگا کر اسم ذات اللہ جل جلالہ کا عکس اپنے دل کی پلیٹ پر قائم کر لیتا ہے اور رفتہ رفتہ اسی کے خیال اور تصور سے وہ دل کی پلیٹ صاف اور روشن بھی ہو جاتی ہے تو پھر وہ عکس جیتے جی نہیں مٹتا بلکہ وہ مرنے کے بعد بھی نہیں مٹتا اور اس کے جسم کے فناہ ہونے کے بعد روح پر اس کا نقشہ اور عکس برابر باقی رہتا ہے اور اگر دنیا کی رگڑ سے وہ نقشہ اکھڑ کر ہٹ گیا تو یہ عشق حقیقی نہیں ہے بلکہ محض ہوس اور ہوا پرستی ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! ایک آگ ہے کہ خداوند عزوجل کے سوا جتنی چیزیں دل میں جمع ہیں ان سب کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ مثلاً گندھک کے تیزاب میں ایک ایسی چیز ڈالی جائے کہ جس میں سونا چاندی، پیتل، سیسہ قلعی ملی ہوئی ہو۔ اگر اس چیز کو اب تیزاب میں ڈال دیں تو تیزاب سونے کے سوا باقی چیزوں کو جلا کر سیاہ کر دے گا اور سونے کو روشن اور چمکدار کر دے گا۔ اسی طرح عشق کے پاک جذبہ میں یہ تاثر رکھی ہے کہ خواب اور نکمی چیزیں دل میں جو اللہ تعالیٰ کے رہنے کی جگہ ہے، جمع ہوں گی اور عشق کا تیزاب اوپر ڈال دیا جائے گا۔ تو یہ عشق کا تیزاب ان خراب اور نکمی اور مردود شدہ اشیاء کو جو حسد، بغض، طمع، غیبت وغیرہ ہیں، جلا کر خاک سیاہ کر دے گا اور اسم ذات لفظ اللہ اور زور توحید اور نور وحدت سے دل کو منور اور لبریز کر دے گا۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے دن بھر میں ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے اور جہنم کی آگ اللہ تعالیٰ کے عشق کی آگ سے ستر دفعہ دن میں پناہ مانگتی ہے۔ معلوم ہوا کہ لکڑی اور کوئلوں میں کہ جو بظاہر خشک اور سوکھے معلوم ہوتے ہیں ان میں آگ کا روشن ہونا بہ تاثیر آفتاب اور اس کی روشنی اور شعاعوں کے سبب سے ہے کہ ان میں آگ روشن ہو جاتی ہے' اسی طرح یہ انسان قدرت کا ایک درخت ہے۔ جب تک کہ اس درخت پر آفتاب یعنی ذات بابرکات محمد رسول اللہ ﷺ کی شعاع اور روشنی جو شریعت پاک کی پابندی کے سبب سے حاصل ہوتی ہے جب وہ شعاع اور روشنی نہ چمکے، عشق الٰہی کی آگ دل میں ہرگز روشن نہیں ہو سکتی۔ جو ناقص اور بری چیز کو جلا کر خاکستر کر دے۔ اگر عشق الٰہی کی آگ دل میں روشن کرنی چاہیں تو سب سے یہی بات مقدم ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کو اپنے جسم، روح، مال و دولت، زن و فرزند سے زیادہ محبوب سمجھیں۔ اگر ایسا نہیں کیا تو پھر عشق الٰہی کی آگ کی تمنا رکھنا کیسا ہے۔ جیسا کہ جو بو کر گندم کی تمنا رکھتا ہے۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تک بندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول (ﷺ) کو سب چیزوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ اس کا ایمان کامل نہیں ہوگا۔ تب لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی: ایمان کیا چیز ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ایمان اس کو کہتے ہیں کہ بندہ اللہ پاک اور اس کے رسول مقبول (ﷺ) کو ماسوی اللہ سے زیادہ دوست رکھے۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو تو اب درویشی اور فقیری کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پھر اس نے عرض کیا کہ اللہ رب العزت کو دوست رکھتا ہوں۔ تب آپ نے فرمایا: آفت اور بلا کے لئے تیار ہو جاؤ:

هر کرا جامه ز عشقش چاک شد — او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما — اے دوائے جملہ علت ہائے ما
اے علاج نخوتِ ناموس ما — اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق بر افلاک شد — کوه در رقص آمد و چالاک شد

آپ ابتداءِ زمانہ میں کسی کے ہاتھ میں بوتل دیکھتے تو گر جاتے اور وجد میں آجاتے۔ کبھی دیا سلائی کسی کے ہاتھ میں دیکھ لیتے تو بھی یہی حالت ہوتی اور کبھی کسی کنوئیں کی آواز سن لیتے تو بھی جذب طاری ہو جاتا اور وجد[1] میں آکر گر پڑتے۔

(۱) بوتل کی چمک، کوئل کی آواز، دیا سلائی کی آتشیں طبیعت کا اثر اس درجہ طبیعت پر گرنا جذب محبت کی انتہائی منزل ہے ورنہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں حصہ بڑی اور عمدہ نفیس پر بے مہر طبیعت پر اثر نہیں کرسکتیں۔ مثلاً سریلی آوازیں خوبصورت اور حسین ترین اشیاء وغیرہ اصل یہ ہی ہے کہ لطیف ترین اشیاء کا اثر سالک کے دل پر ایک تموج روحانی پیدا کر دیتا ہے کیونکہ قلب کی تمام فضا کدورت نفسیہ سے خالی ہو کر آئینہ دار مصفا محبت کی حرارت سے ہو جاتی ہے اور ذرہ کی سی چمک اور ذرہ آہٹ سالک کے اندرونی حالت میں کامل تغیر کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے کہ لطیف دل کی ادنیٰ جنبش اور حرکت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس وقت عالم کبیر کا اثر عالم صغیر (انسان) کا باعث ہوا مگر جب سالک عروج سے نزول پر اتر آئے گا اور سالک سے عارف کے درجہ پر عزت پائے گا تو معاملہ بالکل یہ برعکس ہو جائے گا۔ اس وقت عالم صغیر کے محور (قلب) کے ازالے تغیر سے عالم کبیر (کائنات) میں ایک تغیر عظیم اور انقلاب تمام پیدا کر دے گا۔ عالم صغیر اور عالم کبیر کا نہایت گہرا تعلق ہے اور کوئی انسان اس تعلق سے خالی نہیں۔ عوام پر عالم کبیر غالب ہے لیکن خواص عالم کبیر پر غالب اور وہ مغلوب اور مسخر وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ م بِاَمْرِهٖ ط (۱۶:۱۲) کی آیت شریف اس حقیقت کو صاف عیاں کر رہی ہے۔ ابتداء میں سالک کائنات کے اندر ہوتا لیکن انجام کائنات سالک کے اندر ہوتی ہے جیسے شاہزادۂ ملک جب پیدا ہو کر جوان ہوتا ہے پھر بادشاہ ہو کر حکمران کہلاتا ہے۔ ایک وقت محتاج تھا اور ایک وقت یہ بے نیاز اور یہ محتاج۔

پیر خانہ سے محبت

حضور ایک دفعہ فیروز پور تشریف لے گئے۔ جس مکان پر آپ نے قیام فرمایا تھا وہاں ایک حافظ نابینا حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے حافظ صاحب سے فرمایا: ایک رکوع قرآن شریف کا سناؤ۔ حافظ صاحب نے رکوع پڑھا۔ بعد میں حافظ صاحب نے بندہ سے کہا کہ میں عربی علم سے ماہر نہیں ہوں مگر جتنا میں نے قرآن شریف پڑھا ہے۔ ہر آیت کے معنی سمجھ گیا ہوں۔ پھر حضرت میاں صاحب فیروز پور چھاؤنی تشریف لے گئے اور حافظ عبداللہ کے مکان پر ٹھہرے۔ کسی نے ذکر کیا کہ یہاں ایک حافظ نابینا ہیں۔ جو حضرت امام اعلیٰ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے ہیں۔ آپ یہ سن کر حافظ صاحب کے پاس مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک گھنٹہ وہاں بیٹھے۔ پھر فرمایا مجھ کو وہ حظ آیا ہے کہ گویا حضرت صاحب اعلیٰ کی صحبت میں بیٹھے ہیں۔ بندہ سے حافظ عبداللہ صاحب فرمانے لگے کہ میں تو حافظ صاحب کو ایک معمولی آدمی سمجھتا تھا اور حضرت میاں صاحب کو ہم کامل سمجھتے ہیں۔ مگر آپ نے یہ کیا فرمایا۔ لیکن حافظ عبداللہ صاحب اس وقت یہ نہ سمجھے لیلیٰ کی گلی کا کتا مجنوں نے گود میں اٹھا کر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا تھا تو کسی نے مجنوں سے پوچھا میاں مجنوں یہ کیا کر رہے ہو۔ بولا: ''ایں سگ در کوئے لیلیٰ گاہے گاہے رفتہ بود''۔

ایک دفعہ آپ لاہور تشریف لائے اور ایک واقف شخص کی بیٹھک پر تشریف لے گئے۔ بندہ بھی ہمراہ تھا، آگے جا کر دیکھا تو صاحب خانہ وہاں موجود نہ تھا۔ بیٹھک کا صحن بہت خراب تھا اور جھاڑو بھی وہاں کوئی نہ تھا۔ آپ نے اپنا ایک کفش مبارک اتار کر اسی سے تمام صحن صاف کر دیا گویا جھاڑو کا کام جوتے سے لیا اور فرمایا اتنا ہی سہی۔

ایک دفعہ آپ کوٹلہ شریف والوں کے ہمراہ قصور تشریف لائے اور بندہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ حضرت صاحب کی طبیعت میں کچھ لطیف بذلہ سنجی بھی تھی۔ کبھی کبھی آپ مذاقیہ رنگ میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اسی طرح گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب اور سب یار حاضر تھے۔ حضرت میاں صاحب کو کچھ خیال گزرا کہ حضرت صاحب قبلہ کی گفتگو کا یاروں پر کیا اثر پڑے گا۔ الگ ہو کر بندہ سے دریافت کیا تمہارا کیا حال ہے۔ بندہ نے عرض کیا بجائے اعتراض کے ایک فیض اور نسبت آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

فنائے اتم

ایک دفعہ آپ لاہور تشریف لے گئے۔آپ کے ہاتھ میں ایک عصا[1] تھا۔جب شاہ عالمی دروازہ پہنچے تو جوش میں آ کر عصا پر زور ڈال کر فرمایا: یہ مکان کب فنا ہوں گے۔تین مرتبہ بلند آواز سے ایسا ہی فرمایا۔بندہ کو فکر ہوئی کہ ان مکانوں والے گھبرا کر کچھ کہہ ہی نہ دیں۔شکر ہے کسی نے کچھ نہ کہا۔

ایک مرتبہ آپ پانی پت تشریف لے گئے۔وہاں حضرت غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں گئے۔بعد فاتحہ حضرت غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ گل حسن صاحب سے ملے۔انہوں نے دو چار آیتیں ذکر کے متعلق پڑھیں اور آپ سن کر بہت خوش ہوئے۔پھر خلیفہ گل حسن صاحب نے مسئلہ وحدت الوجود کا چھیڑا اور کہا تم بھی خدا ہو اور ہم بھی خدا ہیں۔یہ کلمے سن کر آپ بہت بیزار ہوئے۔جب آپ وہاں سے واپس ہوئے تو قصور تشریف لائے اور بندہ سے یہ تمام ذکر کیا۔

فراست صادقہ

ایک مرتبہ آپ قصور میں تشریف لائے، بازار میں جا رہے تھے۔ایک مقام پر چند لڑکے کھیل رہے تھے۔آپ نے دیکھ کر فرمایا جو لڑکے کھیل رہے ہیں ان میں بھی استعداد موجود ہے۔اگر ان پر کوشش کی جائے تو ان لڑکوں سے حافظ بن سکتے ہیں۔اولیاء بن سکتے ہیں۔عالم بن سکتے ہیں۔افسوس ان کی استعداد رائیگاں جا رہی ہے۔پھر تذکرۃ الاولیاء میں سے ایک بزرگ کا نام لیا اور فرمایا یہ بزرگ بھی لڑکوں کو کھیلتے دیکھ کر ایسا ہی فرمایا کرتے تھے۔جب آپ قصور تشریف لاتے تو اکثر رات کی گاڑی پر ہی آتے اور یاروں کو فرماتے روٹی کا تردد کوئی نہ کرے۔اکثر بچوں کے لئے صبح کے واسطے ٹکڑا رکھا ہوتا ہے۔خواہ نصف روٹی ہو لے آؤ۔فرمایا: میں کبھی لاہور آتا ہوں تو ایک کلچہ بازار سے خرید کر کھا لیتا ہوں۔پس وہ سارے دن کے واسطے مجھے کافی ہوتا ہے۔تھوڑا بھی کھا کر قناعت کی جائے تو وقت گزر جاتا ہے۔

ایک دفعہ آپ موضع فتوحی والہ میں تشریف لے گئے اور بندہ بھی ہمراہ تھا۔وہاں ایک شخص نے نماز کی حقیقت بیان کی کہ جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہو تو سجدہ والی جگہ پر نظر رکھے اور خیال کرے کہ اس زمین میں داخل ہونا ہے۔جب رکوع میں جائے تو پاؤں کے ناخنوں پر نظر رکھے اور خیال کرے کہ میری جان پہلے ناخنوں سے نکلے گی‘ جب سجدہ میں جائے تو ناک کی طرف دیکھے اور خیال کرے کہ میری قبر اسی طرح ہو گی۔

---

(۱) عارف کے حالات ہر وقت جدا ہوتے ہیں۔موجب ارشاد باری عز اسمہ **ھو کل یوم فی شان**۔عارف کی ہر گھڑی اپنے ماقبل اور اپنے مابعد سے نرالی ہوتی ہے اور کامل عارف کی جو حالت بھی آتی ہے وہ اپنے انتہا پر ہو کر انتہا پذیر ہوتی ہے۔یہ واقعہ فنائے اتم کی خبر دیتا ہے۔یہ دولت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی کہ جو اس کی حقیقت پر واقف ہو یا وہی اس کی قدر جانے جس پر یہ حال آیا۔

جب دوزانو التحیات پڑھنے کو بیٹھے تو سینہ کی طرف خیال کرے کہ میری روح یہاں آ کر رکے گی۔ وہ صاحب یہی بیان کر رہے تھے کہ بندہ بھی بول اٹھا کہ جس کی نماز پڑھ رہا ہے اس کا خیال کس وقت کرے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف مخاطب ہو کر بلند آواز سے فرمایا: ہوں ہوں۔

ماحول کا اثر

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے تھے اور بڑی مسجد کی ڈیوڑی کی چھت پر آرام فرما رہے تھے۔ بندہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ بعض آدمی کسی کو کام بتاتے ہیں تو مجھے رنج ہوتا ہے لیکن جب بندہ کسی کو کام بتاتا ہے تو اس وقت رنج نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا تمہارے کام بتانے پر مجھے بھی رنج نہیں ہوتا۔

تعمیر مساجد

محلہ [1] نبی پورہ ملحقہ شرقپور شاہراہ پر واقع ہے۔ اس جگہ پہلے مسجد نہ تھی۔ صرف ایک مسجد کا نشان باقی تھا اور وہ بھی غیر محفوظ۔ آپ نے انہی نشانات پر مسجد اور کنواں، غسل خانے، طہارت خانے اور ایک مکان امام مسجد کے لئے بنوا دیئے۔ ان دنوں بندہ بھی شرقپور شریف موجود تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود مسجد کے واسطے شہتیریاں اٹھا اٹھا کر لے جاتے۔ ایک کیکر کا درخت جو اکھاڑا گیا تھا جس کا گڑھا تقریباً ڈیڑھ گز گہرا تھا۔ آپ اس میں اتر گئے اور تہ کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور فرمایا اس میں بھی انگریزیت کی بو آتی ہے۔

دوسری مسجد قبرستان ڈاہراں والہ میں بنوائی۔ یہ قبرستان شرقپور کے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ اس مسجد کے دو کمرے ہیں۔ یہاں بھی ایک کنواں، غسل خانہ، ٹوٹیاں اور ایک حجرہ ایک ڈیوڑھی بنوائی اور اس مسجد کی آبادی کے لئے ایک درویش بھی رکھا جو اب تک موجود ہے۔ اس درویش نے راستہ میں پھول بوٹے بھی لگوائے ہیں۔ مسجد کی اچھی طرح سے خدمت کرتا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے وقت معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ نے اپنی قبر مبارک کے نزدیک تیار کرائی۔ سو ویسا ہی ہوا۔

تیسری مسجد محلہ دھدل پورہ میں جو شرقپور کے دائیں طرف ہے ایک چھوٹی سی مختصر مسجد بمعہ کنواں آپ

(۱) حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں جہاں بہت سے نمایاں صفات درجہ کمالات پر ذات باری عز اسمہ نے آپ کی فطرت میں ودیعت فرمائے تھے اس سب سے زیادہ جذبہ محبت تھا جس کی وجہ سے آپ کی توجہ میں کسی دوسری چیز کی گنجائش نہ تھی۔ اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس میں نمود ہو۔ اسی محبت کا ایک جز تھا کہ وہ تعمیرات مساجد کی بناء ہوئی اور کتب تصوف کی اشاعت کا باعث ہوئی چنانچہ مندرجہ ذیل مساجد تیار فرمائے اور کتب ذیل کی طباعت فرما کر مفت تقسیم فرمائیں لیکن نہ مسجدوں پر کہیں بانی مسجد کا نام ملتا ہے نہ کتب پر۔ سبحان اللہ کتنا بڑا اخلاص تھا۔ اپنا رہائشی مکان وہی پرانا اور سادہ رکھا اور نہایت تنگی اور تکلیف سے اسی میں عمر گزاری۔ اَللّٰہُ اَکْبَرْ

نے بنوائی ہے۔

چوتھی مسجد کوٹلہ شریف میں تعمیر کرائی۔ بندہ ان دنوں دو دفعہ آپ کی خدمت میں کوٹلہ شریف حاضر ہوا۔ اس مسجد کے تین کمرے ہیں اور صحن بھی اچھا خاصہ ہے۔ وہاں کے لوگ کہتے تھے یہاں نمازی تو ہیں نہیں اگر کچھ ہیں بھی تو پہلی مسجد میں جایا کریں گے۔ خیر اس مسجد میں بھس یعنی توڑی بھر چھوڑیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے سنا گیا ہے کہ یہ مسجد سب سے زیادہ آباد ہے۔

پانچویں مسجد آپ نے اپنے کنوئیں پر بنوائی۔

چھٹی مسجد جو شرق پور شریف کے وسط میں واقع ہے اور اس وقت سب مسجدوں سے بڑی اور پائیدار اور آباد ہے۔ اس مسجد میں آپ کے جدامجد حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حجرہ شریف سے تشریف لائے تو اہالیان شرقپور نے آپ کو اس مسجد کا امام مقرر کیا۔ مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پڑدادا میاں محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے۔ مولوی صاحب کا وجود بہت بابرکت تھا۔ آپ مسجد کے کنوئیں پر کسی حقہ پینے والے کو پانی نہیں بھرنے دیتے تھے۔ باقی آپ کے حالات شجرہ نسبی میں لکھے گئے ہیں۔ یہ مسجد پہلے بھی اچھی طرح فراخ تھی۔ چونکہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عروج کے سبب خلقت جمعہ کے لئے کثرت سے آنے لگی اس لئے مسجد میں جگہ کی قلت معلوم ہونے لگی اور آپ کو مسجد کو بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آخر آپ نے ۱۳۴۰ھ میں اس مسجد کے چند ملحقہ مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لئے۔ لمبائی میں اتنی ہی ہے اور چوڑائی میں پہلے کی نسبت دوگنی ہے اور بہت سے حجرے زیادہ کئے گئے۔ ایک غسل خانہ اور ٹوٹیاں وضو کے لئے اوپر بنائی گئیں اور پہلی مسجد کے دونوں کمرے مانند تہ خانہ کے برابر اسی طرح نیچے قائم رکھے اور مسجد کے نیچے دو اور غسل خانے اور طہارت خانے بنائے گئے اور مسجد کے حجروں کے نیچے بازار کی جانب پانچ دکانیں بنائی گئی ہیں۔ مسجد میں کوئی پھول بوٹا نہیں کیا گیا۔ صرف پیشانی مسجد پر کلمہ طیبہ لکھا گیا۔ تقریباً پچیس ہزار روپیہ کی رقم اس پر خرچ آئی ہے۔

ساتویں عمارت، مکان شریف میں حضرت امام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کی چوٹی (کلس) جو زلزلے کے سبب اوندھی ہوگئی تھی، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خیال ہوا کہ اسے درست کرایا جائے۔ آپ نے معماروں کو جمع کیا۔ وہ مکان شریف میں آکر حاضر ہوئے تو دریافت فرمایا: اس کی چوٹی (کلس) مرمت کرنے پر کتنا خرچ آئے گا۔ انہوں نے جواب دیا تقریباً تین ہزار روپیہ صرف کلس باندھنے پر مع سامان خرچ ہوگا۔ آپ نے صلاح ملتوی کر دی۔ پھر حافظ محمد عبداللہ صاحب سکنہ چھاونی فیروز پور مستری کرم الدین صاحب سکنہ شرقپور شریف، فتح محمد خان سکنہ گوروہر سہائے اور ایک اور شخص بھی ہمراہ تھا۔ نام اب یاد نہیں۔ ان

چاروں کو آپ نے قصبہ مکان شریف روانہ کیا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ یہ چاروں صاحبان مکان شریف پہنچے۔ مختصر یہ کہ نہایت جانفشانی اور محنت کشی سے یہ کام سرانجام ہوا اور قریباً تیرہ صد روپیہ خرچ ہوا۔

آٹھویں عمارت، ایک بیٹھک پختہ آپ نے مکان شریف میں تعمیر کرائی جس کے دو کمرے اور آگے صحن بھی بہت اچھا تیار کرایا۔ آپ کی مکان شریف میں ایک اور مکان بنوانے کی تجویز تھی مگر عمر نے وفا نہ کی اور یہ تجویز بھی درمیان میں ہی رہی۔

اشاعت کتب

مندرجہ ذیل کتب کے قلمی نسخے آپ کے کتب خانہ میں موجود تھے۔ مراۃ المحققین فارسی جس کا اردو ترجمہ آپ نے کرا کے اسے چھپایا اور اس کی اشاعت بھی عام کی۔ دوسری کتاب ذخیرۃ الملوک ترجمہ منہاج السلوک یہ کتاب بھی فارسی میں تھی۔ مولوی غلام قادر صاحب سکنہ کوٹ بھوانی داس والے جو حضرت خواجہ الٰہ بخش صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے تھے۔ وہ شرقپور شریف میں مدرس ہو کر آئے تھے۔ آپ کے نہایت ارادت مند ہو گئے تھے اور اب بھی ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ مولوی صاحب مذکور نے ہی کیا۔ یہ کتاب ۱۳۴۳ھ میں چھپی اس کے تین سو بارہ صفحے ہیں۔ مولانا صاحب نے اس کتاب کے شروع میں دو نظمیں لکھی ہیں جس کا ہر سطر کے شروع کا پہلا حرف لیا جائے اور ان سب کو سلسلہ وار ملایا جائے تو ''مولوی شیر محمد شرقپوری'' برآمد ہوتا ہے۔ یہ حروف اس طریقہ پر اس واسطے لکھنے پڑے کہ آپ اپنا نام کتاب میں لکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

تیسری کتاب حکایات الصالحین ترجمہ مجالس المحسنین ہے۔ اس کتاب کی کاپی سیّد نور الحسن شاہ صاحب نے لکھی ہے۔ اس کے آٹھ سو بیاسی صفحے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کتابیں بھی ضروری ضروری منگوا کر مفت تقسیم کر دیتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں مہلک ہیں۔ ایک بخیلی، دوسری حرص، تیسری خود پسندی اور فرمایا کہ اگر گناہ نہ کرو تب بھی تم لوگوں میں ایک ایسی چیز کا مجھے خوف ہے جو مصیبت سے بھی بدتر ہے۔ وہ چیز خود پسندی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اے ام المومنین! آدم زاد کب گنہگار ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب آدم زاد اپنے آپ کو نیک بخت سمجھے اور ایسا سمجھنا خود پسندی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو چیزیں آدمی کو ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ ایک خود پسندی، دوسری ناامیدی۔ اس لئے اللہ والوں نے فرمایا ہے کہ ناامید آدمی اپنے آپ کو طلب اور حاجت سے بے نیاز سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ بھی اپنے مقصود سے محروم رہتا ہے۔ حضرت مطروف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رات بھر سویا رہوں اور صبح کو پریشانی کی حالت میں اٹھوں تو یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے۔ اس بات سے کہ تمام رات

عبادت کروں اور صبح کو اس پر مغرور رہوں۔ حضرت بشر بن منصور رحمۃ اللہ علیہ ایک دن دیر تک نماز پڑھا کئے۔ بعد فراغت ایک شخص کو دیکھا کہ وہ حضرت بشر کی عبادت سے تعجب میں ہے۔ تب آپ نے فرمایا: اے جوان میری عبادت پر تعجب نہ کر۔ تجھے معلوم ہے کہ ابلیس لعین نے صدہا سال عبادت کی مگر اس کا انجام کیا ہوا۔ عبادت تو تب ہی اچھی ہے کہ اس میں خود پسندی نہ ہو۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے جن اصحاب نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر فکر سے دیکھا ہوگا تو یہ سب حال آپ (۱) کا ہی تھا۔

حق گوئی

مکان شریف کے عرس کے موقع پر آپ تشریف لے گئے تو میاں مخزن گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا:

''اللہ کریم کسی کو صاحبزادہ نہ بنائے بندہ بنائے''۔

ایک دفعہ مکان شریف میں میر لطف اللہ صاحب نے اپنے بزرگوں میں سے کسی کا ختم دلوایا تو آپ کو ختم میں طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: ختم سے کیا فائدہ، بزرگوں کی روح تو آپ پر ناراض ہے۔ خودغرضیاں چھوڑ دو۔ مقدمے بازی نہ کرو۔ آپس میں صلح صفائی سے رہو۔ یہ ختم سے بہت بہتر ہے۔ جب کوئی شخص الٰہی قانون چھوڑ کر انگریزوں کی عدالت میں لایا جاتا ہے تو اس کا ایمان نہیں رہتا۔

اصلاح کا جوہر

حضور کے پاس اکثر لوگ اپنے دینی جھگڑے اور برادری کے قضیے پیش کر کے فیصلہ طلب کرتے تو آپ نہایت خوش اسلوبی سے فیصلے فرما دیتے۔ سود خواروں کو آپ فرماتے کہ سود کھانے کا ادنیٰ گناہ یہ ہے کہ گویا اپنی حقیقی والدہ سے ستر بار گناہ کیا۔ اکثر سود سے توبہ کر کے اپنا اصل روپیہ واپس لے لیتے اور صلح کر لیتے۔

برادری کے فیصلوں میں اکثر لوگ آپس میں ایک دوسرے کی زیادتیاں بیان کرتے تو آپ فرماتے کہ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی برادری سے کس قدر تکلیفیں پہنچیں لیکن آپ نے خون تک معاف کر دیئے۔ کسی سے بدلہ نہ لیا۔ آخر برادری نے آپ کو گھر سے نکالا۔ آپ کو ہجرت کرنی پڑی۔ آپ کے لئے دانہ پانی تک بند کر دیا۔ اینٹ پتھر مارتے اور چین نہیں لینے دیتے تھے۔ آپ نے کس کس سے بدلہ لیا۔ یہ باتیں سن کر جس پر زیادتی ہوتی تھی، وہ خود بخود نرم ہو جاتا۔ آپ کے پاس کوئی مقدمہ ایسا پیش نہیں ہوا جس سے طرفین نے رضامندی نہ کی ہو۔

---

(۱) آج اس درجہ کا انسان کس نے دیکھا کہ اپنا نمود اتنا بھی پسند نہ کرے۔ ''فنائے انا'' اسی کا نام ہے کہ اپنی انانیت اس کی ذات جل وعلا میں بالکلیہ محو ہو جائے اور نام و نشان کا شائبہ بھی اٹھ جائے۔

آپ فرماتے یہاں جیتا وہی جو ہارا۔ تم ہارے نہیں بلکہ تم نے بڑی بھاری نیکی کمائی۔ تم کو خداوند تعالیٰ برکت دے گا۔

کسر نفسی

آپ اپنی جوتی کو کسی کا ہاتھ لگانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص نادانستگی سے آپ کی جوتی آپ کے سامنے رکھ دیتا تو آپ فرماتے یہ تم ہی لے جاؤ میں اس لائق نہیں ہوں کہ کوئی میری جوتی سیدھی کر کے رکھے۔ البتہ بزرگوں کی جوتی اگر کوئی اس طرح رکھے تو اس میں حرج نہیں۔ میں بزرگ نہیں ہوں، ولی نہیں ہوں، میرے ساتھ کیوں ایسا کیا جائے۔

آپ چارپائی پر بیٹھے ہوتے اور کوئی شخص تعظیماً نیچے زمین پر بیٹھ جاتا تو آپ اسے چارپائی پر بیٹھنے کو مجبور کرتے۔ اگر وہ نہ مانتا تو آپ زمین پر اس کے پاس بیٹھ جاتے۔ وہ بہت شرمندہ ہوتا اور خود چارپائی پر آبیٹھتا۔ پھر کبھی اسے ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

آپ کسی مہمان کے گلے یا ہاتھ میں تسبیح دیکھتے تو فرماتے کہ اس پر کیا پڑھا کرتے ہو۔ جواب ملنے پر فرماتے کہ میاں اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھا کرو۔ لوگوں کو دکھانے کی کیا ضرورت۔

سنت کی نگرانی

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب حاضر خدمت ہوئے اور تغیر زمانہ کی گفتگو ہونے لگی تو مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ قرب قیامت کے وقت مسجدیں بہت ہوں گی اور نمازی کم اور فسق و فجور کا اس قدر زور ہوگا کہ اسلام کا صرف نام ہی رہ جائے گا۔ حدیث شریف کے مطابق سب کچھ ہوگا ہی۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب اگر نہر جاری ہو اور اس میں بجا بجا سوراخ ہو کر پانی ادھر ادھر بہنا شروع ہو جائے تو کدال لے کر ان سوراخوں کو زیادہ فراخ کرنا چاہئے یا بند کرنا چاہئے۔ یہ سن کر مولوی صاحب حیران ہو گئے اور جواب دیا کہ اس حالت میں تو سوراخوں کو بند کرنا چاہئے۔ تب آپ نے فرمایا اس وقت سنت کی نگرانی کی سخت ضرورت ہے۔ ایسے گئے گزرے وقت میں جو شخص سنت کی نگرانی کرے گا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ قیامت کو میرے ساتھ ہوگا بلکہ اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

حق گوئی و راست بازی

ایک شخص نے نکاح پر نکاح کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس نے عرضی دعویٰ میں لکھایا کہ ہمارا نکاح حضرت میاں صاحب نے پڑھا تھا۔ آپ تحصیل میں بلائے گئے۔ آپ جوتی سمیت اندر چلے گئے۔ سپاہی نے کہا کہ جوتی

اتار کر اندر آئیں۔آپ نے فرمایا: کیا یہ مسجد ہے۔تحصیلدار نے سپاہی کو کہا کہ انہیں جوتی سمیت اندر آنے دو اور پھر عدالت نے کہا کہ آپ فرمائیے سچ بولو گے۔آپ نے جواب دیا تمہاری عدالتوں میں کہیں سچ بھی ہے؟ تحصیلدار نے کہا خواہ کچھ ہی ہو ہم نے کہنا تو ہوا۔آپ نے فرمایا میں نہ ان کو جانتا ہوں اور نہ ان کو اور نہ ہی میں نے نکاح پڑھا ہے۔تحصیلدار ہندو تھا،اس نے بڑی عزت سے آپ کو رخصت کیا۔

محبت عامہ

ایک روز ایک گدھے کو آپ نے بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھا۔اس کو دیکھ کر اس کو آپ مٹھیاں بھرنے لگے اور اس سے ایسی محبت کی جس طرح کسی محبوب سے کی جاتی ہے اور فرمایا سوہنیا (اے حُسین!) تو بوجھ اٹھائے پھرتا ہے کبھی اس کو محبت کرتے ہوئے گردن چومنے لگتے اور یہ حالت دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اعتراض پیدا ہو گا۔تھوڑی سی تشریح کی جاتی ہے۔

مؤلف یہ سالکانِ خدا کا ایک مقام ہے جس کو محبت عامہ کہتے ہیں۔دیکھو تذکرۃ الاولیاء، تذکرہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا۔آپ ایک بستی میں جا رہے تھے کہ ایک بیل کو کسی نے ایک لاٹھی ماری۔حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی چیخ نکل گئی۔آپ نے اپنی پشت سے کرتہ اٹھا کر دکھایا تو پشت پر نشان لاٹھی کا موجود تھا۔

تذکرۃ اولیاء میں تذکرہ سلطان العارفین میں لکھا ہے کہ آپ تنگ راستہ سے گزر رہے تھے۔آپ کے پیچھے تقریباً اڑھائی سو آدمی تھے۔سامنے سے ایک کتا آ رہا تھا۔آپ نے پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹنا شروع کیا اور تمام یار بھی اسی طرح پیچھے کو ہٹنے لگے حتیٰ کہ کھلے میدان میں آ گئے۔کتا اس راستہ سے بآسانی گزر گیا۔ ایک یار نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ کتا بھی ایک مخلوق خدا ہے اور ہم بھی اس کی مخلوق میں سے ہیں۔ ہم اڑھائی سو کو جو پیچھے ہٹایا وہ کتا ہی پیچھے ہٹ جاتا تو کیا حرج تھا۔آپ نے فرمایا: تم جو کہتے ہو درست ہے مگر اس وقت کتے نے زبان حال سے کہا تھا کہ اے بایزید تو نے روز ازل میں خدا کا کیا سنوارا ہے جو بایزید بن گیا اور سلطان العارفین کہلایا اور میں نے خدا کا کیا بگاڑا تھا کہ میں کتا بن گیا۔اس کی یہ بات کہنے سے مجھے شرم آئی۔واقعی اس نے بالکل سچ کہا ہے۔اسی سبب سے میرا قدم خود بخود پیچھے ہٹنے لگا اور اس کے لئے راستہ خالی کر دیا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جو ایک کتیا کے سبب مقبول ہو گئی۔وہ عورت ایک روز جنگل میں جا رہی تھی۔وہاں کیا دیکھتی ہے کہ ایک کتیا پیاس کے مارے جاں بلب پڑی تھی۔ اس عورت نے ادھر ادھر پانی تلاش کیا۔آخر ایک کنواں دیکھا اس پر رسی ڈول کچھ نہ تھا۔اپنے دوپٹے کو چاک کر کے ڈور بنائی اور اپنی جوتی کو ڈول بنا کر ڈوری سے باندھا اور اس سے پانی نکال کتیا کے پاس جا کر اس کو پلایا۔اس کتیا نے پانی پی کر آسمان کی طرف منہ کر دیا اور ایک آواز نکالی گویا کہ اس نے دعا کی۔چنانچہ وہ

عورت اسی وقت مقبول بارگاہ ہوگئی۔

تذکرۃ الاولیاء میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک نیک آدمی دن بدن کمزور اور لاغر ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ نماز بھی چارپائی پر پڑھنے لگا۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں اتنا لاغر ہوگیا ہوں کہ نماز بھی چارپائی پر پڑھتا ہوں۔ بڑی مشکل میں ہوں بیماری کا کوئی پتا نہیں لگتا۔ میرے لئے دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: فلاں دن ایک پرندے کا بچہ تیرے سر پر آبیٹھا تھا اور اس کی ماں تیرے سر پر اڑ رہی تھی تو نے سختی سے ہاتھ مارا جس سے وہ بچہ مرگیا۔ اس کی ماں نے تیرے لئے بددعا کی اور اس کی وہ دعا مقبول ہوگئی۔ اب تیرے واسطے کوئی دعا نہیں۔ ایک روز اسی بزرگ کے گھر بلی نے بچے دیئے۔ بلی کہیں گئی ہوئی تھی اور بچوں کو کھانے کے لئے سانپ آگیا۔ اس بزرگ نے دیکھا تو فوراً لکڑی لاکر سانپ کو بچوں سے روکا۔ ادھر سے بلی بھی آگئی۔ اس دن سے اس بزرگ کو بیماری سے صحت ہونی لگی اور کچھ طاقت کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی ہوگئی۔ چند روز کے بعد پھر خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اب مجھے پہلے کی نسبت بہت کچھ آرام ہے اور دن بدن طاقت بھی آتی جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس روز جو تو نے بلی کے بچے سانپ کے منہ سے بچائے تھے اس بلی نے تیرے لئے دعا کی جو خداوند کریم کی درگاہ میں قبول ہوگئی اور اس وجہ سے تجھے صحت ہوگئی۔

آپ کا وقار اور جلال

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہنے کو بہت پسند فرماتے۔ آپ کی مجلس میں یہ اثر تھا کہ زبان خود بخود خاموش ہوجاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دونوں لبوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔ آپ اگر کسی کو بات چیت کرتا دیکھتے بھی تو منع فرماتے اور فرماتے ضروری بات کرنی تو بہتر ہے ورنہ باتیں کرنے میں دل کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ فائدہ خاموشی کے متعلق وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۲۳:۳)

(مؤلف) حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کچھ آدمی اپنی زبان سے بکتا ہے یہ بکواس اس کو آگ میں ناک کے بل اوندھا ڈالتی ہے۔ ہاں اس زبان کی شرارت سے وہی بچے گا جس نے اس زبان کو شریعت کی لگام پہنائی ہوگی اور منہ سے وہی بات نکالنی چاہئے جو اس کے لئے دنیا اور آخرت میں کارآمد ہو۔ آہ انسان کے تمام عضوؤں میں سے سب سے زیادہ نافرمان یہی زبان ہے کیونکہ اس کے ہلنے میں ذرا بھی مشکل نہیں ہوتی اور جب یہ حرکت کرے تو بس دنیا بھر کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور یہ زبان شیطان کے دھوکا دینے کا ایک بہت بڑا پھاٹک اور دروازہ ہے۔ اس بلا سے بچنے کی صورت سوائے چپ رہنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ سبحان اللہ اس لئے شریعت مبارکہ میں خاموشی اور چپ رہنے کے فضائل بے شمار آئے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نجات کی کیا صورت ہے۔آپ نے فرمایا اپنی زبان کو روک اور گھر میں بٹھارہ اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتارہ۔واللہ اس حدیث شریف کے عامل حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فی زمانہ نظر آتے تھے۔

دوسری حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا کہ لوگ دوزخ میں زیادہ تر کس چیز کے سبب جائیں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منہ اور شرم گاہ۔ان دونوں چیزوں کے کشادہ کرنے کے سبب سے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل افضل تر ہے۔تب جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان نکالی اور اس پر اپنی انگلی مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا: خاموشی افضل اعمال ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہوتی ہے تو سارے اعضاء زبان کی خوشامد کرتے ہیں کہ ''دیکھ اے زبان ہمارے لئے خدا سے ذرا ڈر کر چلنا کیونکہ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی بچے رہیں گے۔اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہماری بھی بری گت بنے گی''۔ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ پاک اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا چپ رہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: کلام کرنا اگر چاندی ہے تو چپ رہنا سونا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر جنت کی طلب ہے تو چپ رہ۔تب لوگوں نے کہا کہ یہ تو بہت مشکل ہے۔آپ نے فرمایا اچھا تو سوائے خیر کے زبان سے کچھ نہ نکالو۔یہ تو ہر شخص کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر انسان کہ جو بات کرنے والا ہے اس کی زبان کے قریب ہے۔سو جو شخص کہ کچھ کہے اس کو چاہئے کہ اللہ جل شانہ سے ڈرے کہ کیا کہتا ہوں اور کون سنتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جس کے باعث بہشت ملے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔پیاسوں کو پانی وغیرہ پلاؤ اور اچھی بات کا حکم کرو، بری بات سے منع کرو۔اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر اپنی زبان سے سوا بھلائی کے کچھ نہ کہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن تین قسم کے ہیں۔ایک وہ ہیں جو غنیمت کی لوٹ کھانے والے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں۔دوسرے وہ ہیں جو آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رہنے والے ہیں اور یہ لوگ وہ ہیں جو خاموش اور چپ رہتے ہیں۔تیسرے وہ لوگ ہیں جو ہلاک اور برباد ہونے والے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں کہ جو باطل اور خراب چیزوں کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور مومن کی زبان دل کے پیچھے رہتی ہے۔مومن پہلے دل میں سوچ لیتا ہے پھر زبان سے باہر نکالتا ہے اور منافق کی زبان

دل کے آگے رہتی ہے۔ وہ بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہے بک دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں، نو حصے عبادت تو خاموشی اور چپ رہنے میں ہے اور ایک حصہ عبادت لوگوں سے الگ رہنے میں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منہ میں کنکر رکھ لیتے تا کہ بولنے سے رکے رہیں۔ اگر کسی نے زیادہ اس کی تشریح دیکھنی ہو تو کتاب بستان العارفین میں دیکھے۔

پاک دامنی اور عفت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نامحرم عورتوں کی طرف دیکھنے سے بہت گریز فرماتے تھے۔ گویا آپ کی فطرت میں یہ صفت تھی۔ جیسا کہ مؤلف آپ کی بچپن کی عمر کے حال میں لکھ آئے ہیں۔ اب کچھ نامحرم کی طرف دیکھنے کے بارے میں لکھا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: جب پہلی نظر نامحرم پر پڑے تو وہ معاف ہے، پھر نظر ثانی کرنا حرام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تاکنے سے بچتے رہو۔ اس تاکنے سے دل میں شہوت کا بیج پڑتا ہے جو کہ فتنے میں گرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کی ابتدا کس طرح ہوتی ہے۔ فرمایا: دیکھنا اور للچانا۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابلیس کہتا ہے کہ زنا کی ابتداء نظر کرنا اور تاکنا میرا پرانا تیر اور کمان ہے کہ نشانہ پر لگے بغیر نہیں رہتا۔ اب جس طرح عورتوں سے نظر بچانا ضروری ہے اسی طرح خوبصورت لڑکوں سے بھی نظر کا بچانا عورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ عورتوں کی طرف دل راغب ہوگا تو اس سے نکاح کر کے تمنا کو پہنچ سکتا ہے اور لڑکوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ پناہ بخدا لواطت کا کام ایک بُرا فعل ہے جس سے حیوانات بھی نفرت کرتے ہیں۔ ایسا برا کام صرف خنزیروں میں ہوتا ہے۔ اب جو انسان خنزیر صفت ہوگا وہی اس برے فعل کی طرف راغب ہوگا۔

ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس

ایثار و سخاوت

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خداوند کریم اگر ہم کو صبح لاکھ روپیہ دے تو شام تک ایک دمڑی بھی میرے پاس رہ جائے۔ تو جی چاہے۔ کہئے

توکل

اور فرمایا اگر تمام مسجد آدمیوں سے اوپر نیچے بھری ہو اور ہمارے پاس کچھ نہ ہو تو ہمیں کچھ فکر نہیں۔ سبحان

اللہ یہ آپ کا توکل ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! ابتداء کا جب یہ حال ہے تو انتہا کا کس طرح ہوگا۔ آپ فرمایا کرتے توکل بڑی مشکل چیز ہے۔ کوئی ہم سے پوچھے کہ توکل کے راستہ میں کون (۱) کون سے امتحان ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے۔ سٹیشن کے قریب پہنچ کر بندہ کو فرمایا: سلیمان آہن گر سے ایک روپیہ لاؤ۔ بندہ اس شخص سے ایک روپیہ لے کر آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس میں سے ایک ٹکٹ لاہور کا خرید کیا۔ جب آپ مکان شریف عرس مبارک پر تشریف لے جاتے تو توکل پر پائے پیادہ ہی شرقپور سے روانگی فرماتے۔ عید کے چاند کی گیارہویں رات لاہور شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مسجد میں گیارہویں شریف میں شامل ہوتے۔ جن جن یاروں نے مکان شریف جانا ہوتا وہ لاہور اسی جگہ آپ کی خدمت میں پہنچ جاتے اور جو کچھ کسی کے پاس ہوتا آپ کے آگے پیش کر دیتے اور اس سے آمد و رفت کا خرچہ ہو جاتا اور محمد سردار قصوری کا بیان ہے کہ میں پہلے بہت تنگدست تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ تھوڑے عرصے میں میری حالت اچھی ہوگئی۔

(مؤلف) آپ کی طبیعت میں سخاوت بہت تھی۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اب اس کے متعلق چند حدیثیں اور اقوال درج کرتے ہیں۔ حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''سخاوت ایک درخت ہے کہ بہشت سے اس درخت کی شاخیں دنیا پر لٹکی ہوئی ہیں، اب جو مرد سخی ہوتا ہے وہ اس درخت کی ڈالیوں میں سے ایک ڈالی کو پکڑ لے گا وہ ڈالی اس کو بہشت میں لے جائے گی اور معاذ اللہ بخل بھی ایک درخت ہے کہ جس کی شاخیں دوزخ سے دنیا کی طرف جھکی ہوئی ہیں جو بخیل اور کنجوس ہوگا وہ اس کی ڈالی پکڑ لے گا جو اس شخص کو دوزخ میں لے جائے گی''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سخی کی تقصیر معاف کر دو کیونکہ جب وہ تنگدست ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دستگیری فرماتا ہے۔

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو (جو لڑائی میں پکڑے گئے تھے) قتل کا حکم دیا مگر ان میں سے ایک کو معاف کر دیا۔ تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کیا باعث ہے حالانکہ دین بھی ایک ہے اور گناہ بھی ایک اور خدا بھی ایک۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور مجھ سے کہا اس کو مت مارو کیونکہ یہ شخص سخی ہے اور سخی آدمی نزدیک ہے اللہ سے اور نزدیک ہے بہشت سے اور نزدیک ہے لوگوں سے اور نزدیک ہے دوزخ سے اور بخیل آدمی دور ہے خدائے تعالیٰ سے اور دور ہے بہشت سے اور دور ہے لوگوں سے اور دور ہے دوزخ سے اور آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت نے کوئی ایسا ولی پیدا نہیں کیا کہ جو سخی اور نیک عادت نہ ہو اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی

(۱) مکمل تشریح کے لئے دیکھو انقلاب الحقیقت ترتیب جلالی ذاتی۔

بھیجی کہ اے موسیٰ! سامری کو مت مارو کیونکہ وہ سخی ہے اور اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا جبرائیل نازل ہوئے ہیں اور مجھ سے کہا اس کو مت مارو کیونکہ یہ شخص سخی ہے اور سخی آدمی نزدیک ہے اللہ سے اور نزدیک ہے بہشت سے اور نزدیک ہے لوگوں سے اور دور ہے دوزخ سے اور بخیل آدمی دور ہے خدا تعالیٰ سے اور دور ہے بہشت سے اور دور ہے لوگوں سے اور نزدیک ہے دوزخ سے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ ظاہر میں بدکار اور معیشت میں تنگ ہیں مگر سخاوت کے سبب سے جنت میں جائیں گے۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں روپیہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کا ہے۔ اس نے جواب دیا میرا ہے۔ کہا تیرا تو تب ہوگا جبکہ تیرے ہاتھ سے چلا جائے گا۔

کسر نفسی کی انتہا

حکیم علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلف حکیم پیر بخش سکنہ بلو کی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کا فلاں مرید السلام علیکم عرض کرتا ہے۔ آپ مرید کا لفظ سن کر اس قدر رنجیدہ خاطر ہوئے کہ اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر فرمایا: یہ ہستی پیر بننے کے لائق ہے اور جن الفاظ مذمومہ سے اپنے وجود باجود کو مخاطب کیا تھا میرا قلم ان الفاظ کا دہرانا یا لکھنا پسند نہیں کرتا اور اپنے وجود کو مخاطب کر کے بہت ہی زجر و توبیخ کی۔ حاضرین کو عبرت ہوئی اور یہ تھا آپ کا طرز تلقین۔ انما الاعمال بالنیات۔

غیرت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کے پیر حضرت صاحب اعلیٰ کوٹلہ شریف والے شرقپور شریف تشریف لائے۔ آپ ایک گھوڑی بھی ہمراہ لائے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے کسی یار کو کہیں بھیجنا تھا۔ حضرت صاحب قبلہ سے گھوڑی مانگی۔ انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ آپ چپ ہو گئے۔ گھوڑی کہیں [1] بھاگ کر شرقپور کے اردگرد پھر رہی تھی۔ جب کوئی اسے پکڑنے جاتا تو بھاگ جاتی اور قابو نہ آتی حتیٰ کہ آٹھ روز گزر گئے۔ آٹھویں روز حضرت صاحب نے ایک درویش کو میاں صاحب کے پاس بھیجا کہ ان کی گھوڑی پکڑوا دیں۔ آپ کے پاس جس وقت درویش گیا تو آپ نے فرمایا جا کر خود پکڑ لو۔ جب درویش پکڑنے گیا تو گھوڑی کھڑی رہی اور پکڑ

---

(۱): دیکھو باب التصرف کا ابتدائیہ۔ یہ تصرف ذاتی نہ تھا بلکہ جذباتی تصرف ہے بالفاظ دیگر جذبہ غیرت نے یہ کام کیا۔ نہ توجہ قلبی نے کہ پیر و مرشد کی گستاخی خیال کی جائے۔ ایک بار حضرت قبلہ عالم بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ جب بچپن میں اپنے استاد حضرت للہ شریف والوں سے سبق لینے گئے تو آپ کی آنکھ شہد کی مکھی کے ڈسنے سے متورم نظر آئی۔ آپ مسکرائے۔

حضرت کو آپ کی ہنسی سے خفت ہوئی۔ جب دوسری ظہر آئی تو حضرت قبلہ للہی رحمۃ اللہ علیہ کی وہی آنکھ مکھی کے ڈسنے سے متورم تھی۔ حضرت قبلہ للہی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے دن اس واقعہ سے ہنس پڑے۔ اس کے بعد آنحضرت ایسے امور سے نہایت محتاط رہتے تھے۔ باکمال مرید اپنے پیر کا ایک گونہ رہبر ہوتا ہے۔

کرحضرت کی خدمت میں لے آیا۔حضرت میاں صاحب سے فرمایا: آپ زبان سے بات سوچ کر نکالا کریں۔پھر فرمایا:

سادھو کہے سہے سبھا   اس کا کیہا کھرتہ نہ جا

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ صاحب کی بہت خدمت کرتے۔کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف میں دو دو ماہ ٹھہرتے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دو دو سو روپیہ قرض لے کر خدمت کرتے اور آپ کے والد صاحب آکر ادا کرتے۔ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حضرت صاحب قبلہ کے پاؤں دبانے لگا۔حضرت صاحب نے فرمایا: ہوں ہوں اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں دوزخ میں جا گرا ہوں۔پھر حضرت صاحب قبلہ نے کوئی بات کی تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی ہوں ہوں سے میں عذاب میں پڑ گیا۔غرض کہ آپ نے اتنی خدمت کی کہ آج کل اس کی نظیر کم ملتی ہے مگر شرع کے معاملے میں اگر خلاف دیکھتے تو کہنے سے نہ ٹلتے۔ایک دفعہ حضرت صاحب قبلہ شرقپور شریف لائے۔آپ کی ڈاچی (اونٹنی) کے گلے میں گھنگھرو باندھے ہوئے تھے۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت گھبرائے اور حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے ڈاچی کے گلے میں گھنگھرو باندھے ہوئے ہیں تو ہم کیا کریں حتیٰ کہ انہوں نے گھنگھرو ڈاچی کے گلے سے اتار دیئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مکان شریف کے عرس پر میر صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حلقہ فرما رہے تھے کہ مولوی یار محمد صاحب جمبری بغیر اجازت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں جا بیٹھے۔میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے حلقہ میں بغیر اپنے شیخ کی اجازت کے کوئی نہ بیٹھے۔مولوی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اس فرمان کو نہ سمجھے۔آخر پھر میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس لڑکے کو حلقہ سے اٹھا دو۔مولوی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ روتے روتے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آئے تو آپ نے رنج میں فرمایا کیوں حلقہ میں بیٹھ آئے ہو۔

پھر آپ حلقہ میں لے گئے۔مولوی یار محمد صاحب کا بیان ہے کہ مجھ پر اتنی کیفیت طاری ہوگئی کہ روضہ مبارک کی چوٹی سے فوارہ کی طرح نور میرے سینے میں آرہا تھا۔

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف تشریف لے گئے۔وہاں ایک شخص کو مزار پر سجدہ کرتے دیکھا۔وہ شخص الٹ کر گر پڑا۔آپ جس مزار پر جاتے قبر کو ہاتھ تک نہ لگائے۔چپکے کھڑے رہتے یا بیٹھ جاتے۔شریعت کے برخلاف کوئی حرکت دیکھتے تو نہایت غصہ میں آجاتے۔

حق گوئی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ڈپٹی سلطان احمد خاں حاضر خدمت ہوا۔اس نے دو روپے آپ کی نذر کئے۔آپ

نے فرمایا میں تمہارے دو روپے نہیں لیتا۔ تو ظالم ہے۔ ڈپٹی نے جواب میں عرض کیا میں ظالم تو ہوں مگر یہ دو روپے جو کہ میں نذر کر رہا ہوں میری تنخواہ میں سے ہیں لیکن آپ نے دو روپے واپس کر دیئے اور چند نصیحتیں فرما کر رخصت کیا۔

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ملک محمد حیات صاحب ذیلدار سکنہ شرقپور کو حضور نے بینک کے بنانے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے۔ آپ نے فرمایا اچھا نقصان اٹھاؤ گے۔ آخرش ملک صاحب کو بینک میں نقصان ثابت ہوا جو کسی سے مخفی نہیں ہے۔

تواضع

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ قصور تشریف لائے۔ آپ ہمراہ یاروں کے قبرستان تشریف لے جا رہے تھے کہ رستہ میں ایک بھنگن بازار کا کوڑا کرکٹ جمع کر کے یکجا ایک ٹوکری میں بھر کر کھڑی ہوئی تھی اور اس کی گود میں ایک بچہ بھی تھا۔ چونکہ وہ اکیلی اس نجاست کی ٹوکری کو اٹھانا چاہتی تھی، بچے کے سبب اسے تکلیف ہو رہی تھی۔ جوں ہی آپ کی نظر پڑی جھٹ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کی مدد کر کے وہ ٹوکری اٹھوا دی اور یاروں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ آپ پھر ان کے ہمراہ قبرستان کی طرف تشریف لے گئے۔

تواضع کا بیان

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کوئی تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے اور آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے سر کی لگام دو فرشتوں کے ہاتھ میں نہ ہو۔ جب وہ تواضع کرتا ہے تو فرشتے اس کی لگام کو اوپر چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی اس کے سر کو بلند رکھ اور اگر تکبر کرے تو فرشتے اس کی لگام نیچے کی طرف کھینچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی اس متکبر آدمی کو سرنگوں اور ذلیل کر۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سعادت مند اور نیک وہ شخص ہے جو بغیر لاچاری کے تواضع اور عاجزی کرے۔ غریبوں کو ایسا مال دے جو مصیبت سے کمایا ہو اور غریبوں پر رحم کرے اور علماء و حکماء یعنی اہل باطن کی صحبت اختیار کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کرم تقویٰ میں ہے اور بزرگی تواضع میں اور تونگری یقین میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا میں تواضع کرنے والے نیک بخت لوگ ہیں۔ جو قیامت میں منبروں پر بٹھائے جائیں گے اور نیک بخت وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتے ہیں۔ ان کا ٹھکانہ فردوس ہے اور نیک بخت لوگ وہ ہیں جن کے دل دنیا سے پاک ہوں اور ان کو اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ارشاد فرمایا! کیا سبب ہے کہ عبادت میں حلاوت اور چاشنی کو تم میں نہیں

پاتا۔ سب نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ عبادت کی حلاوت اور چاشنی کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ حلاوت تواضع اور خاکساری ہے اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی تواضع اور خاکساری کرنے والے کو دیکھو تو اس سے تواضع اور خاکساری سے پیش آؤ اور جب کسی متکبر اور مغرور کو دیکھو تو اس سے تکبر کرو تا کہ وہ تکبر کرنے والا خوار اور ذلیل ہو اور فرمایا: جو کوئی خاکساری اللہ رب العزت کے لئے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرماتا ہے اور جو کوئی درمیانہ چال چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تونگر کر دیتا ہے اور جو کوئی بے جا خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے محتاج کر دیتا ہے اور جو کوئی رب العزت کا بہت ذکر کرتا ہے تو حق سبحانہ وتعالیٰ اس کو چاہنے اور پیار کرنے لگتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لوگو تم افضل عبادت سے غافل ہو اور وہ افضل عبادت تواضع اور خاکساری ہے۔ حضرت یوسف بن اسباط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت سے عمل سے تھوڑی خاکساری اور پرہیزگاری افضل ہے اور بہت سے مجاہدہ سے تھوڑی عاجزی زیادہ ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو مال یا جمال یا بیان یا علم عنایت ہوا ہو اور وہ اس میں تواضع اور خاکساری نہ کرے تو یہ چیز قیامت کے روز اس پر وبال ہو جائے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کو اغنیاء اور شرفاء سے ملاقات کر کے مساکین کے پاس آ کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ مسکین کی گزر مسکینوں میں ہی ہوتی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تواضع اس کا نام ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے باہر نکلے اور جو کوئی مسلمان اسے راستہ میں ملے سمجھے کہ وہ مجھ سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو جب اللہ رب العزت نے غرق کر دیا تب آپس میں پہاڑ ایک دوسرے سے اونچے اور بلند ہونے لگے اور ان میں سے کوہ جودی نے فروتنی اور پستی اختیار کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کوہ جودی کو پستی کے باعث بلندی عنایت کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اس پر جا ٹھہری۔

حضرت یونس بن عبید رضی اللہ عنہ جب عرفات سے لوٹے تب کہنے لگے کہ اگر میں لوگوں میں نہ ہوتا تو یقینا لوگوں پر رحمت نازل ہوتی۔ مگر اب مجھے ڈر ہے کہ شاید میرے سبب سے یہ لوگ کہیں رحمت الٰہی سے محروم نہ رہے ہوں۔ حضرت زیاد نمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو زاہد خاکسار نہیں ہے وہ درخت بے ثمر ہے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسجد کے دروازہ پر آ کر پکارے کہ تم لوگوں میں جو سب سے برا ہو باہر نکل آئے تو مجھ سے پہلے کوئی نہ نکلے۔ سب سے آگے میں ہی دوڑوں۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو سن کر کہا کہ مالک اسی سبب سے مالک ہوا ہے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ریاست کی محبت رکھتا ہے وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔ ایک دفعہ سرخ آندھی اور زلزلہ آیا۔ حضرت موسیٰ بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد بن

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ ہمارے امام ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا مانگیں کہ یہ آفت دور ہو۔ حضرت محمد بن مقاتل رو کر فرمانے لگے کہ اس بات کو ہی غنیمت سمجھتا ہوں کہ تم کہیں میرے سبب سے ہلاک نہ ہو۔ حضرت موسیٰ بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ارشاد فرمایا: محمد بن مقاتل کی دعا سے آندھی اور زلزلہ دور ہو گیا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے اپنے نفس کے بارے میں خیال ہوتا ہے کہ میں ستر برس کا گبر ہوں۔ مجھے زنار توڑنا چاہئے۔ نیز فرمایا جب تک آدمی کو یہ گمان ہے کہ مخلوق میں کوئی مجھ سے برا ہے تب تک وہ متکبر ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضرت تواضع کیا چیز ہے؟ کہا اپنے نفس کے لئے نہ کوئی مقام جانے نہ کوئی حال۔ سلف نے فرمایا عزت اس کو ہے کہ خدائے پاک کے لئے ذلیل ہو اور برتری اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے فروتنی اور عاجزی کرے اور امن میں وہ ہے جو خدائے پاک سے ڈرے اور نفع اس کو ہے جو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ رب العزت کے ہاتھ بیچ دے اور حضرت عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ جب رعد اور گرجنے کی آواز سنتے تو کبھی اٹھتے اور کبھی بیٹھتے اور مانند عورت حاملہ کے پیٹ پکڑتے اور فرماتے کہ یہ بلا میرے ہی سبب سے تم پر آئی ہے اور میں مر جاؤں تو تم کو راحت پہنچے۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا داروں کے لئے یہی سلام ہے کہ تم ان کو سلام نہ کرو۔

غصہ اور غیرت کا فرق

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت نہایت غیور تھی۔ جمال بصورت جلال تھا۔ آپ کی طبیعت میں اس قدر غیرت تھی کہ ذرا بھی خلاف شرع کوئی عمل دیکھتے تو آپ کی طبیعت غیرت اور غصہ میں آ جاتی۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے (مؤلف) اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ۔ آپ مجسم اس حدیث شریف کے عامل تھے۔ اب کچھ غیرت اور غصہ کے متعلق لکھتا ہوں۔ اس لئے کہ بعض بے سمجھی کے سبب سے غصہ تو کر لیتے ہیں مگر محل سے واقف نہیں ہوتے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا حضور مجھے کوئی عمل بتائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ نہ کیا کر۔ اس نے پھر دوبارہ عرض کی۔ تب بھی آپ نے یہی فرمایا: غصہ نہ کر۔ معلوم ہوا کہ غضب جس کو غصہ کہتے ہیں۔ وہ ایک آگ کا شعلہ ہے کہ جس طرح آگ راکھ میں دبی ہوئی رہتی ہے۔ اسی طرح وہ آگ کا شعلہ بھی آدمی کے اندر دبا ہوا رہتا ہے اور جب کوئی غصہ کی آگ سے بھڑک اٹھتا ہے تب وہ اپنا نسب شیطان سے ملا لیتا ہے کیونکہ وہ شیطان بھی آگ سے بنا ہوا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے

کون سی چیز بچائے گی۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا: تو خود غصہ نہ کیا کر اور حدیث شریف میں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وہ پہلوان نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ ہے کہ غصہ کے وقت اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو اتنا غصہ میں اچھلتا ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اب کے اچھال میں دوزخ میں گر پڑے گا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر برائی کی کنجی غضب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ بے وقوفی کی جڑ ہے اور غضب سے ایمان ایسا بگڑ جاتا ہے جیسا کہ شہد میں ایلوا یعنی مصبر گرنے سے شہد بگڑ جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آدمی کے حلم کا اعتبار غصہ کے وقت ہوتا ہے اور جب غصہ نہ ہوا تو اس وقت کے حلم کا کیا اعتبار ہوا اور جو غصہ دنیا کے واسطے ہوتا ہے اس کا نام مکر و فریب ہے اور جو غصہ آخرت کے واسطے ہے اس کا نام علم اور حلم ہے۔ وہ غصہ نہیں اور نہ وہ آگ کا شعلہ ہے بلکہ سراسر رحمت ہی رحمت ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے گالی دی۔ تب آپ نے کہا اگر میزان عمل میں میرے عمل کم ہوں تو جو تو کہتا ہے اس سے بھی بدتر ہوں اور اگر پلہ بھاری ہوا' تو اس گالی سے بھی ضرر نہیں۔

حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک کسی گھونٹ کا پینا اتنا محبوب نہیں جتنا کہ غصہ کا گھونٹ پینا محبوب ہے۔ جو کوئی غصہ کو پی جاتا ہے اللہ رب العزت اس کے دل کو نور ایمان سے بھر دیتا ہے۔

حکایت: ایک شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے وصیت چاہی۔ آپ نے فرمایا غصہ نہ کیا کر۔ اس نے کہا کہ حضرت مجھ سے یہ تو نہ ہو سکے گا۔ تب آپ نے فرمایا: اچھا اتنا ہی کر کہ غصہ کے وقت زبان اور ہاتھ روک لیا کر۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ اہل فضل کہاں ہیں۔ تب کچھ لوگ اٹھیں گے کہ ہم اہل فضل ہیں۔ فرشتے کہیں گے دنیا میں تمہارا کیا فضل تھا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم پر اگر ظلم ہوتا تو ہم صبر کرتے اور اگر کوئی ہم سے بدسلوکی کرتا تو ہم بخش دیتے اور اگر کوئی ہم سے جہالت اور بے سمجھی کا کام کرتا تو ہم برداشت کرتے۔ یہ سن کر فرشتے کہیں گے کہ لو اہل فضل لوگو! اب تم بہت ہی خوشی سے جنت میں جاؤ۔ فنعم اجر العاملین۔ سبحان اللہ کیا ہی اچھی مزدوری کام کرنے والوں کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک یہود کی جماعت پر ہوا انہوں نے آپ کو برا کہا۔ تب آپ نے ان کے جواب میں کلمہ خیر کہا۔ کسی نے آپ سے عرض کی کہ یہ تو آپ کو برا کہتے ہیں اور آپ ان کے حق میں بھلا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہم میں سے ہر ایک شخص وہی چیز دوسرے کو دیتا ہے کہ جو اس کے پاس ہے۔ ہاں میاں! ہر برتن سے وہی چیز

ٹپکتی ہے جو اس برتن میں ہوگی۔ ہمارے دل کے برتن میں خیر ہے۔ اس سے خیر ہی ٹپکے گی اور ان کے دل کے برتن میں شر ہے ان سے شر ہی ٹپکے گا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا کہا تھا۔ حضور ﷺ سن رہے تھے اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں بولنا چاہا تب حضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب آپ سے اٹھنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم چپ رہے، فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا اور جب تم بولے تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا۔ مجھے ایسی جگہ بیٹھنا منظور نہیں تھا۔ تب اٹھ کر چلنے کو تیار ہو گئے۔

اور روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض کو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلد فنا ہو جاتا ہے اور کسی کو جلدی غصہ آتا ہے اور جلدی ہی فنا ہو جاتا ہے اور بعض کو جلد غصہ آتا ہے اور دیر میں جاتا ہے مگر سب سے بہتر وہ ہے کہ جو دیر میں خفا ہو اور جلد سمجھ جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا کہ کبھی آپ نے اپنے حقوق کا بدلہ لیا ہو۔ ہاں ہتک یا حرمت الٰہی ہوتی ہو تب آپ کو سب سے زیادہ غصہ آتا تھا۔ حضرت ﷺ نے حضرت عقبہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے عقبہ میں تجھے لوگوں کے اعمالوں سے افضل اعمال بتاؤں۔ وہ یہ ہے کہ تو اس سے مل جو تجھے نہ ملے اور دے اس کو جو تجھے نہ دے اور معاف کر اس کو جو تجھ پر ظلم کرے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک تم کو بدلہ لینے کا قابو اور موقع نہ ملے تب تک حلم اور برداشت کرو اور جب موقع مل جائے تو عفو اور احسان کرو۔

ایک چور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں گھسا اور پکڑا گیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ تب آپ نے فرمایا: نہیں میں اس کی پردہ پوشی کروں گا۔ شاید اللہ رب العزت میری پردہ پوشی کرے اور حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نرم ہے اور نرمی کو دوست رکھتا ہے اور فرمایا جو نرمی سے محروم رہا ہر نیکی سے محروم ہو گیا۔

آنحضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اور ارشاد فرمایا: حسد کی راہ سے اپنے بھائی پر خوشی ظاہر نہ کر ورنہ اللہ پاک اس کو بچا لے گا اور تجھے پھنسا دے گا۔ ہاں حدیث شریف میں آیا ہے دیوث کے لئے نجات نہیں ہے جہاں معاملہ دینی یا دنیوی ہو جس میں عزت برباد ہوتی ہے یعنی جس کی کوئی پردہ دری کرے اس وقت غیرت کرنی فرض ہوتی ہے۔ اس پر بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ کتاب کے طول ہونے کے سبب ختم کرتا ہوں۔ اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا

12A

والآخرۃ۔

نورالحسن شاہ کا حلقہ ارادت میں، نورالحسن شاہ صاحب کا بیان کیا کہ ایک روز شرقپور شریف اپنے بھائی حسین شاہ صاحب کے ہمراہ کسی دنیاوی کام کے لئے گئے۔ جب شرقپور شریف میں داخل ہوئے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بازار میں تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے آکر میرا گریبان پکڑ لیا اور دریافت فرمایا: تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے عرض کیا نورالحسن۔ آپ نے فرمایا تجھے نورالحسن بنائیں۔ میں خاموش ہوگیا۔ آپ نے فرمایا افسوس کہ تو میری بات کو ہنسی سمجھا۔ خیر جب ہم واپس اپنے گاؤں میں آئے تو بھائی صاحب نے والدہ صاحبہ سے ذکر کیا تو والدہ صاحبہ بہت ناراض ہوئیں اور فرمایا: پیر کا ہونا ضروری ہے۔ ہمارے خاندان میں سب کا طریقہ ایسا ہی چلا آیا ہے تو نے سخت غلطی کی ہے۔ جس کے جواب میں عرض کی گئی کہ فی الحال میرے پیر آپ ہی ہیں جس کے جواب میں انہوں نے صاف صاف فرما دیا کہ آج سے میں تمہارا پیر نہیں ہوں۔ خیر قصہ مختصر چھ ماہ تک کوئی خیال نہ آیا مگر ان مہینوں میں کئی مشکلات اور کار دنیاوی میں الٹ پلٹ کا سامنا ہوا۔ ویسے طبیعت اداس اور پریشان ہی رہتی تھی۔ آخر آپ کی غلامی میں داخل ہوگیا۔ (مرتب) آپ آٹھ سال برابر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔

ایک روز آپ نے فرمایا اسمٰعیل شاہ صاحب کرموں (۱) والے آئے تھے۔ ڈیڑھ صد روپیہ ہمراہ لائے تھے۔ میں نے کہا اتنا روپیہ کیوں لائے ہو۔ انہوں نے جواب دیا مجھے کون پوچھتا تھا۔ سب آپ کی طفیل ہے۔ پھر فرمایا جب آتے ہیں دوصد ڈیڑھ صد روپیہ لے کر ہی آتے ہیں۔ یہ تو ہماری طرح ہی کرتے ہیں میں بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اسی طرح لے جایا کرتا تھا۔

تبلیغی عادت کا خاکہ

ایک دفعہ حجرہ شریف تشریف لے گئے۔ چونکہ یہ جگہ بھی آپ کے بزرگوں کا پیرخانہ تھا۔ گدی نشین صاحب کی داڑھی کتری ہوئی اور نماز کے اوقات کی پابندی کا اہتمام نہ تھا اور انہوں نے شکار کے واسطے بندوق اور کتے وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: یہ کون سا طریق ہے؟ جو آپ نے اختیار کر رکھا ہے کیا آپ کے آباؤ اجداد ایسا کیا کرتے تھے۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(۱) عارف اسی قیود سے پاک ہوجاتا ہے اور جو کچھ اس کی زبان پر ہوتا ہے وہی اس کے دل میں ہوتا ہے۔ گو عارف کو حرص سے بالکل پاک کر دیا جاتا ہے اور اسے کسی قسم کی احتیاج نظر میں نہیں رہتی لیکن خدمت گزاروں کی خدمت کا اعتراف کرنا وہ اولین فرض جانتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: وَمَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ۔ یہ اعتراف خدمت ہی با اخلاص مرید کا کام بالاتر کر دیتا ہے۔ یہ مصنوعی توجہ سے مرید کے کسی کے حق میں یہ بہتر توجہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد"۔ شاہ صاحب اس خدمت سے آج مخدوم ہو بیٹھے ہیں۔

الکریم کی سنت ہے؟ یہ سن کر وہ بہت شرمندہ ہوئے اور زار زار روئے اور کہا میں نے سب کچھ اپنے بزرگوں کے خلاف کیا ہے۔ اب میری توبہ آئندہ ایسا کام کبھی نہیں کروں گا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

اکثر مولوی صاحبان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے کہ اب شریعت کی پابندی کا کیا حال ہے؟ بعض تو کہتے کہ اب تو شریعت کی پابندی کا حال بہت اچھا ہے۔ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ آپس میں حقوق کا کیا حال ہے۔ باپ بیٹے کا دشمن، عورت خاوند کی دشمن، ہمسایہ ہمسایہ کا دشمن۔ یہ کیا شریعت کی پابندی ہے پھر ان کی آنکھیں کھلتی اور ہوش آتا۔ وہ کہتے کہ اب لوگوں نے شریعت اور قرآن شریف کو پس پشت ڈال رکھا ہے پھر آپ پوچھتے کہ آیا آج سے بیس سال پہلے لوگوں کا یہ حال تھا؟ تو صاف جواب ملتا کہ اس سے پہلے آپس میں حمیت تھی، اخلاص تھا، ہمدردی تھی، وہ تو اب بالکل مفقود ہیں۔ آپ فرماتے یہ سب انگریزیت (عیسائیت) کا اثر ہے۔

ایک دن ایک ریلوے سپرنٹنڈنٹ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ داڑھی مونچھ صفاچٹ ٹوپی سر پر۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے۔ اس نے بتایا کہ ہزار بارہ سو۔ آپ نے ایک دھپڑ ایسے زور سے اس کے منہ پر مارا کہ اس کی ٹوپی دور جا پڑی کہ یہ ہزار روپیہ تم کو منکر نکیر سے بچالیں گے اور پل صراط پر اسی کے سہارے اتر جانا حساب کے وقت رشوت دے کر جنت میں چلے جانا۔ یہ مسلمانی ہے۔ سب انگریز کے بچے ہیں۔ انگلستان میں بن باپ کے ایسے ہوتے ہیں:

اہل دنیا کافران مطلق اند — روز و شب در بق بق و در زق زق اند
اہل دنیا چہ کہیں وچہ نہیں — لعنت اللہ علیہم اجمعین
اہل دنیا چوں سگ دیوانہ اند — دور شو زیشاں کہ بس بیگانہ اند

پھر فرمایا میاں قانون خداوند کی پابندی بھی کوئی چیز ہے۔ وہ کون آکر کرے گا۔ اپنے پیدا کرنے والے کو کچھ تو سمجھو۔ اس پر بہت بڑا اثر ہوا اور آئندہ اپنی حالت سنوار لی۔

آپ کی تبلیغ کا نمونہ

بڑے بڑے بی اے، ایم اے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو جب آپ ان کی حجامت دیکھتے اور ان کے کرزن فیشن بال پکڑ کر خوب ہلاتے اور فرماتے کیا تمہارے باپ کی شکل بھی ایسی ہے۔ داڑھی منڈی ہوئی اور ایسے ہی بال تھے۔ کیا تم کو اپنے باپ کی شکل بری معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے سکھ بھائی تو ایسا نہیں کرتے۔ انہیں تو جوان کے گرو صاحب نے تعلیم دی ہے ان پر کیسا عمل کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے۔

ہمارا خداوندی قانون کیا کم ہے۔ کیا سکھوں کو نوکری نہیں ملتی۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ مسلمان قیدیوں کی حجامت میں داڑھی مونڈ دیتے ہیں مگر سکھوں کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ انگریزوں کو بھی معلوم ہو گیا ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کے کچے ہیں۔ پھر آپ پوچھتے کہ تم نے کتنے سال انگریزی پڑھی ہے۔ جواب ملتا کہ پندرہ سولہ سال۔ آپ پوچھتے کہ بھلا بسم اللہ کے معنی بتاؤ تو جواب نفی میں ملتا پھر آپ فرماتے کہ یہ مسلمانوں کے بچے ہیں کہ بسم اللہ کے معنی بھی نہیں جانتے۔ انگریزی کو تو بغیر معنوں کے کوئی نہیں پڑھتا مگر قرآن شریف کو بغیر معنوں کے پڑھتے ہیں۔ انگریزی قانون کو تو ہر ایک جانتا ہے مگر خدائی قانون کی کوئی خبر نہیں کہ قرآن شریف میں کیا حکم ہے۔ اب تو انگریز بن گئے۔ اب تم لا الٰہ الا اللہ انگریز رسول اللہ کا حکم پڑھا کرو۔ اکثر توبہ کر کے جاتے اور جب دوبارہ خدمت میں حاضر ہوتے تو داڑھی رکھی ہوتی اور پابند نماز بلکہ تہجد خواں ہو جاتے۔ آپ ان سے بڑا پیار کرتے۔ آخر کار ہدایت کا نور قلب کا سرور انہیں حاصل ہو جاتا۔ سبحان اللہ

حق گوئی

سر محمد شفیع صاحب کی والدہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خالہ صاحبہ ہیں۔ ایک دن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں محمد شفیع صاحب کے سامنے اپنی خالہ صاحبہ کو کہا کہ خالہ کیسا خنسا بیٹا جنا ہے۔ اس ''سر'' کی داڑھی سینہ پر پڑتی اور وائسرائے کی کونسل میں بیٹھا ہوتا تو داڑھی کی ہیبت سے اسلام کا کیسا رعب ہوتا اور وائسرائے کو پتا لگ جاتا کہ مسلمان ایسے ہیں۔ افسوس سب عیسائی ہو گئے۔ عورتیں بھی عیسائی ہو گئیں۔ سبحان اللہ

ایک دن آپ نے مسجد میں سر محمد شفیع صاحب سے فرمایا: محمد شفیع آج تیرا نام لینے کو دل نہیں چاہتا۔ افسوس تیرا نام تو کیسا اچھا ہے۔ اپنے نام ہی کی شرم کرو اور کچھ سوچو سمجھو۔ تمہارے باپ کی شکل کیسی اچھی تھی۔ وہ شکلیں تم کو بری لگتی ہیں۔ اصل میں سارا قصور ان کا ہی ہے۔ انہوں نے تمہیں کیوں ولایت بھیجا اور جبکہ تم نے اپنی شکل بگاڑ لی تھی تو تمہیں اپنے گھر میں کیوں گھسنے دیا حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ اپنے، پرائے، جاہل، عالم، دیندار، دنیادار، صوفی، فقیر، غیر مسلم، گدی نشین، سب کو شریعت کی پابندی کی ہدایت فرماتے۔

ایک مولوی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (۲۸:۴۸) پر کتنا عمل ہو رہا ہے۔ تو مولوی صاحب نے آنکھیں نیچی کر لیں اور کہا اب تو سارے زمانے کا یہی حال ہے۔ کوئی بھی دین کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ مولویوں نے تو اپنی اپنی خواہش کے مطابق قرآن شریف کے معنی گھڑ لئے اور فرقہ بندی کر لی اور اپنی عزت اور توقیر کے درپے ہو گئے۔ اصل اسلام چھوڑ دیا۔



باب 3

عادات

عادت انسان کا وہ راسخ ملکہ ہے کہ بلا تکلف بلا علم اپنی ضرورت اپنے وقت پر عمل پذیر ہو۔ عادات کو اگرچہ فطرتی ملکہ نہیں کہہ سکتے تاہم جو عادات بلا علم بلا توجہ ذاتی طبیعت میں راسخ ہو جائیں وہ فطرتی کہلائیں' تو بے جا نہ ہوگا گو کہ درحقیقت وہ بھی کسبی ہیں۔

عادات نیک و بد دونوں یکساں دنیا میں موجود ہیں اور انسان کی قیمت کا اندازہ عادات سے کیا جاتا ہے کہ جتنی عادات نیک کسی انسان میں ہوں گی اتنا ہی اچھا اور جتنی بری اتنا برا۔

عادات وہی ہیں جو فطرتی بھی ہیں اور کسبی بھی۔ جن پاک نفوس کی طبیعت بلند ہوتی ہے ان کی طبیعت خود بخود بری عادات سے نفرت کرتی ہے اور نیک عادات کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ ایسے نفوس چوٹی کے انسانوں سے گنے جاتے ہیں۔

لیکن بعض نفوس ایسے ہوتے ہیں کہ فطرت تو اتنی بلند نہیں کہ خود بخود عادات سے ذاتی طور پر متنفر رہے لیکن علمی حقائق نے ان میں یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ نیک عادات اپنے اندر پیدا کریں۔

ولی اللہ بھی دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اپنی اصلی عادات اور فطری میلان پر قائم رہتے ہیں اور انہیں کسی کی نیک و بد عادات سے سبق حاصل نہیں ہوتا اور ایک وہ کہ عمدہ عادات کے باوجود ہر وقت انہیں نیک عادات کا خیال دامن گیر رہتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دوسری قسم پہلی قسم سے اچھی ہے۔

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اس دوسری قسم کے افراد یگانہ میں سے تھے اور باوجود عمدہ عادات رکھنے کے آپ کو ہر وقت نیک عادات کی توجہ اور تلاش رہتی تھی۔ بلکہ ہمارے خیال میں آپ نے اپنی تمام فطری اور جذباتی عادات کو یکدم اتباع سنت کے مشاہرہ پر نثار کر دیا تھا اور ہر عادات میں یہ ہی ملحوظ ہوتا کہ اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر یک سر مو فرق نہ آنے پائے۔

آج اتباع سنت کے دعویدار ہزاروں بلکہ لاکھوں ہیں لیکن یہ دعویٰ بھی محدود' کسی نے عبادات میں، کسی

نے اوراد میں کسی نے اذکار میں، کسی نے لین دین اور کسی نے نشست و برخاست میں، کسی نے لباس میں اپنے دعویٰ کا ثبوت دیا ہے اور بس۔ لیکن آپ کے اسوۂ حسنہ کی ہر حرکت و ہر جنبش کے ساتھ وابستہ ہونے والا لاکھوں میں ایک بھی مل جائے تو موجودہ وقت میں غنیمت اور باقی تمام کے تمام قال ہی قال سے دعویٰ گیر حال کے دعویٰ کنندہ کم یاب بلکہ نایاب۔

آں قدوۃ الواصلین اپنے جذبہ اتباع سنت میں اتنے کامل تھے کہ اندرونی و بیرونی ظاہری و باطنی تمام امور اور تمام حالات میں اتباع سنت کے عاشق تھے۔ عبادات سے بڑھ کر معاملات میں اس کے متبع نظر آتے تھے۔

توحیدی جذبہ اس قدر زبردست تھا کہ جب آپ کے صاحبزادہ پیدا ہوئے تو گود میں لے کر فرمایا: اگر تمہیں نیک ہونا ہے تو زندہ رہو ورنہ اس کی زندگی سے تمہارا مرنا بہتر ہے چنانچہ وہ فوت ہو گئے لیکن بے صبری نہ فرمائی۔ نہ جزع فزع کی بلکہ رضا بالقضاء خوش بخوش لیکن ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ جب کسی کا لڑکا کسی کی گود میں دیکھ پاتے تو اسے پکڑ کر اپنی گود میں لے لیتے تھے اور اسے پیار فرماتے اور گاہے اپنا لعاب اس کے منہ میں ڈالتے حالانکہ ذاتی محبت دنیاوی حلاوتوں سے بہت بلند تھی لیکن اتباع سنت علیہ التحیۃ والسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی وجہ سے یہ سب کچھ پسند طبع ہو چکا تھا۔

اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، رہنا سہنا، کھانا پینا، لینا دینا، اوڑھنا پہننا، پڑھنا پڑھانا، دیکھنا بھالنا، بولنا چالنا غرض تمام امور اور تمام احوال میں یکساں شاہراہ سنت پر قدم زن نظر آتے تھے بلکہ اگر کسی دوسرے مسلمان بھائی کو اس کے بغیر عادی دیکھتے تو سخت طیش میں آ کر اسے متنبہ فرماتے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کے سوا ہرگز چھٹکارا نہیں۔ مسلمان وہی ہے جو نبی کریم ﷺ کی سنت کا پیرو ہو:

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ایک دن قاری اللہ بخش صاحب آئے۔ آپ نے ان کو جھٹ سیدھا کھڑا کر دیا اور ٹخنے سے لے کر گلے اوپر کو چپہ سے ناپنے۔ دیکھنے والے حیران کہ الٰہی کیا ماجرا ہے۔ جب چھ چپے ناپ چکے تو قاری صاحب کے کرتے تک پہنچے اور فرمایا: میں قاری صاحب سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ میں نے ان کو کرتہ سلوا کر بھیجا ہے۔ دیکھو یہ کیسا شرع کے مطابق پورا اترا۔ اب فرمائیے اس قسم کا متبع سنت کون شخص ہے۔ جو کرتے کی لمبائی بھی ناپتا پھرے۔ بھلا کوئی ایسا ہی دیکھئے جو اس نظریہ کا اس درجہ پابند ہو۔

آپ کی عادات کے صرف ایک حصہ لطیف پر مؤلف نے اکتفا فرمائی ورنہ یہ باب بھی اپنے دوسرے ابواب کی طرح نہایت تفصیلی لذت رکھتا تھا اور اس کے اندر بہت سے حصول تھے۔

مگر یاد رہے کہ جس طرح ایک پری پیکر کی خوبو دیکھنے والوں کو محو تماشا بنا کر کھڑی کر دیتی ہے اور اس کی نیک و بد ادا میں تمیز نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کی ہر ادا، ہر فعل، ہر حرکت اپنے اندر ایک مقناطیسی جذب رکھتی ہے۔ اسی طرح ولی اللہ کی ہر ادا، ہر فعل، ہر حال دیکھنے والوں کے دلوں پر ایک عجیب کیفیت پیدا کر دیتا ہے جس کی لذت دنوں نہیں بلکہ مہینوں اور سالوں نہیں جاتی۔ خواہ وہ حرکت، وہ فعل، وہ حال قوانین تہذیب سے تعلق رکھے یا نہ رکھے لیکن دل کو چیر کر پار نکل جاتا ہے۔ ایسے وقت میں دلائل نفیسہ، استدلال اخلاقیہ سب بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں اور محبت کا شاہباز اسے لے اڑتا ہے اور دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عادات کے مطالعہ کا مزا تو اسی وقت تھا جب حضور تھے اور آپ کی ہر جنبش لب مسیحا وحی کا دعویٰ کرتی تھی اور آپ کا دوزانو بیٹھنا معراج نبوت کی یاد تازہ کرتا تھا۔ آپ کی سادہ تبلیغ حضرت نبی کریم ﷺ کا سا اثر دکھاتی تھی۔ آپ کی درد بھری نگاہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا نقشہ سامنے کر دیتی تھی۔ غرض اب اس کاغذی نقشہ میں کیا کچھ آسکتا ہے اور کیا کچھ نہیں جبکہ گلِ کاغذ کی طرح اس میں بھینی بھینی بو ہی نہ ہو۔ (عفی عنہ)

آپ کے ہاں کسی دنیادار کی دال نہیں گلتی تھی۔ اگر کوئی دنیادار خدمت شریف میں حاضر ہوتا تو اس کو آپ مناسب تنبیہ فرماتے کہ لوگوں نے اب قرآن شریف کو تو بالکل چھوڑ ہی دیا ہے۔ جناب رسول مقبول ﷺ نے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کن کن تکالیف سے دین کو حاصل کیا۔ اپنی جانیں دیں، بھوک پیاس کے دکھ سہے لیکن ہم لوگوں کو کیا قدر، آسانی سے دین ہم تک پہنچا اور ہم اپنے نفس کے پیچھے پڑ گئے۔ ہم نے اپنی خواہشوں کو خدا بنا لیا۔

آپ کی مجلس میں اگر کوئی شخص پالتی مار کر یا گھٹنے کھڑے کر کے سوا دوزانو بیٹھنے کے کسی اور طرح بیٹھتا تو آپ ناراض ہوتے اور فرماتے اول بیٹھنے کا ڈھنگ تو سیکھنا چاہئے۔ لوگوں کو بیٹھنا بھی نہیں آتا۔

طریق دعا

اکثر بیمار بھی خدمت شریف میں برائے دعا حاضر ہوتے تو آپ فرماتے نہ میں حکیم ہوں نہ ڈاکٹر، تم یہاں کیوں آئے ہو۔ میں نے کب اشتہار دیا تھا کہ میں بیمار کو اچھا کر سکتا ہوں۔ آخر میں فرماتے میاں موت تو ضرور ہے۔ اس سے تو کسی کو چارہ نہیں اور یہ پنجابی کا شعر بھی پڑھتے:

مرن مول جیون لدھا وچہ لگیری گھاٹا

دوا بھی کرو، میں دعا بھی کروں گا اور ان سے فرماتے کہ الحمد شریف میں بسم اللہ کے میم کو الحمد سے ملا کر سات مرتبہ پانی پر دم کر کے پلا دیا کرو اور اکثر آپ ہی سے پانی دم کرا کے لے جاتے اور بیمار اس سے اچھے ہو جاتے۔

اگر آپ کسی مہمان کے گلے یا ہاتھ میں تسبیح دیکھتے تو فرماتے کہ اس پر کیا پڑھا کرتے ہو۔ جواب ملنے پر فرماتے کہ میاں اللہ کے واسطے پڑھا کرو۔ لوگوں کو دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔

آپ کی عادت تھی کہ گرمی کے موسم میں دو کُرتے پہنا کرتے تھے۔ اگر کوئی سوالی آجاتا تو ایک کرتہ اتار کر دے دیتے۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ بازار یا کسی رستے میں کوئی شخص مل جاتا تو اس کو خود السلام علیکم کہتے۔ اگر کوئی بدعتی یا فاسق مل جاتا تو بعض وقت اس سے سخت بیزار ہوتے اور بعض دفعہ شفقت سے سمجھاتے۔ اگر کوئی غیر مسلم تعظیم کے لئے جھک جاتا یا گھٹنوں کو ہاتھ لگاتا تو آپ خاموش رہتے مگر کوئی مسلمان ایسا کرتا تو سخت ناراض ہوتے۔

اکثر اوقات آپ کے ہمراہ بازار میں یا جنگل میں راستہ چلنے کا اتفاق ہوا ہے۔ راستے میں اگر کوئی اینٹ یا پتھر یا کوئی چیز پاؤں سے اٹکنے والی یا پاؤں پھسلانے والی پڑی پاتے تو آپ اپنے ہاتھ سے ہٹا دیتے۔ آپ بازار میں چلتے تو اپنی نظر کو پاؤں کے آگے آگے رکھتے اور اگر بازار میں کوئی چیز فروخت کرنے والے ملتے تو آپ اس سے خرید لیتے چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو اور اس کے خوانچے میں جو چیز ناقص یا خراب ہوتی وہ آپ خوشی سے خرید لیتے۔ بندہ نے ایک روز عرض کی کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرمایا یہ لوگ سوالی ہیں ان کو کچھ دینا چاہئے۔

حافظ غلام حیدر صاحب امام مسجد حوض والی قصور کا بیان ہے۔ ایک دفعہ جب میں شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا تو آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم بھی قصور میں جمعہ پڑھاتے ہو۔ کیا دیہات [1] سے جو لوگ جمعہ کے واسطے آتے ہیں۔ روٹی تم سے کھاتے ہیں۔ میں نے عرض کی نہیں، تو آپ نے فرمایا ہم بارہا لوگوں کو کہہ چکے ہیں کہ جو چار پانچ کوس کے فاصلہ سے آئیں، کھانا گھر سے کھا کے آئیں مگر یہ لوگ نہیں مانتے۔ اسی طرح بندہ کے روبرو بھی آپ نے کئی بار لوگوں کو یہی فرمایا۔ نیز انہیں کا بیان ہے کہ پھر میں ایک دفعہ حاضر خدمت ہوا۔ میں نے قمیص پہنا ہوا تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا یہ تو کنجروں کا پہناوا ہے اور بندہ کے سامنے آپ نے کئی دفعہ بطور شکریہ حافظ غلام حیدر کے بارے میں فرمایا: حافظ غلام قادر صاحب کے بعد انہوں نے مسجد کی

(۱): حیا مانع تھی کہ کسی خاص کو مخاطب فرما کر متنبہ فرماتے۔ ایک بار آپ نے وعظ کے اندر عادت سے لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے فرمایا میں نے دیکھا کہ بادشاہی مسجد لاہور میں لوگ دور دور سے آکر جمعہ ادا کرتے تھے اور پھر رات کو گھروں میں چلے جاتے لیکن معلوم نہیں کہ اب لوگوں کو کیا ہو گیا۔

جب کبھی آپ کو کسی سے ناراضگی ہوتی تو کبھی اسے سخت الفاظ سے خطاب نہ فرماتے بلکہ نرم الفاظ میں اور غائبانہ صورت میں متنبہ فرماتے ہاں شریعت کے امور میں سختی سے تنبیہ فرمایا کرتے۔

امامت اور انتظام اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ مجھے تو خطرہ تھا کہ طبیعت کا آزاد ہے شاید بوجھ نہ اٹھائے مگر اللہ کا شکر ہے کہ خداوند کریم نے میری دعا قبول فرمائی۔

لباس وغیرہ

آپ موٹا کپڑا پہنا کرتے تھے۔ زیادہ باریک کپڑے کو آپ ناپسند فرماتے تھے۔ اکثر آپ دیسی گبّی کا کپڑا بنوالیا کرتے تھے۔ پاپوش زرد رنگ کی بڑے اور لمبے پنجے کی قصور سے بنوایا کرتے تھے۔ بہت چھوٹی سی بوٹی (پھول) اس کے اوپر ہوتی تھی۔ سیاہ جوتی سے آپ نفرت کرتے تھے۔ اگر کسی کے پاؤں میں بوٹ دیکھ لیتے تو سخت ناراض ہوتے اور سیاہ کپڑے کو پہننا بھی ناپسند فرماتے تھے اور پگڑی کے ساتھ ٹوپی بھی ضرور رکھتے تھے۔ اگر کوئی شخص صرف پگڑی پہنتا تو ناراض ہوتے تھے اور فرماتے حدیث شریف میں آیا ہے صرف ٹوپی نصاریٰ رکھتے تھے اور صرف پگڑی یہودی پہنتے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دونوں چیزوں کا حکم دیا تھا۔

بعض یاروں کو دیکھا گیا جب شرقپور شریف آپ کی خدمت میں جاتے تو ٹوپی اور پگڑی دونوں پہن کر جاتے اور بوٹ بھی اتار جاتے اور دیسی جوتی پہن کر جاتے۔ یہ بات اچھی نہیں ہے بلکہ ایک قسم کا نفاق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے ٹوپی پر پگڑی باندھ کر نماز پڑھنا ستر حصے زیادہ فضیلت ہے۔

پیر یا شیخ سے بیعت کرنے کی ضرورت تو اس لئے ہوتی ہے کہ جس طرح منہ زور اور سرکش گھوڑے کو کسی چابک سوار کے حوالے کر دیا جاتا ہے کہ اس کی چال درست کر دے۔ اسی طرح یہ نفس امارہ جو بدلگام گھوڑا ہے جس پر پیر کی روح کا فیضان سوار ہو کر اس کی چال کو درست کرے۔ اس سے معلوم ہوا جو شخص ایسا کرتا ہے کہ گھر میں آ کر اور لباس ہوتا ہے اور آپ کے پاس جا کر دوسرا لباس پہن لے تو گویا اس نے اپنے نفس کو پیر کے سپرد نہیں کیا۔ بلکہ وہ شخص دغاباز ہے۔ پیر سے دھوکا کرتا ہے۔ اب تو آپ اس دنیا فانی سے تشریف لے گئے ہیں۔ اب کہنے والے تو چلے گئے، کچھ خوف خدا دل میں ہے، تو آپ کے فرمان کو عمل میں لائیں ورنہ خالی مرید کہلانے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا اس کو تبرک کھانے کا بہت شوق تھا۔ جب آپ کچھ پس خوردہ چھوڑتے تو وہ دوڑ کر لیتا اور کھا جاتا۔ جس وقت آپ کوئی پرانا کپڑا اتارتے تو بہت کوشش سے حاصل کر لیتا۔ ایک دن حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا میاں تجھے تبرک کھانے کا اور ہمارے اتارے ہوئے کپڑے پہننے کا بڑا شوق ہے، تو مجھے ذبح کر کے میرا گوشت بھی کھا لے اور میری کھال اپنے اوپر پہن لے تو تجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا تاوقتیکہ تو میرے کہنے پر عمل نہ کرے۔ پس ثابت ہوا کہ صرف مرید کہلانے

سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

طریقہ تبلیغ وتربیت

حکیم علی محمد صاحب خلف حکیم پیر بخش سکنہ بلو کی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ نے سخت جذبہ میں فرمایا: اب تمہارے والد صاحب کس جگہ رہتے ہیں جس سے حاضرین سمجھے کہ شاید واقعی یہ کوئی خبر پوچھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی یا حضرت وہ تو فوت ہو چکے ہیں۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا: اچھا آدمی فوت بھی ہو جاتے ہیں۔ اگر ضرور فوت ہو جاتے ہیں تو یہ دنیا باطل ٹھہری۔ پھر اس کے ساتھ صحبت کیسی۔ بس یہی کلید معرفت ہے۔ آدمی کو یقیناً فنا ہونا ہے اور عنداللہ حساب دینا ہے۔ جس کا یہ خیال پختہ ہو جائے اس کے لئے نجات ہے۔

آپ کی عادت مبارک تھی رات کو عشاء کی نماز کے بعد چنگیر میں بہت سی روٹیوں کے ٹکڑے کر کے رکھ لیتے اور چنگیر کو بغل میں لے لیتے اور ایک ہاتھ میں چھڑی پکڑ لیتے۔ مسجد سے باہر نکلتے تو بہت سے کتے آپ کے منتظر بیٹھے ہوتے۔ آپ کتوں (۱) کو ٹکڑے ڈالتے اور گھر کی جانب چلے آتے۔ جب کسی کمزور کتے کو ٹکڑا ڈالتے تو طاقتور کتا اس پر حملہ کرتا تو آپ چھڑی سے ڈرا کر اسے پرے ہٹا دیتے۔ اسی طرح گھر تشریف لے جاتے۔ ایک روز بندہ نے عرض کی کہ یہ جو ہم منڈیا فقیروں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے پیچھے دس دس بارہ بارہ کتے لگائے پھرتے ہیں شاید ان کے کسی بزرگ نے کتوں کو خدا کی مخلوق سمجھ کر ان کو کچھ کھلانے کی غرض سے ایسا کیا ہو تو بعد میں ان کے مریدوں نے بھی جو غیر شرع ہو گئے، ایسا کرنا شروع کر دیا ہو کہ ہمارے بزرگ اپنے ساتھ کتے رکھتے تھے۔ اسی طرح خیال ہے کہ شاید کوئی آپ کے پیچھے بھی ایسا نہ کرتا ہو اور اسے آپ کی سنت سمجھ کر کتے ہی رکھ لیتے ہوں۔ بندہ کی یہ بات سن کر آپ نے فکر کی۔ اسی اثناء میں ایک کتے نے ہاتھ مبارک کو اچھل کر کاٹ لیا۔ اس کے بعد آپ نے اس طرح پیچھے لگا کر کھلانا چھوڑ دیا۔

---

(۱): آپ کا صادقہ جذبہ ''الخلق عیال اللہ'' نہایت زبردست تھا۔ جانور چھوڑ بے جان اشیاء کی پرورش کا خیال دامن گیر رہتا تھا۔ لنگر کی عالمگیر وسعت اسی جذبہ صادقہ کا اثر تھا۔ کتوں کی پرورش پر نظر کا اٹھنا ایک لازمی امر ہے لیکن وسیع نظر دیکھ سکتا ہے کہ یاران طریقت کے علاوہ شرقپور کے غرباء کی بھی لنگر شریف میں تعداد بہت ہوتی اور حسب ضرورت کسی کو ایک وقت کسی کو دو وقت، کسی کو صرف روٹی اور کسی کو سالن، کسی کو دونوں، ابھی بعض مساجد کے علماء بعض قبروں کے جاروب کش حتیٰ کہ للی چھنبی لوگ بھی شامل تھے۔ اکثر دیکھا گیا کہ بعض مسافر صرف کھانے کے لئے مکان پر آتے تو بلا روک ٹوک کھانا آپ دلواتے۔

ایک بار یہ خاکسار بیٹھا تھا کہ باجے والے دس بارہ آدمی آ گئے۔ دو تین نے مکان کے اندر قدم ابھی رکھا تھا اور حضرت قبلہ کو دریافت کر رہے تھے کہ مولوی صاحب کہاں ہیں۔ اچانک آپ اوپر سے تشریف لا کر فرمانے لگے ان کو کھانا کھلاؤ اور آپ فوراً واپس بالا خانہ پر تشریف لے گئے۔ جب وہ اندر آنے لگے تو میاں غلام اللہ صاحب نے ان سے پوچھا تم کون ہو۔ تو کہا باجے والے۔ یہ تھی محبت عامہ جو کتے جیسی پلید چیز پر آپ کو خوان نعمت پیش کرنے پر مجبور کرتا تھا۔

اتباع سنت

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر قول، ہر فعل میں اتباع سنت ملحوظ رکھتے تھے۔ اگر کسی سے خلاف سنت فعل صادر ہوتا تو آپ سخت ناراض ہوتے بلکہ اس سے الجھ جاتے۔ آپ ہر مکتوب میں جو کہ بندہ کی نظر سے گزرے ہیں یہ لفظ ضرور ہوتا تھا۔ دین کی سعی کرو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے مکتوب بھی دوسرے باب میں ناظرین دیکھیں گے۔

سفید سادہ لباس سے محبت

آپ سیاہ جوتی اور سیاہ لباس سے نفرت فرمایا کرتے کہ یہ لباس دوزخیوں کا ہے۔ سادے سفید لباس کو آپ پسند فرمایا کرتے۔ ایک دن ایک مولوی صاحب سیاہ جوتا پہنے ہوئے حاضر خدمت ہوئے تو آپ سخت ناراض ہوئے کہ لوگوں کو یہی وعظ سنایا کرتے ہو۔ آپ تو سیاہ جوتا پہنا ہے۔ پھر آپ نے انہیں نیا جوڑا خرید دیا۔

بعض آدمی سرخ رومی ٹوپی پہنے ہوئے حاضر ہوتے تو آپ فرماتے کہ صرف ٹوپی عیسائی پہنتے ہیں اور صرف پگڑی یہودی پہنتے ہیں۔ پگڑی والے کو آپ ٹوپی دیتے اور ٹوپی والے کو پگڑی پہنا دیتے۔ آپ دیسی لٹھے کی ٹوپیاں سلا کر پاس رکھا کرتے تھے۔



باب 4

آپ کے عقائد

آپ کے عقائد

بندہ (مؤلف) آپ سچے مسلمان حنفی المذہب تھے۔ طریقت میں آپ کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ طریقہ سے تھا۔ عقائد بھی آپ کے وہی تھے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ اسی لئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ہی درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) پہلا عقیدہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ بذات مقدس خود موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات اور صفات اور افعال میں مفرد و یگانہ ہے اور فی الحقیقت کوئی بھی کسی امر اور کسی صفت میں اس کے ساتھ ہرگز شریک نہیں۔ خواہ وہ صفت صفت وجود ہو یا غیر وجود۔ مناسبت لفظی ومشارکت اسمی بحث سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے صفات اور افعال اس کی ذات کی طرح بے چون اور بیچکون اور بے مثل و بے کیف ولم ہیں۔

(۲) دوسرا عقیدہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام اشیاء اور موجودات کا محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب ومعیت رکھتا ہے۔ اس احاطہ اور قرب ومعیت سے وہ مراد نہیں جو ہمارے فہم میں آسکے۔

(۳) تیسرا عقیدہ: حق تعالیٰ جل جلالہ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے کوئی چیز متحد ہوسکتی ہے۔

(۴) چوتھا عقیدہ: حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی ذات اور اس کے صفات وافعال کی طرف تغیر کو راہ نہیں۔

(۵) پانچواں عقیدہ: حق تعالیٰ جل جلالہ اپنی ذات اور صفات اور افعال میں غنی مطلق ہے اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں۔

(۶) چھٹا عقیدہ: حق تعالیٰ جل شانہٗ نقصان کی تمام صفتوں اور حدوث کے نشانوں سے منزہ ومبرا ہے، نہ جسم وجسمانی، نہ مکانی، نہ زمانی۔

(۷) ساتواں عقیدہ: حق تعالیٰ جل جلالہٗ قدیم وازلی ہے اور اس کے سوا کسی کو قدم وازلیت ثابت نہیں۔

(۸) آٹھواں عقیدہ: حق تعالیٰ جل جلالہ قادر اور مختار ہے اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے مبرا ومنزہ ہے۔

(۹) نواں عقیدہ: تمام کے تمام ممکنات، کیا جواہر اور کیا اعراض، کیا اجسام اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا افلاک اور کیا عناصر، سب کے سب اس قادر مطلق کی ایجاد کی طرف منسوب ہیں۔ جو ان کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔

(۱۰) دسواں عقیدہ: حق تعالیٰ جل جلالہ، خیر وشر، نیکی وبدی کا ارادہ کرنے والا ہے اور ان دونوں کو پیدا کرنے والا ہے لیکن خیر سے راضی اور شر سے نہیں۔

(۱۱) گیارہواں عقیدہ: آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو بے جہت و بے کیف اور بے شبہ و بے مثال جنت میں دیکھیں گے۔

(۱۲) بارہواں عقیدہ: انبیاء علیہم السلام کا مبعوث ہونا، اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہے۔ اگر ان بزرگوں کا ذریعہ اور واسطہ نہ ہوتا تو ہم گمراہوں کو اس واجب الوجود حق تعالیٰ جل جلالہ کی مقدس ذات وصفات کی معرفت کی طرف کون ہدایت فرماتا اور ہمارے مولا جل شانہ کی رضا اور غیر رضا میں کوئی تمیز نہ کرتا۔ ہماری ناقص عقلیں ان بزرگوں کے نور دعوت کی تائید کے بغیر معذور و بیکار ہیں اور ہماری ناتمام اور نامکمل فہم ان کی تقلید کے بغیر اس معاملہ میں مخذول وخوار ہے۔

(۱۳) تیرہواں عقیدہ: قبر کا عذاب کافروں اور بعض گنہگار مومنوں کے لئے برحق ہے۔ مخبر صادق علیہ السلام نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔

(۱۴) چودہواں عقیدہ: قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر ونکیر کا سوال بھی برحق ہے۔

(۱۵) پندرہواں عقیدہ: روز قیامت برحق ہے اور اس دن آسمان، زمین، ستارے، سورج، چاند، پہاڑ، سمندر اور حیوانات، نباتات اور جمادات ومعاون سب کے سب معدوم اور ناچیز ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے پراگندہ ہو کر گر جائیں گے اور زمین اور پہاڑ ذرات ہو کر اڑ جائیں گے۔

(۱۶) سولہواں عقیدہ: حساب، میزان اور پل صراط برحق ہے۔

(۱۷) سترہواں عقیدہ: بہشت اور دوزخ موجود ہیں۔ قیامت کے دن حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور دوسرے کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور ان کا ثواب وعتاب ابدی ہے، جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

(۱۸) اٹھارہواں عقیدہ: فرشتے اللہ جل جلالہ، کے بندے ہیں جو گناہوں سے معصوم اور خطا ونسیان سے محفوظ ہیں۔ کھانے پینے اور زن ومرد ہونے سے پاک اور منزہ ہیں۔

(۱۹) انیسواں عقیدہ: ایمان سے مراد ان تمام دینی امور کی [illegible] ساتھ تصدیق قلبی ہے جو یقین اور تواتر کے طریقہ

پر ہم تک پہنچتے ہیں۔علماء نے اقرار لسانی بھی ایمان کا رکن رکھا ہے۔

(۲۰) بیسواں عقیدہ: اولیاء اللہ کی کرامتیں اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات برحق ہیں۔

(۲۱) اکیسواں عقیدہ: افضلیت کی ترتیب خلفائے راشدین کے درمیان ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے لیکن شیخین کی فضیلت صحابہ کرام اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہوئی۔

قضاء وقدر کا ذکر

حضرات صوفیائے کرام کا مذہب جبر کے قریب ہے اور حضرات علمائے کرام کا مذہب قدر کے قریب ہے۔حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی قدر کے قریب تھے۔آپ کی خدمت میں مولوی فضل الرحمن صاحب قصوری حاضر ہوئے۔مولانا تقدیر کے مسئلہ پر بہت سی گفتگو کرتے رہے گویا مولانا صاحب تقدیر کو اپنا مذہب بنائے ہوئے تھے۔

بندہ اور ایک صوفی صاحب لاہور کے باشندے بھی حاضر خدمت ہوئے۔ان کی عمر تقریباً اسی (۸۰) سال کی ہوگی۔یہ صاحب بھی قضاء کے مسئلہ پر بہت اڑے ہوئے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت گھبرا کر جواب دیا۔دیکھو ان کے کیا خیال ہیں۔آپ نے فرمایا جو قضاء اور تقدیر کا قائل ہوتا ہے وہ اپنی طرف سے بھی پوری کوشش اور سعی کرتا ہے۔ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے۔انسان کو کوشش ہر حال میں کرنی چاہئے۔

ایک روز ایک مولوی صاحب حاضر خدمت ہوئے۔عرض کی حدیث شریف میں آیا ہے مسلمان یہود کی طرح ذلیل ہو جائیں گے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا مولوی صاحب! اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں نہر فلاں فلاں جگہ سے ٹوٹ جائے گی تو اس کو باندھنا چاہئے یا ویسے ہی چھوڑ دینا چاہئے۔

ایک اور شخص حاضر ہوا۔عرض کی میرا کام درست ہو جائے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم کوشش کرو۔اس نے کہا میری کوشش کیا کرے گی آپ دعا فرمائیں۔یہ سنتے ہی گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا جب تک میاں بیوی آپس میں ملے نہیں دعا سے بچہ کیسے پیدا ہوگا۔میاں! کام کرنے سے ہی ہوتے ہیں۔اس مسئلہ میں اکثر لوگ گرفتار ہیں۔اس کی تھوڑی سی تشریح کر دیتا ہوں۔(مؤلف)

حقیقت رجا

بندہ (مؤلف) رجا یعنی امید قرآن پاک اور حدیث پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں پسندیدہ ہے۔غرور اور تمنا کو برا فرمایا گیا ہے۔ان تینوں چیزوں کی تفصیل ذیل میں مذکور ہے کہ رجا یعنی امید کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کے انتظار میں آدمی کا دل خوش رہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر اچھی چیز کے حاصل ہونے کے لئے ایک سبب درکار ہے۔اگر ایسا نہ ہو تو انتظار کرنا فضول ثابت ہو۔پھر اگر ایک چیز کے اسباب بہت جمع کر کے

اس چیز کا انتظار کرے اور اس انتظار میں خوش رہے، اس کو رجا اور امید کہتے ہیں۔ جیسا کہ ایک انسان نے اچھا بیج اپنی زمین میں بویا اور پانی بھی وقت پر دیا۔ اس کے بعد غلہ کا منتظر رہے۔ اس کا نام رجا ہے۔

اور اگر ایک چیز کے بہت سے اسباب ترک کر دیئے ہوں اور پھر اس چیز کا انتظار کرے تو اس کو غرور اور حماقت کہتے ہیں جیسا کہ ایک انسان نے خراب زمین میں بیج بھی اچھا نہ بویا ہو، وقت پر سینچا بھی نہیں یا خراب زمین میں بویا اور وقت پر سینچا بھی ہو اور پھر اس سے غلہ ہونے کا انتظار کرے۔ اس کو تمنا اور آرزو کہتے ہیں اور پھر جب یہ مثال سمجھ میں آگئی تو اب ایماندار کو چاہئے کہ اپنی نجات اور فلاح کی حتی المقدور فکر کرے اور فلاح کے اسباب کو اپنے اندر جمع کرے مثلاً امر الٰہی کو بجالائے اور نواہی سے پرہیز کرے۔ پھر رحمت الٰہی کا منتظر رہے اور جس شخص نے اپنی فلاح اور نجات کے اسباب کو کھودیا اور اپنی عمر کو رضائے الٰہی میں صرف نہ کیا پھر نجات اور فلاح کا منتظر رہے وہ احمق ہے اور غرور میں گرفتار ہے اور شک میں پڑا ہوا ہے۔

حقیقت خلق افعالِ خالق ومخلوق

(آیات) یہ آیت اکثر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطبہ میں پڑھا کرتے تھے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ ؕ (۱۱:۱۳) یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا حتیٰ کہ نہ بدلیں اپنے ارادوں کو۔ دوسری آیت کریمہ: لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (۳۹:۵۳) نہیں ہے واسطے انسان کے مگر جو کچھ اس نے کیا۔ تیسری آیت کریمہ ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ بِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِی النَّاسِ (۳۰:۴۱) ظاہر ہوا فساد بیچ جنگلوں اور دریاؤں کے جو کسب کیا انسانوں نے۔ تین آیات کریم سے مفہوم ہوتا ہے۔ خداوند کریم نے بندہ کو ارادہ اور کسب کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اس کے متعلق زیر عبارت کو دیکھو۔

(از مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوب ۱۷، جلد سوم)

جس طرح بندے حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اسی طرح بندوں کے افعال بھی اسی کے مخلوق ہیں کیونکہ اس کے غیر کے لئے خلق و پیدا کرنا لائق نہیں اور ممکن سے ممکن کا وجود ہونا ناممکن ہے کیونکہ ممکن ناطاقتی اور بے علمی کے ساتھ متصف ہے جو ایجاد خلق کے لائق نہیں اور جو کہ بندہ اپنے اختیاری افعال میں دخل کر سکتا ہے وہ اس کا کسب ہے۔ جو بندہ کے قدرت و ارادہ سے واقع ہوا ہے فعل کا پیدا کرنا حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور فعل کا کسب کرنا بندہ کی طرف۔ پس بندہ کا فعل اختیاری تو بندہ کے کسب کے حق تعالیٰ کی پیدائش ہے اور اگر بندہ کے فعل میں اس کے کسب و اختیار کا ہرگز دخل نہ ہو تو مرتعش (رعشہ دار و بلا اختیار) کا حکم پیدا کرے گا جو محسوس ومشاہدے کے برخلاف ہے۔ ہم بداہۃً یعنی صاف طور پر جانتے ہیں کہ مرتعش (بے اختیار) کا فعل اور ہے اور مختار کا فعل اور ہے۔ بندہ کے فعل میں اس کے کسب کو دخل دینے کے لئے اسی قدر فرق کافی ہے۔ حق تعالیٰ نے

اپنی کمال مہربانی سے اپنی خلق کو بندہ کے فعل میں بندہ کے مقصد کے تابع بنایا ہے۔ بندہ کے مقصد کے بعد بندے میں فعل کا ایجاد فرماتا ہے۔ اس سے بندہ مدح و ملامت اور ثواب و عذاب کے لائق ہوتا ہے اور قصد و اختیار جو حق تعالیٰ نے بندہ کو دیا ہے فعل و ترک دونوں جہتیں رکھتا ہے اور فعل و ترک کی خوبی و برائی کو انبیاء علیہم السلام کی زبان پر مفصل بیان فرمایا ہے اب اگر بندہ ایک جہت کو اختیار کرے تو وہ ضرور ہے ملامت کے لائق ہوگا۔ یا مدح یا تعریف کے قابل اور شک نہیں کہ حق تعالیٰ نے بندہ کو اسی قدر قدرت و اختیار دیا ہے جس سے امر و نواہی کو بجالا سکے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس کو قدرت کاملہ عطا کی جاتی اور پورا پورا اختیار دیا جاتا۔ جو کچھ اور جس قدر چاہئے تھا، دے دیا ہوا ہے۔ اس کا منکر بداہت و صراحت کا مخالف ہے اور اس کا دل بیمار ہے کہ شریعت کے بجالانے میں عاجز و درماندہ ہے۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (مشرکوں پر وہ امر جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے وہ بہت بھاری ہے) یہ مسئلہ علم کلام کے پوشیدہ مسائل میں سے ہے۔ اس مسئلہ کا نہایت شرح و بیان یہ ہی ہے۔ جو ان اوراق میں لکھا جاچکا ہے۔ واللہ سبحانہٗ الموفق (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) جو کچھ اہل حق نے فرمایا ہے۔ اس پر ایمان لانا چاہئے اور بحث و تکرار چھوڑ دینا چاہئے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن　　　　که جاہا سپر باید انداختن

ہر اک جا مناسب نہیں حملہ کرنا　　　　کہ اکثر جگہوں سے مناسب ہے ڈرنا

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ جلد اوّل صفحہ ۲۳ میں فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں خدا تعالیٰ نے بندوں کو اگرچہ کسب و اکتساب سے موصوف فرمایا ہے لیکن ان کو قدرت کسی چیز کی نہیں دی۔ ان سے ان کی یہ مراد ہے کہ بندے مکتسب تو ہوتے ہیں لیکن خالق نہیں ہوتے یعنی بندے کام کرتے ہیں اور خدا پیدا کرتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب انسان سے کوئی فعل صادر ہوتا ہے تو اس کے مطابق خدا تعالیٰ بھی اپنی طرف سے ایک فعل صادر کرتا ہے مثلاً انسان جس وقت اپنی کوٹھڑی کے تمام دراز وں کو بند کر دے تو انسان کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل ہوگا کہ کوٹھڑی میں اندھیرا پیدا کر دے گا کیونکہ امور خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ہمارے کاموں کے لئے بطور ایک نتیجہ لازمی کے مقدر ہو چکے ہیں۔ وہ سب خدا تعالیٰ کے فعل ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہی علت العلل یعنی مسبب الاسباب ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص زہر قاتل کھالے تو اس کے فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل صادر ہوگا کہ اس کو ہلاک کر دے گا۔ ایسا ہی اگر کوئی ایسا بے جا فعل کرے جو کسی متعدی بیماری کا موجب ہو تو اس کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل ہوگا کہ وہ متعدی بیماری اس کو پکڑ لے گی۔ پس جس طرح ہماری دنیوی زندگی میں صریح نظر آتا ہے کہ ہمارے ہر ایک فعل کے لئے ایک ضروری نتیجہ ہے اور وہ نتیجہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ ایسا ہی دین کے متعلق بھی یہی قانون ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ دو مثالوں یعنی قرآن شریف میں

صاف فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (۶۹:۲۹) دوسری آیت کریمہ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ط (۵:۶۱) یعنی جو لوگ اس فعل کو بجالائے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی جستجو میں پوری کوشش کی تو اس فعل کے لئے لازمی طور پر ہمارا یہ فعل ہوگا کہ ہم ان کو اپنی راہ دکھائیں گے اور جن لوگوں نے کجی اختیار کی اور سیدھی راہ پر چلنا نہ چاہا۔ تو ہمارا فعل ان کی نسبت یہ ہوگا کہ ہم ان کے دلوں کو کج کردیں گے۔ واضح ہو۔ یہ صراط مستقیم یعنی جبر اور قدر کے درمیان کے رستہ اس کو غور سے سمجھ لوگے تو حقیقت پالوگے۔

اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر دعاؤں میں یا وعظ میں یہ کلمہ طیبہ بڑی انکساری اور عجز سے پڑھا کرتے تھے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ یہ کلمہ طیبہ عرش مجید کی کنجی ہے اور یہی کلمہ مبارک غم اور ہم سے بچانے والا ہے یہی کلمہ شیطان کے غلبے سے محفوظ رکھنے والا ہے، یہی کلمہ نفی کی کلی انسان کے ہر فعل کے کرنے والا ہے اور اثبات رب العزت کی قدرت کے کرنے والا ہے۔ اس کلمہ کی شرح حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۴۵ میں لکھتے ہیں: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کسی ناشائستہ حرکت سے باز رہنے کی قوت یا نیک عمل بجالانے کی طاقت سوائے رفیق ربانی جل وعلیٰ کے حاصل ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس کی حقیقت اس کی صفت جود و کرم کی حقیقت کی ترجمان ہے کیونکہ اگر اس حقیقت کو تعمیم نہ کیا جائے اور بہشت بریں کو اپنے عمل کی جزا سمجھ لیا جائے تو پھر یہ بتاؤ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے جود اور بخشش کے تم کیا معنی سمجھتے ہو۔ تم اپنی نظر کو اپنی عین ذات کے جاننے تک محدود کرنے کی وجہ سے اس بات کے جاننے سے محجوب ہو گئے ہو کہ تمہاری ذات ایک عطیہ الٰہی ہے جو تم کو عطا کی گئی ہے۔ بھلا یہ تو سوچو کہ جب وہ چیزیں تمہاری نہیں ہیں جس کے بل بوتے پر تم جزا کے طالب ہو تو عمل صالح کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اس لئے تمہیں چاہئے کہ اشیاء کو اپنے خالق کے حوالہ کرو اور مخلوق کو اپنے رازق کے لئے چھوڑ دو۔ تم بیچ میں سے نکل جاؤ اور کسی طرح اپنے تئیں دخیل نہ سمجھو۔ فنائے نظری وہ پاک حالت ہے جس کے متعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوح الغیب کے مقالہ ۵۳ میں بطور ترغیب لکھتے ہیں یعنی اپنے کل پر عوض کا طالب مخلص نہیں ہوتا بلکہ مخلص وہ ہوتا ہے جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت اس لئے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کا مالک و مولد ہے اور بندہ پر اپنے مالک کی اطاعت کا حق ہے کیونکہ بندہ مع اپنی تمام حرکات و سکنات اور سارے کسب کے خدا تعالیٰ کا ہے بندہ اور جو کچھ بندہ کا ہے وہ سب اس کے مالک کا ہوتا ہے۔ ہم اس بات کو کئی مقالوں میں کھول کر بیان کر چکے ہیں کہ تمام عبادات خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر نعمت اور اس کا فضل ہے کیونکہ خدا تعالیٰ ہی بندہ کو عبادت کی توفیق و طاقت دیتا ہے۔ پس بندہ کا خدا تعالیٰ کے شکر کے ساتھ مشغول ہونا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس امر کے کہ اس سے عمل کی جزا اور عوض طلب کرے۔ اس مضمون بالا کو غور اور فکر سے سمجھ لو تاکہ تم منزل مقصود کو پالو۔

13A

در بیان اعتقاد اہل نظر و کشف خاصانِ خدا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ترجمہ از کتاب فتوحات مکیہ، جلد اوّل

مؤلفہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

سب حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے۔ جو ہمتوں کے نتائج نکالنے میں عقلوں کو حیران کرنے والا ہے اور صلوٰۃ و سلام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر نازل ہو۔

مسئلہ نمبر ۱: امابعد واضح ہو کہ عقلوں کی ایک حد ہوتی ہے کہ جہاں وہ از روئے فکر مند ہونے کے نہ از روئے قابلیت کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سو ہم کبھی ایسی بات کرتے ہیں جو از روئے عقل تو محال ہوتی ہے مگر خدا تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے میں وہ محال نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ہم اس امر میں بات کرتے ہیں جو کہ از روئے عقل جائز ہوتی ہے۔ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے میں محال ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲: واجب الوجود بذاتہٖ اور ممکن کے درمیان کیا مناسب ہو سکتی ہے۔ اگرچہ حسب تقاضائے ذات یا بتقاضائے علم بعض کے نزدیک مناسبت واجب ہے اور اس مناسبت کے ماخذ فکریہ براہین وجودیہ درست قائم ہوتے ہیں اور دلیل اور مدلول اور برہان اور مبرہین علیہ کے درمیان ایک وجہ کا ہونا ضروری ہے جس کے ساتھ اس کا تعلق از روئے نسبت دلیل کی طرف اور ایک نسبت دلیل کی طرف اور ایک نسبت اس دلیل کے ساتھ مدلول علیہ کی طرف ہو۔ اگر یہ وجہ نہ ہو تو کوئی دلالت کرنے والا اپنی دلیل کے مدلول کی طرف کبھی نہ پہنچ سکے۔ پس یہ بات درست نہیں ہے کہ خلق اور حق ہر دو کسی وجہ سے از روئے ذات جمع ہو سکیں۔ لیکن بدیں درجہ کہ ذات الٰہی متصف با اوصاف الوہیت ہے۔ سو یہ دوسرا حکم ہے جس کو عقول مستقل طور پر دریافت کر سکتے ہیں اور ہمارے نزدیک جس بات کو عقل سے مستقل طور پر دریافت کر سکتے ہیں ممکن ہے کہ اس کے ساتھ علم اس کے شہود پر مقدم ہو اور خدا تعالیٰ کی ذات اس حکم سے علیحدہ ہے کیونکہ اس کا شہود اس کے ساتھ مقدم ہوتا ہے بلکہ ذات کا شہود ہوتا ہے اور اس کا علم نہیں ہوتا جیسا کہ صفات الٰہیہ کا علم تو ہوتا ہے مگر ان کا شہود نہیں ہوتا اور ذات الٰہیہ کا مقابلہ صفات الٰہیہ سے ہوتا ہے۔ بہت سے علمائے متکلمین نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم کو از روئے فکر کے معرفت ذات الٰہی حاصل ہو گئی ہے حالانکہ وہ اس بارے میں غلطی پر ہیں کیونکہ وہ تو اس معاملہ میں اپنے فکر کے ساتھ سلب اور اثبات کے درمیان متردد ہو رہے ہیں۔ پس اثبات تو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتا ہے کیونکہ عالم، قادر، مرید اور دوسرے اسمائے حسنیٰ خدا تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور سب عدم اور نفی کی طرف راجع ہوتا ہے اور نفی ذات صفت نہیں ہوتی کیونکہ موجودات کے صفات ذاتیہ ثبوتیہ ہیں۔ پس فکر مند متردد شخص کو

اثبات وسلب کے درمیان متردد ہونے سے خدا تعالیٰ کا کوئی علم حاصل نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ نمبر ۳: مقید کو مطلق کی معرفت کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔

مطلق کی ذات کا یہ تقاضا ہی نہیں اور یہ بات کس طرح ممکن ہوسکتی ہے کہ جو ممکن ہے وہ واجب بالذات کی معرفت کو پہنچ سکے۔ ممکن کا جو رخ ہوگا اس پر نابودگی اور احتیاج جائز ہوگا اور یہ بات واجب کے حق میں محال ہے۔ پس واجب اور ممکن کے درمیان وجہ جامع کا ثابت کرنا محال ہے کیونکہ ممکن کے تمام وجوہ واجب کے تابع ہوتے ہیں اور ممکن پر فی نفسہ عدم جائز ہے۔ سواس کے توابع اس حکم کے زیادہ تر سزاوار اور حق دار ہیں اور ممکن کے لئے ثابت ہوتا ہے اور جو کچھ واجب بالذات کے لئے اس وجہ جامع سے ثابت ہوتا ہے یعنی ممکن کے تمام احکام واجب کے تابع ہوتے ہیں اور ممکن کے لئے کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوتی۔ جو واجب بالذات کے لئے ثابت ہوتی ہو۔ پس ممکن اور واجب بالذات کے درمیان کسی وجہ جامع کا وجود محال ہے۔

مسئلہ نمبر ۴: لیکن میں کہتا ہوں کہ صفات الٰہیہ کے کچھ احکام ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ حکم ہی ہوں اور انہی احکام کی صورتوں میں آخرت میں تجلی ہوگی جہاں ہوگی کیونکہ آنحضرت ﷺ کا خدا تعالیٰ کو دیکھنا مختلف صورتوں میں مذکور ہوا ہے اور نور اعظم والی حدیث در کے رفرف اور یاقوت وغیرہ کے باب میں مذکور ہے۔

مسئلہ نمبر ۵: میں حکم ارادی سے کہتا ہوں لیکن اختیاری سے نہیں کہتا کیونکہ جو خطاب اختیار کے ساتھ وارد ہوا ہے وہ ممکن کی طرف نظر کرنے کی حیثیت سے وارد ہے اور وہ علت اور سببیت سے خالی ہے

مسئلہ نمبر ۶: میں اس راز کو اس طریق سے بیان کرتا ہوں جو کشف الٰہی سے آنحضرت ﷺ پر منکشف ہوا۔ **ان اللہ کان ولا شیء مع** یعنی خدا تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فقرہ مبارک یہاں ختم ہوگیا اور اس کے بعد جو کچھ فرمایا وہ اسی میں درج ہے اور یہ بات صوفیائے کرام کا قول ہے جو وہ کہا کرتے ہیں **وھو الان علی ما علیہ کان** یعنی خدا تعالیٰ اب بھی اسی بات پر ہے جس پر پہلے تھا۔ پس ''اب'' اور ''تھا'' دوامر ہیں جو ہم پر ہی عائد ہوتے ہیں کیونکہ ''اب'' اور ''تھا'' وغیرہ افعال ہمارے ساتھ ہی ظاہر ہوتے ہیں اور مناسبت اور مقول علیہ منتفی ہو چکے۔

کان اللہ ولا شیء مع یعنی خدا تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی سے مراد صفات الٰہیہ ہیں، نہ کہ ذات الٰہی اور ہر ایک حکم جو علم الٰہی کی ذات کے باب میں ثابت ہو وہ صفات الٰہیہ کے لئے ہوتا ہے اور اس سے مراد نسبتوں اور اضافتوں اور اسلوبوں کے احکام ہوتے ہیں۔ پس کثرت نسبتوں میں ہوتی ہے نہ عین میں اور اس جگہ ان لوگوں کے قدم صفات الٰہی کو بیان کرتے ہوئے پھسل جاتے ہیں جو شراکت بیان کرتے ہیں۔ درمیان ان امور کے جو تشبیہ قبول کرتے اور جو نہیں قبول کرتے اور اس بارے میں وہ ان امور جامع پر اعتماد

کرتے ہیں۔ جو دلیل اور حقیقت اور علت اور شرط ہیں اور ان پر غائبانہ اور مشاہدۂ حکم کرتے ہیں۔ سو جو مشاہدہ سے حکم کرتے ہیں وہ تو سالم رہتے ہیں اور جو غائبانہ حکم کرتے ہیں وہ غیر سالم ہوتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۷: اس بحرِ عالم میں بحر عما حق اور خلق کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ ممکن متصف ہوتا ہے جملہ اسماءِ الٰہیہ عالم قادر وغیرہ کے ساتھ جن کو ہم جانتے ہیں۔

اور حق متصف ہوتا ہے ساتھ تعجب، تبشبش [1]، (حیرانی) ضحک (کشادہ روئی)، فرح (خوشی) اور معیت (ساتھ) اور دیگر بہت سی صفات کونیہ کے ساتھ پس جو خدا تعالیٰ کا حق ہے وہ اس کے حوالے کرو اور جو تمہارا حق ہے وہ تم لے لو سو خدا تعالیٰ کا نزول اور ہمارا معراج ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸: جس کی طرف تم پہنچنے کا ارادہ کرتے ہو اس کو تم ہرگز نہیں پہنچ سکو گے مگر اسی کے ساتھ اور طلب کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنے ساتھ ہی پہنچ سکو گے اور اس کو اسی کے ساتھ پہنچ سکو گے کیونکہ وہ تمہارے قصد کا مقام ہے پس صفات الٰہیہ اس بات کے طالب ہیں اور ذات الٰہی اس بات کی طالب نہیں۔

صفاتِ الٰہیہ کے کام

مسئلہ نمبر ۹: صفاتِ الٰہیہ ہی اپنے احکام ونسبتوں اور اضافتوں کے ساتھ ما سوی اللہ کے ایجاد کرنے پر متوجہ رہتی ہیں اور یہ صفات ہی ہیں جو مستدعی آثار ہیں کیونکہ قاہر کا بغیر مقہور کے اور قادر کا بلا مقدور کے ہونا از روئے صلاحیت اور وجود وقوت وفعل کے محال ہے۔

---

(۱): حدیث شریف میں وارد ہے: ان اللہ تبشبش لرجل یوطی المساجد للصلوٰۃ والذکر یعنی خدا تعالیٰ اس شخص سے کشادہ روئی سے پیش آتا ہے جو مسجدوں میں نماز اور ذکر الٰہی کے لئے قدم مارتا ہے۔

چونکہ اہل عالم کائنات عالم کے ساتھ مشغول ہو کر خدائے تعالیٰ سے محجوب ومستور اور غائب ہوتے ہیں اور جب کسی نوع کے حسنات بجا لانے سے ان کو خدا تعالیٰ کا حضور حاصل ہوتا ہے تو وہ ان کے دلوں میں لذاتِ جنات سے اپنا محاصرہ اور مناجات ومشاہدہ جو ان کے دلوں میں محجوب ہوتا ہے آویزاں کرتا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے: حبوا اللہ تعالیٰ لما یغذ کم بہ من نعمہ یعنی خدا تعالیٰ سے محبت کرو تاکہ وہ اپنی محبت کی نعمتوں سے تم کو غذا دے۔ پس تبشبش یعنی کشادہ روئی کے ساتھ پیش آنا۔ اس سے مراد سرور اور خوشی کا اظہار ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو شخص تمہاری آمد سے خوش ہوگا تو اس کی خوشی وسرور کی یہ علامت ہوگی کہ وہ تمہارے ساتھ نیکی اور محبت کرے گا اور اپنی نعمتوں کو تمہیں بھیجے گا۔ سو جب بندہ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان امور کا نزول ہو تو خدا تعالیٰ کے اس فعل کا نام تبشبش ہے اور ضحک اور فرح یعنی ہنسی خوشی قبول اور رضامندی کی علامت ہے کیونکہ جس کے ساتھ کوئی فعل کرو اور وہ تمہارے اس فعل کی وجہ سے خندہ واور خوشی ظاہر کرے تو اسکے اس فعل سے مراد خوشی اور قبولیت ورضامندی کی علامت ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے بارے میں جو ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان سے مراد خدا تعالیٰ کی رضامندی ہے اور خدا تعالیٰ کی معیت سے مراد نصرت الٰہی ہے۔

خاص نعت جس کے ساتھ صفات الٰہیہ منفرد ہیں

مسئلہ نمبر ۱۰: خاص الخاص نعت جس کے ساتھ صفات الٰہیہ منفرد ہیں ان کا قادر ہونا ہے کیونکہ ممکن کے لئے کوئی قدرت ہی نہیں۔ ممکن کے لئے اثر الٰہی کا تعلق قبول کرنے کی وجہ سے صرف طاقت ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱: ''فعل بندہ کسب ہوتا ہے'' کسب سے مراد ممکن کا کسی دوسرے کے فعل کے ساتھ تعلق پکڑنا ہے پس اس تعلق کے وقت قدرت الٰہی اس کو وجود میں لاتی ہے اور اس کو ممکن کا کسب کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۲: ''جبر بندہ درست نہیں'' محقق کے نزدیک جبر درست نہیں ہے کیونکہ جبر بندہ کے صحت فعل کا نافی ہے کیونکہ جبر سے یہ مراد ہے کہ ممکن کو باوجودیکہ اس کی جانب سے انکار ہو فعل کے کرنے پر مجبور کیا جائے پس جماد مجبور نہیں ہے کیونکہ اس سے فعل کا صادر ہونا متصور نہیں ہے اور نہ اس کو عادی عقل ہوتا ہے۔ پس ممکن مجبور نہیں ہے کیونکہ اس سے فعل متصور نہیں ہوتا اور نہ باوجود ظاہر ہونے آثار عقل کے اس کے لئے عقل محقق ہو سکتا ہے۔

عالم میں صفاتِ الٰہیہ کا بلا و عافیت کے لئے طالب ہونے کی حکمت

مسئلہ نمبر ۱۳: صفاتِ الٰہیہ کا تقاضا ہے کہ عالم میں بلا و عافیت ہو۔ پس بدلہ لینے والے کو وجود سے زائل کرنا غافر اور ذی عفو اور منعم کو زائل کرنے سے بہتر نہیں ہے اگر اسماء الٰہیہ میں سے کوئی اسم باقی رہتا جس کا کوئی حکم نہ ہو۔ تو وہ اسم معطل ہوتا حالانکہ صفاتِ الٰہیہ میں تعطل محال ہے پس اسماء کا اثر ظاہر نہ ہونا بھی محال ہے۔

دریافت کرنے والی اور دریافت شدہ اشیاء کے اقسام

مسئلہ نمبر ۱۴: دریافت کرنے والی اور دریافت شدہ اشیاء میں سے ہر ایک کے دو قسم ہوتے ہیں۔ ایک تو دریافت کرنے والی وہ چیز ہے جو جانتی اور اس کو خیال کرنے کی قوت ہوتی ہے اور ایک دریافت کرنے والی وہ چیز ہوتی ہے جو جانتی اور اس کو خیال کرنے کی قوت نہیں ہوتی ہے اور دریافت شدہ اشیاء کے بھی دو قسم ہوتے ہیں ایک وہ ہوتی ہے جس کی صورت ہوتی ہے اور اس کو محض اس کی صورت دیکھنے سے وہ شخص جان لیتا ہے جس کو قوت متخیلہ اور متصورہ نہیں ہوتی اور جس کو قوت متصورہ اور متخیلہ ہوتی ہے وہ اس کو تصور سے دریافت کرتا ہے اور ایک شے وہ ہوتی ہے جس کی کوئی صورت نہیں ہوتی جس کا علم تصور سے حاصل ہو۔

تعریف علم

مسئلہ نمبر ۱۵: علم سے مراد تصور کرنا معلوم کا ہی نہیں ہے اور نہ اس کے وہ معنی ہیں جس سے معلوم کا تصور ہو سکے کیونکہ ہر ایک معلوم کا تصور نہیں ہوتا اور نہ ہر ایک عالم تصور کرتا ہے کیونکہ عالم شخص کا کسی چیز کو تصور کرنا اس

کے متخیل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب معلوم کے لئے صورت کا ہونا یہ ہے کہ معلوم ایسی حالت پر ہو کہ اس کو خیال گرفت کر سکے اور خیالات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کو خیال ہرگز متمسک نہیں ہوسکتا پس ثابت ہوا کہ ان معلومات کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

ممکن کے لئے قدرت نہیں ہوتی

مسئلہ نمبر ۱۶: اگر ممکن سے فعل درست ہوتا تو درست ہو کہ وہ قادر بھی ہو حالانکہ اس کا کوئی فعل نہیں ہوتا۔ پس اس کو قدرت بھی کوئی نہیں ہوتی۔ ممکن کے لئے قدرت کا ثابت کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس فعل میں ہمارا کلام اشعریوں کے ساتھ ہے جو ممکن کے لئے قدرت باوجود نفی فعل کے ثابت کرتے ہیں۔

مسئلہ ۱۷: بہر وجہ ایک سے ایک ہی فعل صادر ہوتا ہے۔ کیا کوئی اس صفت پر ہے یا نہیں۔ اس میں مصنف کو غور وفکر ہے۔ کیا تم اشعریوں کو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کو اس لئے موجد ٹھہراتے ہیں کہ وہ قادر ہے اور اس کی قدرت کی خصوصیت کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ مرید ہے اور احکام کی نسبت اس کی طرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ عالم ہے اور کسی چیز کا مرید ہونا اس کا عین قادر ہونا نہیں ہوتا۔ پس اس کے بعد تعلق میں ان کا یہ کہنا کہ ذات وصفات ایک ہی چیز ہے' درست نہیں۔ یہ بات کس طرح درست ہوسکتی ہے حالانکہ وہ ذات پر صفات کو ثابت کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں اور نسبتوں اور اضافتوں کے قائلوں کا بھی یہی خیال ہے اور ہر ایک فرقہ کے لئے تمام وجوہ سے وحدت خالص نہیں ہوئی یعنی اس بارے میں مختلف المشارب ہیں۔ کوئی ذات سے صفات زائدہ کے عدم کے قائل نہیں ہیں اور کوئی مثبت ہیں۔ پس وحدانیت کا ثابت کرنا صفات الٰہیہ میں ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور یہ بات درست ہے۔

ذات وصفات الٰہیہ کا امتیاز

مسئلہ نمبر ۱۸: خدا تعالیٰ کا عالم، زندہ، قادر وغیرہ ہونا ساری صفتوں کی طرف اس کو نسبتیں اور اضافتیں ہیں تو اس امر سے مراد کوئی ذوات زائدہ نہیں ہیں جو اس کے نقص کی طرف نسبت ہو کیونکہ کامل جو زائد کے ساتھ ہو وہ اپنے کمال بالزائد سے ناقص بالذات ہے اور وہ کامل لذاتہٖ ہے۔ پس زائد بالذات کا ذات پر ہونا محال ہے اور نسبتوں اور اضافتوں کے ساتھ محال نہیں ہے اور کسی کا کہنا کہ صفات نہ تو اس کا عین ہیں اور نہ اس سے غیر ہیں سو یہ بات بڑی دور ہے کیونکہ اس مذہب والے کا خیال زائد کے ثابت کرنے پر دلالت کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ذات اور صفات ایک نہیں ہے مگر وہ اس اطلاق کا انکار کرتا ہے پھر تم تعریف میں کہتے ہو کہ جو اس شخص نے کہا کہ دو غیر وہ ہیں کہ ایک کا دوسرے سے جدا کرنا از روئے مکان وزمان اور وجود وعدم جائز ہو اور دو غیروں کی یہ تعریف سارے علماء کے نزدیک مسلم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹: متعلق سے تعلقات کا تعدد فی نفسہٖ اثر نہیں کرتا جیسا کہ متکلم کی تقسیم احدیت کے کلام میں موثر نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر ۲۰: صفات ذاتیہ موصوف بہا اگرچہ متعدد ہوں مگر فی نفسہٖ موصوف کے متعدد ہونے پر اس کے مجموع ذات ہونے کی وجہ سے دلالت نہیں کرتی ہیں اور اگرچہ ان کی تمیز بعض کی بعض سے معقول ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱: عالم میں ہر ایک صورت عرض فی الجواہر ہے اور یہ صورت وہ ہے کہ جس پر خلع و سلخ یعنی ادھیڑنا اور اکھیڑنا واقع ہوتا ہے جو ہر ایک ہی ہوتا ہے اور تقسیم صورت میں ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲: کسی کا کہنا کہ معلول اوّل سے کثرت موجود ہوئی اگرچہ اعتبارات ثلاثہ کے لحاظ سے معلول ایک ہی ہے جس میں وہ موجود ہوں اور اعتبارات ثلاثہ سے مراد معلول کی علت اور اس کی ذات اور اس کا امکان ہے۔ سو ہم ان کو کہتے ہیں کہ یہ تم کو علت اول میں لازم ہے یعنی اس میں اعتبارات کا پایا جانا اور وہ ایک ہی ہے پس تم کیوں منع کرتے ہو کہ اس سے ایک ہی صادر ہو۔ پس یا تو تم کثرت کا علت اول سے صادر ہونا لازم جانو یا معلول اوّل سے ایک کا صادر ہونا لازم سمجھو اور تم ان دونوں امروں کے قائل نہیں ہو۔

کمال ذاتی اور غنیٰ ذاتی کا صاحب کسی چیز کا علت نہیں ہوتا

مسئلہ نمبر ۲۳: جس کو کمال ذاتی اور غنیٰ ذاتی واجب ہو وہ کسی چیز کا علت نہیں ہوتا کیونکہ اس کا علت ہونا اس کو معلول پر موقوف کرتا ہے اور ذات الٰہی کسی چیز پر موقوف ہونے سے پاک ہے۔ پس اس کا علت ہونا محال ہے مگر صفاتِ الٰہیہ کبھی اضافتیں اپنی قبول کر لیتی ہیں۔ پس اگر کہا جائے کہ اللہ اسم اس ذات پر اطلاق پاتا ہے جو کامل الذات اور غنیٰ الذات ہو اور اضافتوں اور نسبتوں کو نہ چاہے۔ سو ہم کہتے ہیں کہ لفظ میں علت کے خلاف کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ وہ اصل میں ہے۔ وہ اپنے معنی کے لحاظ سے معلول کا متدعی ہے پس اگر علت کے ساتھ اس کی مراد ہو جو اس نے اللہ کے ساتھ ارادہ کیا ہے یہ بات مسلم ہے اور اس لفظ میں کوئی نزاع باقی نہیں رہتا۔ مگر شرع شریف کی رو سے کہ آیا شرع منع کرتی ہے یا مباح ٹھہراتی یا خاموش ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۴: صفات الٰہیہ ذات کے لئے مرتب ہیں ان کا بغیر خدا کے کوئی مستحق نہیں۔ پس صفات نے اپنا مستحق طلب کیا اور مادہ صفات کا طالب تھا اور صفات اس کی طالب تھیں اور ذات ہر ایک چیز سے غنی ہے۔ پس اگر یہ راز رابط زائل ہو جائے جو ہم نے ذکر کیا ہے تو صفات الٰہیہ باطل ہو جائیں اور کمال ذات باطل نہ ہو۔ امام کا قول ہے کہ الوہیت کا ایک راز ہے اگر وہ زائل ہو جائے تو الوہیت باطل ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۲۵: معلوم کے متغیر ہونے سے علم متغیر نہیں ہوتا لیکن تعلق متغیر ہو جاتا ہے اور تعلق محض ایک نسبت ہے جو معلوم کی طرف ہو۔ مثلاً علم کا تعلق کہ زید ہو گا پس وہ ہو جائے سو اس کے ہونے کا تعلق حال میں

موجود ہے اور اس کے ہونے سے علم کا تعلق زائل ہو جاتا ہے اور تعلق کے تغیر سے علم کا تغیر لازم نہیں آتا اور اسی طرح مسموع اور مرئی کے تغیر سے رویت اور سمع کا تغیر لازم نہیں آتا۔

مسئلہ نمبر ۲۶: ثابت ہوا ہے کہ علم متغیر نہیں ہوتا کیونکہ معلوم کا علم دو محقق امور کے لئے ایک نسبت ہوتی ہے۔ پس جسم معلوم ہوتا ہے جو کبھی متغیر نہیں ہوتا اور قیام معلوم ہے جو تغیر پذیر نہیں ہوتا اور قیام کی نسبت جسم کے لئے ایک معلوم امر ہے جس کے ساتھ تغیر ملحق ہوتا ہے اور نسبت بھی متغیر نہیں ہوتی اور یہ نسبت شخصیہ بھی سوا اس شخص کے نہیں ہوتی۔ سو وہ نسبت بھی متغیر نہیں ہوتی اور وہاں کوئی معلوم سوائے ان چار کے کوئی معلوم نہیں ہوتا اور یہ تین امور محقق النسب اور منسوب اور منسوب الیہ اور نسب شخصیہ ہیں۔ اگر کہا جائے کہ ہم نے منسوب الیہ کے ساتھ تغیر کو اس لئے ملحق کیا ہے کہ اس کو ہم نے ایک حالت پر ہونا دیکھا ہے اور پھر اس کو دوسری حالت پر دیکھا ہے۔ ہم کہتے ہیں جب میں نے منسوب الیہ کی طرف کسی امر کی رو سے دیکھا تو تم نے از روئے حقیقت اس کی طرف نہیں دیکھا سو اس کی حقیقت غیر متغیر ہے اور نہ از روئے منسوب الیہ کے۔ پس یہ حقیقت ہے جو متغیر نہیں ہوتی اور میں نے اس کی طرف کس حال میں منسوب الیہ ہونے کی وجہ سے نظر کی ہے۔ پس اس وقت دوسرا منسوب الیہ نہیں ہوتا۔ یہ وہ حالت ہے جس کے متعلق میں نے کہا ہے کہ زائل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے منسوب سے علیحدہ نہیں ہوتی اور یہ دوسرا منسوب ہے جس کی طرف اور نسبت ہے۔ پس اس وقت نہ علم متغیر ہوتا ہے اور نہ معلوم اور جس طرح چاہو کہو علم کو معلومات کے ساتھ بہت تعلقات ہوتے ہیں۔ یا ایک ہی تعلق معلومات کے ساتھ ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷: علم تصوری نظر فکری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔ پس علوم حاصل شدہ معلوم تصوری کی ایک نسبت ہے جو معلوم تصوری کی طرف ہوتی ہے اور نسبت مطلقہ بھی علم تصوری سے ہے۔ پس حاصل کرنے کی نسبت علم تصوری کی طرف کرو گے۔ تو یہ صرف ایک لفظ کے سننے سے تم ایسا کرتے ہو جو کہ ایک گروہ نے ایک معنی کے لئے مصطلح کرایا ہے جس کو ہر کوئی نہیں جانتا۔ لیکن ہر کوئی یہ بات بھی نہیں جانتا کہ یہ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لئے وہ اس کے معنی دریافت کرتا ہے جن پر اس لفظ کا اطلاق ہوا ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ سو مسئول اس کے لئے ایک معنی جو وہ جانتا ہے معین کرتا ہے۔ پس اگر سائل کے پاس از روئے معنویت اور دلالت کے جس کے ساتھ شخص کی مراد شناخت کو اس اصطلاح پر ان معنی کے لئے پہنچنے کا علم نہ ہوتا تو وہ ان معنوں کو قبول نہ کرتا اور جو کچھ وہ کہتا وہ اس کو نہ پہچانتا۔ پس ضرور ہے کہ سارے معنی نفس میں مرکوز ہوں۔ پھر اس پر بتدریج منکشف ہوں۔

معلومات غیر متناہی ہیں

مسئلہ نمبر ۲۸: علم کا وصف معلومات کے احاطہ کرنے کا ہے۔ سو یہ بات معلومات کے متناہی ہونے کی مقتضی ہے حالانکہ معلومات کا متناہی ہونا محال ہے۔ لہٰذا احاطہ بھی محال ہے لیکن یوں کہا جاتا ہے کہ علم ہر ایک معلوم کی حقیقت کا احاطہ کرتا ہے۔ ورنہ کوئی معلوم بطریق احاطہ بالعلم نہیں ہوسکتا کیونکہ جس نے کسی امر کو کسی وجہ سے جان لیا اور تمام وجوہ سے نہ جانا تو اس نے اس امر کا احاطہ نہیں کیا۔

تعریف بصیرت

مسئلہ ۲۹: بصیرت کا دیکھنا ایک علم ہے اور بصر کا دیکھنا حصول علم کا طریقہ ہے۔ پس خدا کا سمیع اور بصیر ہونا تعلق تفصیلی ہے۔ پس یہ دونوں علم کے لئے حکم ہیں اور تشبہ اس تعلق کی وجہ سے واقع ہوا ہے۔ جو مسموع اور مبصر ہے۔

تعریف ازل

مسئلہ نمبر ۳۰: ازل نعت سلبی ہے اور اس سے مراد اولیت کی نفی ہے پس جب ہم صفات الٰہیہ کے متعلق بات کریں گے تو اس سے مراد صرف مرتبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۱: اشعری لوگ سب ماسوائے خدا کے حادث ہونے پر امکنہ اور ان کے اغراض کے حادث ہونے کے ساتھ دلیل لاتے ہیں اور یہ بات درست نہیں جبکہ وہ بروجہ حصر کل ماسوائے خدا پر دلیل قائم نہ کریں اور ہم تسلیم کرتے ہیں اس چیز کا حادث ہونا جس کو وہ حادث کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۲: ہر موجود قائم بنفسہ اور غیر متحیز ہے اور وہ ممکن ہے جس کے وجود کے ساتھ زمانے جاری نہیں ہوتے اور امکامات اس کو طلب نہیں کرتے۔

مسئلہ نمبر ۳۳: اشعری لوگ ممکن اول کے بارے میں دلالت کرتے ہیں کہ اس کا تقدم اس کے زمانہ وجود پر اس سے پیچھے ہونا جائز ہے اور زمانہ ان کے نزدیک اس مسئلہ میں مقدر ہے جو موجود نہیں۔ پس خصوصیت دلیل ہے مخصص پر۔ پس عدم زمانہ کی وجہ سے دلیل فاسد ہے۔ پس باطل ہوا یہ امر کہ یہ دلیل ہو سکے۔ اگر کوئی کہے کہ ممکنات کی نسبت وجود کی طرف یا وجود کی نسبت ممکنات کی طرف از روئے نسبت کے نہ از روئے ممکن کے ایک نسبت ہے تو بعض ممکنات کو وجود کے ساتھ مخصوص کرنا اور بعض کو نہ کرنا یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اس کے لئے کوئی مخصص ہے۔ پس یہ بات ماسوائے خدا کے عین حادث ہونے پر دلیل ہے۔

زمانہ وہمی مدت نہیں

مسئلہ نمبر ۳۴: یہ کہنا کہ زمانہ ایک وہمی مدت نہیں جس کو فلک کی حرکت قطع کرتی ہے۔ اس میں تخالف ہے کیونکہ وہم کرنے والا کوئی محقق نہیں ہوتا اور وہ اشعریوں پر ممکن اول کے بارے میں زمانہ کے اندازہ کا انکار کرتے ہیں۔ پس فلک کی حرکتیں فرضی ہیں۔ اگر دوسرا کہے کہ زمانہ فلک کی حرکت ہے اور فلک محدود اور متحیر ہے۔ پس حرکت قطع نہیں کرتی مگر مکان واحد میں۔

حقیقت استوا

مسئلہ ۳۵: میں دو بڑے گروہوں اشعریوں اور مجسموں سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ لفظ مشترک میں غلطی میں پڑے ہیں کہ کس طرح انہوں نے اس لفظ کو تشبیہ کے لئے مقرر کیا ہے حالانکہ تشبیہ لفظ مثل یا کاف صفتی کے ساتھ ہوتی ہے جو زبان میں دوسروں کے درمیان ہو اور یہ بات ہر ایک اس امر میں جس کو انہوں نے کسی آیت یا حدیث سے تشبیہ ٹھہرایا ہے نادر الوجود ہے۔ پھر اشعریوں نے خیال کیا کہ جب ہم نے تعویل کی، تو ہم تشبیہ سے نکل جائیں گے اور یہ وہ بات ہے جو تفریق کرتی ہے تاویل کی مگر انہوں نے تشبیہ بالاجسام سے تشبیہ بالمعانی کی طرف انتقال کیا جو نئے ہیں اور وہ درحقیقت نعوت قدیمہ وحد سے علیحدہ ہیں۔ پس انہوں نے تشبیہ سے محدثات کی طرف ہرگز نقل نہ کی۔

اور اگر ہم ان کے کہنے پر بات کرتے تو ہم مثلاً استوائے جس کے معنی قرار پکڑنے کے ہیں، اس استوا کی طرف عدول نہ کرتے۔ جس کے معنی غلبہ پانے کے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے اس بات سے عدول کیا اور بالخصوص عرش اس نسبت کے بارے میں مذکور ہے اور استیلا اور غلبہ کے معنی سریر کا ذکر کرنے سے باطل ہو جاتے ہیں اور اس معنی کا دوسرے معنی کی طرف پھرنا جو منافی قرار کے ہو محال ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مثلاً تشبیہ استوا کے ساتھ واقع ہوئی ہے اور استوا معنی ہیں اور تشبیہ مستوی کے ساتھ واقع نہیں ہوئی جو کہ جسم ہے اور استوا ایک حقیقت قابل ادراک عقل معنوی بات ہے جو ہر ایک ذات کی طرف منسوب ہو سکتی ہے جس کی ذات کا تقاضا اس حقیقت کے لئے ہو اور ہم کو کوئی حاجت نہیں ہے کہ استوا کو تکلف کے ساتھ ظاہر سے پھیریں۔ یہ ایک ایسی صریح غلطی ہے جس میں کوئی پردہ نہیں۔ طائفہ مجسمہ کو لازم نہ تھا کہ وہ اس لفظ کے ساتھ جو وارد ہوا ہے اس کے کسی ایک احتمال کی طرف تجاوز کرتے باوجودیکہ ان کا ایمان ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے اس کلام معجز نظام سے واقف ہیں۔ جو وہ فرماتا ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (۱۱:۴۲) یعنی اس خدا تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ کا برائی کا ارادہ نہ کرنے کی وجہ

مسئلہ نمبر ۳۶: جیسا کہ خدا تعالیٰ نے برائی کا امر نہیں فرمایا، ایسا ہی وہ برائی کو نہیں چاہتا لیکن اس نے برائی پر حکم لگایا اور اس کا اندازہ ٹھہرایا یعنی یہ بیان واضح ہے کہ خدا برائی کو نہیں چاہتا کیونکہ برائی کا برا ہونا اس کا عین نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو برائی پر خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور اشیاء میں خدا تعالیٰ کا حکم مخلوق نہیں ہے اور جس چیز پر خلق یعنی پیدائش کا اطلاق نہ ہو، وہ مراد نہیں ہوتی۔ اگر ہم اس کو اطاعت پر لازم پکڑیں تو اس کا التزام رکھیں گے۔ ہم کہتے ہیں کہ اطاعت کا ارادہ از روئے سمع ثابت ہے نہ از روئے عقل۔

مسئلہ نمبر ۳۷: ممکن متقدم کے لئے معدوم ہونا ساتھ حکم لگانے اس کے وجود کے مراد نہیں ہوتا لیکن وہ عدم از روئے حکم کے اس کے موجود ہونے کے وقت برابر ہو کہ اگر وجود نہ ہوتا تو وہ عدم اس پر پھیلا ہوا ہوتا۔ وہ ممکن کے وجود کی مراد حال ہے۔ اس واسطے کہ جائز ہے کہ اس کے ساتھ عدم ملحق ہو اور ممکن کا عدم جو مراد نہیں ہے۔ وہ وہ ہے جو بمقابلہ واجب الوجود کے ہے کیونکہ وجود مطلق کا مرتبہ بالمقابل عدم مطلق کے ہے جو ممکن کے لئے ہے کیونکہ ممکن کے لئے اس مرتبہ میں موجود کا جواز نہیں ہے اور یہ بات صفات الٰہیہ میں ہے نہ کسی اور بات میں۔

مسئلہ نمبر ۳۸: عقل میں کسی قدیم وجود کا ہونا جو اللہ نہیں ہے محال نہیں۔ پس اگر وجود غیر خدا قدیم نہیں ہے تو وہ از طریق سمع (یعنی از روئے شرع) نہ کسی اور طریق سے۔

مسئلہ نمبر ۳۹: مخصص کا مرید الوجود ہونا ممکن ہے جس کی تخصیص اس کے وجود کے لئے از روئے وجود کے نہیں ہے۔ لیکن از روئے اس کی نسبت ہونے کسی ممکن کے لئے ہو۔ جس کی نسبت کسی اور دوسرے ممکن کے لئے جائز ہو۔ پس وجود از روئے ممکن کے مطلق ہے نہ از روئے اس ممکن کے جو نہ مراد اور نہ واقع ہے۔ مگر کسی ممکن کے ساتھ اور جب وہ کسی ممکن کے ساتھ واقع ہو۔ تو مراد نہیں ہوتا لیکن از روئے اس کی نسبت ہونے کسی اور ممکن کے لئے مراد ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا وجود عین اس کی ذات ہے

مسئلہ نمبر ۴۰: دلیل مخصص کے سبب کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے اور دلیل مثلاً اس توقیف پر دلالت کرتی ہے جس میں اس مخصص کی طرف نفی یا ثبات کی نسبت ہو جیسا کہ ہم کو بعض اہل کلام نے بعض مکالمہ میں جو میرے اور اس کے درمیان واقع ہوا، کہا سو ہم متوقف ہوتے تھے۔ جیسا کہ اس کا گمان تھا۔ لیکن دلالت دلیل کی اوپر ثبوت رسول کے از جانب مرسل کے ہے۔ پس ہم نے الٰہی نسبتوں کو رسول سے لیا۔ سو ہم نے حکم کیا کہ ایسا ہے اور ایسا نہیں یہ بات مخفی کیسے رہ سکتی ہے حالانکہ خدا کے وجود پر یہ دلیل واضح ہے کہ اس کا وجود اس کی

عین ذات ہے اور اس کا وجود اس کی ذات کا علت نہیں ہے۔ واسطے ثبوت محتاج الی الغیر کے۔ وہ ہر وجہ سے کامل اور موجود ہے اور اس کا وجود عین اس کی ذات ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱: واجب بالذات کے لئے ممکن کا محتاج ہونے اور بجز ممکن کے واجب کے لئے استغنائی ذاتی کا سزاوار ہونے کو اللہ کہتے ہیں اور ذات کا تعلق بنفسہا اور محقق کے حقائق کے ساتھ تعلق پکڑنے کو خواہ وجود ہو یا عدم ہو، علم کہتے ہیں اور ذات کا تعلق ممکنات کے ساتھ اس حیثیت سے ہونا جس پر ممکنات ہیں، اختیار کہتے ہیں۔ ذات کا تعلق ممکنات کے ساتھ تقدم علم کی وجہ سے ممکن کے ہونے سے پہلے ہونے کو مشیت کہتے ہیں۔ ذات کا تعلق بالخصوص دو امور جائزہ میں سے ایک کے ساتھ بروجہ معین ہونے کو ارادہ کہتے ہیں۔ کائنات عالم کو موجود کرنے کے تعلق کو قدرت کہتے ہیں کائنات عالم کے ساتھ ذات کے سنانے کے تعلق کو امر کہتے ہیں اور وہ دو قسم پر ہے۔ ایک بالواسطہ اور دوسرا بلا واسطہ۔ سو وسائط کے ہٹانے سے امر کا نافذ ہونا ضروری ہے اور واسطہ سے امر کا نافذ ہونا لازم نہیں ہوتا اور در حقیقت امر کوئی نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے امر کے لئے کوئی چیز واقف نہیں ہوتی۔

ذات کے لئے مخلوق کے سنانے کے تعلق کو پھیرنے کے لئے یا ممکن ہونے سے جس پر وہ صادر ہو، نہی کہتے ہیں اور تقسیم میں اس کی صورت امر کی سی ہے۔ ذات کا تعلق ساتھ حاصل کرنے اس چیز کے جس پر وہ ہو۔ یا دیگر کائنات سے یا اس کے ساتھ جو کچھ نفس میں ہو اس کو اخبار کہتے ہیں۔ پس اگر کسی چیز کے طریق پر ہونے کا تعلق پکڑے تو اس کو استفہام کہتے ہیں اور اگر کسی چیز کے ساتھ بروجہ نزول الٰہیہ صیغہ امر کے ساتھ تعلق پکڑے تو اس کو دعا کہتے ہیں اور از باب تعلق پکڑنے امر کے اس جگہ تک کو کلام کہتے ہیں۔ ذات کا تعلق پکڑنا ساتھ کلام کے جو بغیر شرط علم کے ہو، اس کو سمع کہتے ہیں اور اگر ذات تعلق پکڑے اور تعلق تابع فہم کے ساتھ مسموع ہو، تو اس کو فہم کہتے ہیں۔ صفاتِ الٰہیہ کے تعلق کو ساتھ کیفیت نور اور ان مرئیات کے جو حامل نور ہوں بصر اور رویت کہتے ہیں۔ صفت الٰہیہ کا تعلق ساتھ ادراک ہر ایک مدرک کے جس کا تعلق ان تعلقات میں سے کسی کے ساتھ درست نہیں سوائے مدرک کے اس کو حیات کہتے ہیں اور ان سب میں عین ایک ہی ہے اور تعلقات متعلقات کے حقائق اور مسمیات اور اسماء کی وجہ سے بہت ہو گئے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۲: عقل کے لئے ایک نور ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ وہ امور مخصوصہ کو دریافت کر لیتا ہے اور ایمان کے لئے ایک نور ہوتا ہے۔ کہ جب تک اس کا کوئی مانع نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہر چیز دریافت ہو سکتی ہے۔ تم ذرا عقل کے ساتھ صفات الٰہیہ کی معرفت کو پہنچو گے اور ان کے واجبات اور محالات اور جائزات کی شناخت کرو گے اور نور ایمان کے ساتھ عقل معرفت ذاتِ الٰہی اور ان نعتوں کو دریافت کر لیتا ہے جن کی نسبت خدا

تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳: ہمارے نزدیک کسی کیفیت کی معرفت ممکن نہیں ہے جس کی نسبت احکام سے ذات کی طرف ہو سکے مگر بعد پہچاننے ذوات منسوبہ اور منسوب الیہا کے اور اس وقت کیفیت نسبت مخصوصہ کی اس ذات مخصوصہ کے لئے پہچانی جاتی ہے۔ مثل استواء اور معیت اور ید، عین وغیرہ

حقائق منقلب نہیں ہوتے

مسئلہ نمبر ۴۴: اعیان منقلب نہیں ہوتے اور حقائق نہیں بدلتے۔ پس آگ اپنی حقیقت سے جلاتی ہے۔ نہ کہ اپنی صورت سے اور خدا تعالیٰ کا فرمان: یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا (۶۹:۲۱) آگ کی صورت کو خطاب تھا۔ یعنی اے آگ سرد اور سلامتی والی ہو جا۔ اس سے مراد آگ کی چنگاریاں ہیں اور چنگاریوں کے اجرام آگ کے ساتھ جلائے ہوتے ہیں۔ پس جبکہ آگ چنگاریوں کے ساتھ قائم ہوئی۔ تو ان کا نام آگ رکھا گیا۔ سو وہ (بحکم الٰہی) برودت قبول کر سکتی ہیں جیسا کہ انہوں نے حرارت کو قبول کر لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۵: استمرار وجود کا بقاء باقی پر ہے۔ نہ کسی اور پر۔ کوئی صفت زائدہ نہیں جو بقاء کی طرف محتاج اور متسلسل ہو۔ مگر اشعریوں کے مذہب پر محدث کے حق میں کیونکہ بقاء عرض ہے۔ سو وہ بقاء کا محتاج نہیں ہے اور یہ بات خدا تعالیٰ کے بقاء کے بارے میں ہے۔

مسئلہ ۴۶: کلام بحیثیت خود ایک ہی ہے اور تقسیم متکلم میں ہے۔ نہ کلام میں پس اُمر اور نہی اور خبر اور طلب خبر اور کلام میں طلب کرنا سب ایک ہی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۷: اختلاف اسم اور مسمی میں ہوتا ہے اور تسمیہ کا اختلاف لفظ میں ہوتا ہے پس یوں کہنا تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ سو یہ بات مثل نہی کے ہے کہ مصحف لے کر دشمن کی زمین میں سفر نہ کرو اور کفار کے لئے محبت الٰہی کا فرمان کہ اسماء سمیتموھا (۴۰:۱۲) اس بات پر ہے کہ اسم مسمی ہی ہوتا ہے۔ کفار نے اشخاص معبود ٹھہرائے ہوئے تھے پس صفات الٰہیہ کی نسبت کی انہوں نے پوجا کی۔ اس بات میں کوئی حجت نہیں ہے کہ اسم مسمی ہی ہے اور اگر ایسا ہو گا تو بحکم لغت اور وضع کے ہو گا اور معنی کے حکم سے نہ ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۴۸: ممکنات کے وجود کمال مراتب ذاتی و عرفانی کے لئے ہیں اور بس۔

ہر ممکن (مخلوق) کا ایک انتہا ہوتا ہے

مسئلہ نمبر ۴۹: ہر ممکن دو میں سے ایک قسم میں منحصر ہے۔ یا وہ پردہ یا ظاہر میں ہو گا۔ پس ممکن پرلے درجہ کی انتہا اور اپنی کمال کو پہنچ گیا اور اس سے کامل تر کوئی چیز نہیں ہے اور اگر اکمل اتنا ہی نہ ہوتا۔ تو کمال کی پیدائش

کا تصور ہی نہ ہوتا اور حضرت کمالیت کے مطابق پایا گیا اور کامل وہ گیا۔

مسئلہ نمبر ۵۰: معلومات حس ظاہر اور باطن میں منحصر ہیں جن کے ساتھ ان کا ادراک ہوتا ہے اور یہ ادراک نفسی اور بدیہی ہوتا ہے اور اگر وہ معنی اور خیال ہو۔ تو جو کچھ اس سے از روئے عقل مترکب ہوتا ہے۔ وہ ظاہر ہوتا ہے۔ اگر وہ صورت ہو۔ تو خیال بجز صورتوں کے مرکب نہیں ہوتا۔ پس اسی بات کو دریافت کرتا ہے جس سے خیال مرکب ہوتا ہے اور خیال کی قوت میں نہیں ہے کہ ان باتوں کو تصور میں لائے جن کو عقل جمع کرتی ہے اور قدرت الٰہی کا راز ہوتا ہے جو ان سب باتوں سے خارج ہے۔ عقل اس کے پاس معترف ہو جاتی ہے۔

حسن و قبح کی حقیقت

مسئلہ ۵۱: خوبی اور برائی خوب اور بری چیز کے لئے ذاتی ہوتی ہے لیکن بعض چیزوں کا حسن یا قبح بنظر کمال یا نقص عرض کے یا نرمی یا نفرت طبع یا وضع کے دریافت ہوتا ہے اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کی برائی اور خوبی سوائے اس حق کے جس کو شرع کہتے ہیں۔ دریافت نہیں ہوسکتی۔ پس ہم اس وقت کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ قبیح اور یہ اچھی چیز ہے اور یہ شریعت کی خبر ہے حکم نہیں۔ لہٰذا ہم زمانہ اور حال اور شخص کی شرط کے ساتھ کہتے ہیں اور یہ شرط ہم نے اس شخص کے لئے کی ہے۔ جو کہتا ہے کہ قتل کی ابتداء یا کھینچنا یا حد ہے یا کہتا ہے کہ ذکر کا شرم گاہ میں داخل کرنا زنا یا نکاح ہے۔ پس بحیثیت دخول ایک ہی ہوتا ہے اور ہم ایسا نہیں کہتے کیونکہ زمانہ مختلف ہوتا ہے اور لوازم نکاح کے زناء میں موجود نہیں ہوتے اور کسی چیز کے حلال کا زمانہ اس کی حرمت کا زمانہ نہیں ہوتا۔ اگر عین حرام جو عمرو سے صادر ہوئی۔ یہ وہ حرکت شمار نہیں ہوسکتی جو زید سے صادر ہوئی۔ پس بری چیز کبھی اچھی نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ حرکت جو موصوف بخوبی یا برائی ہے۔ وہ کبھی عود نہیں کرتی۔ سو خدا تعالیٰ نے جان لیا جو کہ خوب اور برا تھا اور ہم نہیں جانتے۔ پھر یہ بھی لازم نہیں ہے کہ جب ایک چیز بری ہو۔ اس کا اثر بھی برا ہو۔ کبھی اس کا اثر اچھا ہوتا ہے اور خوب بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ کبھی اس کا اثر برا ہوتا ہے۔ مثل سچائی کی خوبی کے اور بعض مواضع میں اس کا اثر اچھا ہوتا ہے۔ سو تم اس بات کی خوب تحقیق کرلو۔ جس پر ہم نے تم کو آگاہی بخشی ہے۔ تو حق کو پالو گے۔

خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا

مسئلہ نمبر ۵۲: دلیل کی نفی سے مدلول کی نفی نہیں ہوتی۔ سو اس بناء پر حلول کی بات صحیح نہیں ہے۔ جو کہتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی چیز میں ہوتا۔ جیسا کہ (بگمان نصاریٰ) عیسیٰ علیہ السلام میں تھا، تو وہ چیز مردے زندہ کرتی۔

رضاء بقضاء لازم ہے نہ رضاء مقضیٰ پر

مسئلہ ۵۳: راضی بقضاء کو رضا با مقضی لازم نہیں ہے۔ سو قضاء خدا کا حکم ہے اور یہ وہ حکم ہے جس پر راضی رہنے کا ہم کو امر ہوا ہے اور مقضی محکوم بہ ہے اور اس پر رضا ہم کو لازم نہیں ہے۔

حقیقت اختراع الٰہی

مسئلہ نمبر ۵۴: اگر اختراع سے مراد معنی مخترع کا مخترع کے دل میں پیدا کرنا مراد ہو اور یہی حقیقت اختراع ہے تو یہ بات خدا تعالیٰ پر محال ہے اور اگر اختراع سے مراد مخترع کا بغیر مثال سابق کے پیدا کرنا ہو۔ جس میں مخترع ظاہر ہوا تو بدیں وجہ خدا تعالیٰ کا وصف اختراع کے ساتھ جائز ہے۔

جواب اس سوال کا کہ عالم کا ربط خدا تعالیٰ کے ساتھ کس طرح ہے

مسئلہ نمبر ۵۵: عالم کی پیوستگی خدا کے ساتھ ممکن کی پیوستگی واجب کے ساتھ اور کاریگر کی پیوستگی صانع کے ساتھ کی طرح ہے۔ عالم کے لئے ازل میں کوئی مرتبہ نہیں کیونکہ وہ مرتبہ واجب بالذات کے لئے ہے۔ سو وہ خدا ہے۔ کوئی چیز خدا کے ساتھ نہ تھی اور نہ ہوگی۔ خواہ عالم موجود ہو یا معدوم پس جو شخص عالم اور خدا تعالیٰ کے درمیان دوری کا وہم کرتا ہے تو وہ وجود ممکن کے پہلے اور پیچھے ہونے کا اندازہ کرتا ہے۔ سو یہ وہم باطل ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے لہٰذا ہم نے حدوث عالم کی دلالت میں ایسا نزاع کیا ہے جو اشعریوں کے نزاع کے برخلاف ہے اور اس کا ذکر ہم نے اس تعلیق میں کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۶: معلوم کے ساتھ علم کے تعلق سے نفس عالم اور اس کی امثال میں معلوم کا حاصل ہونا لازم نہیں آتا۔ علم معلومات کے ساتھ بحیثیت خود از روئے وجود عدم تعلق پکڑتا ہے۔ سو کہنے والے کا یہ کہنا کہ بعض معلومات کے لئے وجود میں چار مرتبے ہیں ذہنی، عینی، لفظی، خطی۔ پس اگر ذہن سے مراد علم ہے تو یہ بات مسلم نہیں ہے اور اگر ذہن سے مراد خیال ہے تو یہ بات مسلم ہے لیکن ہر معلوم میں بالخصوص تخیل ہوتا ہے۔ مگر یہ بات سوائے ذہنی کے درست نہیں ہوتی کیونکہ وہ صورت میں عین سے مطابق ہوتا ہے اور لفظی اور خطی ایسے نہیں ہوتے کیونکہ لفظ اور خط دلالت اور تفہیم کے لئے موضوع ہیں۔ پس از روئے صورت کے صورت پر تنزل نہیں ہوتا لیکن زید لفظی اور خطی۔ زا اور یا اور دال ہے۔ از روئے لکھنے اور لفظ کے اس کا کوئی دائیں اور بائیں اور اطراف نہیں ہے اور نہ عین اور نہ سمع ہے لہٰذا ہم نے کہا کہ اس پر تنزل نہیں ہوتا۔ از روئے صورت کے لیکن از روئے دلالت کے تنزل ہوتا ہے اس لئے جب اس میں مشارکت واقع ہوتی ہے تو دلالت باطل ہو جاتی ہے۔

ہم لغت اور بدل اور عطف بیان کے لئے محتاج ہوا ہے اور وجود ذہنی میں مشارکت ہرگز داخل نہیں ہوتی اس کو سمجھ لو۔

تین سو ساٹھ وجوہات عقل و اسرار لوح محفوظ

مسئلہ نمبر ۵۷: ہم نے کتاب معرفت میں حصر کر کے لکھ دیا تھا کہ جو کچھ عقل میں وجوہ معارف حاصل ہیں۔ ہم نے اس بات پر آگاہ نہیں کیا کہ ہم کو یہ حصر کہاں سے حاصل ہوئی ہیں۔ سو واضح ہو کہ عقل کے لئے تین سو ساٹھ وجوہ ہیں اور ہر ایک وجہ جناب الٰہی سے تین سو ساٹھ وجہ سے مقابل ہے۔ ہر ایک وجہ عقل کو ایسے علم کے ساتھ مدد دیتی ہے کہ اس کو دوسری وجہ نہیں دے سکتی۔ سو جب تم عقل کی وجوہات کو اخذ فیض کی وجوہ میں ضرب دو گے تو جو اس سے خارج ہوگا۔ یہ وہ علوم ہیں جو نفس انسانی کی لوح محفوظ میں لکھے ہیں۔ یہ وہ علوم ہیں جن کا ذکر ہم نے کشف الٰہی کے ذریعہ کیا ہے اور دلیل عقلی اس بات کو محال نہیں جانتی بلکہ اس کے قائل کی اس بات کو تسلیم کرتی ہے جیسا کہ نادان آدمی اس قائل کے تین اعتبارات کو جو عقل اول کے لئے ہیں بغیر دلیل کے مان لیتا ہے۔ سو بات اس سے بہتر ہے کیونکہ اس بارے میں عقل مند آدمی علم کلام کا دعویٰ کرتا ہے۔ سو اس پر عقل اول کے ساتھ داخل ہوتا ہے اور یہ بات ہم نے ذکر کی ہے اس پر اس کا دخل لازم نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے اس کا ازروئے علم کلام دعویٰ نہیں کیا۔ سو منکر نہایت کار یہی کہے گا کہ قائل کو کہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ اس کے سوا منکر اور کچھ نہیں کہتا اور نہ کر سکتا۔ جیسا کہ اس بات کو ماننے والا کہہ سکتا ہے کہ تم سچ کہتے ہو۔ سو یہ فرق ہے ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان جو اعتبارات ثلاثہ کے قائل ہیں خدا ہی توفیق دہندہ ہے۔

عالم خلق میں ممکن کے دو رُخ ہیں

مسئلہ نمبر ۵۸: عالم خلق سے جو ممکن ہے اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک وجہ اس کے سبب کی طرف اور ایک وجہ خدا تعالیٰ کی طرف۔ پس ہر ایک حجاب اور تاریکی جو اس پر طاری ہوتی ہے اور ہر ایک نور اور کشف جو اس کو ملتا ہے سو وہ اس کے حق کی جانب سے ملتا ہے اور عالم امر سے ہر ایک ممکن کے حق میں حجاب متصور نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لئے ضرور ایک ہی وجہ ہوتی ہے سو وہ نور محض ہے اور دین خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۹: دلیل عقلی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایجاد قدرت کے متعلق ہے اور حق تعالیٰ اپنی جانب سے ارشاد فرماتا ہے کہ وجود امر الٰہی سے واقع ہوتا ہے۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۱۶:۴۰)

یعنی جب ہم کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں کہ ہو جا، سو وہ ہو جاتی

ہے۔

پس یہ بات ضروری ہے کہ ہم امر کے متعلق میں غور کریں کہ وہ کیا ہے اور قدرت کا تعلق کیا ہے تا کہ میں سمع اور عقل میں مطابقت پیدا کروں۔ سو ہم کہتے ہیں کہ امر الٰہی کی اطاعت خدا تعالیٰ کے فرمان فیکون کے ہو چکی ہے اور مامور بہ وجود ہے۔ پس ارادہ دو ممکنوں میں سے ایک کی خصوصیت کے ساتھ متعلق ہوا اور وہ وجود اور قدرت کا تعلق ممکن کے ساتھ ہے۔ سو ایجاد نے اس میں اثر کیا۔ پس یہ حالت معقول ہے۔ درمیان عدم اور وجود کے پس خطاب ساتھ امر کے اس عین مخصصہ کے لئے متعلق ہوا کہ ہو جائے۔ پس خدا کے حکم کی تعمیل کی اور ہو گئی پس اگر ممکن کے لئے کوئی عین نہ ہوتا اور وجود کے ساتھ اس کا کوئی وصف نہ ہوتا۔ جو اس عین امر با الوجود پر منحصر ہو۔ تو وجود واقع نہ ہوتا اور قائل ساتھ تیار ہونے مراد کے بیچ شرح کن کے غلطی پر ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۰: واجب الوجود کے لئے اوّلیت کی معقولیت ساتھ غیر کے وجوب مطلق کے ہونے سے نسبت سلبیہ رکھتی ہے۔ پس وہ ہر مقید کے لئے اول ہے کیونکہ محال ہے کہ اس کے لئے وہاں قدم ہو اور خالی نہیں ہے کہ بحیثیت وجوب مطلق کے ہو۔ پس یا تو وہ خود ہو اور یہ محال ہے یا اس کا قائم ہو اور یہ بھی کئی وجوہ سے محال ہے۔ از انجملہ ایک یہ ہے کہ جو واجب مطلق کو لازم ہے اگر اس کے ساتھ یہ احتیاج سے قائم ہو۔ پس یا تو وہ اپنی ذات کے لئے تھامنے والا ہوگا اور یہ محال ہے اور یا وہ اپنے مرتبہ کو سمجھانے والا ہوگا اور یہ بھی محال ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۱: واجب مطلق کے لئے معقولیت اولیت کی ایک ایسی وضعی نسبت ہے جس کے سوائے اسناد ممکن الیہ کے عقل اس کو نہیں پا سکتی۔ پس اول اس اعتبار کے ساتھ ہو اور اگر اس بات کا اندازہ کیا جائے کہ ممکن کے لئے کوئی وجود نہیں ہے از روئے قوت اور فعل کے تو اولیت کی نسبت زائل ہو جائے جبکہ متعلق کو نہ پائے۔

مسئلہ نمبر ۶۲: ممکنات کو سب سے زیادہ جاننے والا بجز اپنی حیثیت کے اپنے موجد کو نہیں جانتا سو اس کا نفس علم ہے اور جو اس سے موجود ہو۔ سو اس کے درست نہیں کیونکہ کسی چیز کے ساتھ علم حاصل کرنا اس کو احاطہ کرنے اور اس سے فارغ ہونے کی خبر دیتا ہے اور یہ بات اس جناب کے حق میں محال ہے۔ پس اس کے ساتھ علم حاصل کرنا بھی محال ہے اور درست نہیں ہے کہ اس کے کچھ حصہ کا علم حاصل ہو کیونکہ اس کے ٹکڑے اور حصے نہیں ہو سکتے۔ پس باقی نہیں رہتا علم مگر ساتھ اس چیز کے کہ جو اس سے ہو اور جو کچھ اس سے ہوگا۔ وہ تو ہی ہے۔ پس تو معلوم ہے مگر کوئی کہے کہ ہمارا اس بات کو جان لینا کہ وہ اس طرح نہیں ہے۔ گویا اس کے ساتھ ہم کو ایک قسم کا علم حاصل ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ تیری لغتوں نے اس کو ننگا کر دیا ہے۔ واسطے تقاضائے دلیل کے کہ جو

نفی مشارکت کے لئے تھی۔ پس تم اپنے نزدیک ذات مجہول سے ازروئے حیثیت معلومہ فی نفسہا ممتاز ہو جاؤ گے اوران صفات ثبوتیہ کے عدم کی وجہ سے جو اس کی ذات میں ہیں، تم کو علیحدہ کر دیا ہے۔ پس سمجھ لو جو کچھ تم نے جان لیا ہے اور خدا تعالیٰ سے دعا کرو رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (۲۰:۱۱۴) اے خدا علم زیادہ عطا کر۔ اگر تم اس کو جانتے تو وہ نہ ہوتا اور اگر وہ تم کو بھول جاتا تو تم نہ ہوتے۔ پس اس نے اپنے علم سے تم کو پیدا کیا اور تم نے اپنے عجز کے ساتھ اس کی عبادت کی۔ پس وہ وہی ہے۔ تمہارے لئے نہیں اور تم تم ہی ہو اور اس کے لئے ہو۔ پس تم اس کے ساتھ پیوست ہو اور وہ تمہارے ساتھ پیوست نہیں ہے۔ دائرہ کا نقطہ دائرہ کے ساتھ پیوست ہے۔ ایسا ہی ذات مطلق ہے۔ وہ تمہارے ساتھ پیوست نہیں ہے۔ ذات الٰہی ماسوا کے ساتھ مانند دائرہ نقطہ کے پیوست ہے۔

مسئلہ ۶۳: متعلق دیدار الٰہی اور متعلق ہمارے علم باللہ کے ثابت کرنا اس بات کا ہے کہ خدا تعالیٰ ساتھ اضافتوں اور اسلوبوں کے ہے۔ پس متعلق کا اختلاف ہوا۔ سو رویت میں یہ نہیں کہا جاتا کہ متعلق کے اختلافات کی وجہ سے ہم کو علم زیادہ واضح کرنے والا ہے اور اگر اس کا وجود عین اس کی ماہیت ہو۔ تو ہم انکار نہیں کرتے۔ ذات کی معقولیت غیر معقول ہے ہاں وہ موجود ہے۔

عدم شر محض ہے

مسئلہ نمبر ۶۴: عدم شر محض ہے۔ بعض لوگوں نے اس کلام کی حقیقت بوجہ اس کی دقت کے نہیں سمجھی۔ محقق علمائے متقدمین اور متاخرین کا یہ قول ہے لیکن اس لفظ کا اطلاق تو انہوں نے کر دیا اور اس کے معنی واضح نہ کئے اور ہم کو ایک سالک راہ خدا نے ایک منزل میں ایک طویل کلام میں اندھیرے اور نور میں کہا کہ خیر وجود میں ہے اور شر عدم میں ہے۔ ہم نے جان لیا کہ خدا کے وجود کا اطلاق غیر مقید ہے اور وہ خیر محض ہے جس میں کوئی شر نہیں ہے۔ پس اس کے مقابل عدم کا اطلاق آتا ہے جو شر محض ہے جس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ پس یہ ہیں ان کے اس قول کے معنی کہ عدم شر محض ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۵: حقیقت کی وجہ سے یوں نہیں کہا جاتا کہ جائز ہے۔ خدا تعالیٰ کسی امر کو موجود کرے اور جائز ہے کہ اس کو موجود نہ کرے کیونکہ اس کا فعل اشیاء کے لئے نظر کرنے سے ممکن نہیں ہے اور نہ کسی موجب کے واجب کرنے سے وہ ایسا کرتا ہے لیکن ایسا کہا جاتا ہے کہ جائز ہے کہ وہ امر موجود کیا جائے اور جائز ہے کہ موجود نہ کیا جائے۔ پس وہ امر مرجح کی طرف محتاج ہو (کہ وہ مرجح کسی بات کو موجود کرنے یا نہ کرنے میں سے ایک کو اختیار کر) اور وہ مرجح خدا تعالیٰ ہی ہے۔

شریعت نے ہم کو فیصلہ کر دیا ہے۔ سو ہم نے شریعت میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی جو ہمارے قول کی

مناقص و برخلاف ہو۔ سو جو بات ہم خدا تعالیٰ کے حق میں کہتے ہیں...... وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو ایسا واجب اور اس پر یوں محال ہے اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ پر اس طرح جائز ہے۔

یہ ہے عقیدہ خاصانِ خدا کا اور خدا تعالیٰ کے بارے میں خاص الخاص لوگوں کا عقیدہ ایک ایسا امر ہے جو اس سے بالاتر ہے جس کو ہم نے اس باب میں اور کتاب میں متفرق طور پر بیان کیا ہے کیونکہ اکثر عقول اپنے افکار کے ساتھ محجوب ہو رہے ہیں اور بوجہ عدم فراغت از افکار اس کو دریافت کرنے سے قاصر ہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ (۴:۳۳)



باب 5

معمولات

ولی اللہ کی معنوی صورت کا نقشہ عادات و معمولات ہوتے ہیں۔فقر کا انداز دیکھنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی آئینہ حقیقت نما نہیں ہوتا کیونکہ ظاہری صورت کی ایک جنبش باطنی صورت کی تحریک سے ہوتی ہے۔ جتنے کسی کے معمولات و عادات اچھے، اتنی ہی اس کی روح میں پاکیزگی زیادہ اور جس قدر معمولات میں استقرار اسی درجہ میں ذاتِ ولایت کا درجہ بلند عزیمت کی قدر اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمائی۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک والہانہ طبیعت سے سرفراز فرمایا تھا جو سراسر محبت' سراسر درد سراسر سوز تھی۔جس کا لازم خاصہ بے چینی و بے قراری تھی۔آپ جب تک مغلوب الحال رہے مجنون کہلائے لیکن جب حال آپ کے سامنے مغلوب ہو گیا اور ہر حرکت ہر عادت اتباع سنت کے مطابق ہونے لگی تو ظاہری بے قراری کا تموج قلبی بے قراری و بے چینی کے ساتھ مل گیا چنانچہ اکثر فرماتے تھے کہ ''پہلے جنوں باہر تھا' اب اندر چلا گیا' اب میں کیا کروں''۔

ایسے وجود باجود کو اطمینان و تسکین کہاں کہ وہ اپنے معمولات میں راسخ دکھائی دے۔ایک طرف محبت لم یزلیہ کا جوش دوسری طرف اتباع رسولیہ کا شوق۔اس پر طرفہ یہ کہ خلق اللہ سے وابستگی، یہ تینوں کامل جذبے آپس میں اس طرح آپ کی ذات بابرکات میں مرکب تھے کہ تمیز مشکل تھی اور ایک پر ایک کو فوقیت نہ دی جاسکتی تھی۔ ہر ایک موقع پر یہ تینوں جذبے اپنا اپنا پورا اثر دکھاتے اور کسی ایک کا غلبہ من جانب اللہ ہی ہوتا۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ ولی اللہ پر گرفت نہیں ہوتی۔قصہ خضر علیہ السلام قصہ ہائے موسیٰ علیہ السلام جہاں محبت خلق کی وابستگی میں ذات بابرکات عزاسمہ کو بھی صاف لفظوں میں گستاخانہ الفاظ اِنۡ هِیَ اِلَّا فِتۡنَتُكَ ؕ (۱۵۵:۷) کافی وافی شاہد ہیں۔

تاہم حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات اپنے اخلاق، اپنے عادات میں اس درجہ عزیمت رکھتے تھے کہ ایک بار بھی آپ کا قدم عزیمت سے نہ لڑکھڑایا۔خواہ کسی قدر ضرورت یا موانع اس کے برخلاف رونما

ہوئے ہوں۔

ٹوپی پگڑی آخری دم تک سر سے نہ سرکی۔ نشست و برخاست میں کبھی تبدیلی نہ ہوئی۔ ہمیشہ دوزانو باادب خلوت وجلوت میں رہے۔ جوتا، لباس ایک ہی طرز کا سادہ ستھرا سفید استعمال کیا۔ مسجد سے بھی داہنے قدم سے باہر تشریف نہ لائے اور نہ کبھی بائیں سے داخل ہوئے۔

ایک بار خادم نے اگال دان دائیں طرف سے پیش کیا تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر فرمایا یہ میرا بایاں ہے۔

سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح خود معمولات اور اتباع سنت پر عزیمت رکھتے تھے اسی طرح سب یارانِ طریقت اور جان نثارانِ الفت سے توقع فرماتے تھے۔ اگر کسی کو اس کے برخلاف دیکھ پاتے تو پورے طیش میں آکر تنبیہ فرماتے بلکہ نو واردین قدم بوسان درگاہ سے بھی آپ کو یہ ہی امید ہوتی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گیا تھا کہ ہر جانے والا حاضری سے پیشتر اپنے آپ کو درست کر کے حاضر ہوتا اور اپنے ہر ایک فعل، ہر ایک حرکت کو سنت نبویہ ﷺ کے مطابق کرنے میں کوشاں رہتا۔

اگر چہ یہ صفت عزیمت بھی کمالات وہبیہ سے ہے لیکن درحقیقت اسے کمالات کسبیہ سے زیادہ تعلق ہے۔ درد ومحبت، سوز وگداز کے ساتھ اس کا جمع ہونا نہایت ہی مشکل بلکہ ایک حد تک ناممکن ہے۔

لیکن اتباع سنت کے شوق نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں یہ ناممکن ممکن کر دکھایا۔ یہ ہی ایک علو کمال تھا جس نے یگانوں و بیگانوں کو ایک عقیدہ پر قائم کر دیا کہ آپ ایک اولوالعزم ولی اللہ ہیں اور آج دنیا میں آپ کی نظیر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ گو کہ ہزاروں اولیاء اپنے درجہ کمالات میں ممتاز ہوں گے لیکن اس صفت اس درجہ کی عزیمت رکھنے والے بزرگ نایاب ہیں۔

جس طرح دوسرے ابواب کی عدم تکمیل کا ہمیں اقرار ہے اسی طرح یہ باب بھی اپنے نامکمل ہونے کا ثبوت خود دے رہا ہے۔ ابھی بہت کچھ ضرورت تھی کہ اس میں بیان کیا جاتا لیکن ''قصہ العشق لا انفصام لھا'' کی وجہ سے شاید مؤلف صاحب سلمہ نے اختصار سے کام لے کر نمونۃً ہدیہ پیش کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک اخلاص مند کے لئے یہ تھوڑا بھی بہت ہے۔

عبادات

آپ عشاء کی نماز اکثر آخر وقت کر کے پڑھا کرتے تھے۔ کبھی مہمانوں کو کھانا عشا سے پہلے کھلاتے اور کبھی بعد میں۔ اگر کوئی شخص رات کو بارہ ایک بجے بھی آجاتا تو کھانا موجود ہی رہتا۔ رات کے بارہ بجے تک آپ اکثر یاروں کی جانب توجہ فرماتے رہتے اور کبھی مسائل بیان فرماتے پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔ تہجد

کی نماز آپ گھر میں ادا کرتے۔ اکثر وتر آپ پہلی رات ہی پڑھ لیتے۔ نماز فجر کے وقت مسجد میں تشریف لے آتے۔ اکثر نماز آپ کے چچا حمید الدین صاحب ہی پڑھایا کرتے تھے۔ کبھی چچا صاحب نہ تشریف لاتے تو آپ ہی پڑھاتے۔ پھر درود شریف خضری شماروں پر تمام یاروں سے مل کر پڑھتے۔ بعد ادائے نماز اشراق بچوں کو قرآن مجید کا درس فرماتے۔ جو بچہ بھاگ جاتا یا اسے سبق نہ آتا تو آپ اسے دو انگلیوں سے چٹکی جسے پنجابی میں چوہنڈی کہتے ہیں، سے سزا دیتے۔ بعد فراغت تدریس گیارہ بجے پھر مہمانوں کے لئے کھانا خود گھر سے اٹھا اٹھا کر لاتے اور خود ہی اپنے ہاتھ سے سالن برتن میں ڈال کر مہمانوں کے آگے رکھتے اور ان کے ہاتھ بھی خود دھلاتے۔ اگر دستر خوان پر کسی کا پاؤں آ جاتا تو سخت ناراض ہوتے۔ آپ سب مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے۔ اس وقت اگر روٹیوں میں کوئی سوکھی باسی ہوتی تو اسے خود اختیار فرماتے۔ ہر لقمہ اٹھاتے وقت بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھتے اور کھانا آہستہ آہستہ کھاتے اور لقمے چھوٹے چھوٹے کھایا کرتے۔ کھانے میں یاروں کی طرف توجہ فرماتے رہتے۔ جب آپ دیکھتے کہ سب نے کھانا کھالیا ہے تب آپ ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔ پھر ظہر کی نماز سے پہلے تھوڑا عرصہ قیلولہ یعنی لیٹ کر آرام فرماتے۔ پھر ظہر کی نماز اول وقت پڑھتے۔ اسی طرح عصر کی نماز بھی آپ اول وقت ہی ادا فرماتے۔ عصر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت بھی پڑھتے۔ پھر قبل از نماز مغرب وضو فرماتے۔ ہر وضو میں آپ کسی سے مدد نہ لیتے۔ وضو میں اگر کوئی بات چیت کرتا تو سخت ناراض ہوتے۔ وضو کے بعد ریش مبارک پر خلال بھی کرتے اور کنگھی بھی کرتے۔ وضو کر کے مسواک کو اپنے پاس رکھتے۔ وضو میں مستحب کی بڑی رعایت رکھتے اور پانی بھی وضو میں بہت کم خرچ کرتے۔ پھر مغرب کی نماز ادا کرتے۔ بعد نماز شام مسجد کی چھت پر تشریف لے جاتے۔ چھ رکعت نماز نفل ادا کرتے۔ بعدہ وظیفہ پڑھنا شروع کرتے۔ تمام لوگ صفیں باندھ کر بیٹھ جاتے اور اکاسی دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھتے اور پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ کا تکرار کئی بار کرتے۔ پھر اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ پڑھتے اور سوتے وقت تیسرا کلمہ کبھی بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی آہستہ اور ساتھ میں یہ استغفار پڑھتے۔ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ الَّذِیۡ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَيُّوۡمُ وَاَتُوۡبُ اِلَيۡهِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظَّالِمِيۡنَ۔ یاروں کو بھی پڑھنے کے لئے فرماتے۔ نماز جمعہ حنفی مذہب کے مطابق ادا فرماتے۔ نماز تراویح بیس رکعت سے ادا فرماتے اور ہر چہار رکعت کے بعد تسبیح بڑی دلجمعی سے اور شوق کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور قرآن شریف کا ختم بھی سنتے تھے۔ کبھی کبھی آپ لاہور تشریف لے جا کر اکثر حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حافظ فخر الدین صاحب کے پیچھے قرآن شریف سنتے تھے۔ خواہ آپ سفر میں ہوں۔ خواہ حضر میں، تراویح کی آپ بیس رکعت ہی ادا فرماتے تھے۔ آپ سوائے تراویح کے دیگر نفلوں کی جماعت کو

پسند نہیں فرماتے تھے۔ جنازے کی نماز کے لئے اکثر شامل ہوا کرتے تھے اور پسماندگان کے پاس برائے فاتحہ خوانی بھی جایا کرتے تھے۔ جا کر ہاتھ پہلے اٹھا لیتے اور زبان سے اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر متوفی کے لئے دعائے مغفرت فرماتے۔ پھر تھوڑا عرصہ بیٹھ کر چلے آتے۔ آپ اکثر قبرستان میں جاتے اور قبور کی زیارت فرماتے اور مراقبہ کر کے بیٹھ جاتے اور کبھی کھڑے ہی رہتے اور موتیٰ کے واسطے دعائے مغفرت کرتے اور کسی قبر کے پاؤں کو ہاتھ نہ لگاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قبر کو ہاتھ لگانے سے کیا ہوتا ہے' جب تک دل نہ لگے۔ کئی دفعہ اتفاق ہوا کہ آپ کے اوپر کی پلکوں سے آنسو قطرہ قطرہ ہو کر گر رہے ہیں۔ آپ مزاروں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے اور پھر دعا فرما کر واپس آتے اور راستہ میں چلتے چلتے بے ساختہ آپ کی زبان مبارک سے اَللّٰہُ اَکۡبَرُ نکل جاتا اور بازار میں اگر کہیں بکرے کی ہڈی دیکھتے تو فرماتے یہ ہڈی جائے عبرت نہیں ہے؟ یہ بھی توکل زندہ تھا۔ آج اس کی ہڈیاں بازار میں خوار ہو رہی ہیں۔

آپ کی دعا

آپ اکثر دعا مندرجہ ذیل کلمات سے فرمایا کرتے تھے:

ظاہر و باطن ہو برائے خدا — چاہو خدا سے نہ سوائے خدا
دمبدم اس کی رہے جستجو — اور نہ کچھ مطلق رہے آرزو

بندہ (مؤلف) چونکہ یہ اشعار آپ ہاتھ اٹھا کر پڑھا کرتے تھے۔ عام لوگ اسے دعا ہی سمجھتے تھے حالانکہ یہ دعا کے کلمے نہیں ہیں بلکہ تبلیغی کلمات ہیں۔ ان کا مطلب بھی کچھ لکھ دیتا ہوں۔ خاندان نقشبندیہ عالیہ کا طریقہ ہے کہ بوقت ذکر یا مراقبہ یہ دعا مانگتے ہیں: الٰہی مقصود من توئی ورضائے تست۔ دنیا و آخرت برائے تو ترک کردم۔ یعنی الٰہی مقصود میرا تو ہے اور رضا تیری' دنیا اور آخرت کو تیرے واسطے ترک کرتا ہوں اور دعا حضرت خواجہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ صاحب شرح فصوص الحکم لکھتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد عبادت الٰہی میں کھڑے ہوئے تو پاؤں کی ایڑیاں زمین سے اٹھا کر صرف پنجوں کے بل ساری رات قیام کیا۔ آپ کی ٹھوڑی سینہ مبارک کے ساتھ لگی ہوئی تھی اور آنکھیں حیرت میں کھلی ہوئی تھیں اور مطلق بند نہ ہوتی تھیں۔ جب صبح ہوئی تو آپ سجدہ میں گئے اور پھر بہت لمبا سجدہ کیا اور پھر فارغ ہو کر بیٹھے اور یہ دعا مانگی۔ الٰہی ایک قوم تیرے دیدار کی طالب بنی، تو نے انہیں سمندر پر بے کشتی چلنا اور ہوا میں اڑنا عطا کیا وہ قوم اس میں راضی ہو کر بیٹھ گئی۔ میں ایسی باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

الٰہی! ایک قوم نے تجھے طلب کیا اور تیرے دیدار کی طالب ہوئی اور تیری تلاش و جستجو شروع کی۔ جب وہ تیرے حضور میں تجھے مانگتے ہوئے آئے تو تو نے زمین کا سمٹ جانا اور ان کے پاؤں کے نیچے سینکڑوں میل کی مسافت ایک دم طے کرنا عطا فرمایا اور یہ بھی تھوڑا سا لے کر خوش ہو گئے مگر میں اے پاک ذات! ایسی چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی! ایک قوم نے تجھے ڈھونڈنا چاہا اور بے حد مشقتیں اور محنتیں اٹھا کر جب تیرے قریب آئے تو تو نے ان کو زمین کے خزانے عنایت کر دیئے اور وہ اسی کو لے کر خوشی سے بیٹھ گئے مگر میں تیری جناب میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

الٰہی! ایک قوم نے تجھے چاہا اور تیری طلب و تلاش شروع کی تو نے انہیں اپنے بندے خضر علیہ السلام سے ملا دیا حالانکہ وہ تجھے خود ڈھونڈ رہے تھے مگر وہ حضرت خضر علیہ السلام سے ہی مل کر خوش ہو بیٹھے۔ لیکن میں تیرے حضور میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

الٰہی! ایک قوم نے تیری جستجو کی۔ تو نے انہیں جنت کا معائنہ کرایا اور وہ جنت کو دیکھ کر خوش ہو گئے مگر میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

الٰہی! ایک قوم نے تیرے حضور میں بخشش کی درخواست کی۔ تو نے انہیں ان کی شفاعت کا وعدہ کیا۔ وہ اتنے میں خوش ہو گئے اور تیری تلاش چھوڑ دی۔ اے باری تعالیٰ! میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ سوائے تیرے تیری ذات پاک کے دو جہان میں کسی شے کی خواہش کروں یا مانگوں! ہاں ہاں! سبحان اللہ! میں تو اس چیز کو پسند کرتا ہوں جو تیرے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا ہے۔ جن کی شان میں **مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی** (۱۷:۵۳) نازل ہوا ہے۔

مولوی چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وضو کرتے وقت کوئی بات نہ فرماتے چنانچہ ایک دفعہ ایک بزرگ واجب التعظیم نے آپ کو وضو کرتے بلایا تو آپ نے بالکل جواب نہ دیا۔ بعد میں فرمایا: وضو میں کلام کرنا منع ہے بلکہ سلام کا جواب بھی وضو کے بعد ہی دینا چاہئے۔ اس میں جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی عظمت ہے۔ آپ اپنی جوتی کا سرا ہمیشہ قبلہ کی طرف رکھتے اور اگر کسی شخص کی جوتی کی پشت قبلہ کی طرف نہ ہوتی تو آپ اپنے دست مبارک سے اس کو خود درست کر دیتے اور لوٹے کی ٹوٹی ہمیشہ قبلہ رو رکھتے اور اگر کوئی نادانستگی سے اس کے برخلاف کرتا تو آپ خفگی ظاہر فرماتے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو لوٹا رکھنے کو فرمایا۔ اس نے لوٹے کی ٹوٹی کو غیر قبلہ کی جانب رکھا تو آپ کو سخت رنج ہوا اور لوٹے کی ٹوٹی خود بخود قبلہ رو ہو گئی اور اس شخص کا حال بند ہو گیا۔

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کی زیارت کو گئے تو انہوں نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ آپ اسی وقت واپس تشریف لے آئے اور فرمایا جو شخص اسلام کا ادب نہیں جانتا اس سے فائدہ کیا ہوگا۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر سفر میں ہوتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور وہاں دو چار نفل ضرور پڑھ لیتے۔ آپ نے اپنی تمام عمر میں نماز اشراق قضا نہیں کی۔

آپ ہمیشہ دوزانو بیٹھا کرتے اور جو کوئی آتا اس کو بھی یہی تعلیم دیتے اور فرماتے کہ اسلام تو ادب ہی ادب ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث ہے کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور حضرت کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور آپ سے پوچھا اسلام کیا ہے اور احسان کیا ہے؟ قیامت کب ہوگی؟ سب سوالوں کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باصواب دیا۔ جب وہ چلے گئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون شخص تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام تھے۔ تم کو دین اور ادب سکھانے کے واسطے آئے تھے۔ اصل حدیث شریف ہجرت میں دسویں سال حضرت جبرائیل علیہ السلام مرد کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں حاضر ہوئے۔ بال ان کے سیاہ، لباس سفید، غایت درجہ حسین اور خوبصورت تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ آپ کے دونوں زانوؤں پر رکھ دیئے۔ حاضرین میں سے کوئی بھی انہیں پہچانتا نہ تھا چونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چہرے پر نہ آثار سفر تھے اور نہ کوئی گرد و غبار معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان انہیں دیکھ کر تعجب میں تھے کہ یہ اجنبی بلا تکلف کیسے خدمت اقدس میں آن بیٹھا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے ایمان، اسلام، احسان کے معنی پوچھے۔ پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کی حقیقت بتائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کی گواہی دو کہ سوائے خدا کے بندگی کے لائق کوئی نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول ہیں۔ نماز کو ٹھیک طور سے پڑھو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر خرچ ہو تو حج کرو۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ نے بہت ٹھیک جواب دیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دل سے اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے پیغمبروں کو، قیامت اور بھلی اور بری تقدیر کو مانو۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا کہ احسان اور اخلاص کی حقیقت سے مجھے آگاہ فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ اللہ تعالیٰ تیرے سامنے موجود ہے اور تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ بات تم کو میسر نہ ہو سکے تو یہی جان کہ خدا تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس کو اخلاص کہتے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ نے بہت ٹھیک جواب دیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام

نے پوچھا قیامت کب ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہاں جواب دینے والے اور پوچھنے والے کی حالت ایک ہے ہم تم دونوں برابر ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ اس کے کچھ نشان ہی فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لونڈی اپنے مالک کو اور مربی کو جنے گی یعنی کنیزک زادوں کی کثرت اور کمینوں کا عروج ہوگا۔ محتاج بکریاں چرانے والے ننگے پاؤں چلنے والے عالی شان عمارتوں میں بیٹھ کر ڈینگیں ماریں گے۔ جب جبرائیل علیہ السلام سب سوال پوچھ کر چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کون تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے جو تمہیں دین اور ادب سکھانے آئے تھے۔ اس حدیث شریف کو حدیث جبرائیل کہتے ہیں کیونکہ سائل اس میں جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ اس کا نام ام الاحادیث اور ام الجوامع ہے۔ یہ حدیث حدیثوں کی جڑ ہے۔ اس میں چار باتیں جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیں۔ حقیقت اسلام، حقیقت ایمان، احسان واخلاص، قیامت جس میں سب کچھ آ گیا۔

جمعہ کے خطبہ میں اگر کوئی شخص دوزانو نہ بیٹھتا تو آپ اسے سخت تنبیہ فرماتے اور فرماتے: **المومن فی المسجد کالسمك فی الماء المنافق فی المسجد کالطیر فی القفس** یعنی مومن مسجد میں ایسا آرام پاتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق مسجد کے اندر ایسا تنگ ہوتا ہے جیسا پرندہ پنجرے میں۔

آپ نماز میں کھڑے ہوتے وقت ادھر ادھر نظر فرمالیا کرتے اور فرماتے کہ پاؤں کے انگوٹھے ہمیشہ قبلہ کی طرف ہونے چاہئیں۔ بعض آدمی ایڑیاں ملا دیتے ہیں اور پنجے کھلے رہنے دیتے ہیں۔ اس طرح سے انگوٹھوں کے سرے قبلہ کی جانب نہیں رہ سکتے اور کوئی شخص ایڑیاں ہلائے اور پنجے کھلے نماز میں کھڑا ہوتا تو آپ اپنے دست مبارک سے سیدھا کر دیتے اور فرماتے کہ ایڑیوں اور پنجوں کا درمیانی فاصلہ برابر ہونا چاہئے اور چھ یا چار انگل سے زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہئے۔

درود شریف پڑھتے وقت یہ خیال ہو کہ اللہ کریم کی حضوری میں رسول پاک ہیں اور ان کی سرکار میں درود شریف پڑھ رہا ہوں۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوتے، نہایت خضوع وخشوع سے یہ دعا مانگا کرتے۔ **رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ** (۲۳:۷) **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ** (۲۰۱:۲)

یا الٰہی تو کریمی و رسول تو کریم — واہ چہ خوبست کہ آیم میانِ دو کریم
کریما بہ بخشائے برحال ما — کہ ہستم اسیر کمند ہوا
نگہدار ما را ز راہ خطا — خطا در گذار و صوابم نما
اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے — امت پہ تیری وقت عجب آن پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
ظاہر و باطن ہو برائے خدا چاہے خدا سے نہ سوائے خدا
اے مولا میرے والی ولی کر عطا مجھ کو بہ طفیل نبی
دیدہ بینا ہو ہر اک موئے تن محو تجلی رہے روح و بدن
اور جو مسلماں ہیں بھائی میرے فضل سے اپنے انہیں یہ رتبہ دے
خداوندا مسلمانم مسلمانی نمیدانم ولیکن چوں مسلمانم مسلماں دار یا اللہ

آپ اس قسم کے بہت اشعار پڑھا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةْ۔ آپ اس کی تفسیر میں مذکورہ اشعار پڑھا کرتے۔

ہر کام میں آپ وتر یعنی طاق کا اکثر خیال رکھا کرتے۔ جب کوئی چیز خریدتے تو وتر کے لحاظ سے حتیٰ کہ مہمانوں کے آگے روٹیاں بھی تین تین رکھتے اور فرماتے ان اللہ وتر یحب الوتر۔ آپ چلتے وقت اسی کا خیال رکھتے۔ اپنے دوستوں کا بہت ادب کرتے۔ رفتار میں اپنے دوست کو داہنی طرف رکھتے اور خود بائیں طرف چلتے۔ آپ اگالدان کو اکثر اپنے ہاتھ سے پکڑتے اور بائیں طرف رکھتے۔ آپ ہر ایک چیز اپنے دائیں ہاتھ سے لیتے اور دائیں ہاتھ میں دیتے مگر روپے پیسے کو بائیں ہاتھ میں دیتے اور بائیں ہی ہاتھ سے پکڑتے۔

آپ نے ایک کڑکی سرکی بنائی ہوئی تھی جس پر آپ دوزانو بیٹھتے۔ کبھی آرام فرما لیتے، سوتے تو اینٹ کا سرہانا یا مٹی کا گملا سر کے نیچے رکھ لیتے۔ آپ فرماتے متقدمین میں ایسے بزرگ گزرے ہیں جو اپنے پیروں کے سامنے دوزانو بیٹھتے تو ان کے پاؤں کے نیچے کوڑی کوڑی کے برابر کنکر ہوتے۔ مگر ان کو کچھ پروا نہ ہوتی۔ آپ اکثر دوزانو نشست فرمایا کرتے تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات حالت سکر میں بڑے شوق کے ساتھ بلند آواز سے یہ بیعت پڑھا کرتے تھے:

محمد ﷺ ایک ہے دریا دو عالم ان کی موجیں ہیں
غریق بحر عرفاں ہو تو تب یہ ماجرا جانیں
محمد ﷺ فی الحقیقت آفتاب لایزالی ہے
انہیں کا دو جہاں میں پرتوہ جانیں

ایک دفعہ غلام نبی ساکن سگیاں نے یہ بیعت نبی کریم ﷺ کی شان میں پڑھا:

دریا اور دریا کی موجیں دریا ہی خوب جانے
آگاہ ہو اس سے وہی جو ڈوب کر ہی جانے

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا: مجلس پر کیا اچھا اثر ہو گیا ہے۔ یہ بڑی غنیمت ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۷۱ جلد دوم میں لکھتے ہیں جو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ کے اسرار میں علوم عقلی ونقلی کے جامع مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ۔ پہلا کلمہ مرتبہ اثبات پر مشتمل ہے۔ مرتبہ وجوب کا ظہور صورت مثالی میں نقطہ کی صورت پر اس مرتبہ کے اس ظہور سے بہت ہی قریب ہے جو لمبی چوڑی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگرچہ اس مرتبہ میں نہ نقطہ کی گنجائش ہے نہ دائرہ کی نہ وہاں طول کی مجال ہے نہ عرض کی نہ عمق کی۔ اسی واسطے کشفی صورت میں کلمہ مثبت نقطہ کے رنگ میں دکھائی دیتا ہے اور کلمہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو دعوت خلق کی خبر دیتا ہے، جو اجسام و جواہر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وہاں طول و بسط کا قدم راسخ ہے۔ اس واسطے اس مقام کی صورت مثالی کشفی نظر میں لمبی چوڑی دکھائی دیتی ہے۔ اس مقام میں سالک بقیہ سکر کے باعث جو اس میں باقی رہتا ہے دوسرے کلمہ کو دریائے محیط کی طرح معلوم کرتا ہے اور پہلے کلمہ اس دریا کے مقابلہ میں نقطہ کی طرح خیال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے بھی بقیہ سکر کے باعث حکم کیا اور لکھا ہے کہ دوسرا کلمہ ایسا دریا ہے کہ پہلا کلمہ اس کے مقابلہ میں نقطہ کی طرح ہے۔ اس مقام میں فتوحات مکیہ والے نے بھی کہا ہے کہ جمع محمدی نسبت الٰہی جل شانہ سے بے نہایت دریا کی طرح ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مرتبہ وجوب کی بے چونی کی وسعت پرتو ڈالتی ہے اور اس مرتبہ مقدسہ کا بے کیفی احاطہ ظاہر ہو جاتا ہے تو جہان تمام کا تمام باوجود اس قدر طول و عرض کے جزلا یتجزیٰ کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور وہ جو چیز جو سالک اول دریائے محیط کے مقابلہ میں نقطہ کی طرح معلوم کرتا تھا۔ اس وقت دریائے ناپیدا کنار نظر آتی ہے اور دریائے محیط کو جزلا یتجزیٰ سے بہت چھوٹا دیکھتا ہے۔

اس مضمون سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے کیونکہ ولایت کلمہ اول کے مناسب ہے اور نبوت دوسرے کلمہ کے مناسب اس لئے ہم کہتے ہیں کہ نبوت دونوں کلموں کا ماحصل ہے۔ نبوۃ کے عروج کلمہ اول سے اور اس کا نزول کلمہ دوم سے تعلق رکھتا ہے۔ پس دونوں کلموں کا مجموعہ مقام نبوت کا حاصل ہے نہ کہ جیسے گمان کیا ہے اور کلمہ اولیٰ کو ولایت کے ساتھ مخصوص کیا ہے حالانکہ ایسا بھی نہیں بلکہ دونوں کلمے عروج ونزول کے اعتبار سے مقام ولایت کا بھی حاصل ہیں اور مقام نبوت کا حاصل بھی۔

حاصل کلام یہ مقام ولایت مقام نبوت کا ظل ہے اور ولایت کے کمالات کمالاتِ نبوت کے ظلال ہیں مقام سکر میں جو کچھ کہیں معذور ہیں۔ یہ فقیر بھی سکر کی باتوں میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ اسی واسطے اپنے بعض مکتوبوں میں اول کلمہ کو مقام ولایت کے مناسب اور کلمہ دوم کو مقام نبوت کے موافق لکھا ہے۔ سکر بھی نعمت ہے۔ بشرطیکہ اس سے پھر صحو میں لے آئیں اور کفر طریقت سے نکال کر اسلام حقیقی میں لے جائیں۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا بصدقۃ حبیبك محمد علیه الصلوٰۃ والسلام ویرحم الله عبدا قال امینا۔ یا اللہ نبی ﷺ کی طفیل تو ہماری بھول چوک پر مواخذہ نہ کر اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔



باب 6

کمالات

اہل بینش و اہل بصیرت کے لئے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام تذکرے واقعات کمالات ہی کمالات دکھائی دیتے ہیں لیکن زیادہ فصاحت کے لئے ہم نے ایک الگ باب قائم کر دیا ہے۔

حضرت کا وجود زمانہ حاضرہ میں اٰیۃ من اٰیات اللہ کا حکم رکھتا تھا اس لئے جو کچھ فطرت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا۔ وہ سب کا سب نشان الٰہی کا ثبوت تھا۔ اخلاق و عادات کو دیکھو تو' اوصاف ذاتیہ پر نظر کرو تو' کمالات ولایت کا مطالعہ کرو تو اور کمالات نبوت کا اندازہ کرو تو بتمامہ چوٹی پر نظر آئیں گے۔

اس لئے اس باب میں سب سے پیشتر وہ واقعات لکھے گئے ہیں جو بنیادِ ولایت تھے یعنی جذب محبت اور جو مدار علیہ اوصاف کلیہ تھے پھر اوصاف ذاتیہ کا ذکر کیا گیا اور اخیر میں کمالات ولایت کے واقعات اور کمالات نبوت کے آثار دکھائے گئے۔ گو ترتیب باقاعدہ نہیں اور عجلت کی وجہ سے ایک کھچڑی سی تیار ہوگئی ہے لیکن انشاء اللہ بڑے سے بڑے پرلطف روحانی غذاؤں سے زیادہ نمکین زیادہ خوشگوار ثابت ہوگی بلکہ ہمارے نزدیک تو تمام کتاب کی جان یہ ہی بات ہے۔ کاش حضرت مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ ان تذکرات کو لکھتے جن کے بارے آپ ایک ذکر تحریر فرماتے ہیں کہ آگے وہ باتیں ہیں جن کو شریعت لکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ جن لوگوں کو ولایت کی حقیقت اور اس کے ساز و سوز سے انکار ہے وہ ان حالات کو بھی کہاں بہ نظر استحسان دیکھتے ہیں اور جن احباب کو اقرار ہے وہ مذکور اور غیر مذکور کے تسلیم کرنے میں ذرا تامل نہیں رکھتے۔

بے شک شریعت الٰہیہ کا حکم تمام احکامات اور حالات طریقتیہ وحقیقت سے مقدم ہے لیکن فطرت الٰہیہ کے امر شناس حقیقت انسانیہ کی جامعیت کے عجائبات سے بھی نابلد نہیں بلکہ ان ناگفتنی امور کو شریعت غرا کے گفتی امور کے ساتھ بالکلیہ مشابہ پاتے ہیں اور ان میں کسی قسم کی تمیز نہیں کر سکتے۔ کوئی ناواقف کچھ کہے تو کیا برا ہے بلکہ اس کا حق ہے کہ وہ حق گوئی سے خاموش نہ رہے اور منصور جیسے بزرگوں کی پوستین کھنچوائے وہ اپنی جگہ ماجور، یہ اپنی جگہ۔ وہ جہاد کے ثواب سے ممتاز اور یہ شہادت کی وجہ سے سرفراز۔ کوئی بھی قابل ملامت نہیں۔

اگر ہے تو وہ منافق جو دیدہ دانستہ کجی اختیار کرے۔ جو دیکھتا ہے اور پھر منکر ہے یا جو بن دیکھے مقر ہو۔ صاحب حال کا صاحب قال سے کیا تعلق۔ وہ جانے اور اس کا کام۔ یہ جانے اور اس کا حال۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبت ذاتیہ کی دولت سے سرفراز فرما کر اتباع سنت کی خلعت سے عزت بخشے۔ کہ یہ ہی سرمایہ سعادت ہے اور یہ ہی اتباع کامل حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہو کر ہماری رہبری کا باعث ہوا۔

(مؤلف) ایک ذکر کئی عنوان کے تحت میں آ سکتا تھا اور ہر عنوان کا زیب کہلا سکتا تھا لیکن ہم نے بعض کے تو عنوان اپنے خیال کے مطابق قائم کئے اور بعض کے قائم نہیں کئے تا کہ ناظرین خود فیصلہ کر کے اپنا نظریہ قائم کریں۔

بیعت

(مؤلف) حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی بیعت کا ذکر یوں فرمایا تھا کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف والے شرقپور میں آتے تو ہماری مسجد میں تشریف لا کر میرے جد امجد کے پاس ٹھہرتے اور چلے جاتے اور پھر آ جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے بیعت ہونے کی ترغیب دلانی شروع کی مگر میں نہ مانتا تھا۔ دل میں کہتا تھا کہ اس عمر رسیدہ بزرگ سے بیعت نہیں کروں گا۔ مگر حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ میری تاک میں رہتے۔ آخر مجھ پر تصرف فرمایا۔ مجھے مجبوراً بیعت کرنی پڑی اور آپ نے اس زمانہ میں ذکر قلبی اسم ذات تلقین فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مراد بھی ہوں اور مرید بھی ہوں یعنی چاہا بھی گیا اور چاہتا بھی ہوں۔

(مؤلف) اصل میں بات یہ ہے کہ جو روح دنیا میں انتخاب ہو کر آتی ہے اس کو لینے کے لئے حضرات سلسلہ کو سلسلے کے بزرگوں سے ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ فلاں شہر میں فلاں شخص کو جا کر نسبت پہنچا دو۔ یہی سبب تھا کہ حضرت امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ شرقپور کثرت سے آتے جاتے تھے۔ مقصود ایک مرغ لاہوتی کا شکار کرنا تھا کہ داخل طریقہ نقشبندیہ کریں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا

اسی طرح متقدمین میں بھی بعض ہونہار ایسے گزرے ہیں کہ جن کی تلاش کے واسطے پیر یعنی شیخ خود آئے ہیں جن میں سے ایک مثال حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی درج کی جاتی ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بیٹھے تھے کہ یکا یک کیف بے خودی طاری ہوئی۔ حالت کشفی میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ اے بیرنگ دیکھو

سرزمین ہند میں ایک مجدد دین کا ظہور ہونے والا ہے جس سے کفر وظلمت، خسران طغیان، ضلالت وگمراہی، شرک وبدعت مٹ جائیں گے۔ میری آرزو ہے کہ وہ صالح امت میرے ہی سلسلہ میں مبعوث ہو لہٰذا تم ہندوستان جاؤ اور تم اس کو ملو اور نسبت نقشبندیہ القا کرو! ہاں مگر جانے سے پہلے اتنا ضرور کرنا کہ وہ نسبت جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو القا فرمائی تھی اور ان سے ہم تک پہنچی تھی وہ اس وقت ہمارے سلسلہ کے بڑے خلیفہ خواجہ امکنگی کے پاس ہے ان کے پاس تم جاؤ، ان سے یہ نسبت حاصل کر کے پھر ہند کا رخ کرنا۔ جب اس صالح امت سے ملو تو یہ امانت اس کو پہنچا دینا۔

خواجہ باقی باللہ خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

حضرت خواجہ باقی باللہ حسب حکم حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کو بحالت کشف اس معاملہ سے آگاہ کر دیا۔ اثنائے راستہ میں ایک مقام پر حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں فرمایا بیٹا ہم تمہارے منتظر ہیں۔ حضرت خواجہ یہ خواب دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور بعجلت حضرت خواجہ امکنگی کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ امکنگی نے آپ سے احوال دریافت فرمائے۔ بعد اس کے ہر دو حضرات چند یوم تک خلوت میں رہے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ امکنگی نے فرمایا کہ خداوند کریم کے فضل وکرم سے تمہارا کام سرانجام ہو گیا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے تمہیں جس نسبت کے لئے میرے پاس بھیجا ہے، یہ لو اور ملک ہند میں جاؤ۔ یہ سن کر حضرت خواجہ باقی باللہ نے ہندوستان کا رخ کیا۔

جیسا کہ پہلے ان حضرات کے ذکر میں آچکا ہے کہ استخارہ کر کے جس طرح ہندوستان پہنچے اور آپ کو سرہند شریف پہنچ کر خواب میں معلوم ہوا کہ تم قطب کے پڑوس میں آئے ہو۔ صبح آپ کا اس خواب والے حلیہ کا شخص تلاش کرنا اور نہ ملنا چونکہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دامن کوہ کی سیر کو گئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپ کو پھر خواب نظر آیا دیکھا کہ ایک مشعل روشن ہے جس کی روشنی دور تک پھیلی ہوئی ہے اور لحظہ بلحظہ بڑھ رہی ہے اور پھر اسی مشعل سے ہزار ہا لوگوں نے اپنے اپنے چراغ روشن کئے۔ اس خواب کے بعد آپ کو یقین ہوا کہ وہ ہستی جس کی جستجو اور تلاش میں میں آیا ہوں اس کی جائے پیدائش اور سکونت یہی جگہ ہے۔ آپ چند روز اور سرہند ٹھہرے اور حد سے زیادہ تلاش کی مگر مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی کے سبب ملاقات میسر نہ ہوئی تو آپ نے مایوس ہو کر شہر دہلی کی جانب کہ اس وقت مرجع خواص وعوام تھا۔ اس نیت سے تشریف لے گئے کہ شاید کہیں اتفاقیہ ہی شہر دہلی میں اس بزرگ ہستی کی ملاقات ہو جائے کہ جس کی جستجو میں اپنے وطن کو خیر باد کہہ کے ہندوستان چلا آیا ہوں۔ جب آپ دہلی پہنچے تو قلعہ فیروزی میں قیام فرمایا۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

عزم حج، حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عرصہ قدیم سے بیت اللہ شریف کے حج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت کا اشتیاق از حد دامن گیر تھا۔ بوجہ ضعیفی اور کبر سنی اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر رہتے اور اس لئے حج کے ارادہ میں کوئی امید بر نہیں آتی تھی۔

سفر دہلی

لیکن جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو آپ نے بیت اللہ شریف کی زیارت اور حج کا عزم مصمم کر لیا۔ چلتے وقت کسی فرد بشر کو اس امر کی اطلاع نہ کی اور تن تنہا اس سفر کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ آپ کے احباب اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصوں میں سے تھے، ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ سے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا اظہار کر کے ملاقات کی ترغیب دلائی اور بیان کیا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ اسی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں فرد یگانہ ہیں اور حقیقت میں آپ کی ایک نظر میں وہ فیض طالبوں کو حاصل ہوتا ہے جو دوسرے طریقوں میں فاقہ کشی شاقہ محنت و ریاضت اور چلوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

ملاقات

چونکہ آپ نے اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ کی کچھ تعریف سنی ہوئی تھی اور کتابوں میں اکابر سلسلہ کے بہت سے حالات ملاحظہ کئے ہوئے تھے اور حقیقت میں اس نسبت کی قابلیت اور استعداد بھی بوجہ اتم رکھتے تھے اس لئے آپ مولانا کے ہمراہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آتے ہی پہچان لیا اور خانقاہ میں چند روز قیام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ آپ نے ایک ہفتہ قیام کا وعدہ کیا لیکن رفتہ رفتہ تین ہفتے گزر گئے۔

بیعت

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ابھی دو روز بھی رہنے نہ پائے تھے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آثار تصرف و کشش نمودار ہوئے اور آپ پر شوق انابت و اخذ طریقہ خواجگان نے اس قدر غلبہ کیا کہ بے اختیار ہو کر آپ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً آپ کو خلوت میں طلب فرما کر مرید کیا اور ذکر قلبی تعلیم فرمائی اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہونے لگیں۔ سبحانہ وتعالیٰ! (مؤلف) بندہ کو اس ذکر کے لکھنے کی ضرورت کیوں ہوئی؟

(مؤلف) اول اس لئے کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا تعلق حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس طرح ہے جس طرح حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ دوم اگرچہ ہم خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس طرح ہی درج کر دیتے تو طالب کچھ بھی نہ سمجھتے۔ سوم مناسبت ان حضرات کی دکھانی منظور تھی۔ چہارم یہ بات بھی ضرور ظاہر کرنی تھی کہ خاندان نقشبندیہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے قبل ہندوستان میں نہیں تھا۔ آپ کا وجود پاک ہی ہے کہ جس کی خیر و برکت سے طریقہ خاندان نقشبندیہ عالیہ ہندوستان میں پہنچا اور نسبت شریف کا شجر مبارک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ مبارک میں لگایا۔ اس واسطے آپ کا ذکر لکھنا ضروری تھا۔



15B

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ وجوش وخروش

ذکر اوّل

(مؤلف)[1] بیعت کے بعد آپ پر اس طرح کا جذبہ طاری ہو گیا کہ دن میں کئی ایک دفعہ حالت بے خودی میں تڑپتے لوٹتے اور گریبان چاک کر کے بے قراری کے عالم میں مسجدوں کے دروازوں پر جا کھڑے ہوتے اور خداوند کریم کو آوازیں دے دے کر پکارتے جنگلوں میں بھاگ جاتے اور کوئی شخص مل جاتا تو خداوند کریم کا اس سے پتا پوچھتے کہ تمہیں خدا جل جلالہ ملا ہے یا کہ نہیں۔ آپ کانٹے دار جھاڑیوں میں گھس جاتے، مغیل کے خاردار چھاپوں میں اپنے آپ کو پھینک دیتے۔ اس حالت میں آپ کی زبان سے جو کلمے صادر ہوتے ان کے لکھنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

دوسرا ذکر

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ سے فرمایا: جب مجھ پر جذب طاری ہوا تو میں نے اعلیٰ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ کیا ہو گیا ہے؟ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے تو پھر یہ حالت ہو گئی کہ دن میں کئی کئی بار جذب طاری ہو جاتا۔ کپڑے پھٹ جاتے، مسجد کی صفیں لپیٹی جاتیں، جب لوٹنے سے افاقہ ہوتا تو سخت ضعف ہو جاتا تھا۔

تیسرا ذکر

مولوی چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری آپ کے پیر بھائی کا بیان ہے کہ آپ قبرستان کی طرف دوڑ جاتے اور کوئی ٹوٹی پھوٹی قبر مل جاتی تو اس میں گھس کر پڑے رہتے۔ ایک روز دیکھا کہ بازار میں حلوائی کے چولہے میں پڑے ہوئے ہیں۔

---

(۱): اسی حال سے حضرت کی استعداد کا کامل پتا لگ جاتا ہے کہ بیعت ہوتے ہی تمام حالت بالکلیہ بدل گئی۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے انتخاب میں لیتا ہے ان کی طبیعت کو روز ازل سے ہی مست محبت بناتا ہے اور جہاں ذرا سی بھی ٹھیس لگی وہیں بے تاب ہو بیٹھے اور بیعت بھی ایک جنبش پیدا کرنے کا ذریعہ ہے جس سے محبت میں تلاطم اور تموج پیدا ہو جاتا ہے۔

الغرض جتنے حالات اس منزل میں بلند ہوں گے اتنے ہی حالات منزل نزول میں بلند تر ہوں گے۔ یہ ابتدائی حالات جذب انتہائی مدارج قرب کی بنیاد ہیں۔ بشرطیکہ انجام پر نزول ہے۔ اسی جذب سے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کو انجام پر تڑپا دیا۔

(مؤلف) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قصور میں تشریف فرما تھے کہ بیٹھے بیٹھے اٹھ کر بھاگ نکلے۔ تمام یار حیران رہ گئے کہ خدا معلوم کدھر گئے۔ بندہ تلاش کو نکلا تو ایک طرف سے مجھے نسبت آنے لگی تو میں اس طرف چلا گیا جدھر سے نسبت آ رہی تھی۔ قریباً نصف میل کے فاصلے پر آپ کو جا ملا اور آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ آپ مستانہ حال کھڑے تھے۔ جب بندہ کی طرف توجہ کی تو بندہ نے عرض کی کہ آپ کو تو یہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے اور ہم پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ آپ میرے ہمراہ ہوئے اور مکان پر چلے آئے۔

چوتھا ذکر

ایک روز حالت سکر میں آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا ''ہن میں ہو گیا کوئی ہور، ہن مینوں کون (۱) پچھانے گا''، تین مرتبہ اسی طرح فرمایا اور پھر صحو میں آ گئے اور تین دفعہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا۔

پانچواں ذکر

مولوی چراغ الدین صاحب آپ کے پیر بھائی سکنہ اٹاری روایت کرتے ہیں کہ ایک روز بندہ آپ کے ساتھ فیض پور کلاں میں حکیم کرم الٰہی کو ملنے گئے۔ چونکہ حکیم صاحب قادری طریق تھے، اکثر بہتے پانی پر وظیفہ کرتے تھے۔ وہ وظیفہ کے واسطے کسی چلتے کنوئیں پر باہر گئے ہوئے تھے۔ بیساکھ کے دن تھے۔ گیہوں کٹ رہے تھے۔ ایک کٹے ہوئے کھیت سے جو گزر ہوا تو آپ فرمانے لگے کہ لوگ اللہ اللہ کرنے کے واسطے مجلس وغیرہ کرتے ہیں۔ اس کٹے ہوئے کھیت سے وہی کیفیت (۲) ہو تو مزا ہے۔ چنانچہ آپ کو اسی وقت وجد ہوا اور آپ دیر تک کھیت میں لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔ میں یہ حالت دیکھ کر ڈرا کہ کہیں آپ کا بدن زخمی نہ ہو جائے مگر اللہ کریم کا فضل ہی رہا۔

چھٹا ذکر

مولوی چراغ الدین صاحب مذکور روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جناب قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ براستہ ٹھوکر لاہور تشریف لے جا رہے تھے، دو تین آدمی یکّے پر ساتھ بیٹھے تھے۔ سڑک کے کنکروں کا ڈھیر دیکھ کر فرمایا: لوگ مجلسیں کرتے ہیں اور مشکل سے دیر کے بعد کبھی وقت آتا ہے اصل بات تو یہ ہے کہ اس کنکروں کے

---

(۱): یہ جذبہ یہ جوش کوئی معمولی نہیں بلکہ صرف ایک درجہ ''انا الحق'' کے نیچے جو حضور رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے بے اختیار اندرونی جذبہ سے بھرپور ہو کر نکلا تھا۔ ایسے جذبات کا ظہور معمولی نہیں بلکہ اس وقت ایسے جذبے ظاہر ہوتے ہیں جب تمام طبیعت بالکلیہ جذبا... سے لبریز ہو کر بے خود ہو جاتی ہے اور اپنے وجود اپنی ذات کا انتفائے کلی ہو کر ایک نیا وجود نئی ہستی اندر قائم ہو جاتی ہے۔ اس وقت بے اختیار عالم محویت میں آ کر سالک اپنا ترانہ جذباتی گانا شروع کر دیتا اور برملا وہ کہتا ہے جو کہنے میں نہیں آتا۔

(۲): مطلب یہ ہے کہ سالک پر ایسی کیفیت ذاتی طاری ہو جائے کہ ہر جگہ اس کے لئے مجلس ذکر ہو جائے اور قیود اور رسوم سے الگ ہو کر اپنی کیفیت میں اشیاء کو دیکھے نہ کہ اشیاء سے بھی اپنی کیفیت تلاش کرے۔ سبحان اللہ کیا پتے کی بات ہے۔

ڈھیر سے بھی وہی کیفیت [1] ظاہر ہوا اس پر بھی آپ کو سخت وجد ہوا اور ٹیکے سے گر کر زمین پر دیر تک لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔

ساتواں ذکر استغراق اور محویت تامہ

مولوی چراغ الدین صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ آپ کو قرآن شریف سن کر اکثر وجد ہو جایا کرتا تھا۔ ابتداء میں کئی دفعہ اتفاق ہوا کہ شام کی اذان کے واسطے کھڑے ہوئے ہیں اور عشاء تک کھڑے رہے۔ ایک دفعہ پوہ کے مہینے میں آپ عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے جب پہلے سجدہ میں گئے تو آپ کو وجد ہو گیا اور اسی حالت میں آپ تین صفیں پھاند کر باہر آ گئے۔ حافظ رانجھا صاحب نے نماز کو ختم کیا۔ آپ دوسرے دن آئے تو فرمایا: میں رات قبرستان میں پڑا رہا۔

آٹھواں ذکر سوز اندرونی کی کثرت

ان دنوں میں حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سایہ کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شدت کی گرمی میں پتھریلی زمین پر تیز دھوپ میں لوٹتے اور پڑے رہتے اور سرد آہیں کھینچتے اور اکثر اوقات روتے بھی۔ بعض آدمی کہتے تھے کہ ان کے پاس کیا جائیں وہاں تو ماتم ہی برپا رہتا ہے۔

مجاہدہ کی اصلی صورت

نیز مولوی [2] چراغ الدین صاحب کہ آپ گرمی کے موسم میں مسجد کے اوپر فرش پر کھڑے ہو کر دعا سریانی پڑھا کرتے اور اسی طرح دو دو گھنٹے برابر کھڑے رہتے۔ ذرہ بھر حرکت نہ کرتے یا مسجد کے کسی کونے میں پڑے رہتے اور ساون بھادوں کے دنوں میں شام کے بعد مسجد کے اندر تشریف لے جاتے اور عشاء کے بعد بھی از حد حبس میں کئی گھنٹے اندر بیٹھے رہتے اور ہم لوگ اندر جاتے تو گرمی اور حبس سے سخت گھبراہٹ ہوتی مگر آپ ایسی جمعیت سے بیٹھے رہتے گویا نہایت خوشگوار ہوا میں استراحت فرما رہے ہیں، سبحان اللہ! آپ نے جو مجاہدہ [3] کیا ہے فی زمانہ شاید کوئی ہو تو ہو۔

---

(۱): جذبہ محبت کی انتہا دیکھو کہ اپنی زبان ہی اپنے دل کے اندر اثر کا طوفان برپا کر رہی ہے۔ خود ہی موثر اور خود ہی متاثر۔ یہ وہ قال ہے جس کے اندر حال ہے اور وہ حال ہے جس کی زبان قال ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

(۲): یہ تمام واقعات محبت ازلی کا نشان ہیں۔ مجاہدے کو ان سے تعلق نہیں۔ ذاتی محبت والے سالک کی محبت مجاہدے کی راہ دکھاتی ہے اور غیر ذاتی محبت کی پیدائش کے لئے مجاہدے اختیار کئے جاتے ہیں تاکہ یہ جذبہ پاک پیدا ہو۔ دونوں جذبات میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے اور اسی پر سلوک کی انتہا کا دارومدار ہے ورنہ ہزاروں مجاہدہ کش پھرتے ہیں کہ الف سے بے بھی نہ ہوئے۔

(۳): کہنے کو تو یہ مجاہدہ کہا گیا لیکن یہ مجاہدہ کہاں، مجاہدہ تو وہ جس میں تکلیف ہو، مشقت ہو، بلکہ یہ عشق و محبت کی وارفتگی اور سوز ساز کی مستانہ چال ہے اور آشفتہ حالی، مجاہدہ کو اس سے کیا نسبت۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! صاحب ذوق و درد کو ان حالات سے جو لطف آتا ہے وہ صاحب مجاہدہ کو =

(مؤلف) حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! شروع سلوک میں زار وزار روتے اور سرد آہیں بھرتے۔ تب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حق تعالیٰ کی درگاہ سے شبلی کو ایک امانت دی گئی ہے اور اس کو آہ وزاری میں مبتلا کیا گیا۔

نواں ذکر

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے بیٹھے فرما رہے تھے ''اللہ بھائیا'' اتنی بات فرما کر آپ اتنے ہنسے اتنے ہنسے کہ خطرہ ہوا کہ جاں بحق نہ ہو جائیں۔ جب افاقہ ہوا تو پھر ایک دفعہ ''اللہ بھائیا'' فرما دیا۔ بندہ دیکھتا تھا کہ لب ہنس رہے تھے اور آنکھوں میں رقت جاری تھی۔ یہ حالت کئی بار گزری اور ہر بار یہی خطرہ ہوتا کہ کہیں روح پرواز نہ کر جائے۔ خدا جانے اس میں کیا اسرار تھا۔ سبحان اللہ (۱)

حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرشتے اولیاء اللہ سے تین جگہ بہت حیرت زدہ ہوتے ہیں۔ ایک تو کراماً کاتبین لکھنے کے وقت، دوسرا ملک الموت روح قبض کرتے وقت، تیسرے منکر ونکیر سوال کے وقت۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ کبھی میں اس کا ابوالحسن ہوں اور کبھی وہ میرا ابوالحسن ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف اور عاشق کا وقت زمانہ بہار کی مانند ہے۔ بدل گرجتا ہے، مینہ برستا ہے، بجلی چمکتی ہے، ہوا چلتی ہے، گل اور پھول کھلتے ہیں، بلبل چہچہاتی ہے، عارف اور عاشق مولا کا حال ہو بہو ایسا ہی ہے کہ آنکھ روتی ہے، لب ہنستے ہیں، دل جلتا ہے، سر ہلتا ہے، اپنے معشوق کا نام جپتا ہے اور اس کے دوازے کا چکر لگاتا ہے اور اے لوگو! یاد رکھو کہ ہمت خدا پاک کی طلب کا نام ہے اس کے سوا کسی طلب کا نام ہمت نہیں بلکہ بزدلی اور ہیجڑاپن ہے۔

دسواں ذکر

محرم کے مہینہ میں لڑکیاں حسا حسا کر کے پیٹ رہی تھیں۔ چونکہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حالت بے قراری کا عالم تھا۔ درد جاناں میں سرگرداں پھر رہے تھے، پھرتے چلتے اس محلہ میں آ نکلے جہاں وہ لڑکیاں

= کہاں بلکہ صاحب مجاہدہ تو اپنی تکلیف سے اپنی نفس کشی ابھی کر رہا ہے۔ حالانکہ مجنون محبت کے نفس کی دھجیاں بھی خاک سیاہ ہو کر معدوم ہو چکیں۔ اسے نفس کشتی سے کیا تعلق۔

(۱): یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کا صحیح مراقبہ کا انتہا یہ ہی ہے کہ ایسے لفظ منہ سے محبت بھرے نکلیں۔ یہ ہنسی ورقت مشاہدہ جمال کی مسرورانہ ادا تھی لیکن کہنے کو تو لفظوں میں کہہ دیا مگر یہ حال تو اتنا بلند ہے کہ زمین وآسمان اسے نہیں سما سکتے۔

ماتم کر رہی تھیں۔آپ نے بھی انہیں لڑکیوں میں کھڑے ہو کر ایسا پیٹنا شروع کیا کہ گویا ماتم بپا ہو گیا۔لڑکیاں یہ معاملہ دیکھ کر سب گھروں کو بھاگ گئیں اور آپ کے سوز و گداز کا کوئی اندازہ نہ تھا۔

گیارہواں ذکر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ عید کے دن مسجد کی طرف آئے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں سوز بھرا ہوا تھا۔ چہرہ پر بے قراری کا عالم نمایاں تھا۔لوگوں نے خیال کیا کہ آپ نے کپڑے کیوں نہیں بدلے۔ جب آپ خطبے پر کھڑے ہوئے تو فرمایا میاں! عید تو تب ہے جب دل خدا کی طرف عود کرے ورنہ عید کیسی۔

بارہواں ذکر

ایک روز فرمایا: میں حالت بے قراری میں شہر سے باہر نکل گیا۔قبرستان کی طرف سے سماع کی آواز آئی۔ میں قبرستان میں گیا۔ایک شخص سے دریافت کیا کہ سرودھ کہاں ہو رہا ہے۔اس نے کہا سرودھ کیسا۔ چونکہ مجھ کو آواز آ رہی تھی اس آواز پر آگے گیا حتیٰ کہ میاں محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ آواز مزار سے آ رہی ہے۔تو میں نے صاحب مزار کو کہا کہ ابھی تک سرودھ میں ہی پڑے ہوئے ہو اور وہاں سے بھاگ کر آگے چلا اور مزار حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچا۔ وہاں جا کر کھڑے ہوئے ہی تھے کہ گر پڑے اور وجد میں آ گئے۔ جب ہوش میں آئے تو صاحب مزار کو کہا کہ تم گرانا ہی جانتے ہو۔ پھر چاروں طرف سے خوشبو آنے لگی۔ میں نے کہا کہ یہ کچھ بات ہے۔ وہ خوشبو فیضان الٰہی تھا۔

تیرہواں ذکر

(بندہ) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بندہ جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سرہند شریف گیا۔ ایک حجرہ میں قیام کیا۔ ایک روز بیٹھے بیٹھے آپ وجد میں آ گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ بندہ بھی ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ بندہ کی انگشت آپ کے ہاتھ آ گئی اور دوسرے ہاتھ میں دوسرا بازو تھا۔ جب آپ اچھلتے تو بندہ کے دونوں ہاتھ ساتھ ہی اوپر چلے جاتے۔ جب آپ اپنے آپ میں آئے تو فرمایا: میں کیا دیکھتا ہوں کہ مجدد رحمۃ اللہ علیہ نظر آئے اور آپ نے اپنے پاؤں کے انگوٹھے کا میری طرف اشارہ کیا۔ میں وجد میں آ گیا۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے تو اپنے ہمراہیوں سے تمام اسباب لے کر گٹھڑی باندھ کر خود آپ نے اٹھا لیا اور کسی کو نہ اٹھانے دیا اور آپ بڑے شوق سے چلتے تھے۔ آپ کو مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت ارادت تھی اور کبھی کبھی سرہند شریف جایا کرتے تھے۔

چودہواں ذکر

میاں علم الدین، سکنہ قصور کا بیان ہے کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ جذب کی حالت میں بیٹھے بیٹھے آگ کے سلگتے ہوئے انگاروں کو پکڑ کر منہ میں ڈالتے اور فرماتے کیسے خوبصورت ہیں۔ ہاتھ اور منہ پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

پندرہواں ذکر

بندہ (مؤلف) ایک دفعہ آپ نے خود بھی اظہار کیا تھا۔ فرمایا: ایک وقت ایسا ہوا تھا کہ حالت سکر میں چھٹانک چھٹانک مرچ سرخ کچی کھا جاتے تھے۔ میرے سامنے بھی ایسا ہی کیا اور آپ کو کچھ نقصان [1] نہ پہنچا۔

سولہواں ذکر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ گھوڑی پر سوار ہو کر قصور تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بھیڑ بولی۔ آپ آواز سنتے ہی گھوڑے سے گر پڑے اور کچھ عرصہ وجد میں رہے۔ جب وجد کی حالت جاتی رہی تو گھوڑا آپ کے پاس کھڑا تھا پھر آپ سوار ہو کر قصور تشریف لائے۔

سترہواں ذکر

ایک [2] روز کا ذکر ہے کہ آپ خانقاہ حضرت عبدالخالق قصوری رحمۃ اللہ علیہ پر تشریف لے گئے اور شاہ صاحب حضرت مخدوم حسین سجادہ نشین کے ہمراہ ایک ٹیلے پر جا چڑھے۔ ایک راہ سے گزرنے والے نے شعر پڑھا:

کُلُّ عَمَلِیْ شَرًّ وَ ذَلَلَ　　　مجھ سے نہ ہوا کوئی نیک عمل

یہ شعر سنتے ہی آپ پر ایسا جذب طاری ہوا کہ آپ لوٹتے لوٹتے ٹیلے کے نیچے آ پڑے۔

بندہ چونکہ متقدمین کے حال سے آپ کی مناسبت دکھاتا آیا ہے اس واسطے حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ مختصر سا حال درج کرتا ہوں۔ شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر جریمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک دفعہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ لوگ مجھے مجنون بتاتے تھے اور میں جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاتا اور برہنہ جسم ہو کر کانٹوں پر لوٹتا۔ شور و غوغا کرتا، تمام بدن سے خون جاری ہو جاتا۔ لوگ

---

(۱): جب سالک توحید میں غرق ہو جاتا ہے تو تمام اشیاء کے افعال و خواص پر اس کی نظر نہیں رہتی بلکہ ذات میں استغراق کامل ہونے کی وجہ سے افعال خواص اشیاء کا واہمہ بھی نہیں رہتا اور جب حقیقی مسبب پر نظر جا لگتی ہے تو تمام اشیاء کے خواص افعال بھی غیر متاثر ہو بیٹھتے ہیں ایسے وقت میں نہ آگ ہاتھ جلاتی ہے نہ برف ٹھنڈک دیتی ہے، نہ کوئی چیز مفید نہ مضر ہوتی ہے نہ تلخی کا پتا لگتا ہے نہ شیرینی کا۔

(۲): جب طبیعت سراسر حال ہو جائے تو پھر ہر ایک حرکت ہر ایک آواز سے طبیعت میں تغیر عظیم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن کی طبیعت فانی ہوتی ہے ان پر کچھ اثر بھی نہیں کرتا۔ خواہ غزل یا حدیث شریف یا کلام مجید ہی کیوں نہ پڑھا جائے۔

مجھے شفا خانے میں لے جاتے مگر وہاں میری حالت اور بھی ابتر ہو جاتی۔ یہاں تک کہ مجھ میں اور مردہ میں کوئی تمیز نہ رہتی۔ لوگ کفن لے آتے اور غسال کو بلوا کر مجھے نہلانے کے تختہ پر رکھ دیتے مگر معاً میری حالت درست ہو جاتی۔

(مؤلف) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میاں غلام محمد صاحب کتار یہ شرقپوری حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قصور آئے۔ اس نے مسجد کے حجرہ میں ایک غزل دیوان ضامنؔ کی پڑھی:

میں ہوں مسجودِ ملائک بشکل آدم نورِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بنا ہوں تن تنہا یا ہو

اس وقت آپ دیوار کے ساتھ کمر لگائے تشریف فرما تھے۔ دیوار کے ساتھ ہی لپٹے ہوئے کھڑے ہو گئے اور عالم حیرت میں بہت دیر رہے۔

(مؤلف) ایک روز آپ نے فرمایا چونیاں چلو گے؟ بندہ نے عرض کی بسر و چشم۔ رات کی گاڑی سے چھانگا مانگا جا اترے۔ گرمی کا موسم تھا۔ ذخیرہ قریب تھا۔ مچھر نے بہت تنگ کیا۔ صبح پیدل چل کر چونیاں پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پر ایک قسم کا جوش اور گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ بڑے زور سے فرمایا: ہم یہاں کیوں آ رہے ہیں، ہم کون ہیں، کیا بن کر آئے ہیں، چلو پیچھے ہٹیں۔ بندہ یہ سن کر حیران ہوا کہ ایک تو رات بھر جاگے ہوئے، دوسرا آٹھ کوس منزل کی ہوئی تھی، آخر بمجبوری آپ کے ساتھ ہو لیا اور شہر کے باہر ایک بڑی لکڑی کی گیلی پڑی ہوئی تھی، بندہ اس پر بیٹھ گیا۔ مجھے دیکھ کر آپ بھی بیٹھ گئے۔ آنکھیں سرخ اور طبیعت پر بے قراری ظاہر ہو رہی تھی۔ خدا کی حکمت کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے چچا محمد عاشق صاحب جو وہاں کے قانون گو تھے، آ نکلے۔ ہمیں دیکھ کر فرمایا: ہیں! تم کہاں؟ پھر دونوں کو ہمراہ لے لیا۔ مولوی فضل حق صاحب اس زمانہ چونیاں میں نائب تحصیلدار تھے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصین یاروں میں سے تھے۔ انہیں کے مکان پر آپ تین چار یوم ٹھہرے۔ مولوی صاحب نہایت بڑی تواضع اور ادب سے پیش آئے۔ ایک روز مسجد میں نماز عشاء کے لئے گئے۔ لوگوں نے مجبور کر کے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امامت کے لئے درخواست کی۔ بعد اصرار آپ نے منظور فرمالیا۔ جب نماز پڑھانے لگے تو چونکہ ان دنوں آپ پر سکر بہت غالب تھا، جب سجدے میں گئے، ایک سجدہ کیا، دوسرا کیا، تیسرا کیا، جب چوتھے کو جانے لگے تو لوگوں نے غل مچا دیا۔ جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو کسی نے کہا تین سجدے ہوئے ہیں۔ ایک زمیندار کہنے لگا اگر ہم غل نہ مچاتے تو یہ بس کرنے کے نہیں تھے۔ الغرض! جب چونیاں سے رخصت ہوئے تو مولوی فضل حق صاحب

(۱): آپ کی گھبراہٹ کی وجہ آپ کے چچا صاحب کی وجہ سے تھی۔ اکثر سالک پر ایسا ہوتا ہے کہ کسی اچنبہ واقعہ سے پیشتر طبیعت میں ایک جوش آ جاتا ہے۔ چونکہ طبیعت پُر از سکون ہوتی لیکن کسی واقعہ ظہور طلب کی آمد ہوتی تو طبیعت میں تموج پیدا ہو جاتا اور بعض وقت سفر کی نیرنگی سے طبیعت میں بے رنگی پیدا ہوتی ہے اور غالباً یہاں دونوں امر کی وجہ سے آپ کی حالت میں اتنا جوش آیا کہ فرمایا: ہم کیا ہیں، کیا بن کر آئے۔

تحصیلدار نے نہایت ادب سے آپ کو رخصت کیا اور اس وقت بندہ کو علیحدہ لے جا کر کہا کہ مجھ کو حضرت میاں صاحب سے بڑا خوف[1] آتا ہے۔ تم میرا یہ کام کرو میں تجھے کچھ دیتا ہوں۔ جب تم چونیاں سے چلے جاؤ گے تو کہیں راستہ میں آپ کو دے دینا۔ میں نے تقریباً چھانگا مانگا پہنچ کر وہ رقم آپ کو دے دی۔ وہ کاغذ کی پڑیا میں بندھی تھی۔

(بندہ) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قصور تشریف لائے۔ میاں سراج الدین صاحب باغبانپوری قصور میں نائب تحصیلدار ہو کر آئے ہوئے تھے۔ آپ کو بازار میں ملے۔ آپ مستانہ حال کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر میاں سراج الدین صاحب اپنے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت بندہ کو آپ نے فرمایا: یہ کہتے ہیں کہ ہماری قوم میں سے یہ لڑکا دیوانہ ہو گیا ہے اور اکثر لوگ آپ کو دیکھ کر یہی کہتے۔ چنانچہ ایک عرب نے آپ کو کہا: هٰذَا مَجْنُوْنٌ۔ یہ باتیں متقدمین بزرگوں کو بھی لوگ کہتے رہے۔

دیکھو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا حال جب آپ عشق الٰہی میں مجنون اور دیوانہ ہو گئے تو دس بار آپ کو زنجیروں میں جکڑا گیا مگر آپ کو کسی طرح چین نہ ہوا۔ پھر آپ کو شفاخانہ میں لے گئے۔ ایک بار مدت تک ایک مکان میں قید رکھا اور تمام لوگ کہنے لگے کہ شبلی دیوانہ ہو گئے ہیں۔ تب آپ کہنے لگے میں تمہارے نزدیک دیوانہ ہوں۔ تم میرے نزدیک دیوانے ہو۔ ہاں میاں تمہاری ہوشیاری تمہیں مبارک رہے اور ہماری دیوانگی ہمیں مبارک۔

شیخ ابوسعود احمد بن ابی بکر حریمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک دفعہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ لوگ مجھے مجنون بتاتے اور میں جنگلوں میں نکل جاتا۔

بندہ (مؤلف) روایت کرتا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار آپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت تنگ آ گئے تھے۔ چونکہ چار چار جوڑے کپڑوں کے پھاڑ دیئے جاتے، دو دو صد روپیہ سر پر قرض اٹھا لیتے تو آپ کے والد صاحب ناراض ہوئے۔ آپ ان کی خفگی کے سبب لاہور تشریف لے آئے۔ وہ بھی اس ارادہ پر کہ کہیں خوش نویسوں میں ملازمت کر لی جائے مگر طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ لاہور سے گھبرا کر قصور تشریف لے آئے اور بندہ سے تمام تذکرہ کیا اور یہ بھی فرمایا: میں نے نفس کو ملامت کی۔ بعدہ تیسرے روز آپ کے والد صاحب قصور تشریف لائے اور حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آپ کو جا پایا اور ہمراہ لے کر تشریف لے گئے۔ ان دنوں میں عجیب عجیب کیفیات آپ پر طاری ہوئی تھیں۔ ایک روز بندہ سے بغلگیر ہوئے تو آپ

(۱): محبت کا جذبہ جب مرید میں کامل ہو جاتا ہے تو پیر سے نہایت خوف کھاتا ہے۔ جیسے عاشق اپنے عشق کی وجہ سے اپنے معشوق سے خوف کھاتا ہے۔ ساتھ ہی اخلاص و محبت باطنی بصارت تیز کر دیتی ہے جس کی وجہ سے باطنی انوار پیر و مرشد سے طبیعت پر بے حد اثر پڑتا ہے اور عوام اس سے بے خبر ہوتے ہیں۔

کے سینے سے صاف طور پر اسم ذات کی آواز آتی تھی۔اس کے بعد بندہ نے عرض کی کہ مجھے بھی فقیری عطا فرمائیے۔آپ نے فرمایا: اگر مجھے فقیری مل گئی تو میں تجھ کو ضرور دوں گا۔

(بندہ) آپ کے والد بزرگوار آپ کی مجذوبانہ حالت دیکھ کر بہت حیران رہتے تھے۔ایک فقیر صاحب کشف غالباً حصار کے باشندے تھے،ان سے جا کر آپ کے والد صاحب نے عرض کی کہ میرا لڑکا دیوانہ سا ہو گیا۔انہوں نے جواب دیا کہ دیوانہ نہیں ہے اور فرمایا: جب برخوردار کی عمر چالیس برس کی ہوگی تو اس کا عروج دیکھو گے۔ایک روز بندہ بھی خدمت میں حاضر تھا،آپ اس زمانہ میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

ارے او مے کدہ کے جانے والے ذرا کہہ دینا پیر مغاں کو
شراب شوق کا کم ہو گیا کیف' پلا ایسی کہ بھولوں دو جہاں کو

اور کبھی کبھی یہ بھی فرمایا کرتے:

اے در درونِ جاناں جاں از تو بے خبر
عالم تمام پسر است جہاں از تو بے خبر

یہی واقعہ ایک بزرگ نے بندہ کے روبرو بھی بیان کیا تھا کہ جب آپ کی عمر چالیس برس کی ہوگی تو اس کا عروج بہت ہوگا۔

ایک روز آپ نے فرمایا: مجھے [1] زمین پر چلنا پھرنا، پیشاب پاخانہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ہر جگہ اسم ذات روشن ونورانی نظر آتا ہے۔اس لئے پیشاب پاخانہ میں دقت ہے۔

ازیں قسم حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اسم اللہ میں ایسے فنا ہو گئے تھے کہ ایک بار لڑکوں نے آپ کو دیوانہ سمجھ کر پتھر مارے،آپ کا بدن زخمی ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا۔ہر قطرہ خون جو زمین پر گرتا تھا،اس قطرے سے لفظ اللہ بن جاتا۔بندہ کہتا ہے کہ یہ ابتدائی منازل ہیں۔اوپر کی منزلوں میں جا کر ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میاں حسن الدین صاحب سکنہ کھیم کرن (جو قریب قصور کے ایک قصبہ ہے) کی شادی پر تشریف لے گئے اور بیٹھے بیٹھے اٹھ کر بھاگ گئے۔بندہ نے جا کر تلاش کیا اور ایک جگہ جا پایا۔عرض کی کہ آپ کو بھاگ جانا اچھا معلوم ہوتا ہے اور ہمیں دقت ہو جاتی ہے۔آپ نے فرمایا یہ لوگ مجھے دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے کہ داڑھی منڈوں کا پیر آیا ہوا ہے۔پھر بندہ کے ہمراہ اس جگہ آ گئے۔

---

(۱): جب سالک کی حالت شغل ذکر میں محو ہو جاتی ہے تو ہر جگہ وہی نظر آتا ہے جس میں وہ محو ہوتا ہے۔یہ درجہ ترقی سالک میں شمار ہوتا ہے جسے عروج کہتے ہیں اور اکثر کاملین کو اس درجہ سے عبور کرنا پڑتا ہے بلکہ جتنا یہ حال بلند ہوگا اتنا ہی سالک آئندہ زیادہ نزول میں صاحب عروج ہو گا۔(محمد عمر بیربلوی)

تدلی

ایک روز بندہ سے آپ نے فرمایا: میں ایک روز خداوند جل شانہ کی طلب میں جنگل میں حالت بے قراری میں جارہا تھا۔ میرے دل[1] میں ندا آئی کہ "لے ستر برس کی کیتی کتری" اس وقت گرمی اور شدت کی دھوپ تھی۔ میرے دل میں پھر ندا آئی کہ "گھبراؤ نہیں ذرا گردن جھکا لے"۔ میں نے گردن جھکالی۔ جب گردن اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابر ہو گیا ہے اور بارش ہونے لگی پھر دوسری دفعہ جنگل میں گیا۔ طبیعت میں گھبراہٹ تھی۔ شوق الٰہی میں دل بے تاب تھا۔ پھر میرے دل میں ندا آئی کہ لے ستر برس کی کیتی کتری۔ مگر طبیعت کو چین نہ ہوتا تھا۔ شوقِ وصال محبوب میں بے قراری روز بروز بڑھتی رہی۔ نہ وصال ہوتا نہ طبیعت کو قرار ہوتا۔

بے نفسی کی انتہا

آپ کے پیر حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف والوں نے ایک اجازت نامہ لکھا جس میں نہایت مہربانی کے کلمے تحریر فرمائے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا: آپ اس اجازت نامہ کو لے لیں۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ میں خلیفہ بننے کے لئے مرید نہیں ہوا، میں تو بندہ بننے کے لئے مرید ہوا تھا۔ غرض کہ اڑھائی برس اسی کشمکش میں گزرے۔ بعد اڑھائی سال کے حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے یوں فرمایا شیر محمد! میں تمہارا پیر ہوں۔ میرے حکم کا ماننا تمہارے ذمہ ہے۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے وہ اجازت نامہ لیا۔ (بندہ) خلافت حاصل ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں ہزار ہا لوگ بیعت ہونے کو آتے مگر آپ قبول نہ کرتے اور یہ فرمایا کرتے کہ میں تو اپنے آپ کو (پان) یعنی خارش کے مارے ہوئے کتے کی طرح دیکھتا ہوں اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مجبور کرتے ہیں مگر میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں پاتا۔ ایک روز آپ سے بمجبوری مولوی یار محمد صاحب مرحوم سکنہ چونیاں کو داخل طریق کرادیا آپ لیکن پھر اسی نفی میں رہے۔

(بندہ) ایک دفعہ موضع ہرچوکی آپ کے ہمراہ جانے کا اتفاق ہوا، وہاں ایک نوجوان لڑکا دیکھا جس کی رنگت سیاہی مائل تھی۔ جب بندہ نے اس کی طرف دیکھا تو دل اس کی جانب کھنچا[2] گیا۔ بندہ نے اس سے

---

(۱): تصوف کی اصطلاح میں تو کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندہ سے سرگوشی فرماتے ہیں تو گو مدارج میں یہ درجہ انتہائے سلوک سے کم ہی ہو مگر اس میں لطف بڑا ہے کیونکہ یہاں آ کر کلیمی درجہ مل جاتا ہے اور اس شرف کی قدر وہی جانتا ہے جسے شرف عنایت ہوا اور یہ سرگوشی اتنی صحیح ہوتی ہے جتنی سورج کی روشنی میں کسی قسم کا شک سالک کو نہیں رہتا ہے اور درحقیقت ہوتا بھی حق ہے کہ عنایت خاصہ سے وہ ملتا ہے جو عبادت سے نہیں ملتا۔

(۲): جس طرح ظاہری شناسائی کا تعلق آنکھ سے ہے۔ اسی طرح باطنی شناسائی کا تعلق دل سے ہے اور جس طرح ظاہراً اپنی جماعت کے نشان پانے سے طبیعت خوش ہوتی ہے۔ اسی طرح باطنی طبیعت کے نور سے دل میں سرور آتا ہے۔ اس لڑکے میں اخلاص ومحویت کا نور چمک رہا=

دریافت کیا کہ آپ کس کے ملنے والے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بارہا حاضر ہوا مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ پھر ایک نوشاہی طریق کا فقیر یہاں آیا۔ اس نے کہا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ فلاں لڑکے کو جا کر بیعت کر لو۔ سو میں نے ان سے بیعت کر لی۔ بندہ نے اس کی بیعت کا طریقہ پوچھا۔ اس لڑکے نے جواب دیا کہ پہلے اس فقیر نے مجھے وضو کرایا پھر حکم دیا کہ اپنے والد کو سجدہ کرو۔ میں نے والد کو سجدہ کیا۔ پھر اس نے کہا اب مجھے سجدہ کرو۔ میں نے اس کو بھی سجدہ کیا۔ یہ میں نے بیعت کی۔ بندہ یہ واقعہ سن کر اس شخص کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا اور اس کی بیعت کا واقعہ سنایا اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ آپ تو نفی میں رہیں اور خلق خدا مشرک ہوتی جائے۔ مانا آپ فرماتے ہیں کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں مگر آپ شرک کی تعلیم تو نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے کچھ فکر کی۔ اس کے بعد تلقین کا طریقہ جاری کر دیا۔

(بندہ) ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ قصور تشریف لائے، بارش نہیں ہوتی تھی، خلقت تنگ آ گئی تھی بلکہ آپ کے آنے سے تین روز قبل نماز استسقاء بھی عید گاہ میں پڑھی گئی تھی۔ آپ جب قصور تشریف لائے تو سیدھے عید گاہ تشریف لے گئے۔ بندہ نے عرض کی کہ یہاں تین دن نماز برائے بارش پڑھی گئی ہے لیکن بارش نہیں ہوئی۔ آپ نے تکیہ منبر سے لگا لیا۔ کبھی آپ کے چہرہ کی رنگت زرد ہو جاتی اور کبھی سرخ ہو جاتی تھی۔ آنکھوں کی رنگت بھی متغیر ہو گئی، وجود پر نہایت بے قراری کا عالم تھا۔ ادھر مشرق کی طرف سے ایک غبار اٹھا اور ہم جب مسجد سے باہر نکلے اور مزار حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو برائے زیارت جا رہے تھے کہ راستہ میں اس قدر بارش ہوئی کہ جب ہم واپس آئے تو پل پر سے گزرنا پڑا کیونکہ راستہ میں جو گڑھا آتا تھا پانی سے لبریز تھا اور تمام پانی ہی پانی نظر(۱) آتا تھا۔

ایک(۲) دفعہ آپ براستہ رائیونڈ قصور تشریف لائے۔ بندہ سے ملے تو ذکر فرمایا: راستہ میں مجھے ایک بزرگ ملے تھے۔ بندہ نے خیال کیا شاید کوئی بزرگ ملے ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا انہوں نے مجھے چھڑیوں سے مارا ہے اور کچھ پاس تھا چھین لیا۔ تب میں نے خیال کیا کہ کوئی آپ کو رہزن ملا ہو گا۔ پھر فرمایا: مجھے اپنے آپ پر کوئی امید نہیں رہی۔

(بندہ) یعنی سوائے خدا کے اپنی ہستی پر نظر نہیں رہی۔ بندہ نے عرض کی ہستی سے گزرنا کس طرح ہوتا

= تھا۔ جس کی طرف حضرت مصنف کا دل بے اختیار اٹھا۔ اصل یہ ہی چیز ہے جو کوئی پیدا کر سکے۔

(۱): عارف کی توجہ ہزاروں دواؤں سے بڑھ کر اجابت پاتی ہے۔ اس کی بے قراری سینکڑوں بے قراریوں سے بڑھ کر نتیجہ خیز ہوتی ہے۔

(۲): اولیاء اللہ کا دل بشری خواص سے پاک ہوتا ہے اور غیر پر نظر نہیں رہتی۔

ہے۔آپ نے فرمایا: خیال کرلے کہ ہستی نہیں ہے۔ پھر عرض کی۔ پھر آپ نے یہی جواب دیا۔

تبلیغ، برحق مذہب کے غیر پابند سے غیر حق پابند اچھا ہے

مولوی چراغ دین صاحب کا بیان ہے کہ موضع اٹاری میں بابا اللہ دتا ملاح رہتا تھا۔اس کے جنازے پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ چونکہ وہ معمولی آدمی نہ تھا اس کے جنازہ پر سینکڑوں آدمی تھے۔ آپ نے وہاں بااثر وعظ فرمایا اور جس کی داڑھی کٹی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں آپ نے مونچھیں کٹوائیں اور آئندہ کے واسطے عہد لیا کہ پھر کبھی داڑھی نہیں کٹوائیں گے، نہ ہی منڈوائیں گے اور نماز پڑھیں گے۔ وہاں ایک سکھ مدرس موجود تھا۔ اس کو آپ نے بغل میں لے کر فرمایا ہم سے تو یہ سکھ ہی بڑھا ہوا ہے۔ افسوس یہ اپنے مذہب کی کس قدر عزت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو کیا ہو گیا۔ غرض اس وقت تمام حاضرین آپ کے نصائح سے متاثر ہو کر زاروزار رونے لگے اور زاری کے بعد سب نے توبہ کی اور عرض کی کہ آئندہ ہماری توبہ ہے۔ آپ ہمارے واسطے دعا فرمائیں کہ پچھلے گناہ بخشے جائیں۔

تبلیغ اپنا فرض جانتے تھے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قصور تشریف لائے۔ میاں محمد دین صاحب مرحوم آپ کے پھوپھی زادہ کے گھر باغبان پورہ سے بارات آئی۔ وہ تمام جنٹل مین انگریزی طرز کے لوگ تھے۔ بندہ اس وقت موجود نہ تھا۔ آپ کے پیر بھائی مولوی چراغ الدین صاحب کا بیان ہے کہ مجمع کثیر میں آپ ایک شخص سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا: تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا بدرالدین۔ اس کی داڑھی منڈھی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگا کر فرمایا بدر دین ایسے ہوتے ہیں۔ تمہارا نام بدلنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا پتاشے لاؤ کہ اس کا نام کسی ہندو نام سے بدل دیں۔ اس بات سے بہت سے جنٹل مین گھبرائے۔ آپ نے فرمایا تم سب مردود ہو۔ انہوں نے کہا ہمارے ساتھ تو ایک مولوی بھی آیا ہوا ہے جس کی داڑھی بہت بڑی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بھی مردود ہے۔ وہ تمہارے ساتھ آیا ہی کیوں۔ اس سے وہ گھبرائے۔ آپ اٹھ کھڑے ہو گئے۔ فرمایا: خداوند کریم جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتے اور کراماً کاتبین میری اس بات پر گواہ[1] رہیں جو میں نے حق تبلیغ کا تھا پہنچا دیا اور اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مکان کی دیواریں بھی لرز رہی ہیں اور تمام حاضرین پر بھی لرزہ طاری ہے اور پھر آپ وہاں سے بیزار ہو کر نکل آئے اور کھانا بھی نہ کھایا اور موٹر پر سوار ہو کر شرقپور روانہ ہو گئے۔

---

(۱): یہ عین صداقت کی دلیل ہے بعینہٖ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحلم اشھد۔

نمونہ تبلیغ

مولوی چراغ الدین صاحب کا بیان ہے کہ آپ فیض پور خورد پیر حسن شاہ صاحب کی فاتحہ پر تشریف لے گئے۔ گاؤں کے مرد و زن سب اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے وہاں پر وعظ فرمایا اور مسلمانوں کو ان کی حالت سے متنبہ کیا۔ وہاں بھی ایک سکھ موجود تھا اس کو پاس بٹھا کر مسلمانوں کا اس کی شکل سے مقابلہ کرایا۔ مسلمان بہت ہی شرمندہ ہوئے اور آئندہ کے واسطے توبہ کی۔

نسبت کی قوت

(۱) حاجی علی محمد صاحب سکنہ میر محمد علاقہ قصور، قصور تشریف لائے تو اسی موقع پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ حاجی علی محمد صاحب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آ کر ملے اور مجھے کہا کہ جب میں قصور میں داخل ہوا تو مجھے فیض آنا شروع ہو گیا۔ تعجب ہوا۔ یہ فیض کیسا ہے۔ پھر کسی سے معلوم ہوا کہ حضرت میاں صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس وقت میں سمجھا کہ نسبت اور فیض آنے کی وجہ یہی تھی۔

(بندہ) اس کی کچھ تشریح کرتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جس جگہ بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے یا سجدہ کرتا ہے تو وہ ٹکڑا زمین کا دوسرے ٹکڑے زمین پر فخر کرتا ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ وہ ٹکڑا زمین کا گواہی دے گا' اس کی جو اس پر سجدہ کرتا ہے یا ذکر کرتا ہے۔ دیکھ لیجئے صاحب بصیرت اگر کسی شہر میں داخل ہو تو وہ شہر شہادت دیتا ہے۔ اس پر جو اس میں خاص بندہ ہے۔

حقیقت بین آنکھ میں اپنے نفس کی حقیقت

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے۔ درگاہ حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بہت بڑا سیڑھیوں والا کنواں ہے (جسے پنجابی میں واں کہتے ہیں) اس میں دو لومڑ مرے ہوئے پانی سے پھول کر تیر رہے تھے۔ آپ نے دیکھا اور سیڑھیوں سے نیچے اتر کر ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکالا۔ اس کے بعد آپ ایک مکان پر تشریف لے گئے۔ مکان کا مالک موجود نہ تھا۔ وہاں ایک مٹکا پانی کا پڑا تھا جس پر گرد و غبار بھی پڑی ہوئی تھی۔ آپ اس میں سے پانی پینے لگے تو بندہ نے عرض کی کہ یہ مٹکا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا میں تو ایسا پانی پینے کے بھی لائق نہیں (۲) ہوں اور پانی پی لیا۔

---

(۱): باطن والے باطن والوں کا نشان پا لیتے اور نوری دل کی شعاعیں بہت دور تک روشنی کرتی ہیں۔

(۲): اصل فلسفہ یہ ہے کہ جب سالک کی نظر اپنے نفس پر ہوتی ہے تو وہ تمام اشیاء عالم کو اپنے سے پاک اور عمدہ دیکھتا ہے۔ اس وقت اسے کوئی چیز پلید نظر نہیں آتی اور اس کے لئے اس وقت سب کچھ مباح ہو جاتا ہے کیونکہ وہ تمام دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو کر ایک خالص اور ٹھوس حقیقت نفسی پر نظر انداز ہوتا ہے لیکن جب اسے شریعت غرا کے اصول و قواعد نظر آتے ہیں تو مولیٰ کریم کے احکام کی تعمیل اس سختی سے کرتا ہے =

ایک روز آپ نے فرمایا: میں لاہور سے شرقپور آ رہا تھا، جب کشتی سے اترا تو سامنے ایک کتا[1] دونوں ٹانگیں اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ مجھے گلے لگا لو۔ میں نے اسے گلے لگا لیا۔

(بندہ) مؤلف: ناظرین کو یہاں اعتراض پڑا ہو گا جس کے لئے مثال لکھتا ہوں۔

(مؤلف) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں آپ کو ایک کتا ملا جس سے آپ نے دامن بچایا۔ کتے نے زبان حال سے کہا: اے بایزید! میں سوکھا ہوں۔ میرے ساتھ اگر کپڑا الگ جاتا تو تو پلید نہ ہوتا۔ تیری ہستی کی جو پلیدی ہے اگر اس پر ساتوں دریا بہ جائیں تو یہ پاک نہ ہو گی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تیرا ظاہر پلید ہے اور میرا باطن پلید ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تیرے ساتھ رہوں تا کہ میرا بدن پاک ہو جائے۔ کتے نے جواب دیا: اے بایزید! تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتا کیونکہ میں صابر درویش ہوں۔ تیرے گھر میں ایک مٹکا گندم کا بھرا ہوا ہے اور لوگ آپ کو سلام کرتے ہیں اور مجھے دیکھ کر دھتکارتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر حیران ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود علوشان کے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا اور وہ پاک لوگ کھانے کے بعد چکنائی وغیرہ دور کرنے کے لئے ہاتھ کی انگلیاں نہ دھوتے بلکہ تلوں سے پونچھ لیا کرتے تھے اور مسجد میں نماز بھی بغیر فرش کے پڑھتے تھے اور سفر میں راستہ بھی اکثر پیدل چلتے۔ جو شخص زمین پر بغیر کچھ بچھائے لیٹ جاتا اسے عزت کی نظر سے دیکھتے اور باخدا سمجھتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و دیگر اصحاب صفہ کا قول ہے کہ ہم گوشت بھنا ہوا کھاتے اور اگر تکبیر نماز ہو جاتی تو انگلیوں کو کنکروں پر مل دیتے اور نماز میں شامل ہو جاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم رومال کو نہ جانتے تھے۔ ہمارے رومال ہمارے پاؤں کے تلوے ہوتے تھے۔ جب کوئی چکنی چیز کھاتے تو تلوے سے ہاتھ صاف کر لیتے۔

= کہ لوگوں کو دھوکا ہو جاتا ہے کہ تمام اشیائے طاہر اور پاک کو غیر طاہر اور پلید جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگ کوزہ، مصلیٰ، جانماز اور ظروف اپنے الگ تھلگ رکھتے ہیں لیکن حقیقت بین آنکھ کسی حالت پر بھی اعتراض کی گنجائش نہیں پاتی اور نہ کسی تذکرے کو خارج از بحث کرنا چاہئے۔ ایسے تذکرے سالک کے لئے خضر راہ کا کام دیتے ہیں۔

(۱): سنا گیا تھا کہ بعض احباب نے ایسے واقعات کے نکال دینے کا مشورہ دیا لیکن میری عاجزانہ گزارش یہ ہے کہ یہ ہی واقعات اصل کتاب کی جان ہیں جن کے لئے میرے جیسے بے اصل آدمیوں کے دل تڑپتے ہیں۔ کوئی اپنی طہارت اور اپنا تقویٰ لئے پھرے۔ ہمارا تو یہ مذہب ہے۔

ع کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست۔ لیکن درحقیقت دیکھا جائے تو یہ کفر عین اسلام ہے۔

خوف شریعت نہ ہوتا تو وہ کچھ لکھتا جو لکھنے سے باہر اور جو شریعت حقہ کے وجود سے بھی بیشتر ہے۔ یہ دنیاوی لباس ہے ورنہ اندر میں بھلا کیا کچھ نہیں۔

ان باتوں سے معلوم ہوا ہے ان لوگوں کی توجہ باطن کی لطافت اور پاکیزگی کی طرف ہوتی تھی اور امور ظاہری میں یہ پاک لوگ تکلف نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ راستہ کے کیچڑ میں ننگے پاؤں چلے جاتے اور باوضو ہو کر مسجد میں نماز زمین پر پڑھتے اور اونٹ گھوڑوں کے پسینے سے کوئی نفرت نہیں کرتے تھے حالانکہ یہ جانور اکثر نجاستوں میں لیٹا کرتے تھے۔

کسر نفسی و عبودیت کی شان اور نسبت کی لطافت

ایک دفعہ آپ پشاور تشریف لے گئے۔ واپسی میں آپ گولڑہ شریف اترے اور پیر مہر علی شاہ صاحب سے ملے۔ پیر صاحب نے کہا آپ کو کہاں نسبت ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے بندہ بنوں پھر مسلمان پھر بیعت کا نام لوں۔ اس واقعہ کے بعد جب آپ آغا سکندر شاہ صاحب پشاوری سے ملے تو یہ ذکر کیا۔ آغا صاحب نے بڑا تعجب کیا کہ اتنے بڑے آدمی اور نسبت (۱) دریافت کرتے ہیں۔

ولی اللہ کا فعل خالی از حکمت نہیں

(بندہ مؤلف) ایک روز آپ نے فرمایا: موضع فتوحی والہ چلو گے؟ بندہ نے عرض کی ہاں چلوں گا۔ بندہ اس سے ایک روز پہلے مرض اسہال میں مبتلا تھا۔ آپ نے راستہ میں دو سیر پھٹیں خرید فرمائیں اور ان کے ٹکڑے کر کے میرے آگے رکھ دیئے کہ کھالو۔ بندہ نے عرض کی کہ پہلے ہی بیمار ہوں۔ تو آپ نے فرمایا یہ تمہیں فائدہ کریں گی۔ میں نے کھالیں۔ پھر اس کے بعد مجھے اسہال وغیرہ کچھ نہ ہوا۔ فتوحی والہ میں حضرت حافظ نور احمد صاحب مرید حضرت سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے رہتے تھے۔ نہایت پاکیزہ صورت اور اخلاق حمیدہ رکھتے تھے۔ عمر اُن کی اسی سال کی تھی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی قصور تشریف لاتے تو موضع فتوحی والہ میں حافظ نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ضرور جایا کرتے تھے۔ ایک رات وہاں سو رہے تھے۔ خواب میں بندہ سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میاں جب کبھی کسی بزرگ کی خدمت میں آیا کریں تو پچھلے خیال پیچھے چھوڑ آیا کریں...... ورنہ فائدہ نہیں ہوتا۔ جب صبح بیدار ہوئے تو حالت بیداری میں بھی وہی کلمے دہرا رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو قصیدہ غوثیہ کے شعر پڑھا کرتے تھے۔ خواجہ نور احمد

---

(۱): آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعجب بجا تھا کہ کیوں کر اتنے بلند نسبت اولیاء کی نسبت کو حضرت پیر صاحب معلوم نہ کر سکے لیکن تعجب نہیں بھی ؎ گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ۔ گہے بر پشت پائی خود نہ بینم اور حقیقت کار لوگوں کو سب کچھ معلوم ہے۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن نسبت لطیف گل گلاب سے بھی زیادہ لطیف ہو کر پھیلتی ہے تو باوجود دماغ معطر ہونے کے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ خوشبو کہاں سے اٹھ رہی ہے۔ یہ صرف آپ کا ہی کمال اور لطیف نسبت کا یہ درجہ تھا کہ اتنے بڑے بزرگ اور اولیاء کو نسبت کا پتا نہ چلا مگر نسبت کثیف یا موٹی ہوتی ہے تو ہر ایک جان اور پہچان لیتا ہے۔

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ کے روبرو آپ کو اجازت دی تھی۔

خودنمائی سے کمال نفرت

(بندہ) شاہ پور کا ایک آدمی مسمی احمد دین آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ احمد دین کی طبیعت پر کچھ ایسا سکر غالب ہوا تھا کہ ہر وقت محویت میں رہتا تھا۔ انہی ایام میں اسے طاعون ہو گیا۔ استغراق کی حالت میں اسے طاعون کی تکلیف کا کچھ پتا نہ چلا۔ اس شخص کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ جب بندہ شرقپور شریف جاتا تو اس کے پاس رات کو ٹھہرتا۔ اس کا بیان ہے کہ میرے کھیتوں کو چوہا کھا تا تھا اور بہت نقصان کرتا تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ پور تشریف لائے۔ میں نے عرض کی تو فرمایا تمہاری کھیتی کون سی ہے۔ میں آپ کو کھیت میں لے گیا۔ آپ کھیت کے بیچ سے گزرے۔ اس کے بعد ہماری کھیتی میں کبھی چوہے نے نقصان نہیں کیا۔ ان دنوں میں احمد الدین کئی کئی روز تک نہ کھاتا تھا اور طاقت بحال رہتی۔ ایک روز اسے خیال آ گیا کہ یہ مرتبہ تو ابدالوں کا ہے۔ زبان سے بھی اظہار ہو گیا۔ یہ بات میاں دل محمد صاحب نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گوش گزار کر دی۔ آپ سن کر ناراض ہو گئے اور احمد الدین کی نسبت سلب ہو گئی اور چہرہ مسخ ہو گیا۔ اسی حالت میں بندہ کو ملا اور یہ درد بھرا قصہ سنایا۔ بندہ نے کہا شرقپور شریف جایا کرو۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت میاں صاحب جب مجھ کو دیکھتے ہیں تو اٹھ جاتے ہیں۔ میں نے کہا خواہ کچھ ہو، تم جاتے رہو۔ کچھ عرصہ کے بعد طبیعت ویسی تو نہ ہوئی مگر کچھ بہتر ہو گئی۔

غیرت کا انتقام

ایک دفعہ کا ذکر ہے مولوی یار محمد صاحب نے بیان کیا کہ میں مکان شریف سے حضرت میاں صاحب کے ہمراہ واپس ہوا تھا۔ جب امرتسر آئے تو آپ نے میاں خیر الدین کی مسجد میں داخل ہو کر فرمایا اس جگہ بیٹھ جاؤ اور یہ کہہ کر آپ بازار تشریف لے گئے۔ اس مسجد کے حجرہ میں سیّد جماعت علی شاہ صاحب بھی مقیم تھے۔ میں اس حجرہ میں جا بیٹھا۔ جب آپ بازار سے واپس آئے تو میں اپنی جگہ موجود نہ تھا۔ ادھر ادھر آپ نے دیکھا۔ میں حجرہ سے باہر چلا آیا۔ آپ مجھے دیکھ کر کچھ چپ سے ہو گئے اور میری نسبت سلب ہو گئی۔ امرتسر سے آپ کے ہمراہ قصور پہنچے اور بندہ سے مولوی یار محمد صاحب نے اپنا تذکرہ سنایا۔ بندہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مولوی یار محمد صاحب کی سفارش کی۔ آپ جوش میں آ کر فرمانے لگے۔ یہ جانتا ہے کہ "میں [1]شیر محمد ہوں"، تو اس جگہ بٹھا گیا تھا۔ اٹھ کر چلا کیوں گیا۔ ہاں یہ بڑے بزرگوں کے پاس بیٹھے

(۱): یہ بھی ملحوظ رہے کہ عارف کی ذات میں وہی صفات پیدا ہو جاتی ہیں جو ذات بابرکات عز اسمہ کے ظل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں ہے۔ جبار، متکبر، منتقم، مگر بشر کی انتقام جبر اور تکبر سے یہ الگ ہوتے ہیں۔ عارف اپنی ذات کو نظر رکھتا ہوا کبھی جذبہ غیرت میں نہیں آتا=

ہیں۔ بندہ نے پھر سفارش کی تو آپ راضی ہو گئے اور مولوی صاحب کی طبیعت بحال ہو گئی۔

زور طبیعت

(بندہ) آپ کے ہمراہ حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے قصور شہر کو واپس آ رہا تھا اور مولوی عبدالرحمن صاحب جو ایک ٹانگ سے معذور تھے وہ بھی شہر سے سامنے آ رہے تھے۔ آپ نے انہیں اٹھا لیا۔ سو قدم تک دوڑتے ہوئے لا کر چھوڑا اور فرمایا اتنا ہی سہی۔

استغناء علو ہمت

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ نے فرمایا: میں دربار حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گزرا تو درگاہ سے آواز آئی۔ میں نے کہا جو کچھ دینا ہے میرے پیچھے بھیج دو۔ تو آپ کی نسبت ہمارے ساتھ ہی چلی آئی۔

فیوضات باطنی

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گئے۔ وہاں آپ کو اس قسم کی نسبت آئی۔ فرمایا: گو قول حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ مرے ہوئے شیر سے زندہ بلی بہتر ہے مگر یہاں جو کیفیت ہوئی وہ زندوں سے کم نہیں۔ یہاں مزار پر مولانا جمال الدین صاحب قصوری بھی موجود تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلے ان سے شناسائی نہ تھی۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا آپ مولوی جمال الدین صاحب ہیں؟ مولانا صاحب نے کہا آپ میاں صاحب شرقپوری ہیں؟ آپ نے متعجب ہو کر فرمایا نہ میں مولانا کا واقف ہوں نہ مولانا میرے واقف ہیں۔ خیر پھر آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔ مولانا بھی آپ کے ہمراہ چلتے آئے۔ مولانا صاحب نے عرض کی کہ مجھ کو کوئی وظیفہ بتائیے۔ آپ نے سورۂ حشر کی آخری آیتیں پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ مولانا صاحب نہایت ارادت سے ملتے۔ مولانا صاحب کے اخلاق حسنہ تو بہت ہیں۔ صرف ایک دو حالات آپ کے تحریر کئے جاتے ہیں۔

(مؤلف) مولانا مولوی جمال الدین صاحب کے پڑوس میں ایک غریب آدمی بیمار تھا۔ اس کے علاج کے لئے حکیم احمد علی صاحب کو لائے اور دو روپے بطور فیس حکیم صاحب کو دیئے۔ دوسرے روز پھر لائے۔ دو روپے دیئے۔ تیسرے دن بھی لائے اور دو روپے دیئے۔ چوتھے روز اتفاقیہ مولوی صاحب کہیں تشریف لے گئے اس مریض کے متعلقین حکیم صاحب کو لائے۔ جاتے وقت حکیم صاحب نے حسب معمول فیس طلب کی۔ صاحب خانہ نے کہا روپے کیسے۔ تب حکیم صاحب کو معلوم ہوا کہ پہلے صاحب خانہ فیس نہیں دیتے رہے بلکہ

= بلکہ فعل مذموم کی ذات پر اس کی نظر اسے بے اختیار کر دیتی ہے جس کی وجہ سے ایسے الفاظ منہ سے نکل کر تباہی کا باعث ہوتے ہیں اور عارف کی زبان منجانب اللہ حرکت کرتی ہوئی یہ سناتی ہے کہ میں شیر محمد ہوں۔

مولوی صاحب ہی اپنی گرہ سے دیتے رہے ہیں۔

جب مولانا صاحب چونیاں سے قصور تشریف لائے تو اسلامیہ مدرسہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور ساری عمر اس مدرسہ کی ہر طرح خدمت کرتے رہے اور مدرسہ کی حالت سنوار کر ایسا چلایا کہ استاد اور طلباء تمام خوش رہے۔ آپ کے بعد پھر مدرسہ کی ویسی حالت نہیں دیکھی۔

آپ کی مرض الموت

ایک مرتبہ بندہ عیادت کے لئے ہمراہ حکیم احمد علی صاحب حاضر ہوا تو آپ چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ بیٹھے بیٹھے فرمایا: ''کل مکان اس سے اچھا تجویز ہو جائے گا''۔ آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد بشیر صاحب نے کہا آج آپ کی طبیعت اچھی ہے باتیں کر رہے ہیں۔ بندہ نے حکیم احمد علی صاحب سے کہا ڈاکٹر صاحب ان کا فرمانا سمجھے نہیں ہیں۔ پھر بعد میں بھی آپ نے اپنے صاحبزادے محمد بشیر سے کہا: اَلْحَمْدُ لِله! میاں صاحب شرقپوری اور آغا سکندر شاہ صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ اسی رات آپ انتقال فرما گئے اور جاں بحق تسلیم ہوئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے کمال اور اوصاف لکھنے کے لئے ایک علیحدہ کتاب چاہئے۔ بڑے متبرک بزرگ تھے۔

سجادہ نشین کے لئے روحانی نسبت وتعلق

(بندہ) ایک روز آپ نے فرمایا: میں باغبانپورہ میں حضرت ایشاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر گیا تو وہاں سے آواز آئی کہ یہاں کچھ نہیں ہے۔ گدی والوں کے پاس چلے جاؤ۔ میں ان کے پاس گیا تو ان کی طبیعت میں جلالی و جمالی دونوں نسبتیں دیکھیں...... نام ان کا حضرت میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

دعا کا اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص ہندو جس کا نام یاد نہیں رہا، آپ کی خدمت میں شرقپور حاضر ہوا اور التجاء کی کہ حضرت میں تنگدست ہوں۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور نہ ہی فرمایا: لکڑی کا کام کرو۔ اس نے لکڑی کا کام شروع کر دیا جس میں سے اسے پندرہ صد روپیہ فائدہ ہوا۔ دوسری مرتبہ جب وہ شرقپور شریف گیا تو آپ قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہ شخص شرقپور سے قصور واپس آیا۔ اتفاقیہ بندہ اس وقت سٹیشن پر گیا ہوا تھا۔ بندہ سے اس نے دریافت کیا کہ میاں صاحب کہاں تشریف فرما ہیں۔ بندہ اس کو ہمراہ لے آیا اور آپ سے ملا۔ پھر تیسری مرتبہ جب وہ شخص شرقپور گیا تو بندہ بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو دیکھ کر بہت غصے ہوئے اور فرمایا پھر شرقپور نہ آنا ورنہ معاملہ الٹ ہو جائے گا۔ وہ بندہ شرقپور شریف میں چار

پانچ روز ٹھہرا رہا۔ بندہ نے اس سے دریافت کیا کہ تم جاتے کیوں نہیں۔ اس نے جواب دیا چونکہ آپ نے پھر آنے کو منع فرمایا ہے میں جاتا ہی نہیں۔ (بندہ) نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی تو آپ اس سے خوش ہو گئے۔

القائے نسبت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب مدظلہ سجادہ نشین شرقپور شریف تشریف لائے۔ بندہ بھی وہاں حاضر تھا۔ صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے بندہ سے فرمایا: تم بھی اتفاقیہ آئے ہو۔ میری سفارش حضرت میاں صاحب کی خدمت میں کرو کیونکہ ہمارے خاندان عالیہ کی نسبت اس وقت حضرت میاں صاحب کے پاس ہی ہے۔ اگر میاں صاحب اس جہان فانی سے تشریف لے گئے تو یہ نسبت چونکہ اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ نسبت آپ مجھے القا[1] فرمائیں۔

بندہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ شرقپور شریف سے نبی پور جا رہا تھا تو آپ کی خدمت میں عرض کی کہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے مجھے فرمایا ہے کہ میری سفارش کرو۔ آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے تو یہ نسبت انہیں القاء کر چھوڑی ہے مگر صاحبزادہ صاحب کو پتا نہیں لگا ہوگا۔ خوابوں میں کچھ دیکھتے ہیں یا نہیں۔ بے شک آگے خیال کر کے دیکھ لیں کہ اثر ظاہر ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر شرقپور شریف واپس آئے تو بندہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ سے ملا اور عرض کی کہ حضرت میاں صاحب تو ایسا فرماتے ہیں۔ صاحبزادہ نے جواب دیا کہ میں جوش و خروش کو نہیں چاہتا۔ وہ خالص نسبت چاہتا ہوں جو ہمارے سلسلہ میں چلی آتی ہے۔ ۱۳۴۶ھ ۱۳ شوال کو بندہ بر موقع عرس مکان شریف حاضر ہوا اور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر رہا۔ جب صاحبزادہ صاحب نے سنا کہ ابراہیم (مؤلف) آیا ہوا ہے پچھلی رات کسی شخص کے ذریعہ بندہ کو بلا بھیجا۔ صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ آپ کہتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے نسبت القا کر چھوڑی ہے مگر ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔ بندہ نے عرض کی کہ یک سوئی درکار ہے۔ آپ مجاہدہ فرمائیں گے تو ظاہر ہو جائے گی۔ آپ کی طبیعت کا رجحان کاروبار کی طرف بہت رہتا ہے۔ یہ سن کر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے بالکل درست کہا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ میں حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی بارہ تیرہ روز رہا اور وہاں میری طبیعت بہت محظوظ رہی۔ جب دہلی سے

(۱): نسبت کا لفظ عموماً کتاب میں آیا اور تصوف کی بھی جان ہے۔ موٹے الفاظ میں تعلق الٰہیہ کی کیفیت کا نام ہے۔ بعض مریدوں کو یہ نسبت وہبی ہوتی ہے اور خود بخود اندر سے بھڑک اٹھتی ہے اور تن من کو جلا دیتی ہے لیکن مریدین کے لئے کسی ایسی ہستی پاک کی ضرورت ہے جو اپنے سینہ عشق محبت کے چولہے سے دہکتی ہوئی انگاری سے مرید کے قلب میں آتش محبت کا دھواں لگا دے۔

واپس آیا تو پھر بھی میری طبیعت بہت اچھی رہی تھی۔ امرتسر پہنچتے ہی طبیعت بدلنا شروع ہوگئی حتیٰ کہ جب مکان شریف پہنچا تو بالکل ہی بدل گئی۔ بندہ صاحبزادہ صاحب کی صداقت اور راست گوئی کو دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ اس وقت کئی مرید آپ کے موجود تھے۔ ان کے روبرو اس قسم کی گفتگو نفس کے لئے شاق ہوتی ہے اور آپ فرما بھی رہے تھے کہ ''گو مرید پاس بیٹھے ہیں مگر مجھے اس بات کی پروا نہیں''۔

نسبت اور ماحول کا اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بندہ آپ کے ہمراہ کشتی پر سوار تھا۔ دریا اس وقت بہت طغیانی پر تھا اور ملاحوں کا چپو سطح پر نہیں لگتا تھا۔ آپ کشتی میں ایک طرف مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ جب پار اترے تو آپ نے فرمایا: جوں جوں دریا میں گہرائی آتی تھی توں توں میرے دل میں گہرائی آتی تھی جس کی کیفیت [1] بیان کرنا محال ہے۔

کیفیت وہبی ہے کسبی نہیں

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی نورالدین صاحب جو خلیفہ حضرت صاحب قبلہ بیربل شریف والوں کے تھے۔ قصور میں حضرت میاں صاحب سے بڑی مسجد ملنے کا اتفاق ہوا۔ ہر دو صاحبان پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ دونوں بزرگ آپس میں شکریہ ادا کرنے لگے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب فرماتے تھے کہ مجھ پر جو کیفیت طاری ہوئی ہے اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ جس طرح تمام وجود میں ایک نشتر چل رہا ہے جس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ مولوی نورالدین صاحب کا بھی ایسا حال ہوا۔ پھر آپس میں دوسرے روز ملے تو وہ کیفیت نہ تھی۔ ہر دو حضرات نے فرمایا کہ یہ کیفیت کسبی نہیں ہے بلکہ عطائی ہے۔

توجہ کا اثر

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت شیر محمد صاحب کھوسوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت غلام نبی صاحب للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے اور بڑے پرہیزگار صاحب مجاہدہ تھے۔ آپ حلقہ میں توجہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ بندہ بھی آپ کے حلقہ میں شامل ہوا تھا۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور تشریف لائے تو ان کو ملنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب آپ نے توجہ فرمائی تو تمام یار لوٹن پوٹن ہونے لگے۔ حضرت مولانا شیر محمد صاحب کھوسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نشست چھوڑ کر دوزانو ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے اور اچھی ارادت سے پیش آئے۔

---

(۱): سالک کی طبیعت چونکہ بشریت سے بالکل خالی ہو جاتی ہے اس لئے اس کا باطن شفاف آئینہ کی طرح ہو جاتا ہے اور ہر سامنے آنے والی چیز کی حقیقت کے خواص کا اثر باطن پر نمودار ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے لیکن جس کے مقابل ہوئی۔ وہی کیفیت باطن میں پیدا ہو گئی لیکن جب سالک اس منزل سے آگے نکل جاتا ہے تو گاہے گاہے توجہ پر ایسا ہوتا ہے۔

مجذوب کی دعا

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور تشریف لائے اور حاجی رب نواز خاں صاحب کی بیٹھک پر قیام فرمایا۔ اتفاق سے سائیں غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مستانہ حال رہتے تھے اور چار آبرو کی صفائی رکھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور انہوں نے دیوان حافظ کے چند اشعار پڑھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سن کر فرمانے لگے کہ ان شعروں میں نہایت سوز بھرا ہوا ہے۔ پھر سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے کہا کہ آپ کہیں نہ جایا کریں۔ اپنے گھر میں چوتہی بچھا کر بیٹھ رہا کریں۔ پھ سائںں غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پشت کی طرف ہو گئے اور اپنی انگلی سے چند اشارے کئے اور انگلیوں کو حرکت میں لائے۔ بندہ نے دریافت کیا کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ فرمایا: میاں صاحب کی کمر باندھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصور میں آنا جانا کم ہو گیا اور بھی کہیں ۔ہت کم جاتے۔ سائیں غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اچھے خوبیوں سے بھرے آدمی تھے۔ آپ کے کشف وغیرہ بہت ہیں۔

ایک دن حاجی رب نواز صاحب نے سائیں صاحب سے عرض کی کہ بھاگے جولاہے کا لڑکا کئی دن سے گم ہے۔ آپ دعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ نے بہت گالیاں دیں پھر حاجی صاحب نے عرض کی کہ دعا فرمائیں۔ آپ نے یوں کہنا شروع کیا۔ غلام احمد دنیا بھاگے جولاہے کا بیٹا کہیں چلا گیا ہے۔ پھر فرمایا نہ مارو نہ مارو۔ خیر اس کے بعد حاجی رب نواز خان صاحب گھر آئے تو دیکھا کہ لڑکا موجود ہے۔ دریافت کیا کوئی اسے مارنے بھی لگا تھا۔ کہا ہاں اس کا ماموں اسے مارنے لگا تھا۔ لوگوں نے اسے مار سے بچایا۔ مار پڑنے کا وہی وقت تھا جب کہ سائیں صاحب مارنے سے منع کر رہے تھے۔

علو ہمت جلالی تربیت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد قصور تشریف لائے اور اپنے ہمشیرزادہ میاں علم الدین صاحب سے ایک صد روپیہ بطور قرضہ لیا اور رہتک تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ وہاں ملازم تھے، رہتک جانے کے تھوڑے عرصہ بعد وہیں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اطلاع آنے پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چچا صاحب میاں حمید الدین [1] رہتک روانہ ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۱): تمام کاملین اولیاء کو تربیت جلالی نہایت زبردست دی جاتی ہے اور انبیاء کو بھی اس مرحلہ میں ڈال کر ان کی طبیعت میں ماسویٰ سے بیزاری کا جذبہ پختہ کیا جاتا ہے۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدائی تکالیف کا اندازہ کیا جائے۔ ہمارے حضرت کے تمام ابتدائی اذکار کاش کسی نے دکھائے نہیں ورنہ سالک کے لئے یہ اذکار نہایت مفید اور استقامت بخش ہوتے۔ تفصیل کے لئے کتاب انقلاب کو دیکھنا چاہیے۔

کو بھی خبر ہوئی کہ چچا صاحب چلے گئے ہیں۔ آپ بھی ان کے پیچھے پیچھے رہتک پہنچے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ چچا صاحب تو شرقپور واپس چلے گئے ہیں اور ایک گھوڑی جو آپ کے والد بزرگوار کی سواری کے لئے تھی وہ بھی لے گئے ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار کے مزار پر جا کر زیارت کی اور فاتحہ خوانی کر کے پھر وہاں سے قصور تشریف لائے۔ چند روز کے بعد میاں علم الدین آپ کے پھوپھی زاد بھائی نے اپنے قرضہ یک صد روپیہ کا مطالبہ شروع کیا جو آپ کے والد بزرگوار نے ان سے لئے تھے۔ چونکہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ متوکل تھے اور اس وقت آپ کے پاس بھی کچھ نہیں تھا، کنواں اور زمین پر بھی آپ کا قبضہ نہ تھا۔ میاں علم الدین طرح طرح کی ملامتیں کرتا اور بہت ناگفتہ بہ باتیں استعمال میں لاتا مگر آپ صبر سے کام لیتے اور خاموش رہتے حتیٰ کہ میاں علم الدین نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ عدالت میں حاضر نہ ہوئے اور ڈگری آپ پر ہو گئی۔ پھر علم الدین قرقی کا پروانہ لے کر شرقپور چلا گیا۔ آپ کے چچا حمید الدین صاحب نے علم الدین کو روکا کہ تم ٹھہر جاؤ۔ پھر میاں حمید الدین صاحب نے ایک خط بندہ (مؤلف) کی طرف لکھا کہ کوئی میاں شیر محمد صاحب کا دوست ہے جو ایک صد روپیہ بطور قرض دے۔ بندہ خط لے کر حاجی حبیب اللہ صاحب گورہ کے پاس گیا۔ ان کو خط دکھایا۔ انہوں نے یک صد روپیہ بطور قرض دیا اور وہ روپیہ میاں علم الدین کو ادا کیا گیا۔

نگاہِ عبرت

مولوی چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری آپ کے پیر بھائی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ کے ہمراہ بندہ مکان شریف گیا۔ ایک روز ہم باہر جنگل میں پل پر پہنچے تو وہاں ایک مرا ہوا کتا پڑا تھا۔ وہ تقریباً چار پانچ یوم کا مرا ہوا پڑا تھا۔ جب اس کے قریب پہنچے تو سخت بدبو آئی۔ دیکھا تو اس کو کیڑے بھی پڑے ہوئے تھے۔ آپ کے ہمراہ جتنے یار تھے سب ناک دبا کر پیچھے ہٹ گئے لیکن آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور بیٹھ کر عبرت کی نگہ (۱) سے دیکھتے رہے اور فرماتے کہ چار روز گزرے ہیں کہ تو ہماری طرح پھرتا تھا۔ آج تیرا یہ حال ہو گیا ہے۔ نہایت غور اور عبرت سے دیکھتے تھے۔ کچھ دیر آپ اس کے پاس بیٹھے رہے۔ ہم سب فاصلہ پر کھڑے رہے۔

بندہ (مؤلف) ایک حدیث ا[illegible]یں قسم آئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے ابا ہریرہ! چل میں تجھ کو

---

(۱): ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عبر[illegible] بین آنکھ دی ہے لیکن دیکھنا یہ چاہئے کہ اس درجہ پر عبرت بین آنکھ کس کو نصیب ہوتی ہے۔ اصل عرفان یہی ہے اور بس۔

دنیا اور مافیہا دکھلاؤں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مدینہ طیبہ کے باہر جنگل میں تشریف لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ایک جگہ چند کھوپڑیاں اور پاخانہ اور ہڈیاں اور چیتھڑے پڑے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر آپ نے فرمایا: اے اباہریرہ! یہ کھوپڑیاں ایسی ہی ہوس رکھتی تھیں جیسی کہ تم رکھتے ہو اور ایسی ہی امید رکھتی تھیں جیسی کہ تم رکھتے ہو۔ اب وہ ایسی ہوگئی ہیں کہ ان کا اپنا چمڑا بھی نہ رہا۔ اب چند روز میں راکھ ہو جائیں گی۔ یہ پاخانہ جو تم دیکھتے ہو ان کی غذا تھی اور یہ چیتھڑے ان کی پوشاک ہے جو ہوا سے مارے مارے پھرتے ہیں۔ یہ نلیاں ان کے چوپایوں کی ہیں کہ جن پر وہ چڑھ کر شہر بشہر پھرا کرتے تھے۔

اے ابوہریرہ! جب انجام اس گھر یعنی دنیا کا یہ ہے تو اب یہ جگہ نہایت ہی عبرت اور گریہ زاری کی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تک ہم خوب نہ روئے۔ تب تک وہاں سے نہ لوٹے۔ سبحان اللہ

دنیا سے نفرت

ایک دفعہ حاجی عبدالرحمن صاحب نے کہا کہ ایک مسافر سوالی آیا ہوا ہے۔ آپ نے ایک روپیہ نکال کر دے پٹکا اور اس پر پانچ چھ جوتے لگا کر فرماتا کہ اس نے لوگوں کو خراب کر دیا ہے۔ پھر حاجی صاحب کو فرمایا: یہ اس کو دے دینا۔

روحانیت کا اقرار

ایک دفعہ ایک سکھ حاضر خدمت ہوا اور آپ کی خدمت میں چپکا بیٹھا رہا۔ آپ بھی اس کی طرف خیال کر کے چپکے بیٹھے رہے۔ گھنٹہ بھر کے بعد اس نے کہا دھن مہاراج میرا دو تین سال کا کام کر دیا۔ اب مجھے کوئی حاجت نہیں۔ اس کے بعد پھر ایک اور سکھ حاضر ہو کر خدمت میں بیٹھا رہا۔ جب اٹھا تو کہا دھن مہاراج میری عمر درست کر دی۔ اب مجھے کسی جگہ آنے جانے کی حاجت نہیں۔

لغزشات و تقصیرات سے معافی

اکثر دوستوں سے جناب کو بہت تکلیف ہوتی تھی مگر حضور اپنے نفس کی خاطر کسی سے بھی عداوت نہیں رکھتے تھے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کے وجود سے ہمیں دشمنی نہیں۔ اگر رنج ہے تو اس کے اعمال سے اور وہ تکلیفات بھی اس قسم کی ہوتی تھیں کہ آپ دوستوں کا فائدہ نظر رکھ کر ان کو ہدایت فرماتے مگر وہ اپنی کورچشمی کی وجہ سے الٹا خیال کرتے اور حضور کی مخالفت کرتے جس پر آپ کو بھی رنج پہنچتا۔ چنانچہ یہ عاجز بھی حضور کو تکلیف دینے میں بالمقابل کھڑا ہو گیا۔ حضور نے چونکہ میرے ہی فائدہ کے لئے ایک بات کہی تھی اور میری کورچشمی سے آپ کی طرف سے میرے دل میں میل بیٹھ گئی اور آپ کو خطوط میں بہت ہی سخت کلمات تحریر کئے جن سے

حضور کو کمال رنج ہوا مگر جب میں نے حاضر خدمت ہو کر معافی مانگی تو حضور نے معاف کر دیا۔ ساتھ ہی بندہ نے عرض کی مجھے ڈر لگتا ہے کیونکہ حضرت وحشی قاتل حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وحشی! اسلام تو تیرا قبول ہے مگر تو ہمارے سامنے نہ آیا کر کہ تیرے سامنے آنے سے چچا مرحوم امیر حمزہ رضی اللہ عنہ یاد آ جاتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں جب یہ عرض کی تو فرمایا وہ شان نبوت تھی۔ اس جگہ یہ بات (۱) نہیں۔ پھر میرے دل کو تسکین ہو گئی۔

میاں غلام اللہ صاحب مدظلہ آپ کے بھائی انٹرنس پاس کر کے طبیہ کالج میں تعلیم حاصل کر کے چاہتے تھے کہ ملازمت کریں اور اپنا طبی کام بھی شروع کر دیں مگر آپ کا منشاء یہی تھا کہ وہ اللہ اللہ ہی کریں مگر میاں غلام اللہ صاحب اپنے خیال میں اس کو مخالفت سمجھتے رہے۔ جب بعد میں اللہ اللہ کی طرف مشغول ہوئے تو آپ نے اپنی کمال مہربانی سے لنگر کا کام ان کے سپرد کر دیا اور خوش ہو گئے مگر اب ان کو بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارے واسطے بہت ہی خیر خواہی کرتے تھے۔

صلح جوئی

مکان شریف میں امام الدین نامی ایک زمیندار نے ایک مکان بنانا شروع کیا تو حضرت میر مظہر قیوم صاحب مدظلہ سجادہ نشین وغیرہم نے اس کو بنانے سے روکا اور مقدمہ عدالت میں دائر ہو گیا۔ عرس کے موقع پر جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تو اس زمیندار نے آپ سے شکایت کی کہ میں مکان بنانے لگا تو حضرت صاحب نے روک دیا ہے حالانکہ جگہ میری ہے۔ آپ نے حضرت صاحبزادہ سے دریافت کیا تو انہوں نے اپنی ملکیت ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا: ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ حضرت اعلیٰ یعنی روضہ والوں کو مکانات اور زمینیں دیتے تھے اور آپ قبول نہ فرماتے تھے۔ آج آپ لوگوں سے جھگڑتے ہیں۔ یہ مکان اس کو دے دیں اور صلح کر لیں۔ آپ کے سامنے صلح تو ہو گئی اور مقابل میں باہم قانونی نوشت وخواند بھی ہو گئی بلکہ اس نوشت میں کاتب نے حضور کا نام بھی لکھ دیا۔ جب وہ نوشت آپ کو سنائی گئی تو آپ نے اپنا نام سن کر ناراضگی فرمائی اور فرمایا: میرا نام کس نے لکھوایا۔ خیر آپ شرقپور واپس تشریف لے آئے۔ تو بعد میں پھر ان میں مخالفت ہو گئی اور وہ صلح رفت گزشت ہو گئی۔ آپ جب دوبارہ مکان شریف گئے تو یہ حالات سن کر سخت پریشان ہوئے اور فرمایا اچھا مقدمہ ہی کر لو۔ قدرت خداوند وہ زمین اس زمیندار کو مل گئی اور صاحبزادگان سخت نادم ہوئے کہ ہم نے آپ کا فرمان کیوں نہ قبول کیا۔

---

(۱): آپ کے ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شان نبوت میں سختی ہے۔ معاذ اللہ بلندی شان اس کے متنافی ہے کہ غیرت فرمائے مگر ہم میں تو سراسر مسکنت ہے۔ چہ جائیکہ واہمہ بھی پیدا ہو۔ اصل میں اپنی مسکنت ان الفاظ سے ظاہر فرمائی۔ ظاہر سے بڑھ کر حقیقت پر آپ کا خیال ہوتا تھا۔

کسر نفسی اور انتہائی فناہ

آپ کے پیر روشن ضمیر حضرت صاحب کوٹلہ شریف والے آپ کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا کرتے تھے، تمہارے وجود سے درودیوار ذاکر ہوں گے۔ جب حضرت صاحب نے آپ کو اجازت فرمائی تو آپ مدت تک انکار ہی کرتے رہے اور فرماتے کہ میں تو کسی لائق نہیں ہوں۔ لوگوں کو کیا تعلیم کروں مگر آخر کار اعلیٰ حضرت کے اصرار سے آپ نے لوگوں کو تعلیم شروع کر دی۔ آپ جسے بھی تعلیم فرماتے، والا وشفتہ ہو جاتا اور اس کو اپنا ہوش نہ رہتا۔ اس قدر وجد ہوتا کہ کئی آدمی کنوئیں میں گر جاتے۔ کئی اونچے اونچے مکانوں سے گر پڑتے مگر اللہ کے فضل سے انہیں کوئی تکلیف نہ ہوتی۔

فیض حدیث سے

ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا: مثنوی مولانا روم میں صرف ایک بیت شہود کا ہے۔ باقی اشعار سب وجود کے ہیں اور ایک روز فرمایا مثنوی تحفۃ العاشقین کے ورقوں پر آگ پلٹی ہوئی ہے اور ایک روز فرمایا مثنوی بوعلی قلندر صاحب میں محبت ہے۔ ایک دفعہ آپ دیپالپور تشریف لے گئے۔ مولوی فضل حق صاحب کتاب بخاری شریف لائے۔ مولوی صاحب حدیث شریف پڑھ کر سناتے تھے تو آپ کی طبیعت ایک قسم کے سرور میں آجاتی۔

نسبت کی بلندی

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے اور حکیم فتح محمد صاحب مرحوم کی دکان پر گئے۔ حکیم صاحب نے ایک کتاب حضرت نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھی ہوئی آپ کو دی۔ آپ نے کتاب کو ہاتھ لگاتے ہی بندہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اس کتاب کو مس کرنا ہی تھا کہ دل میں ایک سوز پیدا ہو گیا۔

ابتداء اور انتہاء کا موازنہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بندہ اس نیت سے شرقپور شریف حاضر ہوا کہ عرض کروں کہ تمام کیفیات بند ہو گئی ہیں۔ جب بیٹھک کے بالا خانہ پر پہنچا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی دستار مبارک کو درست کر رہے تھے۔ بندہ (مؤلف) کی طرف دیکھ کر فرمایا ''کدھر گیاں اوہ کیفیتاں اور ذوق شوق وہ حال، کوئی اس کی انتہا بھی ہے'' چونکہ آپ بہت مہربان تھے۔ بندہ (مؤلف) بھی آپ کے کرم پر نازاں تھا اکثر اوقات لوگ آپ سے سوالوں میں چپ رہ جاتے تھے۔ ایک روز موقع پا کر عرض کی۔ آپ کی کیفیات کا کیا حال ہے۔ فرمایا: بالکل

کوئی کیفیت نہیں البتہ کوئی یار مطابق [1] ہو یا نماز میں کیفیت ہوتی ہے۔ بندہ (مؤلف) نے عرض کی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ بھی فرماتے ہیں کہ ہمیں اب کوئی کیفیت باقی نہیں رہی۔ الّا عورت کو دیکھوں یا عورت کے کپڑے کو دیکھ لوں تو کیفیت ہوتی ہے۔ وہ اس لئے کہ عورت بھی مظہر اتم ہے یعنی خالقیت کا ظہور عورت میں ہی ہوتا ہے پھر عرض کی کہ حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے دنیا میں تین چیزیں مجھے محبوب کی گئیں ایک خوشبو، دوسری عورت، تیسری نماز جو ٹھنڈک میری آنکھوں کی ہے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حافظ کریم بخش صاحب سکنہ کھیم کرن خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مجھے خدا تعالیٰ مل جائے۔ جواب میں فرمایا ہمیں تو یہ اللہ اللہ کرنا آتا ہے۔ تم اسی طرح کیا کرو۔ تو پھر حافظ صاحب کا یہ حال ہو گیا کہ ہروقت سکر میں رہتے۔ دیوانوں کی طرح پھرتے۔ ایک دفعہ شرقپور کے راستہ میں ان کو چند ہندوؤں کے ہمراہ چلنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں ایک عورت بھی تھی۔ وہ حافظ صاحب کو دیکھ کر کہنے لگی یہ بھائی کوئی بھگت معلوم ہوتا ہے۔ ایک روز حافظ صاحب نے حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں عرض کی کہ جو کچھ مجھ کو دیا ہے وہ واپس لے لیں۔ بندہ (مؤلف) نے کہا کیوں۔ تو حافظ صاحب نے جواب دیا کہ یہ مجھے بہت ستاتا ہے۔ سونے نہیں دیتا۔ کہیں آرام نہیں ملتا۔ اس کے بعد حافظ صاحب کی طبیعت میں کمی آ گئی اور اعتقاد میں اسی طرح رہے۔

اتباع شریعت

فیض پور کلاں میں ایک حکیم کرم الٰہی تھے، وہ آپ کی خدمت میں آیا کرتے اور آپ بھی کبھی کبھی فیض پور ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ حکیم صاحب مرید میاں عمر الدین صاحب قادری نوشاہی کے تھے۔ ورد و وظائف میں ہروقت مشغول رہتے۔ میاں صاحب ؒ سے حکیم صاحب کا بہت رابطہ ہو گیا۔ بندہ (مؤلف) کو بھی دو تین دفعہ فیض پور حکیم صاحب کے پاس بھیجا۔ حکیم صاحب نے بندہ سے ذکر کیا کہ جب کبھی چھت پر چڑھ کر شرقپور شریف کو دیکھتا ہوں تو مجھے فیض آنے لگتا ہے اور میاں عمر الدین صاحب ؒ حکیم صاحب مذکور کے پیر حضرت میاں صاحب ؒ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور عرض کیا کرتے کہ کاش میں نے جو چند مرید کئے ہیں نہ کرتا۔ پس آپ دعا فرمائیں کہ میرا اور میرے ملنے والوں کا انجام اچھا ہو جائے۔ جب میاں عمر الدین صاحب ؒ کا انتقال ہو گیا تو حکیم کرم الٰہی صاحب اور میاں محمد الدین راول اور پیر بھائی مل کر ایک

(۱): کسی مخلص کے مقابل ہونے سے کیفیت کا پیدا ہونا یا تو مخلص کا انعکاس ہو سکتا ہے یا دو مختلف طبیعتوں کی ترکیب کی وجہ سے خیال کیا جا سکتا ہے۔ کیفیت ابتداء میں بھی مفرد نہیں ہوتی بلکہ کسی وساطت سے پیدا ہو جاتی ہے لیکن ابتداء میں معمولی ذریعہ سے بھی تو کیفیت بلند ہوتی ہے لیکن انتہا میں خاص ذریعہ کے بغیر پیدا ہونا مشکل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مخلص نے کیفیت کے جذبے کو جنبش دی یا نماز نے۔

درخت بیری کے گرد طواف کرنے لگے۔ وہ اکثر اس بیری کے گرد طواف کیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے دریافت کیا کہ تم بیری کے گرد کیوں طواف کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہمارے دادا پیر اس کے نیچے بیٹھے تھے۔ جب آپ نے یہ واقعہ سنا تو حکیم صاحب کی نسبت سلب کر لی۔ حکیم صاحب کی وہ کیفیت جاتی رہی۔

ہمت بے جا سے نفرت اور اس پر نفریں

ایک روز بندہ شرقپور شریف آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص کہیں سے آیا ہوا تھا۔ اس نے ذکر کیا کہ فلاں جگہ ایک فقیر ہے۔ اس نے جنگل میں بیٹھے بیٹھے تین چار دفعہ یہی تکرار کیا "دیکھتے ہو دیکھتے ہو"۔ پھر اس نے گردن جھکالی۔ چند منٹ بعد بہت سی مخلوق آنے لگی اور بڑا مجمع ہو گیا۔ کئی طائفے کنجریوں کے بھی آ گئے اور وہ ایک اکھاڑہ بن گیا۔ رنڈیاں یکے بعد دیگرے مجرا کرنے اور گانے ناچنے لگیں اور خوب مجلس جم رہی تھی۔ جب فقیر نے گردن اٹھائی تو وہ سب مجمع منتشر ہونے لگا حتیٰ کہ ایک بھی آدمی نہ رہا۔ یہ ذکر سن کر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بیزار ہوئے اور جوش میں فرمایا لوماں (۱) دی ارواح نال ہمت نکالی ہے۔ اسی ہمت کو اگر دین پر لگاتا تو کچھ نتیجہ بھی نکلتا"۔ آپ اس فقیر کے ان فعلوں سے سخت بیزار ہوئے۔

انابت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی بتقضائے بشریت اگر کوئی خطا بھی ہو جاتی تو اس پر آپ بہت افسوس کرتے اور عبرت پکڑتے اور اتنا روتے کہ روتے روتے چیخیں نکل جاتیں۔

کشف محبت و اطاعت والدین

ایک دفعہ مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور انجمن حنفیہ کے سالانہ جلسہ پر قصور تشریف لائے تو انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا کہ میں ایک دفعہ بخار شدید میں مبتلا ہو گیا۔ چونکہ میرا اعتقاد ہے کہ جس طرح دوا میں اثر ہے اسی طرح دعا میں بھی ہے بلکہ زیادہ ہے اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ کسی شخص کو صبح حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور روانہ کروں۔ دعا بھی کرائے اور پانی بھی دم کرا کے لیتا آئے۔ خیر رات اسی حالت میں رنج میں گزری۔ صبح فجر کی نماز کا وقت تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ دروازہ کھولا گیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ اندر تشریف لے آئے اور میری چارپائی پر آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کیا حال ہے۔ پھر تین چار منٹ یا کچھ زیادہ بیٹھنے کے بعد فوراً جانے کے لئے تیار ہو گئے اور فرمایا مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔ چونکہ والدہ نے فرمایا تھا کہ

(۱): پنجابی میں نفرین کا جملہ ہے۔

جلدی آجانا اس لئے میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے اور مجھے اسی روز صحت ہوگئی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ شرقپور سے کس وقت آپ چلے حالانکہ اس زمانہ میں موٹر نہیں تھی بلکہ یکے ہوتے تھے جو شام سے پہلے لاہور آجاتے۔ بعد میں بمشکل ملتے تھے اور صبح بھی دن چڑھے سواری ملتی تھی۔ دوسرا کون سی تار برقی دی تھی۔ سبحان اللہ علمائے دین کی قدر آپ کے دل میں کس قدر تھی اور والدہ کے فرمان کی عظمت۔

بے نیازی اور بلند فطرتی

ایک شخص جناب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے چوتھے کا تپ آتا ہے۔ آپ نے تعویذ لکھ دیا۔ اس کا تپ ٹوٹ گیا۔ وہ شخص ایک بھینس لے آیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا میں نے اس کو رکھنا تو ہے نہیں تم سے لے کر جو کسی اور کو دوں بہتر یہی ہے کہ تم ہی اسے واپس لے جاؤ۔ پھر وہ شخص اپنی بھینس واپس لے گیا۔

خدمت اور کسرنفسی

ایک دفع کا ذکر ہے کہ ایک مولوی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ہمراہ ان کا سالا تھا۔ وہ کثرت اسہال کی وجہ سے بیمار ہو گیا۔ مولوی صاحب اسے چھوڑ کر کہیں چلے گئے تھے۔ اسے رات دن میں کئی کئی بار قضائے حاجت جانے کی ضرورت ہوتی۔ آپ نے اس بیمار کو اپنے مکان پر ٹھہرایا ہوا تھا۔ آپ اپنے ہاتھوں سے اس کے اسہال وغیرہ اٹھاتے اور صاف کر کے باہر پھینکنے جاتے۔ ان دنوں بندہ (مؤلف) بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بندہ نے اس ارادہ سے قدم اٹھایا کہ میں بھی اس شخص کی خدمت کروں لیکن آپ نے فرمایا' ہوں ہوں۔ وہ شخص کئی کئی بار رات کو پانی مانگتا۔ آپ اس طرح پانی لے کر جاتے جس طرح کوئی غلام خدمت کرتا ہے۔ بندہ (مؤلف) سے فرمایا: میں کل مسجد میں مراقبہ جا بیٹھا تو کوئی آواز دیتا ہے اور مکری مکر کرتا ہے۔ جا اس کی خدمت کر۔ کئی روز کے بعد مولوی صاحب واپس آگئے۔ اس بیمار کی حالت کچھ اچھی ہوگئی تھی۔ مولوی صاحب نے کہا میں ایسے دھوکا بازوں اور مکاروں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بے شک ایسا ہی ہے۔ پھر تو مولوی صاحب گرویدہ ہو گئے اور بیعت کی درخواست کی اور بندہ نے بھی اس کی سفارش کی تو فرمایا چپ رہو، تم نہیں جانتے اور آپ نے مولوی صاحب کو قبول نہ کیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ سفر جانے لگے تو آپ کے ہمراہ ایک دوست تھا، اسے تو گاڑی پر سوار کیا اور آپ اس کے ہمراہ پیدل تشریف لے چلے حتیٰ کہ اس منزل مقصود تک پہنچ گئے مگر آپ بالکل سوار نہ ہوئے۔

خواب (۱) میں ارشاد

ایک دفعہ کا ذکر ہے بندہ (مؤلف) کے بھائی نے صلاح دی کہ لائل پور چل کر دکان کریں۔ بندہ نے بھی ارادہ کرلیا اور تیار ہوگیا۔ رات کو خواب میں آپ نے فرمایا لائل پور نہیں جانا۔ بندہ نے ارادہ ملتوی کر دیا۔

فراست اور کشف

ایک دفعہ کر ذکر ہے حکیم احمد علی صاحب قصوری نے آپ سے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر کئی دفعہ حکیم صاحب حاضر خدمت ہوئے مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ ایک دن آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کو معراج ہوتے ہیں اور ولیوں کو بھی ہوتے ہیں۔ اس کلام سے حکیم صاحب کو کچھ عقدہ پڑ گیا۔ پھر وہ حل بھی ہوگیا حتیٰ کہ چھ سات ماہ گزر گئے تو بندہ (مؤلف) نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حکیم صاحب کو کیوں قبول نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا یہ علم والا ہے۔ اسے وسوسے پڑیں گے۔ بندہ (مؤلف) نے عرض کی اسے کیا علم ہے حتیٰ کہ آپ مکان شریف تشریف لے گئے اور نیچے بھورہ شریف حضرت سیّد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب حکیم صاحب کو لے گئے۔ وہاں آپ کو کشف ہوا کہ آپ بیعت سے کیوں انکار کرتے ہیں۔ جو آپ کے پاس آتا ہے وہ ہمارے پاس آتا ہے۔ آپ نے حکیم صاحب کو بیعت کر کے انہیں وہاں چھوڑا اور حکیم صاحب کو بھی قریباً یہی کیفیت ہوئی اور حکیم صاحب کے وجود پر ایک قسم کا جذب طاری ہوگیا۔

ہمدردی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شرقپور شریف میں پہلی مرتبہ جب طاعون کی وباء پھیلی تھی، ایک آدمی طاعون سے فوت ہوگیا۔ لوگ وحشت میں آئے۔ اس میت کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ اپنے ہمراہ میاں محمد محی الدین صاحب پیر بھائی کو لے کر وہاں تشریف لے گئے اور خود اس میت کی چارپائی اٹھائی۔ اگر مسجد میں برائے غسل لے جاتے تو مسجد والے اندر داخل نہ ہونے دیتے اور جب باہر کسی کنوئیں پر لے جاتے تو زمیندار لاٹھیاں اٹھا لیتے۔ چنانچہ ایک کھیت میں چارپائی رکھ کر وہاں نہلانے الا تختہ منگوایا اور پانی کے مٹکے منگوائے۔ اس میت کی برادری کے لوگ اور رشتہ دار سب دور دور کھڑے تھے۔ قریب اس کے کوئی بھی نہیں آتا تھا۔ میاں محمد الدین پانی ڈالتا جاتا اور آپ میت کو غسل دے رہے تھے۔ بعد غسل کے اسے کفن دیا گیا پھر تمام لوگوں کے روبرو چارپائی پر رکھا اور میت کی پیشانی پر آپ نے بوسہ دیا اور

(۱): عالم رویا میں بزرگوں کی طرف سے کئی ایک القا ہوتے ہیں لیکن ایسا القا جس کی بنیاد ایک کشف ہو، بہت کم ہوتے ہیں اور جو فعل کہ بزرگوں سے ظہور پاتے ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کشفی رویت پر دیکھا یا ساریۃ الجبل۔

فرمایا اب تو آ جاؤ۔ خیر پھر لوگ قریب آ گئے اور اس کا جنازہ وغیرہ لے کر لحد میں بھی آپ نے خود اتارا۔ دفن کر کے شرقپور واپس تشریف لے آئے۔ اس موقع پر بندہ (مؤلف) بھی شرقپور تھا۔ ایک مجمع میں میاں صدر الدین ریوڑی نے تقریر کی کہ بھائیو! یہ موت سب پر کھڑی ہے اس طرح بھاگنے سے برا نتیجہ نکلے گا۔ آج وہ مر گیا ہے کل ہمارا کوئی مرے گا۔ اگر اسی طرح کیا تو کیا ہوگا؟

بہت لوگوں کو وہم ہو جاتا ہے کہ ہمیں یہاں درد ہو جاتا ہے وہاں ہو جاتا ہے۔ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں چلے آتے۔ آپ انہیں تسلی فرما کر بھیج دیتے۔

تسبیح سے تعلق

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ نے فرمایا: ہمارے پاس تسبیح نہیں ہوتی تو مجھے یہ خیال آتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں[1] حالانکہ مجھے تسبیح کی ضرورت ہی نہیں ہے اور ایک دفعہ فرمایا حضرت صاحب کے وجود سے ظاہراً شعلے نور کے نکل رہے ہیں۔

احباب سے محبت

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے بندہ (مؤلف) شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ بندہ پر نیند نے غلبہ کیا۔ عرض کی مجھے نیند آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا جا کر سو رہو۔ بندہ دوسرے کمرہ میں جا کر لیٹ گیا اور بے قراری شروع ہوگئی۔ کروٹیں بدلنے لگا۔ آخر بے چینی کی حالت میں آپ کے کمرہ میں چلا گیا۔ آپ نے فرمایا سوئے نہیں۔ عرض کیا نیند نہیں آتی۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا: ایک رات حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ یاروں کے ہمراہ ایک مکان میں تشریف فرما تھے کہ چراغ میں تیل ختم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اس مکان کے تیر اتار کر جلا لو اور روشنی کر لو اور آپ نے اپنے یاروں کی جدائی گوارا نہ کی۔

بے نیازی کی انتہا

شرقپور شریف میں جب نالے پر بند لگایا گیا تو آپ کی زمین بھی کچھ بند کے نیچے آ گئی تھی۔ اس کے عوض میں سرکار نے آپ کے نام ایک مربع تقسیم کیا۔ جب تحصیلدار نے آپ کے پاس پروانہ بھیجا تو آپ نے قبول نہ کیا تو آپ کے بھائی میاں غلام اللہ صاحب نے تحصیلدار کو جا کر کہا کہ حضرت میاں صاحب تو بزرگ آدمی ہیں اور میں آپ کا بھائی ہوں اور دنیادار ہوں، یہ مربع مجھ کو مل جائے۔ تحصیلدار نے درخواست منظور کر لی۔

(۱) یہ بھی تعلق کا کرشمہ تھا کہ باوجودیکہ تسبیح پر آپ کچھ زیادہ نہ پڑھتے تھے لیکن دلی انس نے یہ درجہ حاصل کر لیا کہ تسبیح کے معدوم ہونے سے خود اپنی ذات ہی گم پاتے ہیں جیسے مایہ دار کی مایہ گم ہونے سے اس کی ذات خالی ہو جاتی ہے اور اس کا وجود بے مایہ رہ کر اپنے خیال میں گم ہو جاتا ہے۔

جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور میاں غلام اللہ صاحب سے بات چیت چھوڑ دی۔

حقوق ہمسایہ کا اندازہ

جب آپ نے مردانہ بیٹھک بنوائی تو بائیں طرف کی دیوار پر دوصد روپیہ خرچ آیا تھا۔ دوسرے مکان کے مالک ہندو ہیں جن کی دیوار گومشترکہ تھی۔ میاں غلام اللہ صاحب نے کہا کہ ان سے نصف خرچہ دیوار کا یک فیصد روپیہ لینا چاہئے لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں لینا۔ میاں غلام اللہ صاحب نے علیحدگی میں ان سے سو روپیہ وصول کر لیا۔ جب بندہ شرقپور شریف گیا تو آپ میاں غلام اللہ صاحب پر ناراض تھے۔ بندہ نے سبب دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا ہمسائے کا ہمسایہ پر حق ہوتا ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ ایک ہی ہمسایہ پر حق ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کس طرح؟ بندہ نے عرض کی آپ کے وہ ہمسائے ہیں اور ان کے ہمسائے آپ ہیں۔ حق تو مساوی ہوا تو روپیہ لینے میں حرج کیا ہوا۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے اور کچھ رضامند بھی ہو گئے۔

دنیاوی تعلق سے نفرت

ایک دفعہ میاں غلام اللہ صاحب نے کمیٹی میں ملازمت کر لی اور میاں صاحب کے پاس بہت سی شکایتیں آنے لگیں۔ آپ سخت ناراض ہوئے۔ سمجھانے سے میاں غلام اللہ صاحب نے ملازمت چھوڑ دی۔ اس کے بعد پھر میاں غلام اللہ صاحب نے حکمت کی دکان نکال لی۔ آپ پھر ناراض ہوئے۔ میاں غلام اللہ صاحب نے وہ دکان بھی چھوڑ دی۔ بندہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ بچہ ہے۔ پھر آپ نے معاف فرما دیا۔

دنیاوی اخوت کا درجہ اور روحانی بیٹوں کا منصب

ایک روز بندہ (مؤلف) شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ اثنائے گفتگو میں آپ نے میاں غلام اللہ صاحب پر اظہار ناراضگی فرمایا۔ بندہ نے سبب پوچھا تو فرمایا جو ہمارے پاس یار آتے ہیں ان کو غلام اللہ تمسخر کرتا ہے اور ہمارے جو دینی بھائی ہیں ہم ان کو نسلی بھائی سے سو حصہ بڑھ کر جانتے ہیں۔ بندہ کو خیال گزراور ثہ کے مالک تو نسلی بھائی ہوتے ہیں۔ پھر خیال آ گیا کہ نسبت کے وارث تو روحی بھائی ہوتے ہیں۔ آپ کی بیوی صاحبہ کی وفات کے بعد بہت عرصہ کا ذکر ہے چند یاروں نے عرض کی آپ نکاحِ ثانی کر لیجئے۔ خداوند کریم کوئی لڑکا عطا فرمائے تو آپ کی نسل باقی رہ جائے۔ فرمایا: اول تو مجھ میں طاقت ہی نہیں۔ اگر ہو بھی تو ہم روحی بیٹوں کو نسلی بیٹوں سے صدہا درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔

رضا بقضا اور صلہ رحمی کے واقعات

بندہ (مؤلف) کہتا ہے اس میں شک نہیں، دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ آپ کے گھر دو بیٹے ہوئے تھے۔ خورد سالی ہی میں انتقال فرما گئے۔ آپ نے ان صاحبزادوں کو خود غسل دیا اور فرمایا: کیسے خوبصورت نکل آئے ہیں اور خوشی اظہار فرمائی۔ خداوند کریم نے لڑکوں کو قبول فرمایا۔ آپ کی حقیقی ہمشیرہ دو تھیں۔ پہلی ہمشیرہ کی شادی میاں محمد الدین اپنے پھوپھی زاد سے قصور میں کی گئی تھی جو کچھ مدت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ پھر دوسری ہمشیرہ کی شادی بھی میاں محمد الدین صاحب مذکور سے ہی کی گئی۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی فوت ہو گئیں۔ بندہ (مؤلف) دونوں کی وفات پر حاضر ہوتا رہا۔ آپ کا چہرہ خنداں پایا البتہ آنکھوں پر کچھ آثار ان کے ماتم کے معلوم ہوتے تھے۔ پھر میاں محمد الدین صاحب نے تیسری شادی فیض پور میں کر لی۔ آپ اسی طرح میاں محمد الدین کے گھر آیا جایا کرتے جس طرح پہلے جایا کرتے تھے۔

ذکر

ایک دفعہ بندہ (مؤلف) شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا تو فرمایا یہاں ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ سے آیا تھا۔ ہم نے اس کو بہت ڈانٹا۔ آج اس کا خط آیا ہے کہ میں دورہ میں ہوں اس واسطے حاضر نہیں ہو سکا۔ یہ ڈپٹی مسلمان تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے ایک ڈپٹی شیخوپورہ کا اور اس کے ہمراہ شیخ محمد شفیع قصوری بھی تھے، آئے۔ دونوں کی داڑھی منڈھی ہوئی تھی۔ آپ نے جلالی جمالی صورت میں ان کو بہت ڈانٹا۔ انہوں نے پانچ روپیہ آپ کی نذر کئے۔ آپ نے ایک روپیہ اپنی جیب سے نکال کر ان پانچوں روپوں میں ملا کر ان کی جیبوں میں ڈال دیئے۔

طریقہ تبلیغ

آپ تبلیغ مختلف صورتوں میں فرمایا کرتے تھے۔ عوام کو موٹی موٹی مثالیں دے کر سمجھایا کرتے اور خواص کو ان کی سمجھ کے مطابق بیان کرتے۔ علماء کو قرآن اور حدیث سے تبلیغ فرماتے اور غیر مسلموں کو ان کے بزرگوں کے حالات سنا کر تبلیغ فرماتے۔ عوام کے روبرو بابا فرید گنج شکر کا قول پڑھ کر سناتے۔ قول (شعر)

اٹھ فریدا کوک توں جیوں کر را کھا جوار   جب تک ٹانڈا نہ گرے تب تک حال پکار

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے پہلے خداوند کریم کی یاد کر۔ جس وقت کوئی خاص لوگ حاضر خدمت ہوتے جو علم دنیوی سے واقف ہوتے، آپ انہیں دریافت فرماتے کہ تم علم طبیعات پڑھے ہوئے ہو۔ وہ عرض کرتے کہ حضور پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے تمہارا ایمان تو بڑا کامل ہوگا کیونکہ سب چیزوں کی تاثیرات سے آپ واقف ہیں۔ یہ تاثیر ان چیزوں میں کس نے پیدا کی۔ اگر کوئی علماء کی جماعت میں سے

آتے تو آپ قرآن مجید کو پکڑ لاتے اور انہیں قرآن مجید کی آیتیں دکھاتے۔ جو آیتیں ذکر کے متعلق ہوتیں انہیں دکھاتے اور فرماتے فقیر اور صوفی لوگ کیا بتلائیں گے۔ قرآن شریف میں جا بجا ذکر کی خداوند کریم نے آیتیں فرمائی ہیں اور آیات پڑھ پڑھ کر سناتے اور توجہ ذکر کی طرف دلاتے اور فرماتے علماء اور فقراء کو چاہئے کہ حق کی بات کہنے سے خوف نہ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے حق کہنے سے تیری اجل قریب نہ ہو جائے گی اور تیری روزی بند نہ ہوگی۔ بعض علماء کو سختی سے سمجھاتے اور فرماتے تم نے تو دین کو کھیل بنا چھوڑا ہے۔ جس وقت کوئی خاص الخاص یار آتے تو ان کو خاص ہی طرح توجہ سے سمجھاتے۔

(مؤلف) ایک عبارت نقل کرتا ہوں جس کے آپ پوری طرح عامل تھے اور یہی ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ درویش اور فقیر کو چاہئے کہ ان صفتوں سے متصف ہو۔ حضور پرنور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تنگدست پارسا کو دوست رکھتا ہے اور آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے بلال! تو اس بات کی کوشش کر اور اس فکر میں لگا رہ کہ جب تو اس جہان سے کوچ کرے تب تیری حالت درویشی کی ہو نہ کہ تونگری کی اور آپ فرماتے کہ میری امت کے درویش اور فقیر جنت میں پانچ سو سال پہلے امیروں اور تونگروں سے جائیں گے اور آپ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سب سے بہتر درویش اور فقیر لوگ ہیں اور فرمایا: میرے دو پیشے ہیں۔ اب جو کوئی میرے ان دو پیشوں کو اختیار اور پسند کرے گا اور محبوب رکھے گا تو گویا اس نے مجھے پسند کیا اور محبوب رکھا۔ ان دو پیشوں میں سے ایک پیشہ درویشی اور فقیری اور دوسرا پیشہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے احمد مجتبیٰ ﷺ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجا اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر آپ کو منظور ہو تو تمام روئے زمین کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے اور جہاں کہیں آپ کی مرضی ہو ساتھ ہی ساتھ وہ سونے کے پہاڑ ہمراہ رہیں۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا: اے جبرائیل! دنیا بے ثباتی کی جگہ ہے اور اس کا مال بے مال والوں کے لئے ہے اور دنیا میں مال جمع کرنا بے عقلوں کا کام ہے۔ تب جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! سبحان اللہ! آپ نے خوب فرمایا۔

مثالی صورت میں حج ادا کرنا

یاں محمد سکنہ ہرچو کی علاقہ پونیاں بیان کرتے ہیں کہ مولوی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اوّل نے بیان کیا تھا کہ میاں غلام یٰسین صاحب فیض پوری نے ذکر کیا کہ میں اور میاں عبدالغفور رحمان پوری دونوں حج بیت اللہ شریف کو تیار ہوئے اور جانے سے پہلے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوئے اور عرض کی کہ برائے حج آپ بھی ہمراہ تشریف لے چلیں۔ تو آپ نے فرمایا: تم چلو، خدا کا حکم ہوا تو میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ ہم دونوں اجازت لے کر روانہ ہوئے۔ جب عرفات

کے میدان کے قریب پہنچے تو فجر کی نماز میں اپنے دونوں کے درمیان میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں موجود پایا۔ پھر بعد نماز دیکھا تو آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ جب حج سے واپس آئے تو پہلے شرقپور شریف آپ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ کا نیاز حاصل کر کے دوسرے شرقپوری یاروں سے دریافت کیا کہ آپ حج کو تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں۔ آپ جمعہ و جماعت ہر روز یہاں خود ہی کراتے رہے اور کمترین نے حلفاً عرض کی کہ ہم نے آپ کو عرفات میں دیکھا ہے۔ اگر ہم جھوٹ کہتے ہیں تو خدا ہم کو پکڑے۔

بندہ (مؤلف) عرض کرتا ہے کہ یہ مثالی[1] صورت ہے نہ کہ عین۔ اس قسم کے تذکرے پہلے بزرگوں کے بھی کئی ایک ملتے ہیں چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ ہمارے والد بزرگوار کی خدمت میں بہت لوگ آیا کرتے تھے اور عرض کرتے کہ ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے۔ کوئی کہتا کہ میں نے آپ کو بغداد شریف میں دیکھا ہے اور اپنی آشنائی جتلاتے لیکن والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یارو میں تو کبھی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا۔ تم کہتے ہو کہ ہم نے فلاں شہر میں دیکھا ہے اور آشنا بنتے ہو اور کس قسم کی تہمت مجھ پر لگا۔ تے ہو۔

میاں قادر بخش صاحب للیانی والے کا بیان ہے کہ ایک دفعہ بھادوں کے دنوں میں میرا ارادہ شرقپور شریف جانے کا ہوا۔ میاں میراں بخش بھی میرے ہمراہ تیار ہو گیا۔ ہم دونوں براستہ لاہور شاہدرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کشتی پر سوار ہو کر دریا سے پار ہو گئے۔ آگے ایک نالہ دریا کے چڑھاؤ کی وجہ سے چل رہا تھا اور اس میں پانی بھی تیرنے والا تھا۔ میں تو تیرنا جانتا تھا مگر میرا ہمراہی بالکل تیراک نہ تھا۔ اس لئے لاچار ہم دونوں واپس اپنے گاؤں کو لوٹے اور خیال کیا کہ جس وقت چڑھاؤ کم ہو گا اس وقت ہم پھر آ جائیں گے۔ جس وقت ہم دونوں موضع بوندگڑھی کے نزدیک آئے تو ایک شخص دکن کی طرف سے آواز دے رہا ہے کہ آؤ شرقپور شریف جانے والو۔ ادھر پانی تھوڑا ہے۔ آؤ ادھر کے نالے سے پار گزار دیں۔ جس وقت ہم اس جگہ کے قریب پہنچے تو وہاں نالہ عبور کرتے پانی پنڈلی تک آیا۔ پھر وہ صاحب فرمانے لگے چلو ایک نالہ آگے اور ہے جو موضع مہتم کے نزدیک ہے۔ وہ بھی تم کو گزار آئیں۔ جس وقت اس سے بھی پار ہو گئے پھر اس شخص نے فرمایا بس اب یہ راستہ شرقپور شریف کو جاتا ہے۔ میں نے ادھر جانا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے کہا کہ آپ جائیے یہ راستہ مجھے معلوم ہے۔

موضع مہتم کے نزدیک ایک کنواں ہے وہاں ہم دونوں نے بیٹھ کر پانی پیا اور وضو کر کے نماز ظہر پڑھی۔

---

(۱): مثالی صورت میں عبادات وغیرہ امور میں ظہور بھی ایک بلند منصب کی حقیقت رکھتا ہے۔ تمام ولی اللہ اس میں شرکت نہیں رکھتے اور رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ (۴۳:۳۲) کا حکم قرآن شریف میں موجود ہے۔

عصر کے وقت ہم شرقپور شریف پہنچے۔ وہاں پہنچ کر میرے ہمراہی نے کہا آؤ بڑی بھوک لگی ہے بازار سے روٹی کھالیں۔ میں نے کہا پہلے حضور کو مل لیں۔ پیچھے دیکھا جائے گا پھر ہم نے نماز عصر حضور کی مسجد میں جا کر پڑھی۔ بعد میں ہم آپ کی خدمت میں بیٹھک پر حاضر ہوئے۔ جس وقت آپ کے در دولت پر پہنچے حضور بیٹھک کے دروازے پر ہی قیام فرماتے تھے۔ آپ دیکھتے ہی فرمانے لگے کیا تم واپس جانے لگے تھے۔ ہم لائے کہ نہ لائے[۱] اور فرمایا اندر چلو۔ ہم بیٹھک کے اندر جا کر بیٹھ گئے۔ آپ گھر تشریف لے گئے۔ اپنے گھر کی طرف سے بیٹھک والا دریچہ کھول دیا اور کھانا رکھ دیا اور بیٹھک میں آ کر فرمانے لگے ہاتھ دھو کر کھانا کھالو۔ جس وقت آپ کھانا کھلانے لگے تو آپ فرمانے لگے بازار میں کھانا کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ سبحان اللہ

بندہ (مؤلف) کہتا ہے ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں اولیاء اللہ متفرق مکانوں میں جاسکتے ہیں۔ کتاب ذخیرۃ الملوک میں دیکھو۔ حضرت خواجہ علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ وقت (یعنی امیر تیمور) نے کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا جاتا ہے تو آپ کی ذات پاک درود شریف پڑھنے والے کو دس دفعہ درود بھیجتی ہے۔ یہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہاں تک صحیح ہے؟ آپ نے فرمایا: آج ہی شام کے بعد جواب دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ! چنانچہ آپ نے اپنے مکان میں بوقت عصر اپنی زبان مبارک سے فرمایا اگر کسی شخص کی یہ خواہش ہو کہ مجھے اور بادشاہ کو کھانا کھلائے تو اجازت عام ہے مگر اس میں دو شرطیں ہوں گی۔ ایک تو گھر میں جو کچھ پک چکا ہو وہی رہنے دے دوسرا بعد از فراغت نماز شام کے تم سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔ ان میں سے جو شخص سب سے پہلے آئے گا اس کے ساتھ ہم چلیں گے۔ لکھا ہے کہ چالیس آدمیوں نے دعوت کی درخواست کی جو سب کی منظور فرمائی گئی۔ حسب اقرار شام کو سب اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ چنانچہ سب سے پہلے ایک بوڑھا اور غریب حاضر ہوا اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امیر تیمور کو ہمراہ لے کر اپنے گھر لے گیا اور انہوں نے ماحضر (کھانا) تناول فرمایا اور وہاں بیٹھ کر ایک غزل بھی لکھی۔ بعد فراغت آپ امیر تیمور کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائے اور عشاء کی نماز کے واسطے تمام لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ ہر ایک شخص اس بات پر ناز کر رہا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب اور بادشاہ نے آج میرے ہاں کھانا کھایا اور وہاں بیٹھ کر آپ نے ایک غزل بھی لکھی ہے جو میرے پاس موجود ہے۔ حاضرین مسجد کا باہم ردوقدح شروع ہوا۔

---

(۱): جو لوگ ایسے امورات کو اتفاقیات سے تعبیر کرتے ہیں ان کو آپ کے ان الفاظ پر غور کرنا چاہئے "ہم لائے کہ نہ لائے" کتنے زوردار الفاظ ہیں۔ اپنے تصرف کا اقرار طلب فرمایا اور روحانی استمداد یا عباداللہ اعینونی کی زندہ مثال جواباً پیش کر دکھائی۔

حقیقت یہ ہے کہ ولی اللہ اور عارف ربانی کا دل آئینہ جہاں نما ہوتا ہے جس سے پہلے تو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ آ رہے ہیں۔ اس کے بعد روحانی تصرف نے اپنا تصرف کر دکھایا جو دیکھا۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امیر تیمور کو فرمایا: تم دریافت کرو کہ یہ کیا چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں۔ امیر تیمور نے لوگوں سے دریافت کر کے آپ سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا: اے تیمور! یہ عاجز اس محبوب رب العالمین کی درگاہ کا ادنیٰ غلام تو بجائے خود رہا، اس دروازہ کا کتا ہوں۔ ان کی نظر عنایت سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت عنایت فرمائی ہے کہ آن واحد میں تم کو ساتھ لے کر چالیس گھروں سے کھانا کھا سکتا ہوں تو کیا ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم آن واحد میں سب کے درود و سلام کے جواب نہیں دے سکتے۔

(مؤلف) حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر قبر میں سوال منکر نکیر کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں اور فرشتے سوال کرتے ہیں کہ اس بندہ کے حق میں تمہارا کیا ایمان ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آپ کی وفات کے بعد یہ صورت پیش آتی ہے تو ہم پوچھتے ہیں جو لوگ آپ کی ظاہر احیاتی میں فوت ہوتے تھے کیا ان پر یہ سوال نہیں ہوتا تھا۔ مذکورہ بالا حدیث میں آپ کا ہر قبر میں جانا سمجھ لیا جا سکتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جیسے ایک وقت میں فرشتے یعنی منکر نکیر ہر قبر میں ہر جگہ جا سکتے ہیں اسی طرح صورت مثالی بطریق اولیٰ جا سکتی ہے۔

انتہائے کمال ولایت کی حقیقت

میاں محمد عثمان صاحب آپ کے بہت ارادت مند تھے اور آپ سے بہت کچھ استفادہ حاصل کر چکے تھے۔ ان دنوں میں ایک بزرگ قصور تشریف لائے جنہیں کہیاں والے کہتے تھے۔ چند مرید بھی ان کے ہمراہ تھے۔ حلقہ باندھ کر ذکر جہر کرایا کرتے تھے۔ میاں محمد عثمان کے دل میں خیال گزرا کہ بہتر ہوتا اگر میں ان کا مرید ہوتا۔ چند یوم بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک خط محمد عثمان کی طرف آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ وضو کر کے حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پاس جا بیٹھو۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا چنانچہ اس مضمون کے دو خطوط آپ کی طرف سے اور موصول ہوئے۔ تیسرے خط کے آنے پر میاں محمد عثمان بندہ کو ہمراہ لے کر حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا۔ بندہ تو مسجد میں رہا اور وہ خود مزار مبارک پر گیا۔ جب وہ خانقاہ سے باہر نکلا تو حیران تھا۔ بندہ سے ذکر کیا کہ وہ جو کہیاں والے بزرگ آئے تھے مجھے خیال گزرا تھا کہ میں ان کی بیعت کرتا تو اچھا تھا لیکن اب جب میں اندر مزار پر جا کر بیٹھا، غیبت ہوگئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میاں صاحب ایک ہی پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور کہیاں والے بزرگ پائنتی کی طرف دور بیٹھے ہیں اور حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ مجھے جھڑک کر اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں تم ان کو چھوڑ ان کی طرف خیال کرتے ہو۔ میں نے عرض کی کہ حضرت یہ بات تو میں نے کسی سے کہی بھی نہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے معلوم ہو گیا۔ سبحان اللہ

محبت الٰہیہ نسبت کا تعلق

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربل شریف والوں سے فرمایا: میں یہاں بیٹھا، اجمیر شریف یعنی خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا حال دیکھ رہا ہوں۔ حضور کی خدمت میں اگر کوئی چشتی طریق کا آدمی آتا تو آپ دریافت فرماتے۔ دریافت فرمانے کے بعد یہ شعر پڑھا کرتے:

صاحبان چشت اہل بہشت

رفاقت کا نبھاؤ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بندہ آپ کے ہمراہ تھا۔ مکان شریف سے واپسی پر جب آپ امرتسر آئے تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ باقی ہمراہیوں کے ساتھ ہو گئے مگر بندہ گاڑی سے رہ گیا۔ جب آپ لاہور پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابراہیم پیچھے ہی رہ گیا۔ یہ سنتے ہی آپ کو بے قراری سے ضعف ہو گیا۔ بندہ دوسری گاڑی پر لاہور آ گیا۔ دیکھا تو تمام یار سٹیشن پر کھڑے ہوئے ہیں اور آپ وہاں لیٹے ہوئے ہیں۔ جب سنا کہ ابراہیم آ گیا ہے تو افاقہ ہو گیا پھر ہمراہ لے کر لاہور میں داخل ہوئے (یہ بچپن کی رفاقت کا اثر تھا)

تربیت جلال میں جمال

حاجی عبدالقادر قصوری و خیر الدین بٹہ جو آپ کے خاکساروں میں سے ہیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم اکٹھے شرقپور شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیٹھک مکان میں آپ کی خدمت میں ہم دونوں کے علاوہ دو تین آدمی اور بھی موجود تھے کہ دو شخص لاہور سے موٹر میں آئے۔ ایک صاحب تو لاہور کے وکیل تھے جو آپ کی خدمت میں پہلے بھی آنے والے معلوم ہوتے تھے۔ شکل و صورت ان کی متشرع تھی۔ ان کے ہمراہ ایک ڈپٹی صاحب سیّد باقر علی تھے جن کی داڑھی بہت بڑی نہ تھی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ خیر آپ نے ان سے نام دریافت فرمایا اور پوچھا کس طرح آئے ہو؟ اور کیا کام کرتے ہو۔ انہوں نے سب کچھ عرض کیا پھر آپ نے دریافت فرمایا: کس کے ملنے والے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ سائیں توکل شاہ صاحب امبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہے۔ آپ نے جوش میں آ کر ڈپٹی صاحب کی قمیص کا کالر اور مونچھیں دونوں ہاتھوں سے خوب کھینچیں اور فرمایا: ”شاہ صاحب کی ایسی شکل ہوتی تھی“۔ ہائے افسوس، آپ کے ایسا کرنے سے ڈپٹی صاحب خوب روئے اور کچھ دیر خاموش رہے بعد میں آپ نے ڈپٹی صاحب کو گلے سے لگایا اور

خوب پیار کیا۔ اس وقت حاجی عبدالرحمن صاحب بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ آپ نے حاجی صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''ایہ ڈپٹی وچوں تاں دل اے''۔ یعنی اس کا اندرونی حال اچھا ہے۔ اس کے بعد آپ نے بہت پیار کیا اور ڈپٹی صاحب کا انکسار بڑھتا گیا۔

پھر آپ نے قرآن شریف کی چند آیات انہیں سنائیں اور ایک شعر فارسی آپ نے پڑھا جس سے ڈپٹی صاحب کی عجیب کیفیت ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آپ نے وہی شعر پڑھا اور فرمایا اسے ہر وقت یاد رکھو۔ ڈپٹی صاحب نے عرض کی کہ حضرت مجھے لکھا دیں۔ آپ نے فرمایا: لکھ لو۔ شعر:

یقیں بداں کہ تو باحق نشستۂ شب و روز
چو ہم نشیں تو باشد خیال نام خدا

اس کے بعد آپ نے فرمایا جب عدالت کرتے ہو تو ظالم اور مظلوم کے فرق میں اچھی طرح سوچ کر کام کیا کرو اور اس وقت اللہ و رسول ﷺ کے حکم کو بھی نگاہ رکھا کرو۔ دو مسلمانوں کی جن کا مقدمہ تیرے پاس آئے، صلح کرانے کی کوشش کیا کرو۔ الغرض بہت پند و نصائح آپ نے فرمائیں اور پھر رخصت فرمایا۔ اب وہ ڈپٹی صاحب جالندھر یا ہوشیار پور کے علاقہ میں بڑے عہدہ پر ہیں۔ ڈپٹی صاحب کی اصل سکونت انبالہ ہے۔

ایک روز بندہ حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا نسبت میں ایسی بے رنگی ہوگئی ہے کہ کسی طرف توجہ کی جائے تو طبیعت محسوس نہیں کرتی۔ آیا اس کے دل میں کوئی کیفیت پیدا ہوئی ہے یا نہیں۔ بعض وقت طالب کو رقت اور جذب طاری ہو جاتا ہے تو خیال آتا ہے۔ شاید یہ بناوٹ اور تصنع نہ کرتا ہو۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں دو ماہ تک رہا۔ ایک روز آپ نے بندہ سے فرمایا:

''تم خیال کر کے دیکھو۔ اس پر کوئی اثر ہے یا روٹی کھانے کے لئے بیٹھا ہے''۔

بندہ نے عرض کی اس کی طبیعت میں سوزش معلوم ہوتی ہے۔ یہ شخص دراصل خفیہ پولیس کا ایک سپاہی تھا جو آیا تو کسی اور کام کے لئے تھا مگر خود شکار ہو گیا۔

سوال: پہلے تم نے ابتدائی حالات میں بڑے بڑے کیفیات و حالات وغیرہ لکھے ہیں۔ اب لکھتے ہو کہ آپ کو ایسی بے کیفی اور بے رنگی ہوگئی ہے جس کا احساس اور کیفیت خود آپ کی طبیعت محسوس نہیں کرتی...... اس کا حل کیا ہے۔

جواب: بندہ نے بارہا آپ کی زبان مبارک سے سنا ہے ''ہم اپنی نسبت کو خود محسوس نہیں کرتے''۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۴۳ جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔ جو مولانا محمد افضل کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

اللہ تعالیٰ کا حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ اس طریقہ عالیہ کے مشائخ کی عبارتوں میں آیا ہے کہ اس بارگاہ جل شانہ میں یافت کا ذوق نہ یافت۔ یہ بات اندراج النہایت فی البدایت کے مناسب ہے۔ جوان بزرگوں کے جذبۂ خاص کا مقام ہے۔ اس مقام میں یافت کی حقیقت نہیں۔ کیونکہ وہ انتہا کے ساتھ مخصوص ہے لیکن چونکہ نہایت کی چاشنی بدایت میں درج کی ہوئی ہے۔ اس لئے یافت کا ذوق اس مقام میں بھی میسر ہے اور جب معاملہ جذبہ سے آگے بڑھ جائے اور ابتداء سے توسط تک پہنچ جائے۔ یافت کا ذوق بھی یافت کی طرح معدوم ہو جاتا ہے۔ نہ یافت رہتی ہے نہ یافت کا ذوق۔ جب کام نہایت تک پہنچ جاتا ہے۔ یافت میسر ہو جاتی ہے۔ یافت کا ذوق مفقود ہو جاتا ہے۔ جب یافت کا ذوق منتہی میں مفقود ہے۔ تو لذت وحلاوت بھی اس کے حق میں کمتر ہو گی۔ مبتدی ذوق وحلاوت کو پہلے ہی قدم میں چھوڑ جاتا ہے اور آخر میں بے لذتی اور بے مزگی کے گوشہ میں گمنام پڑا رہتا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن دائم الفکر۔

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غمناک اور متفکر رہا کرتے تھے۔

سوال: جب منتہی کو مطلوب کی یافت میسر ہو گئی تو پھر یافت کا ذوق کیوں مفقود ہو گیا۔ جب مبتدی یافت سے بے نصیب تو یافت کا ذوق کہاں سے پائے گا۔

جواب: یافت کی دولت منتہی کے باطن کا حصہ ہے جو اپنے ظاہری تعلق کے منقطع ہونے کے بعد اس دولت سے مشرف ہوتا ہے۔ جب اس کے باطن کو اس کے ظاہر کے ساتھ تعلق نہیں رہا۔ اس لئے باطنی اس کے ظاہر میں اثر نہیں کرتی اور باطنی یافت سے ذوق ولذت نہیں لے سکتا۔ پس منتہی کے باطن کو مطلوب کی یافت حاصل ہوتی ہے اور اس کے ظاہر کو اس یافت کا ذوق نہیں ہوتا۔ باقی رہا باطن کا ذوق جس کا حصہ یافت ہے۔ جب باطن سے بے چونی کا حصہ پالیا ہے اس کا وہ ذوق بھی عالم بے چونی سے ہوگا اور ظاہر کے اوراق میں جو سراسر چوں ہے نہ آئے گا بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر باطن سے ذوق کی نفی کر دیتا ہے۔ باطن کو بھی اپنی طرح بے حلاوت جانتا ہے کیونکہ چوں کا ذوق اور ہے اور بے چوں کا ذوق اور جب منتہی کا ظاہر اس کے باطن کے ذوق کی خبر نہیں رکھتا تو پھر عوام ظاہر بین منتہی کے باطن کی کیا خبر پا سکیں گے اور سوا انکار کے ان کے حصہ میں کیا آئے گا۔ وہ ذوق جوان کے فہم میں آتا ہے۔ ظاہر کا ذوق ہے جو عالم چوں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماع ورقص اور نعرہ اور اضطراب وغیرہ جو ظاہری احوال واذواق ہیں۔ ان کے نزدیک بڑے نایاب اور عظیم القدر ہیں بلکہ اکثر اوقات اذواق ومواجید کو انہی امور میں منحصر جانتے ہیں اور ولایت کے کمالات انہی امور کو سمجھتے

ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ ظاہری احوال باطنی احوال کے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہیں جو چون کو بیچون کے ساتھ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ منتہی کا باطن یافت بھی رکھتا ہے اور یافت کا ذوق بھی لیکن چونکہ وہ ذوق عالم بے چونی سے حصہ رکھتا ہے اس لئے ظاہر کے ادراک میں نہیں آ سکتا بلکہ ظاہر اس ذوق کی نفی کا حکم کرتا ہے۔ اگرچہ ظاہر باطن کی یافت پر اطلاع رکھتا ہے لیکن اس یافت کے ذوق کو نہیں پا سکتا۔ پس کہہ سکتے ہیں کہ منتہی کو ظاہر میں ذوق میسر ہے لیکن یافت کا ذوق مفقود ہے۔ اگر زیادہ دیکھنا ہو تو مکتوبات شریف دیکھیں۔

(مؤلف) یہاں ایک نکتہ سمجھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب منتہی مبتدی پر تصرف کرتا ہے تو ایک نور عرش مجید سے آتا ہے جو منتہی کے سینہ سے گزر کر مبتدی کے دل میں وارد ہوتا ہے تو اس وقت منتہی کے دل میں بھی ایک حلاوت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے منتہی مبتدی کی قدر کرتا ہے مگر مرید رشید ہو۔



باب 7

کلمات

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اندر رکھنا چاہئے اور باہر نکلتے وقت بایاں پاؤں نکالنا چاہئے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور ہمسایہ کا حق اور مسواک کی بہت تاکید کی تھی۔ میں خوف کرتا ہوں کہ ہمسایہ کہیں ورثہ کا مالک ہی نہ ہو جائے اور مسواک کے بغیر نماز ہی نادرست نہ ہو جائے۔ افسوس کیسے مسلمان ہیں جو ہمسایوں کو تنگ کرتے ہیں۔

اور آپ فرماتے کہ اپنے سالن کی وجہ سے ہمسایہ کو تکلیف نہ دو۔ اگر کوئی مزیدار سالن پکاؤ تو پہلے ہمسایہ کے گھر بھیج دو۔ جس شخص سے ہمسایہ اس کا ناراض ہو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

ایک دن ملک مہدی زمان ڈپٹی کمشنر گجرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اس سے پہلے بھی میں حاضر خدمت ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ علی پور سیّد جماعت علی شاہ صاحب یا پیر مہر علی شاہ صاحب کے پاس گولڑہ جاؤ۔ میں وہاں گیا تھا اور پھر واپس آپ کے پاس ہی آیا ہوں اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مکان شریف جانا۔ میں گیا تھا۔ جب رمداس پہنچا تو زور کی بارش ہوئی۔ میں نے موٹر کو تو وہیں چھوڑا اور پیدل ہی پانی کودتا پھاندتا بھیگتا ہوا مکان شریف پہنچا۔ گو راستہ میں تکلیف ہوئی تھی مگر مکان شریف پہنچ کر ایسی تسکین ہوئی کہ کچھ تھکان وغیرہ معلوم نہ ہوئی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ اس وقت پڑھنے کے واسطے بھی کچھ بتلایا تھا تو انہوں نے عرض کی کہ آپ نے قرآن شریف کی منزل پڑھنے کا حکم دیا تھا مگر کام کی کثرت سے کبھی کبھی ناغہ ہو جاتا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ آئندہ ناغہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: جب کبھی کمشنر کی طرف سے آپ کو کوئی پروانہ یا حکم آتا ہے تو ان کو کہتے ہو گے کہ دعا کرو۔ ہم اس کی تعمیل کر سکیں۔ اس وقت تو خود بخود عمل ہو جاتا ہے۔ دینی کام کے واسطے دعا کی ضرورت ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں بطن در بطن بطن در بطن بطن در طن ستر بطن میں۔ جتنا غور و خوض سے پڑھو گے کھلتے جائیں گے۔ یہ کوئی تھوڑی سی دولت نہیں ہے۔ پھر آپ نے ان لوگوں کے آگے کھانا رکھا تو ایک شخص جو ڈپٹی کمشنر صاحب کے ساتھ تھا، ایک ٹانگ دوسرے

گھٹنے پر رکھ کر کھانا کھانے لگا تو آپ کو سخت رنج ہوا اور فرمایا اس طرح تو شداد، ہامان، فرعون کا بیٹھنا تھا۔ ہم مسلمانوں کو اس طرح بیٹھنا نہیں چاہئے۔ ہم کو تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ دائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر اور بائیں گھٹنے کو کھڑا کر کے کھانا کھایا کرو۔ افسوس مسلمانوں میں یہ عادات کہاں سے آگئیں۔ یہ تو تکبّر کے نشان ہیں۔ اسلام تو ادب سکھاتا ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کو لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ پر پورا پورا یقین نہیں ہے۔ اگر یقین ہو تو اعمال درست ہو جائیں:

زباں سے کہتے ہیں سب لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ ۔۔۔ عمل اس پر نہیں ہے لیکن معاذ اللہ

آپ فرمایا کرتے جو دم غافل سو دم کافر۔ کاروبار دنیاوی میں بھی ذکر کا دھیان ہو۔ ہتھ کار وتے، دل یار وتے۔

نمے گویم کہ از عالم جدا باش ۔۔۔ بہر کاریکہ باشی با خدا باش

اگر عالی حوصلہ بھی خدمت شریف میں حاضر ہوتے تو آپ ان کو فرماتے کہ درود شریف پڑھنے سے پہلے تین مرتبہ لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۲۸:۹)۔ (آیت)

روایت ہے کہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ جناب حضور ﷺ نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے منہ پر اپنا منہ مبارک رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا عمل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ آپ سے ایسی محبت کرتے۔ فرمایا: میں لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ پڑھا کرتا تھا۔ سبحان اللہ

آپ فرماتے کہ لوگ درود شریف پڑھتے وقت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۵۶:۳۳) پڑھا کرتے ہیں اس کے ساتھ دوسری آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (۵۷:۳۳) پڑھتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ فضیلت ہے۔ اسے بھی ضرور ساتھ پڑھ لیا کرو اور درود شریف پڑھتے وقت:

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ ۔۔۔ كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ ۔۔۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَآلِهٖ

چند مرتبہ کمال محبت سے پڑھ کر درود شریف شروع کیا کرو۔ اس سے درود شریف پڑھنے میں جمعیت زیادہ ہوگی اور اگر اس وقت کوئی نعت یاد آجائے تو کمال محبت سے پڑھ لیا کرو۔

طریقہ تبلیغ

اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ پوچھتے کیوں آئے ہو۔ تیرا کیا مطلب ہے۔ اگر وہ کہتا کہ فقط زیارت کے واسطے حاضر ہوا ہوں تو آپ فرماتے کہ ہمارے پاس کوئی زیارت نہیں۔ تو کیوں آیا ہے۔ اگر وہ کہتا مجھے اللہ اللہ کا شوق ہے۔ آپ مجھے اللہ اللہ کرنا بتائیں تو آپ قرآن شریف سامنے رکھ کر ذکر کے متعلق آیات سناتے۔ اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۳۳:۴۱،۴۲) فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ الخ (۴:۱۰۳) وغیرہ وغیرہ آیات دکھا کر اور ان کا ترجمہ سمجھا کر فرمایا کرتے کہ زبان تالو سے لگا اور دل کی طرف دھیان کر کے ھو کی ضرب دل پر لگایا کرو۔ چلتے پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، جاگتے ہوئے ہر وقت ذکر کیا کرو۔

اور اگر کوئی زیادہ عالی حوصلہ ہوتا تو اس کو فرماتے کہ ذکر کرتے وقت ایسا خیال کیا کرو کہ میں اللہ کریم کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں اور شعر بھی فرماتے:

یقیں بداں کہ تو با حق نشستۂ شب و روز — چو ہم نشیں تو باشد خیال نام خدا
وصال حق طلبی ہم نشیں نامش باش — جبیں وصال خدا را بیاد نام خدا

جب اس سے بھی زیادہ شوق ہو جائے اور ذکر کا غلبہ ہو جائے تو:

چو اول شب آہنگ خواب آوردم — بر تسبیح نامت شتاب آوردم
واگر نیم شب سر بر آرم زخواب — ترا خوانم ریزم از دیدہ آب

کا دھیان کرو۔

حافظ غلام حید ر صاحب (امام مسجد حوض والی قصور) کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ شرقپور شریف آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص کو وجد ہو گیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کیا تم وجد کرتے ہو۔ میرے سر پر بھی کبھی شیطان چڑھ چڑھ کر ناچتا تھا اور ناراض ہو کر فرمایا زنا سے تم بچتے نہیں ہم وجد کو کیا کریں گے۔

ایک مجذوب کے بارے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بندہ سیّد جماعت علی شاہ صاحب کی والدہ صاحبہ کی فاتحہ پر گیا۔ واپسی میں سیالکوٹ کے قریب ایک بستی میں سائیں کرم الٰہی صاحب کے پاس گیا اور بندہ کے ہمراہ میاں نبی بخش صاحب سدانہ بھی تھا۔ جب وہ بھی ان سے ملا تو فرمایا: وہ چار پائی تم بچھا لو اور دوسری چار پائی ہمیں بچھا دو۔ سائیں صاحب عمر میں بہت ضعیف تھے۔ جب ان سے گفتگو شروع ہوئی تو انہوں نے پوچھا تم کہاں گئے

تھے۔ نبی بخش نے کہا کہ ہمارے پیر صاحب کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا ان کی فاتحہ کے لئے گئے تھے۔ یہ سنتے ہی سخت گھبرائے اور زبان سے برا بھلا کہنے لگے۔ بندہ کو فرمایا: تم جانتے ہو کہ یہ روزی کہاں سے کھاتے ہیں۔ بندہ نے جواب دیا خدا سے۔ انہوں نے کہا نہیں شیطان سے۔ دوران گفتگو میں بہت ہی تھبراپڑے حتیٰ کہ کانپنے لگے اور کہا میرے سر پر خناس بیٹھا ہوا ہے اور بندہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم ان پیروں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ بندہ کو ان کی ایسی باتوں سے غصہ آ گیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر انہوں نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو خوب مروڑا اور بندہ کو کہا دیکھ پچھلی رات کی نفلیں چھوڑا دوں گا اور پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں کو مروڑے دیئے۔ بندہ کی انگلیوں میں کچھ جلن سی پیدا ہوگئی۔ جیسے کہ چیونٹیاں ہاتھ کو چمٹ جاتی ہیں۔ بندہ نے ان کو کہا کہ آپ کے پاس آنے سے اچھا فائدہ ہوا ہے۔ آپ پیروں اور بزرگوں کو تو گالیاں دیتے ہیں، ہم کدھر جائیں۔ جواب میں فرمایا: کبوتروں والی مسجد میں جایا کرو ہابی بن جاؤ۔ بندہ نے کہا۔ تمہارے نزدیک وہابی اچھے ہیں۔ جواب میں وہابیوں کو بہت سی گالیاں دیں پھر بندہ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اس حالت میں کیوں کھڑے نہیں رہتے۔ بندہ پر ایک کیفیت طاری ہوا کرتی تھی۔ اس کی طرف اشارہ انہوں نے کیا تھا کہ ''اس پر استقامت کیوں نہیں کرتے''۔ پھر بندہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جاؤ تم اپنے پیر سے جا کر میری حالت پوچھو۔ جب بندہ واپس آیا تو شرقپور شریف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تمام ذکر کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص توحید میں جلا ہوا ہے۔ دیگر ایک روز فرمایا میں اٹاری جا رہا تھا کہ راستہ میں آندھی آئی اور ساتھ ہی بارش اور اولے پڑنے شروع ہو گئے۔ درخت گرنے لگے۔ مجھے خیال آیا کہ سڑک سے ایک طرف ہو جاؤں۔ الہام ہوا کہ سڑک پر ہی چلو۔ میں سڑک پر چلنے لگا۔ اولے میرے پاس گزر گزر جاتے اور درخت بھی مجھ پر کوئی نہ گرا۔ جب اٹاری پہنچا تو لوگوں نے تعجب کیا۔ جب واپس آئے تو سڑک پر بے شمار درخت گرے پڑے تھے۔

شرعی والہامی امور کے نظائر

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ خداوند کریم نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے: وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (۲:۱۹۵) یعنی دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوتا ہے کہ ''سڑک پر ہی چلو''۔

بندہ اس کی تشریح کر دیتا ہے۔ بسا اوقات شرعی والہامی امور بظاہر الگ الگ نظر آتے ہیں۔ وحی الہامی کا معاملہ بڑا باریک ہے۔ اس کی ایک دو نظیر نہیں بلکہ ہزاروں نظائر موجود ہیں۔ بعض وقت ملہم کو الہام کی مدد سے ایسے احکام بتائے جاتے ہیں کہ بظاہر شریعت کی رو سے ان کی بجا آوری درست نہیں ہوتی مگر ملہم کے لئے فرض

ہوتا کہ ان کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف رہے ورنہ گنہگار ہوگا حالانکہ شریعت اسے گنہگار نہیں ٹھہراتی۔

یہ تمام باتیں مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا کے تحت میں ہوتی ہیں۔ ایک جلد باز شخص بے شک اسے خلاف شریعت قرار دے گا مگر یہ اس کی جلد بازی ہوگی کہ ان باتوں کو خلاف شریعت سمجھے۔ دراصل اہل باطن کے لئے بھی ایک شریعت ہوتی ہے جس کی بجا آوری ان پر فرض ہوتی ہے۔ ابتدائے دنیا سے یہ باتیں دوش بدوش چلی آتی ہیں یعنی شریعت ظاہری وہ ہے کہ جس میں امور دنیا کا پورا پورا انصرام واہتمام کیا گیا ہے تا کہ اس کے انتظام میں بلحاظ ظاہر کے کوئی بات خلاف طریق ظاہر نہ ہو۔ شریعت باطنی وہ ہے کہ بعض امور ظاہری جو بادی النظر میں کامل طور پر ظہور پذیر نہیں ہو سکتے الہام وکشوف سے ظاہر ہوتے اور رواج دیئے جاتے ہیں اور دراصل ظاہری احکام شریعت کے کشف حقائق ہوتے ہیں۔

مثلاً ایک شخص کو حکم ہوتا ہے کہ بچے کو دریا میں ڈال دے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حکم ہوا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡهِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ (۲۸:۷)

یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی کی کہ اس کو دودھ پلا۔ پس جب تجھے اس کی ہلاکت کا خوف ہو تو اس کو ندی میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر۔ ہم اس کو تیری طرف واپس لا کر رسول بنائیں گے۔ یا حکم ہوتا ہے کہ دریا کو چیر کر نکل جا۔ جیسا کہ خود موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا اور مع لشکر بغیر کسی کشتی دریا سے پار لے گئے یا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے اور آپ اس کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے۔

اور جیسا کہ خضر علیہ السلام کا واقعہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے پارہ ۱۵ رکوع ۲۱ میں فرمایا ہے کہ انہوں نے بحکم خدا بچے کا قتل کرنا اور کشتی کو عیب دار کرنا وغیرہ وغیرہ بظاہر یہ امور ظاہری شریعت سے وراء الوراء ہوتے ہیں اور ان کو اہل حق ہی سمجھتے ہیں اور وہی ان کو بجا لاتے ہیں ورنہ اس طرح تو خدا تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ کی پاک ذات ہر ایک عیب ونقصان سے منزہ ہے۔ اس کا سر وہی جانتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔ معترضین کے لئے اتنے دلائل ہی کافی ہیں۔

اگر کسی نے اس کی زیادہ تشریح دیکھنی ہو تو شرح فتوحات مکیہ میں دیکھے۔

ایک روز میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت صاحب قبلہ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت دل میں گھر کر گئی ہے۔

ایک روز فرمایا: خیال تھا کہ باہر چلنے پھرنے جائیں گے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی

رہے گی مگر ایسا ہوا نہیں۔

ایک روز ایک شخص کو جذب ہوا اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ دیوانگی مجھ کو بھی ہوتی تھی۔ اب ہمارے اندر داخل ہو گئی ہے۔

ایک روز فرمایا متقدمین میں سے کسی شخص کو اگر ذرا سی نسبت پہنچتی تو اس کی اصلاح ہو جاتی۔ اب ا تنے جوش وخروش ہوتے ہیں مگ اصلاح نہیں ہوتی۔

ایک روز فرمایا ہم نے دعا کر کے جوش وخروش کو بند کیا ہے۔

اور ایک روز فرمایا رمضان المبارک میں قرآن شریف سن رہے تھے۔ اس وقت یہ کیفیت تھی گویا کہ قرآن شریف خدا سے سن رہا ہوں۔ اس وقت تم یاد آ گئے۔ ایسے وقت تم کیوں یاد آئے۔ ہماری یاد کا کچھ اثر پہنچا بھی کہ نہیں؟ بندہ نے عرض کی کہ ہاں۔

ایک روز فرمایا انوار قدسیہ امام شعرانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت اچھی کتاب ہے۔ بندہ کو بھی ایک نسخہ اس کا عطا فرمایا۔

ایک روز فرمایا تذکرہ غوثیہ میں حضرت غوث علی شاہ صاحب نے موٹی موٹی باتیں کر کے سلوک سمجھا دیا ہے۔

ایک روز فرمایا ہم نے سنا ہے کہ تو کتاب پڑھنے لگ پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ عبارت سنوں۔

ایک روز فرمایا حضرت امام علی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا ختم درود شریف ہے اور فرمایا حضرت امام علی رحمۃ اللہ علیہ کو زیارت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی ہوئی اور عرض کیا مجھے کچھ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا درود شریف خضری پڑھا کرو۔ عرض کیا کہ پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا زیادہ پڑھا کرو۔ پھر عرض کیا کچھ اور فرمایئے۔ آپ نے فرمایا اس درود شریف کو بہت زیادہ پڑھا کرو۔

ایک روز فرمایا میاں ابراہیم صاحب کو جنون ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس کی دو دفعہ فصد کرائی ہے پھر بھی نماز میں جنون میں رہتے ہیں۔

ایک روز فرمایا ہمارے پاس ایک منڈیا فقیر آیا۔ ہم کو اس نے کہا جو کچھ ہے تو ہی تو ہے اور تیرا ہی ہونا ہے۔ ''ہم نے کہا ٹھہر تیری ایسی تیسی کی''۔

اور ایک روز فرمایا: حضرت صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ جب جماعت میں قرأت پڑھتے ہیں تو عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور نور حسن شاہ صاحب (ساکن حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ) کو فرمایا: ابراہیم قصوری ہمارے پاس امانت ہے۔

ایک روز بندہ نے عرض کی کہ ترقیات کے واسطے دعا و توجہ فرمائیں۔ جواب میں فرمایا خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: ''اول ما آخر ہر منتہیٰ، آخر ما جیب تمنا تہی'' اور فرمایا ناشکری مت کرو۔

اور ایک روز فرمایا بعض وقت شیخ ناراض ہوتا ہے اور طالب کو ایک قسم کی نسبت پہنچ جاتی ہے وہ نسبت مفید نہیں ہوتی۔

ایک روز حضرت کوٹلہ شریف والوں نے فرمایا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں غیرت بہت ہے۔ ان سے فیض لے کر کوئی ہی نکلے گا۔

اور ایک دن فرمایا جو صاحب سلسلہ کسی دوسرے صاحب سلسلہ کو برا سمجھے وہ طریقت میں وہابی ہے۔ جو اپنے پیر سے منحرف ہو وہ طریقت میں مرتد ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ پیر باشرع ہو۔

اور فرمایا کرتے تھے خدا کے راستے میں ظاہرداری بنانی زہر قاتل ہے اور تصنع کرنی پوچ پانی ہے۔

اور فرماتے تھے ذکر ایسا خفی ہونا چاہئے کہ دل کو بھی معلوم نہ ہو یعنی ذاکر مذکور میں محو ہو جائے:

چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ از دل نیز اخفا کن

اور فرماتے جس کو ہم حضور سمجھے ہوئے ہیں وہ حضور نہیں ہے۔

ایک روز فرمایا اگر طالبانِ خدا کو تسلی نہ ملے تو سر پیٹ کر مر جائیں۔

اور فرمایا راہ خدا میں منافق کا کام نہیں ہے۔

اور فرمایا:

دردرونش آشنا واز بروں بیگانہ وش   ایں چنیں زیباروش کمتر بود اندر جہاں

اور فرمایا نشانہ بننا نہیں چاہئے۔ جس کی طرف لوگوں نے انگلی کی وہ ہلاک ہوا۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ حدیث پڑھا کرتے تھے۔ **الخلق عیال اللہ** یعنی مخلوق بحیثیت خلقت اور ملکیت کے خدا کا کنبہ ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ بیعت ہونا تو ایک رسم ہو گیا ہے۔ فرمان کا ماننا اصل ہے۔

ایک روز آپ نے فرمایا حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص ایک نظم آپ کی تعریف میں بنا کر لایا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا یہ تعریف ہماری نہیں ہے۔ ہماری تعریف تو یہ ہے کہ تو ایسا بن جائے کہ لوگ تجھے دیکھ کر کہیں کہ یہ کس کے ملنے والا ہے ورنہ کاغذ پر تعریف لکھنے کی کچھ وقعت نہیں

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو   آگے تم مانو یا نہ مانو

سبحان اللہ!

ارشاد کی برکت سرورِ کائنات ﷺ کی زیارت کا طریقہ

حاجی نواب خاں صاحب ولد عمر خان صاحب راجپوت ساکن میر محمد علاقہ قصور جو اہل حدیث مشرب ہیں، بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خواہش تھی کہ حضرت سرورِ دو جہاں ﷺ کی زیارت ہو جائے۔ مولوی عزیز الدین صاحب امام مسجد ستو کی نے مجھے ترغیب دی کہ میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف جاؤں۔ بنا بریں ہم دونوں شرقپور شریف حاضر خدمت ہوئے۔ ایک شب و روز وہاں قیام کیا۔ اگلے روز عصر کے وقت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میں بہت گنہگار ہوں، میری یہ خواہش ہے کہ میں حضرت رسول خدا ﷺ کی زیارت سے باریاب ہو جاؤں۔ میں نے یہ سنا ہے کہ آپ مکہ شریف میں کبھی کبھی نماز گزارتے ہیں۔ آپ نے نفی میں جواب دیا اور فرمایا: تم کو کس نے کہا ہے۔ جب میں نے مولوی عزیز الدین کا حوالہ دیا تو آپ نے اسے سرزنش کی۔ بعد ازاں میرے زانوؤں کو دبا کر فرمایا: نماز عشاء کے بعد چار سو بار درود شریف حضری پڑھ کر کسی سے کلام کئے بغیر سو جایا کرو۔ ان شاء اللہ تم کو گوہر مقصود مل جائے گا۔ میں نے آٹھ روز تک یہ عمل کیا اور نوافل تہجد ادا کرنے کے بعد جائے نماز پر بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے اونگھ آ گئی۔ ناگاہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں بیت اللہ شریف میں ہوں اور میرے آگے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ طواف فرما رہے ہیں۔ میں نے بھی آپ کی تقلید کی۔ بعدہ میں نے عرض کی کہ آپ تو فرماتے تھے کہ ہم یہاں تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ آپ نے مجھے اس وقت لبوں پر مہر سکوت لگانے کی ہدایت کی۔ بعدہ سرورِ کائنات مفخر موجودات سرور دو عالم ﷺ کی ذات پاک مع اصحاب اربعہ اور دس جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے تشریف لائے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ان حضرات کے اسماء گرامی بتائے۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ سراپا نور ہیں۔ میرے قلب پر آنحضرت ﷺ کی زیارت سے ایک خاص کیفیت طاری ہوئی۔ میں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آب زمزم لے جانے کے لئے کہا۔ نیز عرض کی کہ مجھے اپنے ہمراہ باطنی راستہ سے واپس لے چلیں کیونکہ مجھے بحری راستہ سے سخت دقت کا سامنا ہوا ہے۔ آپ نے خاموشی کا اشارہ کیا۔ بعدہ تمام جماعت وہاں سے روانہ ہوئی اور کیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ شریف میں وہی جماعت آ گئی ہے۔ پھر میں نے آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کی بھی زیارت کی اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ یہاں سے احباب و رفقاء کے لئے کھجوریں تبرکاً لے جائیں۔ پھر بھی مجھے آپ نے خاموشی کی ہدایت کی۔ میں نے عرض کی کہ مجھ سے بحری راستہ سے سفر کی زحمت گوارا نہیں ہو سکے گی۔ آپ نے فرمایا میرے پاؤں پر اپنے پاؤں رکھو اور آنکھیں بند کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور چشم زدن میں میں نے اپنے آپ کو لاہور میں پایا اور وہاں سے میں نے راجہ جنگ کا ٹکٹ لیا۔ سٹیشن سے

اتر کر گاؤں کی طرف جا رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو وہی مصلیٰ اور وہی مکان فقط سبحان اللہ! حاجی نواب خان صاحب کا بیان ہے کہ اس سے پہلے بہت سے علماء کی خدمت میں میں نے عرض کی: انہوں نے مجھے بہت ساری چلہ کشی کرائی اور مولوی عبد الجبار اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور دیگر حضرات کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ ہر ایک صاحب نے وظائف فرمائے مگر اپنے مقصود میں کامیاب نہ ہوا اور جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو گوہر مقصود کو پالیا۔ جو مکان مکہ شریف کے خواب میں دیکھے تھے ویسے کے ویسے حج کرنے کے موقع پر جا دیکھے۔ ہو بہو وہی سب کچھ تھا جو کہ خواب کے درمیان دیکھا۔ سبحان اللہ



باب 8

ارشادات

سوانح حیات صوفیائے کرام رحمہم اللہ علیہم کا جزو اہم ارشادات کا باب ہے کیونکہ جہاں حضور ﷺ نے فرمایا، شریعت میرے اقوال ہیں، طریقت میرے افعال ہیں، اور حقیقت میرے احوال ہیں، تو شریعت کا دروازہ تو بند ہے، جو کچھ آپ فرما گئے اسی کے سب مفسر اور ترجمان البتہ افعال اور احوال ہر ایک کے الگ ہوتے ہیں لیکن اولیاء اللہ جو ہر وقت عرفان وحدت کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں ان کے اقوال بھی درحقیقت اپنے افعال و احوال کے ترجمان ہوتے ہیں اور بس

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم ذرہ نوازی سے ہر ایک ذرہ کو الگ نعمت سے ممتاز فرمایا۔ جو اس کے دوسرے بھائی کو عطا نہیں کی۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے طبائع بھی پیدا فرمائے۔ کئی تو ایسے بنائے جو سراسر دریائے عرفان کے موتی ہر وقت بکھیرنے میں عمریں بسر کر گئے۔ کئی ایسے پیدا فرمائے جو سراسر افعال ہو کر خلق اللہ کے اندر پوشیدہ رہے اور دین کی خدمت میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے اور کئی اولیاء اللہ کو سراسر حال بنا کر دنیا کے اندر مسند حال پر عزت بخشی۔

ہمارے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کو سراسر (عمل) افعال، افعال و احوال بنا کر خلق اللہ کے لئے ایک حجت قائم فرمایا گیا۔ آپ معارف الٰہیہ کے بیان کو ہرگز پسند نہ فرماتے' جیسا کہ ایک ارشاد میں کہ "حدیث و قرآن سراسر حال ہونا چاہئے"، فرماتے ہیں اور دوسرے میں کہ "نکتوں کے اندر کچھ نہیں" بلکہ فرماتے تھے جو کچھ ہے کرنا ہے جو کچھ ہے ذوق ہے اور بس۔

تاہم ہمیں ارشادات کے دو عنوان قائم کرنے پڑے۔ اول معارف، دوئم حقائق۔ معارف کا تعلق علم سے ہے اور حقائق کا تعلق حال (کیف) سے۔ کیونکہ حضرت مؤلف کے قلم سے بہت سے معارف اصالتاً یا حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوالات پر وساطتہً اتنے بے اختیار نکل گئے ہیں جن کے لئے الگ فصل قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان معارف کا تعلق ہی آپ کی ذات بابرکات سے نہیں بلکہ آپ کی ذات نے ہی تو یہ معارف پیدا کئے۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا قلبی میلان تو کشائی سے متنفر تھا۔ وہ طالب یا سالک کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش فرمانا نہیں چاہتے تھے جس میں اسے کسی کی گرہ کشائی کی احتیاج ہو بلکہ آپ کا خیال تھا کہ سالک اپنے حال میں خودمست ہو کر محو تماشا ہو بیٹھے اور عرفان وحقیقت کی گتھی کو خود سلجھائے جہاں کہیں فرمادیا وہ بھی بے اختیار یا حسب ضرورت۔

لیکن اگر ایک تیز طبیعت آپ کے زریں ارشادات پر ایک غائر نظر ڈالے گا تو اس کو وہ وہ بے بہا موتی ہاتھ آئیں گے جو کسی دوسرے کے ارشادات میں بہت نایاب ہوں گے جو سراسر حقیقت ہوں گے اور علمی موشگافی کو ذرہ بھر بھی دخل نہ ہوگا۔

تاہم میں اس کمی کو محسوس کرتا ہوں کہ جتنا یہ باب اہم تھا اتنا یہ وسیع نہیں رکھا گیا۔ حضرت مؤلف صاحب سلمہ اللہ بھی مجبور تھے کہ کسی دوست نے اتنی فراخ حوصلگی نہ فرمائی کہ ارشادات کے موتی اپنے خزینۂ حافظہ سے عام احباب پر نثار کرتا۔ آہ تنگ دلی

البتہ حقائق کا میدان بہت وسیع تھا کیونکہ حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے حال کی حقیقت سادہ الفاظ میں احباب کے سامنے اس طرح بیان فرماتے جس سے اہمیت پیدا نہ ہو مثلاً ایک ملفوظ میں فرمایا:

''شریعت سے ڈرتا ہوں، ورنہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی بجائے اَنْتَ اَکْبَرُ کہتا''۔

دیکھئے کتنی بلند حقیقت کو کتنے آسان الفاظ، کتنے آسان طریقہ اور لب ولہجہ سے بیان فرمادیا۔ اسی طرح باقی حقائق کا حال ہے۔ ہم نے معارف وحقائق کو ایک مقولہ سے نہیں رکھا بلکہ حقائق کو مقولۂ کیف سے سمجھ کر الگ فصل قائم کی۔

معارف واسرار کی پیدائش تفکر اور تخیل سے ہے اور حال کی سبزہ زاری عبادت واذکار کا ثمرہ ہے۔ حضرت قبلہ مرحوم ومغفور ان اولیائے کرام وعظام رحمہم اللہ علیہم سے تھے جو اثنائے مشاہدہ پر بھی اپنے مجاہدات میں ویسے ہی پیاسے رہے جیسے ایک تشنہ لب ابتداء عشق میں فرقت زدہ ہو کر اپنی بے تابی میں سرگرم ہوتا ہے۔ ایسی پاک روحوں کو تخیل وتفکر سے کیا واسطہ۔ وہ سراسر عبودیت کے ناز وادا میں غرق ہو کر محو تجلی رہا کرتے ہیں جس کا ثمر بتمامہ حال وعمل ہوا کرتا ہے اور بس۔

لیکن اس سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہو کہ ایسے پاک نفوس انتہائے مشاہدہ پر پہنچتے ہی نہیں۔ ورنہ وصل کے بعد بے تابی کیسی، ذکر واذکار کی اس وقت کیا حاجت۔

مگر عاشق کامل وہی ہے جو منتہائے وصال کے بعد بھی ویسے ہی خشک لب نظر آئے جیسے ابتداء عمر میں تھا بلکہ اس سے زیادہ سوزاں نظر آئے۔

حضرت فرید الحق والدین اپنے تمام مدارج کے بعد انتہائے مشاہدہ اور انتہائے مجاہدہ کے بعد فرماتے ہیں:

کا گاتن من میرا کھائیو چن چن کھائیو ماس
دو نین نہ میرے کھائیو مینوں پیا ملن دی آس

کیا آج اس کی نظیر دنیا میں ملتی ہے اور جہاں آپ کا گزر ہوا وہاں کسی دوسرے کو موجودہ وقت میں ہوسکتا ہے لیکن بے تابی تو دیکھئے۔

ساتھ ہی طبیعتیں بھی الگ ہیں۔ ہمارے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر گھڑی ہر دم متواتر آتش عشق میں مثل سیماب بے تاب جھلتے نظر آتے تھے۔ اور ایک لمحہ بھی دل کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہوتا تھا لیکن باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سی بے تابی آپ کی ذات میں نہ تھی بلکہ مشاہدہ حق کے جمال کی اتنی سیرابی تھی کہ اس کے بغیر آپ کو کچھ نظر نہ آتا لیکن ساتھ ہر ایک چیز کو ذات حق جل وعلا کے سوا جانتے تھے۔ ہمارے نزدیک آپ کی توحید نہ توحید وجودی تھی نہ توحید شہودی بلکہ یہ ایک تیسری توحید تھی۔ جو ان مذکورہ توحیدوں کے علاوہ وہ توحیدی مسلک تھا جس کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق سلیم نے پایا تھا۔ گو کہ آپ اس کو توحید شہودی سے الگ نہ دکھا گئے لیکن صاحب ذوق سے پوشیدہ نہیں کہ یہ توحید کیسی ہے اور اسی توحید کے لئے معارف کا وجود اگر عیب نہیں تو زیب بھی نہیں۔

مرتب: (صاحبزادہ) محمد عمر عفی عنہ

مسئلہ وحدۃ الوجود کا عمدہ فیصلہ

بندہ روایت کرتا ہے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ قصور تشریف لائے تھے اور بڑی مسجد کے حجرہ میں قیام تھا۔ آپ کسی کام کے لئے ذرا باہر تشریف لے گئے اور حجرہ میں یاروں میں باہمی مسئلہ وحدۃ الوجود پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ وحدت الوجود کا مسئلہ خیال میں ہی ہونا چاہئے، زبان پر نہ آنا چاہئے۔ دوسرے کہتے کہ سمجھانے کے لئے زبان پر بھی لانا چاہئے۔ یہ گفتگو آپ میں ہو رہی تھی کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کیا ہے؟ سب کچھ عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا نہ اسے خیال میں رکھنا چاہئے اور نہ اسے اظہار

(۱): عارف کے سامنے مکان اپنے مکین کی پوری شہادت دیتے ہیں اور مکان سے وہی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اس کے مکین میں ہو یہی وجہ ہوئی کہ نسبت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبت توحید کو مغلوب کر لیا ورنہ مسجد توحید کا گھر تھا لیکن رسالت امام توحید ہونے سے مقدم ٹھہری۔

میں لانا چاہئے۔ یہ تو ایک حال ہے۔ جب وارد ہوا اس وقت تو حال ہے، بعد گزر نے حال کے اس کا ذکر نہ کرنا چاہئے۔

رہیں۔ بندہ نے دریافت کیا تو فرمایا اس مسجد سے مجھے نسبت رسالت کی خوشبو آرہی ہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔

(مؤلف) ایک دن کا ذکر ہے آپ قصور تشریف لائے اور بڑی مسجد (۱) میں حوض کے دوسرے کنارے پر تمام رات تشریف فرما رہے اور بندہ بھی آپ کے ہمراہ بیٹھا رہا۔ مسجد کی پیشانی کی طرف دیکھتے رہے اور طرح طرح کی کیفیات آپ پر طاری ہوتی آپ عزیز غلام اللہ صاحب کی برات کے ہمراہ لاہور تشریف لے گئے۔ جب لڑکی والوں کے گھر کی طرف چلے تو برات میں سے ایک شخص نے کہا ذرا ہوشیار ہو جاؤ۔ بندہ نے پوچھا کیوں۔ وہ بولا لڑکی والے ادھر سے آرہے ہیں، ان کے ہمراہ چند آدمی ہوں گے اور وہ سب آتے ہی ایک دوسرے سے گلے ملیں گے اور ایک دوسرے کو اٹھالیں گے۔ چونکہ بندہ کا قد وقامت اچھا ہے اس لئے مجھے آگے کر دیا گیا۔ ملے تو ضرور اسی طرح مگر اٹھانے تک نوبت نہ پہنچی۔ جب لڑکی والوں کے مکان پر جا بیٹھے تو یاروں میں جوش وخروش شروع ہو گیا۔ ایک شخص نے کہا قوالوں کو بلا لیا جائے۔ بندہ نے جواب دیا یہاں قوالوں کی کوئی ضرورت نہیں: جس تن لگا عشق کمال آپے بیٹھا کھیلے حال۔ نہ چاہے راگ اور تال۔ الغرض! صبح برات شرقپور شریف واپس روانہ ہوئی اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ سے دریافت کیا کہ شرقپور چلو گے یا والدہ سے ڈرتے ہو۔ بندہ تو قصور کو واپس آ گیا۔

ایک معنی خیز دعا

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے۔ بعد نماز عصر بندہ نے عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمائیں تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا: ''تمہارا کچھ نہ رہے''۔ بندہ نے کہا آمین۔ یہ جملہ سن کر حاضرین پر حیرت طاری ہوگئی۔ پاس ہی محمد خان صاحب بولے یہ دعا کیسی ہے۔ ناظرین حیران نہ ہوں۔ بندہ اس کی تشریح کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص ایک رائی کے برابر خود بین ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔ راہ تصوف میں یہی بات حاصل کرنا کمال ہے۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خداوندا قیامت کے روز ہر شخص کا تعلق اور علاقہ ٹوٹ جائے گا مگر وہ تعلق جو تیرے اور میرے درمیان ہے، وہ ہرگز نہ ٹوٹے گا اور تو اپنے فضل سے مجھے ایسے مقام میں رکھ کہ میری خودی درمیان میں نہ رہے اور سب کچھ تو ہی تو ہو۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز بیٹھے بیٹھے فرمایا: نظر کشاف سے دیکھ رہا ہوں کہ تمام دنیا کے رہنے والے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا کہہ رہے ہیں یعنی نہیں کوئی معبود مگر میں۔ یہ سن کر آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ حضور میں بھی فرمایا: ''ہاں تو بھی'' پھر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کچھ علیحدگی میں ذکر نفی اثبات

کرتے رہے۔ اس کے بعد پھر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور اب فدوی کا کیا حال ہے۔ کہا ہاں اب کچھ ترقی کی ہے مگر انا باقی ہے۔ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعد وفات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ میں حج کو گیا تو وہاں کشف سے معلوم ہوا کہ انا کے زنار مجھ سے قطع ہو رہے ہیں۔

قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہستی سے گزر جانا بھلا کام یہی ہے دین یہی مذہب یہی اسلام یہی ہے

حضرت نیاز احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نیستی ہستی ہے یار و اور ہستی کچھ نہیں بے خودی مستی ہے یار و اور مستی کچھ نہیں
بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا اے نیاز کچھ نہ ہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کیا فائدہ ہے جو تو نے خرمن طاعت کے جمع کئے اور تیری ہستی سے ایک جو بھی کم نہ ہوا۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب دوست اپنے دوست کے پاس آتا ہے تو اپنے آپ سے فراموش ہو کر اپنے دوست کو دیکھتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں: ''تو اس طرح ہو جا جس طرح پہلی رات کی دلہن بیاہی آتی ہے وہ نہ تو اپنے آپ کو دیکھتی ہے اور نہ ہی ان کو جو اسے دیکھنے آتے ہیں، دیکھتی ہے''۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے خداوند کریم کو کہاں دیکھا ہے۔ آپ نے جواب دیا جہاں اپنے آپ کو نہ دیکھا۔ سبحان اللہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ قصور تشریف لائے اور کوٹ مراد خاں میں سیّد عبدالحق شاہ صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے یہ پہلا موقع ملاقات کا تھا۔ حضرت شاہ صاحب بڑی تواضع سے پیش آئے۔ انہیں دنوں سیّد جماعت علی شاہ صاحب بھی قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔ سیّد عبدالحق شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ آپ بھی شاہ صاحب کے ملنے والوں میں سے ہیں۔ بندہ نے کہا کہ نہیں۔ عبدالحق شاہ صاحب نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حالت دیکھ کر فرمایا: خدا کے ملنے کا راستہ کوئی قریب بھی ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ شاہ صاحب متوجہ ہوئے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ۔ شاہ صاحب جواب سن کر نہایت خوش ہوئے اور بڑی عزت سے آپ کو رخصت کیا اور دروازے تک چھوڑنے کے لئے ہمراہ تشریف لائے۔ پھر رابطہ آنے جانے کا جاری رہا۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بزرگوں اور شاہ صاحب موصوف میں پہلے بھی

تعلق تھا۔

اخلاص کی قدر

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور تشریف لائے اور بندہ کے مکان پر اترے۔ اس وقت قحط بہت پڑا ہوا تھا۔ بندہ گھر سے ثابت موٹھ پکے ہوئے بجائے روٹی کے لے آیا۔ آ کے دیکھا تو میاں نبی بخش سدانہ کھانا لایا ہوا تھا اور روٹی وغیرہ سب کچھ پر تکلف تھا۔ بندہ نے آپ کی نظر بچا کر دوسرے کمرے میں وہ موٹھوں والی تھالی رکھ دی۔ جب روٹی کھانے لگے تو آپ نے فرمایا: دوسرے کمرے کے طاق میں جو کچھ رکھا ہوا ہے وہ پہلے لاؤ۔ حسب حکم وہ تھالی طاق سے اٹھا کر آپ کے آگے رکھی گئی۔ آپ نے اسے پہلے تناول فرمایا پھر سب نے مل کر دوسری روٹی کھائی۔

بلند فطرتی

ایک دفعہ آپ ہمراہ حضرت کوٹلہ شریف والوں کے قصور تشریف لائے اور بندہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ حضرت صاحب اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کچھ مذاق حسنہ بھی رکھتی تھی۔ کبھی کبھی آپ مذاقیہ رنگ میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کچھ اسی طرح گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سب یار حاضر تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ خیال گزرا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو کا یاروں پر کیا اثر پڑے گا۔ الگ ہو کر بندہ سے دریافت کیا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ بندہ نے عرض کی کہ بجائے اعتراض کے ایک فیض اور نسبت آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

ایک روز فرمایا: میں رہتک جناب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ کو گیا تو طبیعت میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ راستہ میں ایک مسجد نظر پڑی۔ اس میں چلے گئے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی طبیعت کو اطمینان اور تسلی ہوگئی۔ وہاں کے لوگ میری طرف دیکھنے لگے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سو روضہ سے ایک مسجد بہتر ہے کیونکہ روضہ کی نسبت ولی کی طرف ہے اور مسجد کی نسبت خدا کی طرف ہے۔

توحیدی اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ نے فرمایا: ایک موقع میں ریل گاڑی میں سوار ہونے لگا۔ گاڑی مسافروں سے بہت بھری ہوئی تھی ادھر انجن کے وِسل کی آواز آئی۔ میں جلدی سے گارڈ کی گاڑی میں جا گھسا۔ وہ دیکھ کر بہت گھبرایا اور بڑی تیزی سے گفتگو کرنے لگا۔ میں نے توحید کا خیال کر کے اس کی طرف تیز نظر سے دیکھا۔ نگاہ

کرنے کی دیر تھی کہ وہ مطیع ہو گیا اور کبھی کبھی شرقپور بھی آیا کرتا تھا۔ اکثر خط بھی بھیجتا رہتا ہے۔

(بندہ) توحید عبارت نہیں ہے اور نہ عبارت میں آسکتی ہے اور جو کچھ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عبارت کی تھی ہم صاف اس کو تحریر کر بھی نہیں سکتے کیونکہ عوام بسبب ناواقفی کے ایک فتنہ میں پڑ جائیں گے۔

ہم ایک حدیث شریف اور قول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اقوال درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین میں سے جو صاحب مذاق ہو گا سمجھ لے گا۔ فتوحات مکیہ جلد اوّل صفحہ ۱۱۱ میں حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے قول کہا ہے۔ قول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حفظت من رسول الله صلی الله علیه وسلم دعائین فاما احدهما فبششته واما الاخر فلو بششته قطع منی هذا البلعوم۔ یعنی میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن علوم الٰہیہ کے یاد کر رکھے ہیں، ایک کو میں ظاہر کرتا ہوں اور اگر دوسرے کو ظاہر کروں تو میرا یہ گلا کاٹا جائے۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث شریف ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حجری نے بمقام شتبتہ بماہ رمضان ۵۸۹ھ کو اپنے گھر میں بیان کی اور یہی حدیث شریف ابوالولید بن محمد عربی شہر شبیلیہ میں ۵۹۹ھ کو مجھ سے اپنے گھر میں بیان کی اور حدیث کے آخر سب نے لفظ حدثنا بیان کیا مگر ابوالولید بن عربی نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے کہا کہ میں نے یہ حدیث شریف ابوالحسن شریح بن محمد بن شریح عینی سے سنی ہے اور اس نے کہا مجھ سے یہ حدیث ابی عبداللہ اور ابو عبداللہ بن احمد بن منظور رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی اور انہوں نے ابی ذر رحمۃ اللہ علیہ سے سنی۔ اس نے ابی محمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ سرخسی عموی اور ابی اسحاق مستملی اور ابی ہاشم محمد بن مکی بن محمد کشمینی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی اور انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر فریدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی اور اس نے ابو عبداللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی اور پہلی حدیث شریف ابو محمد یونس بن یحیٰی بن ابوالحسن بن ابی برکات ہاشمی عباسی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے حرم شریف مکی میں کعبہ معظّمہ کے رکن یمانی کے سامنے بماہ جمادی الاول ۵۹۹ ہجری کو بیان کی اور اس نے ابی الوقت عبداللہ بن عیسیٰ سنجری ہراتی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی اور اس نے ابی حسین عبدالرحمن بن مظفر داؤدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی اور اس نے ابی محمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی اور اس نے ابی عبداللہ سے روایت کی اور اس نے بخاری سے روایت کی اور بخاری نے اپنی صحیح میں فرمایا ہے۔ مجھ سے یہ حدیث شریف اسمٰعیل نے بیان کی اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے بھائی نے بیان کی اور اس نے سعید مقبری سے سنی اور اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنی اور ابی ذر کی روایت سے بحوالہ ابی عبداللہ بخاری اس حدیث کا ذکر کیا۔

اگر علوم لدنیہ الٰہیہ سے انکار واقعہ نہ ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے اس بات کا کچھ افادہ نہ ہوتا۔ جب کہ انہوں نے قرآن کریم کی آیت: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ

ﻃ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ (۶۵:۱۲) خدا تعالیٰ وہ قادر قدرت ہے جس نے سات بلندیاں پیدا کیں اور زمینیں بھی انہیں کی مثل بنائیں اور ان کے درمیان خدا تعالیٰ کا امر نازل ہوتا ہے۔

کے متعلق فرمایا۔ اگر میں اس آیت کی تفسیر بیان کروں تو تم مجھے سنگسار کر دو گے اور ایک روایت میں ہے کہ تم مجھے کافر قرار دو گے۔ یہ حدیث مجھ سے ابوعبداللہ محمد بن عیشوں رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی اور اس نے ابوبکر قاضی محمد بن عبداللہ بن عربی معافری سے سنی اور اس نے ابی حامد محمد طوسی غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی۔ اگر علوم لدنیہ الٰہیہ کا انکار دنیا میں واقعہ نہ ہوتا تو حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پوتے یعنی حضرت زین العابدین کے کلام ذیل کے کچھ معنی نہ ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں:

یارب جوهر علم لوابوخ به کفیل لی انت ممن یعبد الوثنا

ولا ستحل رجال المسلمون وی تیرون اقبح مایاتونه حسنا

یعنی اے میرے خدا علم کا ایک جوہر ایسا بھی ہے اگر میں اس کو ظاہر کروں تو لوگ مجھے مار ڈالنا حلال سمجھیں گے۔ اور بدترین کام کو جو وہ کرتے ہیں، اچھا سمجھیں۔

اب ہم مذکورہ بالا دو امور کی تشریح کرتے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کون سا علم سیکھا تھا، جس کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ اس کے اظہار سے مجھے اپنا گلا کٹ جانے کا مورد بننا پڑے گا۔ سو واضح ہو کہ اول الذکر حدیث شریف میں دو علوم کا ذکر ہے۔ اول علم سے مورد ظاہری احکام شریعت ہی کا علم ہے اور دوسرے علم سے مورد علم باطن ہے۔ یہ وہ علم ہے جس کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کو ظاہر کرنے سے مجھے اپنا گلا کٹوانے کا مورد بننا پڑتا ہے کیونکہ حقیقت توحید کے اسرار کا اظہار و تعبیر علیٰ وجہ المداد نہایت مشکل ہے۔ اس لئے جس نے اسرار توحید پر گفتگو کی، لوگوں نے غلط فہمی سے اس پر حلول واتحاد کا وہم کیا۔ وجہ یہ کہ علوم کا فہم اسرار توحید کے ادراک سے قاصر ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں: صدور الاحرار قبور الاسرار یعنی اصلیوں کے سینے بھیدوں کی قبریں ہیں۔ الغرض اس بات میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے آخر الذکر علم سے مراد علم طریقت الی الحقیقت ہے اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو اس سے پہلے ترجمہ میں مذکور ہوا اور وہ بھی اسی امر کا موید ہے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی میرے دل کے گوشے میں وہ قوت اور طاقت اللہ تعالیٰ رب العزت کی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر چاہوں تو آسمان کو گھسیٹ کر پکڑ لوں اور اگر چاہوں تو تحت الثریٰ تک اتر جاؤں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ! اور فرمایا: میں اس راز و نیاز کو جو حق تعالیٰ کو میرے ساتھ ہے، ظاہر کروں تو لوگ باور نہ کریں اور جو کچھ کہ تعلق حق تعالیٰ کو میرے ساتھ ہے، اگر کہوں تو گویا ایک آگ کو روئی میں رکھ دیا ہے۔

نظر توحید کا اثر

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں ایک دفعہ جو گاڑی میں سوار ہوا تو مسافر بوجہ قلت جگہ کے بہت گھبرائے۔ میں نے وہاں بھی نظر توحید سے دیکھا تو ان لوگوں نے مجھے بیٹھنے کو جگہ دے دی۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب خطبے میں وعظ فرماتے تو لوگوں پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہوتی تھیں۔ بعض پر استغراق، بعض پر گرمی، بعض پر جوش۔ خود جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی جوش میں کھڑے ہوتے تھے حالت بے خودی آپ کے چہرہ مبارک پر نمایاں ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ عرض بھی کرتے اور کہتے تھے کہ یہ کیا حال ہے؟ بعض متعجب ہوتے تھے۔ اس کی وجہ بندہ نے اہل علم سے سنی ہوئی ہے کہ یہ جوش وخروش جو آپ کی مجلس میں ہوتا ہے اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں ایک خراسان کا عالم موجود تھا اور لوگ بھی بہت جمع تھے اور لوگوں پر ایک ذوق وشوق کا عالم طاری تھا کہ اسی اثناء میں اس خراسانی عالم کے دل میں خیال گزرا کہ میں ایک معزز اور عالم ہوں اور علم بھی میں اس شیخ سے زیادہ رکھتا ہوں باوجود اس فضیلت کے کیا وجہ ہے کہ یہ احوال اور قبولیت وجمعیت اور تاثیر جو شیخ کو حاصل ہے مجھ کو نہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! شیخ ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فوراً تاڑ گئے اور آپ نے مسجد کی طرف سے نظر پھیر کر قندیل کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے درویشو! لو دیکھو قندیل کا پانی تیل کے ساتھ جھگڑ رہا ہے کہ اے تیل کیا وجہ ہے کہ میں تجھ سے بہتر اور عزیز نہیں ہوں باوجود اس بات کے کہ تمام مخلوقات کی زندگی مجھ سے ہے اور اس پر بھی اے تیل تیری یہ گستاخی کہ میرے سر پر چڑھ کے بیٹھتا ہے۔ تب تیل پانی کو جواب دیتا ہے کہ اے پانی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے طرح طرح کے رنج کھینچے ہیں، اے پانی تو ذرا خیال تو کر کہ میں بویا گیا ہوں، کاٹا گیا ہوں، کوٹا گیا ہوں، پھر کولھو میں پیلا گیا ہوں، اس کے بعد دیکھ میں اپنے آپ کو جلا رہا ہوں اور دوسروں کو روشنی دے رہا ہوں۔ اے پانی یہی سبب ہے کہ میں نے تجھ پر برتری پائی۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ اتنا واعظ فرما چکے تو منبر سے نیچے تشریف لائے تو وہ خراسانی عالم آپ کے قریب آیا اور توبہ کی۔ **اللّٰھم توفیقنا**۔

(مؤلف) جناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جب وعظ فرمایا کرتے تھے تو سننے والوں پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہوا کرتی تھیں۔ ایک روز آپ کے صاحبزادہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت آج اجازت دی جائے کہ میں بھی وعظ کہوں۔ آپ نے صاحبزادہ کو اجازت دے دی۔ صاحبزادہ صاحب نے وعظ فرمایا اور بڑے بڑے علمی نکات بیان کئے، نہایت فصاحت وبلاغت سے کام لیا مگر حاضرین پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ وہ شراب محبت کے متوالے، وہ ویسے ہی پیاسے کے پیاسے رہ گئے۔ وعظ ختم ہونے پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: مجھے زکام ہو گیا ہے آج عبدالرزاق کی

والدہ نے انڈے تیار کیے تھے، وہ بلی کھا گئی ہے۔ پس یہ کلمے آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہی تھے کہ تمام مجلس پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور حاضرین وجد میں آگئے۔ تو پھر آپ نے صاحبزادہ کو مخاطب ہوکر فرمایا برخوردار صرف علمی نکتوں سے کام نہیں چلتا۔ جب تک دل میں شوق الٰہی کی حرارت موجود نہ ہو تب تک حاضرین کے دل پر اثر نہیں ہوتا۔ برخوردار تجھ کو چاہئے کہ مجاہدہ کرے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے خدا کی طرف بلانے والے، اگر تو خدا کے دروازے تک خود نہیں پہنچا تو کس طرح خلق کو خدا تعالیٰ کی طرف بلائے گا۔ اگر دعوت کرے گا بھی تو خلقت تیری آواز سن کر آئے گی اور تجھے دیکھے گی کہ تو خود تو تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ کے رنگ میں نہیں ہے اور وہ تجھے محض ایک شریر النفس آدمی دیکھیں گے اور تیرے اس اثر سے اور شر پیدا ہو جائیں گے۔ سُبْحَانَ اللہِ

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی حضرت مجھے اجازت دیں کہ میں خلق کو خدا کی طرف دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا ہاں تم خدا کی طرف خلق کو بھی دعوت کرو مگر دیکھنا کہیں اپنی طرف نہ بلانا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت اپنی طرف کیسے۔ آپ نے فرمایا: وہ اس طرح کہ جب تو کوئی دوسرا شخص خلق کو خدا کی طرف دعوت کرتا دیکھے اور تمہیں اس کا دعوت کرنا پسند نہ آئے تو سمجھ لینا کہ میں خلق کو خدا تعالیٰ کی طرف نہیں بلا رہا بلکہ اپنے نفس کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔ سُبْحَانَ اللہِ

حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی کہ حضور کیا وجہ ہے کہ جب آپ وعظ فرماتے ہیں تو حاضرین پر ایک کیفیت اور وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور دوسرے عالموں کی صحبت میں یہ بات نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میاں! جب کسی عورت کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے وہ ایسے درد سے روتی ہے اور آہ وزاری کرتی ہے کہ دوسروں کو بھی رلا دیتی ہے لیکن مسخرہ یا نقال روتا ہے تو لوگ اسے دیکھ کر ہنستے ہیں اور ٹھٹھے مارتے ہیں۔ یہی مثال اہل درد کے بیان کی اور بے درد کے بیان کی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ میں وعظ کرتا ہوں مگر چالیس آدمیوں سے زیادہ میری مجلس میں نہ ہوں۔ آپ نے وعظ فرمایا اور آدمی بھی چالیس ہی حاضر تھے۔ اَللہُ اَکْبَرُ

آپ نے وعظ میں عشق الٰہی کے آتش فشاں شعلے و محبت الٰہی کے اسرافیلی صور اور معشوق حقیقی کے درد کی تصویر کھینچی۔ حاضرین میں اٹھارہ شخص فوت ہوگئے، باقی کچھ زخمی اور کچھ حالت سکر میں ہوگئے۔ آپ نے اللہ اللہ کر کے گردن جھکا لی۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدائے پاک کو نہ جانا۔

حضرت خالد بن سعدان کے حلقہ میں جب بہت لوگ ہوتے تو آپ شہرت کے خوف سے اٹھ جاتے۔

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب تین آدمیوں سے زیادہ بیٹھتے تو آپ اس وقت کھڑے ہو جاتے۔

حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک اور آدمی بہت سے کپڑے پہنے ہوئے آپ کے پاس آیا۔ تب آپ نے فرمایا اس بولتے گدھے سے بچتے رہنا یعنی طالب شہرت نہ ہونا۔

حضرت بشیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا کہ جس نے اپنا مشہور ہونا پسند کیا ہو اور پھر اس کا دین تباہ اور برباد نہ ہوا ہو۔ آگاہ ہو! کہ جو شخص اپنی شہرت اور ناموری چاہتا ہے وہ آخرت کی نعمتوں کا مزہ ہرگز نہیں پاتا ہے اور شرابِ توحید سے محروم رہے گا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر کسی سے ایک پیسہ یا روپیہ یا اشرفی مانگیں تو کوئی نہ دے اور اللہ رب العزت سے جنت مانگیں تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا کرے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تجھ سے یہ ہو سکے کہ کوئی تجھ کو نہ جانے تو تو ایسا ہی کر اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ کوئی تجھ کو نہ پہچانے اور نہ ہی کچھ اس میں مضائقہ ہے کہ کوئی تیری تعریف نہ کرے اور نہ ہی کچھ اس میں برائی ہے کہ لوگوں کے نزدیک تو برا ہو اور اللہ کے نزدیک اچھا ہو اور شہرت سے غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ لوگوں کے دل میں جگہ کرنا اور ان کی نظروں میں معزز ہونا۔ تو یہ بات ہر فساد اور ہر برائی کی جڑ ہے۔

حکایت

ایک بزرگ زہد اور تقویٰ میں مشہور ہو گئے تھے۔ لوگ ان کے پاس کثرت سے جانے شروع ہو گئے۔ لاچاری امروہ بزرگ ایک دن کسی حمام میں گئے اور وہاں سے کسی دوسرے شخص کے کپڑے پہن کر باہر نکل آئے اور عین چوراہے میں آکر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے کپڑے چھین لئے اور کہا یہ شخص چور ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی شخص ان کے پاس نہیں گیا۔ یہ حکایت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنی ہوئی ہے۔

نیت دل کا فعل ہے نہ کہ زبان کا

(بندہ) ایک مرتبہ خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف سے قصور تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ بندہ نے نیت کے متعلق ذکر کیا کہ نماز میں جو زبان سے نیت کی جاتی ہے اگر دل میں نیت نہ ہو تو کیا نماز ہوتی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: زبان دل کی ترجمان ہے۔ اگر دل میں نیت ہو اور زبان اس کا ترجمہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر دل میں خیال نہ ہوگا اور زبان سے نیت

کرے تو نماز نہیں ہوتی اور اگر دل سے نیت کرے اور زبان سے چپ رہے تو اس حالت میں نماز ہو جاتی ہے۔ دل سے نیت کرنا فرض ہے، زبان سے اس کا ترجمہ کرنا بعض کے نزدیک مستحب ہے۔ دراصل نیت فعل دل کا ہے اور زبان کا فعل پڑھنا ہے۔

نیت کے متعلق جو کچھ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ تمام اعمال کا لب لباب اور روح یہی نیت ہے اور اعتبار بھی نیت ہی کا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نظر ہر ایک عمل میں نیت پر ہی ہوتی ہے چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور کاموں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ ذات پاک دل اور نیت کو دیکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ دل پر اس لئے نظر کرتا ہے کہ دل ہی نیت کی جگہ ہے اور حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ اعمال کا ثواب نیت پر ہے اور ہر ایک کو عبادت کا ثواب ایسا ہی ملتا ہے جیسی کہ اس کی نیت ہے مثلاً اگر کوئی شخص حج اور غزا کے لئے خالصاً لوجہ اپنے شہر کو چھوڑے گا تو اس کی یہ ہجرت خدائے تعالیٰ کے لئے ہے لیکن اگر کوئی شخص مال یا عورت کے لئے ہجرت کرے تو یہ ہجرت خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوگی بلکہ مال و زن کے لئے ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ بہت سے نیک کام کرتا ہے اور فرشتے اس کام کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان عملوں کو اس کے اعمال نامے سے مٹا دو کیونکہ اس نے یہ کام میرے لئے نہیں کئے اور ان میں سے فلاں فلاں کام لکھ لو۔ تب فرشتے عرض کرتے ہیں کے اے باری تعالیٰ یہ کام تو اس بندہ نے نہیں کیا۔ تب ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اس کام کی نیت تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں تشریف لائے اور فرمایا: مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے پیچھے رہ گئے ہیں جو دراصل ہمارے ساتھ ہیں مگر جو کچھ ہم تکلیف اور غم و رنج اور بھوک وغیرہ سہتے ہیں اس تمام ثواب میں وہ لوگ ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ تب بعضوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ وہ لوگ جو ہمارے ساتھ یہاں شریک نہیں ہیں پھر ثواب میں ہمارے برابر کیسے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ عذر کے سبب ہمارے ساتھ شریک نہ ہو سکے مگر ان کی نیت ایسی تھی جیسی کہ ہماری ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص کا قحط کے زمانے میں ایک بار ریت کے ڈھیر پر گزر ہوا اور کہنے لگا کہ اے خدا اگر اس ڈھیر کے برابر مجھے گیہوں میسر ہوتے تو میں ایسے وقت میں خیرات کر دیتا۔ اس زمانہ کے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی کہ اس میرے بندے سے کہہ دو کہ ہم نے تیری نیت کے مطابق اتنا ہی ثواب عطا کیا کہ اس ڈھیر جتنے تیرے پاس گیہوں ہوتے اور تو فقراء اور مساکین میں خیرات کرتا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے

ہیں کہ جو کوئی نکاح کرے اور مہر ادا کرنے کی نیت نہ کرے تو وہ زانی ہے کہ جو شخص قرض لے کر اس کے ادا کرنے کی نیت نہ کرے وہ چور ہے۔ علمائے کرام نے بھی یہی کہا ہے کہ پہلے عمل کی نیت سیکھو اس کے بعد عمل کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز نیتوں کے موافق حشر ہوگا اور حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ کی نعمت اور بہشت چند روز کے عمل سے آدمی کو حاصل نہ ہوگا بلکہ اچھی نیت سے حاصل ہو گا۔ اللھم توفیقنا

نیت کی حقیقت کا بیان

معلوم ہو کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ آدمی سے جو کام صادر ہوتا ہے اور جو کام کہ آدمی کرتا ہے اس کام کا صادر ہونا اور ظہور میں آنا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ تین چیزیں اس کام سے پہلے نہ ہوں۔ اول علم، دوم ارادہ، سوم قدرت اور طاقت۔ مثلاً ایک آدمی جب تک کھانا نہ دیکھے نہیں کھائے گا کیونکہ علم نہ ہوا۔ اگر کھانے کو دیکھا مگر خواہش نہ ہوئی تب بھی نہ کھائے گا کیونکہ ارادہ اور قصد نہ ہوا۔ پھر اگر کھانے کی خواہش تو ہے مگر ہاتھ ایسے بے کار معلوم ہوتے ہیں کہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تب بھی نہ کھائے گا کیونکہ طاقت اور قدرت نہیں ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ کسی کام کا ظہور میں آنا اور کسی قول کا صادر ہونا تین چیزوں یعنی علم، ارادہ اور قدرت کے تابع ہے کیونکہ اگر قوت اور طاقت نہ ہو تو حرکت بھی نہیں ہو سکتی اور اگر قدرت اور طاقت کام میں آئے مگر علم خواہش اور ارادہ کے تابع نہیں ہے اور چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ آدمی جس چیز کو جانتا ہی نہ ہو اس کو کیونکر چاہے گا۔ بس تو معلوم ہوا کہ ان تینوں چیزوں میں سے خواہش اور ارادہ کا نام نیت ہے نہ کہ قدرت اور علم کا اور خواہش وہ چیز ہے کہ آدمی کو کسی کام پر آمادہ کرے اور اس پر لگائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نیت المؤمن خیر من عملہ یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ یہاں ایک سمجھنے کے قابل بات ہے۔ وہ یہ کہ اس بات سے کوئی ناواقف نہیں کہ طاعت تن سے ہوتی ہے اور نیت دل سے اور ان دونوں میں سے جو چیز دل سے علاقہ رکھتی ہے وہ بہت رہے کیونکہ تن کے عمل کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اس سے عمل دل کی صفت پیدا ہو جائے اور بعض سمجھتے ہیں کہ نیت عمل کے واسطے ضروری ہے مگر ایسا نہیں بلکہ عمل نیت کی خاطر ضروری ہے۔ یہ اس لئے کہ تمام افعال سے مقصود دل کی سیر ہے اور یہ دل اس جہان میں مسافرانہ حیثیت سے آیا ہے اور سعادت و شقاوت بھی اس دل کے ساتھ ہے۔ اگرچہ تن بھی درمیان میں موجود ہے مگر دل کے تابع ہو کر رہتا ہے جیسے اونٹ کے بغیر حج نہیں کر سکتے مگر اونٹ حاجی نہیں ہو سکتا اور دل کی سیر یہ ہے کہ دنیا سے آخرت کی طرف متوجہ ہو بلکہ دنیا اور عقبیٰ سے بے التفات ہو کر حق سبحانہ کی طرف متوجہ

ہو اور تمام کاموں سے مقصود تو وہی سیر ہے۔ خیال کیجئے کہ سجدہ کا مقصد یہ نہیں کہ پیشانی زمین پر رکھ دی جائے بلکہ مقصود سجدہ کا یہ ہے کہ دل میں فروتنی اور عاجزی اور انکساری و خاکساری پیدا ہو اور دل سے تکبر اور غرور دور ہو جائے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ زبان حرکت کرے بلکہ دل سے خودی اور انانیت دور ہو جائے اور اللہ رب العزت کی شان و بزرگی و عظمت دل میں سما جائے اور حج کے موقع پر سنگریزے اور کنکریاں مارنے سے یہ مراد نہیں کہ وہ جگہ پتھروں سے پر ہو جائے بلکہ اس کے پھینکنے کا مقصد یہ ہے کہ دل میں اللہ رب العزت کی فرماں برداری اور بندگی قائم رہے اور ہوا و ہوس کی پیروی دور ہو اور دل عقل کی طاعت سے باز آ جائے اور اللہ رب العزت کا حکم بجا لائے اور اپنے اختیار کو چھوڑ کر فرمانِ الٰہی کا مطیع ہو اور فرمانبردار بن جائے اور قربانی سے یہ مراد نہیں کہ کسی جانور کا خون بہایا جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دل سے بخیلی کی نجاست دور ہو جائے علیٰ ہذا القیاس

تمام عبادتوں کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور دل کی بناوٹ اور سرشت اس طور پر ہے کہ دل میں اگر کوئی ارادہ پیدا ہو اور بدن کی حرکت بھی اس ارادے کے موافق ہے تو یہ صفت دل میں بہت ہی مضبوط ہو جاتی ہے مثلاً یتیم بچے کو دیکھنے سے دل میں رحم آ جاتا ہے۔ اس رحم آنے کے ساتھ اگر ہاتھ اس کے سر پر پھیر دیا جائے تو یہاں پر دل کی صفت رحمانی مضبوط ہو گئی اور بدن نے اس کے موافق حرکت بھی کی۔ جب عاجزی اور تواضع کا خیال دل میں پیدا ہو جائے اور اس خیال کے ساتھ سر کو زمین پر جھکا دیا جائے تو یہاں بھی دل کی صفت تواضع مضبوط ہو گئی اور بدن نے اس کے موافق حرکت بھی کی اور یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو جائے گی کہ تمام عبادتوں میں طلب خیر کو نیت کہتے یعنی دنیا سے کام نہ رکھے بلکہ ذات الٰہی کی طرف متوجہ ہو۔ اگر کسی نے نیت کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنی ہوں تو کتاب کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جس کا اردو ترجمہ اکسیر ہدایت ہے ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ جب نماز کے واسطے کھڑے ہوا کرو تو نہایت اخلاص اور نیاز سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو۔ تمہارے ہر عضو سے عجز ٹپکے اور ایسا معلوم ہو جیسا کہ خداوند کریم کے سامنے کھڑا ہوا ثناء پڑھ رہا ہوں۔

اگر اللہ کریم کی عظمت دل میں ہو تو ہرگز ہرگز کوئی خیال فاسد دل پر اثر نہیں کرتا۔ فاسد خیال جو آتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ مولا کریم کی عظمت دل میں نہیں رہی۔

آپ اور فرماتے الحمد شریف تو آپ ہی اپنی تفسیر ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریف واسطے

اللہ کے ہے پالنے والا جہانوں کا ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے کیسا الرحمٰن الرحیم مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ جو مالک ہے دن قیامت کا۔ کیسا ملک یوم الدین اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ خاص تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔ کیسی مدد چاہتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ کون سی راہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ وہ راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا نبیوں، صدیقوں، شہیدوں صالحین کی راہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ نہ راہ ان لوگوں کی جن پر غضب کیا تو نے اور نہ گمراہوں کی۔ اگر عظمت رب کریم دل میں نہ ہو تو پھر یہ دل خیالات فاسدہ کی آماجگاہ ہے۔ برے برے خیالات نماز میں آتے ہیں۔ اس صورت میں نماز کی حالت یہ ہوتی ہے:

زباں در ذکر دل در فکر خانہ — چہ حاصل زیں نماز پنجگانہ
چہ باشد مصحفم درپیش باشد — چو دل در فکر گاؤ میش باشد

حقیقت التحیات

آپ فرمایا کرتے کہ التحیات بڑے غور سے پڑھا کرو اس میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ میں کس ناز وادا کی تعلیم و گفتگو ہے اور کس طرح حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ۔ سب عبادات بدنی اور مالی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے۔ حضرت صمدیت نے خطاب فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ۔ اس وقت ملائکہ نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ جب اسے خوب غور اور فکر سے پڑھو گے تو دل میں ایک خاص نور پیدا ہوگا اور ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین'' کی حقیقت کھلے گی اور درود شریف پڑھتے وقت یہ خیال ہو کہ اللہ کریم کے حضور میں رسول پاک ﷺ ہیں اور ان کی سرکار میں درود شریف پڑھ رہا ہوں۔

قرآن شریف بھی حدیث ہے

آپ ارشاد فرماتے حدیث شریف وہ ہے جو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا اور قرآن شریف بھی حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا۔ گویا قرآن شریف بھی حدیث ہے:

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است — ہر کہ گوید او نہ ایں او کافر است

حضور ﷺ کی تصدیق پر قرآن شریف کی صداقت ہے۔ جس دل میں حضور ﷺ کی صداقت کا اثر جس قدر ہوگا اس کا ایمان بھی اسی درجہ کا ہے۔ جتنی صداقت زیادہ، اتنا ایمان زیادہ مضبوط:

خدایا بدہ شوقِ ذاتِ رسول ﷺ بدردِ محمد ﷺ مرا کن قبول
حیاتی مماتی ہمہ وقت ما عطا کن وصال مرا مصطفیٰ ﷺ
چو بلبل بر آن گل فدائیم بکن چو پروانہ جلوہ نمایم بکن
شب و روز در عشق حضرت بدار ہمہ عمر در وصل احمد ﷺ گذار

اور فرماتے ہیں کہ ہم خداوند کریم کو بھی اسی سے جانتے ہیں کہ وہ ربِ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے:

خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے تیری زبانی سنا ہے محمد ﷺ

بسم اللہ شریف اور اس کی تشریح

(بندہ) حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ہر شخص کو فرمایا کرتے کہ ہر کام کو شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھا کرو۔

بندہ اس کی کچھ شرح کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بسم اللہ میں تین نام فرمائے ہیں۔ پہلا اللہ، دوسرا رحمن، تیسرا رحیم۔ اللہ رب العزت نے یہ تین نام اس لئے فرمائے ہیں کہ میرا بندہ ہر ایک کام دین کا ہو یا دنیا کا، ان تینوں ناموں سے شروع کرے۔ چونکہ یہ تینوں نام ہر ایک کام کی درستی پر دلالت کرتے ہیں یعنی لفظ اللہ ہر کام حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رحمن اس کام کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رحیم اس کام کے فائدہ دینے پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ان تینوں ناموں سے شروع کرنا تعلیم کیا اور یہ اس لئے کہ بندہ کا کام برباد نہ ہو جائے۔ جب کوئی بندہ نماز میں بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس کے باعث بخشا جاتا ہے اور نماز ختم کرتے وقت سلام کے بعد کہا جاتا ہے کہ اے نمازی! تیرے لئے آٹھوں دروازے جنت کے کھلے ہیں۔ جی چاہے جس دروازے سے جنت میں چلا جا۔ تیری محنت اور کوشش قبول ہے۔

بسم اللہ کو گویا بندے کے کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر لگ جاتی ہے۔ جب کوئی کام شروع کرے تو اس کام کو اس مہر کے نیچے رکھے تاکہ بندہ کی بندگی معلوم ہو جائے۔ اس واسطے رسول کریم ﷺ ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ کی برکت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے تب آپ نے غرق ہونے کے خوف سے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا (۱۱:۴۱) کہہ کر کشتی کو روانہ کیا۔ بسم اللہ کی برکت سے کشتی طوفان سے بچ گئی۔ غور کرو کہ نوح علیہ السلام نے آدھی بسم اللہ پڑھ کر طوفان سے نجات پائی۔ پس جو شخص ساری بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو پڑھے وہ کیونکر آفات و بلیات اور گناہوں کے ظلماتی دریا سے

نجات نہ پائے گا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے کیوں محروم رہے گا۔

نقل ہے کہ ایک بزرگ نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کو لکھ کر وصیت کی کہ میرے کفن میں رکھ دینا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک فقیر کسی امیر کے بڑے دروازے پر کھڑا ہوا سوال کرتا تھا۔ اس مکان کا مالک اس فقیر کو کچھ تھوڑا دینے لگا۔ تب فقیر نے کہا کہ اے میرے بڑے دروازے والے یہ تھوڑی بخشش اس بلند دروازے کے موافق نہیں ہے یا تو بلند دروازے کے موافق کر یا دروازہ کو اس بخشش کے مطابق کر۔ اسی طرح بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ قرآن پاک کا دروازہ ہے۔ قیامت کے دن اس دروازہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے اس کے مالک سے بقدر عظمت اس دروازے کے بخشش طلب کروں گا۔

نکتہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے انیس حروف ہیں اور عذاب دوزخ کے فرشتے بھی انیس ہیں۔ سو جو بندہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھتا ہے قیامت کے دن انیس موکلوں کے عذاب سے امن میں رہے گا۔

دیگر

دن کی ساعتیں بھی چوبیس ہیں جن میں پانچ ساعتوں کے واسطے پانچ نمازیں مقرر ہیں اور باقی رہیں انیس ساعتیں، ان انیس ساعتوں میں انسان چلتا پھرتا، اٹھتا بیٹھتا، سوتا جاگتا، کھاتا پیتا ہے۔ سو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کو ان وقتوں میں پڑھنے کے لئے مقرر کیا ہے تا کہ امت محمد رسول اللہ ﷺ کی چوبیس ساعتیں عبادت میں ہی لکھی جائیں۔ پس لازم ہے کہ اس کلمہ پاک کو یعنی بسم اللہ کو ہر وقت زبان پر جاری رکھے اور اکثر ہر وقت نہ ہو سکے تو ستر بار ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کریں جس کے باعث اللہ پاک کے عذاب سے محفوظ رہ کر رحمتِ الٰہی میں داخل ہو جائیں۔

خاصیت بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کی یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کوئی پاخانہ میں جانے سے پہلے بسم اللہ کہے تو جن اور شیاطین اس کے ستر کو نہیں دیکھ سکتے۔ سبحان اللہ و بحمدہ جس کلمہ کی یہ خاصیت دنیا میں ہو کہ جن اور شیاطین بسم اللہ کہنے والے کے عیب کو نہ دیکھ سکتے ہوں تو بے شک آخرت میں آگ سے بھی محفوظ رہے گا سبحان اللہ، اور اس کے عیبوں کا پردہ فاش ہرگز نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ جو نیک کام شروع کرتا ہے اور بسم اللہ نہیں پڑھتا وہ نیک کام دم کٹا ہے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تلقین

آپ سورہ فاتحہ کا خود اکاسی مرتبہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے اور یاروں کو بھی تلقین فرمایا کرتے اور بندہ کو بھی اکاسی بار پڑھنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ تحفۃ الاسلام بخاری شریف میں ہے کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پکارا اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے میں نے جواب نہ دیا۔ نماز سے فارغ ہوا تو حضور پرنور ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عذرخواہی کی کہ یارسول اللہ ﷺ! میری جان آپ پر فدا ہو، چونکہ میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہ دے سکا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارا یہ عذر کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ کے پکارنے کو ہر وقت قبول کیا جائے چونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کا کہا مانو جس وقت تم کو پکارے چلے آؤ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ آ، میں تجھے مسجد سے نکلنے سے پہلے ایسی سورہ تعلیم کرتا ہوں جو تمام قرآن شریف کی سورتوں سے بڑی سورت ہے۔ سو میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ جب مسجد کے دروازہ کے پاس پہنچے تب میں نے اس سورہ کے متعلق عرض کی۔ سبحان اللہ حضور ﷺ فرمانے لگے کہ وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الخ ہے اور یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سورہ کے نازل کرنے کا مجھ پر احسان رکھتا ہے۔

مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگاہ آسمان سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام غور کر کے آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور فرمایا یہ دروازہ جو آج کھلا ہے اس سے پہلے آج تک کبھی نہیں کھلا۔ پھر فرمانے لگے کہ ایک وہ فرشتہ آسمان سے آ رہا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر آج تک کبھی نہیں آیا ہے۔ پھر اتنے میں وہ فرشتہ حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا خوش ہو جائیے اے محمد ﷺ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو دو نور عطا فرمائے ہیں اور وہ دو نور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک نور سورہ فاتحہ اور دوسرا نور ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ'' ہے۔ آخر تک ان دونوں نوروں کے پڑھنے سے ہر ایک حرف پر ثواب عظیم لکھا جاتا ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ اور وکیع نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابلیس لعین کو اس کی تمام عمر میں چار دفعہ نوحہ کرنے اور سر پر خاک ڈالنے اور واویلا کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایک اس وقت کہ جب اس پر لعنت ہوئی، دوسرا اس وقت کہ جب آسمان سے زمین پر پھینکا گیا اور تیسرا اس وقت جبکہ آنحضرت ﷺ نبی ہو کر مبعوث ہوئے اور مخلوق کی طرف بھیجے گئے، چوتھا جس وقت یہ سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔

تحفۃ الاسلام میں سورۂ فاتحہ کا نام سورۃ الصلوٰۃ بھی ہے۔

(مؤلف) وجہ اس نام کی یہ ہے کہ نماز میں اس کا پڑھنا بہت ہی ضروری ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق تعالیٰ نے فرمایا: میں نے نماز کو تقسیم کیا ہے کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان آدھی آدھی ہے۔ سو جس وقت میرا بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، تب حق تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ میری خوبیاں بیان کرتا ہے اور جو بندہ کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تب حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو! میرا بندہ بزرگی اور تعظیم سے میری یاد کرتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تب حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ میری بڑائی بیان کرتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضمون ان آیات کا مشترک ہے۔ میرے اور میرے بندہ کے درمیان کیونکہ عبادت حق میرا ہے اور مدد طلب کرنا میرے بندے کا اور جب بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ایسا کہنے سے اس نے حق طلب کیا اور جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ الخ تب حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تمام میرے بندے کے واسطے ہے۔ میرے بندے کا جو سوال ہے میں پورا کروں گا یعنی سیدھی راہ دکھاؤں گا اور غضب و گمراہی سے پناہ میں رکھوں گا۔ سبحان اللہ

اس سورہ کا نام فاتحۃ الکتاب بھی ہے۔ اس سورہ کی تفسیر میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مراۃ العارفین میں فرماتے ہیں کہ تمام کتابوں کی ماں قرآن ہے اور قرآن کی ماں سورۂ فاتحہ ہے اور سورۂ فاتحہ کی ماں بسم اللہ شریف ہے اور بسم اللہ شریف کی ماں پہلا حرف (ب) ہے۔ اس کے تلے جو نقطہ ہے آپ نے اس پر مراۃ العارفین لکھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے قلم بند اس لئے کیا ہے کہ یہ مسئلہ کہیں فراموش نہ ہو جائے۔ میں نے اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے اور جبرائیل علیہ السلام نے خداوند کریم کی ذات سے' اس کی شرح بہت لمبی ہے۔ اگر کسی نے زیادہ دیکھنی ہو تو مراۃ المحققین میں دیکھ لے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' میں معراج کیا ہے؟ بندہ پانچ ناموں سے جب گزرتا ہے اس وقت اسموں سے گزر کر مسمی کا مشاہدہ کرتا ہے اور مخاطب ہو کر اپنی التجاء پیش کرتا ہے اسی کا نام معراج ہے۔ صاحب حقیقت کو اس وقت ایک کیفیت ہوتی ہے جو تحریر میں نہیں آسکتی۔ شروع سورہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا کی صفت ہر شان میں ہے۔ جو چیز دنیا میں موجود ہے اس کی صفت پر شہادت دے رہی ہے۔ بعض موقع پر صفت

جمالی ہے اور بعض موقع پر اسی کے اسماء کا ظہور ہے۔ اس کی صفت رحمت کا ظہور انبیاء علیہم السلام پر اور اولیاء و صالحین رحمہم اللہ پر اور سچے مسلمانوں پر ہے اور صفت غضب کا ظہور تمام کفار پر ہے۔ بہشت بھی اس کی رحمت کا ظہور ہے۔ دوزخ اس کے غضب کا ظہور ہے۔ صفت ربوبیت عام ہے اور صفت الرحمن بھی عام ہے۔ صفت رحیم خاص ہے۔ صفت مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ عام اور خاص دونوں کے لئے ہے۔ اس روز صفت رحیم ایمانداروں پر ہوگی اور صفت غضب کافروں اور بے فرمانوں پر ہوگی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس جہان کے سوا اور جہان بھی ہیں۔ آج کل نئے نئے علوم پڑھ کر لوگ کہتے ہیں چاند میں آبادی ہے، فلاں ستارہ میں مخلوق آباد ہے، لیکن خداوند کریم پہلے ہی فرما چکے ہیں ہم تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں خواہ عالم سفلی ہو خواہ علوی ہو۔

ایک حدیث میں آیا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کو دریا میں ڈبویا۔ پھر انگلی کو نکال کر فرمایا یہ عالم سفلی اتنا ہے جتنا میری انگلی کو پانی لگا ہے اور عالم بالا یعنی عالم روحی اتنا ہے جتنا یہ دریا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ایک حدیث شریف اور ہے جس کو صوفیوں کی جماعت نے لیا ہے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ مکان کے کمرہ میں سے باہر تشریف لائے تو بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے کپڑے کیوں بھیگے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس زمین کے سوا اور زمینیں بھی ہیں، میں وہاں تبلیغ کر رہا تھا کہ اچانک بارش ہوگئی، میرے کپڑے پانی سے تر ہو گئے چنانچہ حضور ﷺ کی شان میں خداوند کریم نے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۲۱:۱۰۷) فرمایا۔ ترجمہ: اور نہیں بھیجا تمہیں مگر رحمت واسطے تمام جہانوں کے۔

جب آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے تو ہر جگہ آپ کا فیضان تبلیغ کا ہونا ضروری ہے ورنہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسری زمینوں یا جہانوں پر کوئی اور نبی ہو تو پھر آپ خاتم النبیین نہیں ہو سکتے۔ حضور ﷺ کی حالت تو وراء الوراء ہے۔ آپ ﷺ کی امت میں ایسے ایسے لوگ ہوئے ہیں جن کے لئے یہ جہان ایک قدم ہے۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خدا کی طرف چالیس قدم گیا ہوں۔ تحت الثریٰ سے اعلیٰ علیین تک میرا ایک قدم تھا اور انتالیس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ سبحان اللہ

الحمد شریف کے فضائل تو بہت ہیں اور نکات بھی بہت ہیں مگر طالب کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

مولوی چراغ دین صاحب آپ کے پیر بھائی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دین و دنیا علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ نماز، روزہ جو لوگوں کے دکھاوے کے واسطے کیا

جائے وہ سب دنیا ہے اور اگر زمیندار اپنے مویشیوں کی خاطر تواضع محض خدا جل جلالہ کے واسطے کرے اور دل میں ہو کہ اللہ کریم نے ان کو میرا مطیع بنایا ہے میں ان کی تواضع کروں یہ مجھے کام دیتے ہیں بس ان کو پانی پلانا، خوراک دینا، ان کا گوبر اٹھانا بھی دین میں ہے۔ جس عبادت میں دنیا مقصود ہو وہ عین دنیا ہے اور جس دنیا میں خداوند کریم کی رضا مقصود ہو وہ عین دین ہے۔ جناب حضور ﷺ اپنے گھوڑے کو خود پانی پلاتے اور صاف کرتے۔ اذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۳۳:۴۱،۴۲) فَاذْكُرُ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ الخ (۴:۱۰۳)۔ لوگوں کو خداوند تعالیٰ پر اعتبار نہیں خاص کر علماء اور فقراء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کے لئے جگہ جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی بھی اسے یاد نہیں کرتا تو روزی کا وہ خود ضامن ہے مگر روزی کے واسطے دربدر مارے پھرتے ہیں۔ جب کوئی دیہاتی خدمت میں آتا تو فرماتے کہ آئندہ کبھی عدالت میں نہ جانا، چوری نہ کرنا، بینک میں شامل نہ ہونا وغیرہ وغیرہ نصائح فرماتے۔

(مؤلف) ایک دفعہ بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا آپ نے فرمایا کلمہ طیبہ میں جو لا کہا جاتا ہے یہ غیر الٰہ کی نفی ہے یا عین الٰہ کی؟ بندہ نے عرض کی غیر الٰہ کی نفی کی جاتی ہے۔ پھر فرمایا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا فرمایا ہے:

(قول شبلی رحمۃ اللہ علیہ) اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ ایک روز حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس میں کئی بار اللہ اللہ کہا۔ ایک درویش نے کہا کہ آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے ایک نعرہ مار کر کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نے لا کہا اور میری زبان لا پر بند ہو جائے اور اس کی گھبراہٹ میں گزر جاؤں۔

جواب: جب شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت اخیر ہوا تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ کہو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ آپ نے فرمایا جب غیر ہے ہی نہیں تو نفی کس کی کروں۔

حضور نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی شان میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان فیض ترجمان سے خاص خاص ارشادات کا اظہار

اکثر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حالت سکر میں فرمایا کرتے کہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کو جانتے ہیں پھر صحو میں آ کر فرماتے (حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے) ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''۔

(بندہ) اس کی کچھ شرح کرتا ہے، مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد دوم میں ص ۲۶ پر مقامات کا ذکر فرماتے ہیں حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خاتم الرسل ﷺ کے سوا کسی کو قدم نہیں شاید جو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی فرشتہ قرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں۔ اسی مقام کی نسبت خبر دی ہے اور اس حدیث قدسی میں جو وارد ہے کہ

''نبی (اے محمد ﷺ) میں اور تو اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب تیرے لئے پیدا کیا''۔ پھر حضرت محمد ﷺ نے کہا کہ ''یا اللہ تو ہے اور میں نہیں اور میں نے تیرے سوا سب کچھ تیرے لئے ترک کر دیا''۔ شاید اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔

شرح فتوحات مکی جلد اول صفحہ ۶۲: حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ پہلا کلمہ جو اس عالی مرتبت قلم نے لکھا اور اس وقت دوسرا کوئی کلمہ نہیں لکھا تھا وہ یہ تھا: اے محمد (ﷺ)! یقیناً میرا ارادہ یہ ہے کہ تمہاری خاطر عالم کو پیدا کروں جو تمہاری ملکیت ہوگا''۔

سوال: حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کا افضل المخلوقات ہونے کی وجہ؟

شرح: حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاشفہ قلبیہ کو بیان فرماتے ہوئے حضرت محمد ﷺ کو تمام مخلوقات کا سردار ظاہر فرمایا ہے۔ ممکن ہے ان نازک نکات عرفانی سے جو لوگ بیگانہ اور ناآشنا محض ہیں وہ تعجب کریں کہ کیونکر کروڑہا اور بے شمار مخلوقات میں سے صرف ایک ہی شخص اولین و آخرین کا سردار اور افضل المخلوقات ہو سکتا ہے۔

جواب: عادت اللہ یا تم یونہی سمجھ لو کہ اس قانون قدرت جو اس کی صفت وحدت کے مناسب حال ہے یہی ہے کہ وہ بوجہ واحد ہونے کے اپنے افعال خالقیت میں رعایت وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے، اگر اس سب کی طرف نظر غور سے دیکھیں تو اس ساری مخلوقات کو جو اس دست قدرت سے صادر ہوئی ہے ایک ایسا سلسلہ وحدانی اور باترتیب رشتہ میں منسلک پائیں گے کہ گویا وہ ایک خط ممتد حدود ہے جس کے دونوں طرفوں میں سے ایک طرف ارتفاع (بلندی) اور دوسری طرف انخفاض یعنی (پستی) اس طرح پر ہے: انخفاض...... ارتفاع۔ اس قدر بیان میں تو ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی اس کے ساتھ اتفاق رائے کر سکتا ہے کر سکتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور دائرہ انسانیت میں بہت سے متفاوت اور کم و بیس استعدادیں پائی جاتی ہے کہ اگر کمی بیشی کے لحاظ سے ان کو ایک باترتیب سلسلہ میں مرتب کریں تو بلاشبہ اس سے اسی خط مستقیم ممتد محدود کی صورت نکل آئے گی جو اوپر ثبت کیا گیا ہے۔ طرف ارتفاع کے اخیر کے نقطے پر استعداد کا انسان ہوگا جو اپنی استعداد انسانی میں نوعِ انسان سے بڑھ کر ہے اور طرف انخفاض میں وہ ناقص الاستعداد روح ہوگی جو اپنے غایت درجہ کے نقصان کی وجہ سے حیوانات لایعقل کے قریب قریب ہے اور اگر سلسلہ جمادی کی طرف نظر ڈال کر دیکھیں تو اس قاعدہ کو اور بھی تائید پہنچی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے

جسم سے لے کر جو ایک ذرہ ہے، ایک بڑے سے بڑے جسم تک جو آفتاب ہے، اپنی صفت خالقیت کو تمام کیا ہے اور بلاشبہ خدا تعالیٰ نے اس جمادی سلسلہ میں آفتاب کو ایک عظیم الشان اور نافع اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے کہ طرف ارتفاع میں اس کے برابر کوئی ایسا وجود نہیں ہے سوا اس سلسلہ کے ارتفاع اور انخفاض پر نظر ڈال کر جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ روحانی سلسلہ ہے جو اسی کے ہاتھ سے نکلا ہے اور اسی عادت اللہ پر ظہور پذیر ہوا ہے۔ خود بلا تامل سمجھ میں آتا ہے کہ وہ بھی بلا تفاوت اسی طرح واقع ہے اور یہی ارتفاع اور انخفاض اس میں بھی موجود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے کام یکرنگ اور یکساں ہیں اس لئے کہ واحد ہے اور اپنے اصدار وافعال میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ پریشانی اور اختلاف اس کے کاموں میں راہ نہیں پاسکتا اور خود یہ کیا ہی پیارا اور موزوں طریق معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کام باقاعدہ اور ایک ترتیب سے مرتب اور ایک مسلک میں منسلک ہوں۔ اب جبکہ ہم نے ہر طرح سے ثبوت پا کر بلکہ بالبداہت دیکھ کر خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کو مان لیا کہ اس کے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی پریشان اور مختلف طور پر نہیں ہیں جن میں یونہی گڑبڑ پیدا ہوا ہو بلکہ ایک حکیمانہ ترتیب سے مرتب اور ایک ایسے باقاعدہ سلسلہ میں بند ہے جو ایک ادنیٰ درجہ سے شروع ہو کر انتہائی درجہ تک پہنچتا ہے اور یہی طریق اسے محبوب بھی ہے تو اس قانون قدرت کے ماننے سے ہمیں یہ بھی ماننا پڑا کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جمادی سلسلہ میں ایک ذرہ سے لے کر اس وجود اعظم تک یعنی آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے جو ظاہری کمالات کا جامع ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی جسم جمادی نہیں ایسا ہی روحانی آفتاب بھی کوئی ضرور ہو گا جس کا وجود خط مستقیم مثالی میں ارتفاع کے اخیر نقطہ پر واقع ہو۔ اب تفتیش اس بات کی ہے کہ وہ کامل انسان جس کو روحانی آفتاب سے تعبیر کیا گیا ہے وہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے؟ جس کا تصفیہ مجرد عقل سے ہو سکے کیونکہ بجز خدا تعالیٰ کے یہ امتیاز کس کو حاصل ہے اور کون مجرد عقل سے ایسا کام کر سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کروڑہا اور بے شمار بندوں کو نظر کے سامنے رکھ کر اور ان کی روحانی طاقتوں اور قدرتوں کا موازنہ کر کے سب سے بڑے کو الگ کر کے دکھلائے۔ بلاشبہ عقلی طور پر کسی کو اس جگہ دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں ایسی بلند اور عمیق دریافت کے لئے کتب الہامی ذریعہ ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے پیش از ظہور ہزارہا سال اس انسان کامل کا پتا نشان بیان کر دیا ہے۔ پس جس شخص کے دل کو خدا تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اس طرف ہدایت دے گا کہ وہ الہام اور وحی پر ایمان لائے اور ان پیش گوئیوں پر غور کرے جو بائبل میں درج ہیں تو ضرور اسے ماننا پڑے گا کہ وہ انسان کامل جو آفتاب روحانی ہے، جس سے نقطہ ارتفاع کا پورا ہوا ہے اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات پاک ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اب بھی مکرر ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کامل بلا تشبیہ خدا تعالیٰ کی ذات کا نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ دوسرا

خدا ہرگز پیدا نہیں کرتا یہ بات اس کی صفت احدیت کے مخالف ہے۔ ہاں اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ پیدا کرتا ہے اور جس طرح ایک مصفی اور وسیع شیشہ میں صاحب روایت کی تمام وکمال شکل منعکس ہو جاتی ہے ایسا ہی انسان کامل کے نمونہ میں الٰہی صفات عکسی طور پر آجاتے ہیں۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ صاحب انتہائی کمال کا جس کا وجود سلسلہ خط خالقیت میں انتہائی نقطہ ارتفاع پر واقع ہے۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں اور ان کے مقابل پر وہ خسیس وجود جو انتہائی نقطہ انخفاض پر واقع ہے اس کو ہم لوگ شیطان سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر شیطان کا وجود مشہود و محسوس نہیں لیکن اس سلسلہ حد خالقیت پر نظر ڈال کر اس قدر تو عقلی طور پر ضرور ماننا پڑتا ہے کہ جیسے سلسلہ ارتفاع کے انتہائی نقطہ میں ایک وجود خیر مجسم ہے جو دنیا میں خیر کی طرف ہادی ہو کر آیا، اسی طرح اس کے مقابل پر ذوالعقول میں انتہائی انخفاض میں ایک وجود شر انگیز بھی جو شر کی طرف جاذب ہو ضروری چاہئے۔ اسی وجہ سے ہر ایک انسان کے دل میں باطنی طور پر دونوں وجودوں کا اثر عام طور پر پایا جاتا ہے۔ پاک وجود جو روح الحق اور نور بھی کہلاتا ہے یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ اس کا پاک اثر بخدمات قدسی و توجہات باطنی ہر ایک دل کو خیر اور نیکی کی طرف بلاتا ہے۔ جس قدر کوئی اس سے محبت اور مناسبت پیدا کرتا ہے اسی قدر وہ ایمانی قوت پاتا ہے اور نورانیت اس کے دل میں پھیلتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے رنگ میں آجاتا ہے اور ظلی طور پر ان سب کمالات کو پالیتا ہے جو اس کو حاصل ہیں اور جو وجود شر انگیز ہے یعنی وجودِ شیطان جس کا مقام ذوالعقول کے قسم میں انتہائی نقطہ انخفاض میں واقع ہے اس کا اثر ہر ایک دل کو جو اس سے کچھ نسبت رکھتا ہے شر کی طرف کھینچتا ہے۔ جس قدر کوئی اس سے مناسبت پیدا کرتا ہے اسی قدر بے ایمانی اور خباثت کے خیال اس کو سوجھتے ہیں یہاں تک کہ جس کو مناسبت تام ہو جاتی ہے وہ اس کے رنگ اور روپ میں آکر پورا پورا شیطان ہو جاتا ہے اور ظلی طور پر ان سب کمالات خباثت کو حاصل کر لیتا ہے جو اصلی شیطان کو حاصل ہیں۔ اسی طرح اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان اپنی اپنی مناسبت کی وجہ سے الگ الگ طرف کھینچے جاتے ہیں اور وجود خیر مجسم جس کا نفسی نقطہ انتہائی درجہ کمال ارتفاع پر واقع ہے۔

یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ اس کا مقام معراج خارجی تو منتہائے مقام عروج (یعنی عرش رب العالمین ہے) بتلایا گیا ہے۔ یہ درحقیقت اس انتہائی درجہ کمال کا ارتفاع کی طرف اشارہ جو اس وجود باجود کو حاصل ہے۔ گویا جو کچھ اس وجود خیر مجسم کو عالم قضاء و قدر میں حاصل تھا وہ عالم مثال میں مشہود و محسوس طور پر دیکھا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کریم ﷺ کی شان رفیع کے بارے میں فرماتا ہے: وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ (۲:۲۵۳) پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کمال [illegible] مراد جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت ﷺ

کو حاصل ہے۔

اور یہ وجود باجود جو خیر مجسم ہے مقربین کی سب قسموں سے اعلیٰ و کمال ہے۔

حقیقت کمالات قرب محمدیہ ﷺ

نیز حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (۵۳:۸،۹) میں حقیقت کمالات قرب محمدیہ ﷺ ارشاد فرمایا ہے لہٰذا پہلے ہم اس آیت شریف کا ترجمہ کرتے ہیں اور پھر اس کی تشریح ہوگی۔ (ترجمہ) پھر نزدیک یعنی آنحضرت ﷺ سے۔ پھر نیچے کی طرف اترا یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا۔ پس اس جہت سے کہ وہ اوپر کی طرف صعود کر کے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا اور اس میں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا۔

اگر زیادہ دیکھنا ہو تو شرح فتوحات مکیہ میں دیکھیں۔



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وہ پیشین گوئیاں از روئے بائبل یہ ہیں

جن کی طرف حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے

پیشگوئی نمبر ۱: بائبل کتاب استثناء باب ۳۳ آیت ۱، ۲ اور یہ وہ برکت جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی (۲) اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔

(مؤلف) اس کی تشریح: سینا سے آنے سے مراد موسیٰ علیہ السلام اور شعیر سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ باقی تمام پیش گوئی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے بارے میں ہے جو دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ (نور) میں سے خدا کا کلام سنا۔ ان کے لئے اس سے مراد یہ تھی۔

پیشگوئی نمبر ۲: انجیل کتاب اعمال باب ۳ آیت ۲۲، ۲۳۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

(مؤلف) تشریح: اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میری مانند یا مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ باہمی مماثلت و مشابہت عیسیٰ علیہ السلام میں پائی جاتی ہے یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں اور یہ پیشین گوئی کس پر صادر ہوتی ہے؟

بطور ثبوت مناسبت ملاحظہ ہو (۱) موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے (۲) آپ نے ہجرت کی (۳) کفار سے جنگ کی (۴) جہاد کیا (۵) اپنی شادی کی اور بال بچے ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کوئی شریعت تھی؟ اور آپ نے کون سی جنگ کی؟ اور ہجرت کب اور کہاں کی؟ کیا آپ نے شادی کی؟ ہرگز نہیں۔ سو معلوم ہوا کہ یہ پیشگوئی حضرت رحمۃ للعالمین افضل البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع صفات کے متعلق ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

مانند کفار سے جنگ کی۔ ہجرت کی اور جہاد فی سبیل اللہ کیا اور صاحب شریعت تھے اور نکاح کئے، بال بچے ہوئے وغیرہ وغیرہ وہ تمام صفات آپ میں کلیۃً موجود تھیں اور اس پیشین گوئی کے آخر میں کہا گیا ہے کہ ''جو اس کا حکم نہ مانے گا، نیست ونابود کیا جائے گا'' چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کی تاریخ شاہد ہے۔ برخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے ایک نے جس کا نام یہوداتھا، تیس روپیہ سردار کاہنوں سے لے کر یسوع کو پکڑوایا۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۶، آیت ۴۷ تا ۵۰ و متی باب ۲۷، آیت ۳

اور نہ ماننے والوں نے تو کمال ہی کیا۔ کہ انہوں نے صلیب پر لٹکا دیا۔ اب ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یہ پیشین گوئی کس کے حق میں تھی۔

پیشگوئی نمبر ۳: بائبل کتاب یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ تا ۱۷۔ عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو! پانی لے کر پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیمہ کی سرزمین کے باشندو روٹی لے کر بھاگنے والوں کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا: ''ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا''۔

(مؤلف) تشریح: مندرجہ بالا آیات میں حضرت نبی کریم ﷺ کی اور آپ کے ہمراہی مہاجروں کی جانب اشارہ ہے۔

جب کہ کفار نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں حتیٰ کہ جان کے بھی درپے آزار ہوئے تو اس وقت آنحضرت ﷺ نے بحکم الٰہی مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور کفار مکہ مسلح ہو کر ہر چہار جانب حضور ﷺ کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے تھے اور حضور ﷺ بفضل ایزدی مع اپنے رفقاء کے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے۔ مذکورہ بالا پیشین گوئی آیت ۱۵ میں انہی مہاجرین کا ذکر ہے اور آیت ۱۳ میں ددانیوں اور آیت ۱۴ میں تیمہ والوں کو حکم ہے کہ ان کا استقبال اور روٹی پانی سے ان کی تواضع کریں۔

واضح ہو کہ ددان نام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یغسان کے بیٹے سبا کے بھائی کا۔ سبا اور ددان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔

سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس وخزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہی میں سے ہیں۔ مؤرخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیشگوئی ہے کہ

مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ایسے ہی یہ پیشگوئی ہے کہ ان کے انصار نسل دوان سے ہوں گے جیسا کہ ہوا۔

تیمہ نام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آٹھویں فرزند کا جن کی اولاد مدینہ کے عقب میں آباد ہوئی۔ اہل مدینہ وحوالی مدینہ کونصرت وتائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶، ۱۷ میں ان ظالموں کا انجام بتلایا ہے۔

قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ بتلایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے اور ان کی شان وشوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت سے ایک سال بعد ہی جنگ بدر کا وقوع ہوا جس میں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے اور ان کے رعب داب حشمت وعزت کو بہت نقصان پہنچا جن کی جملہ آیات مذکورہ میں صاف صاف پیشین گوئی کی گئی ہے۔

پیشگوئی ۴: یشعیا باب ۴۲، آیت ۱۱ تا ۱۳، بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز کو بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے بحری ممالک میں اس کی ثناخوانی کریں گے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائے گا وہ چلائے گا ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا۔

(مؤلف) تشریح: مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جب خندق کھودی تھی وہاں ایک ٹیلہ کوہ ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سلع ہے اور اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ مذکورہ بالا پیشین گوئی میں درج ہے کہ ''سلع کے باشندے گیت گائیں گے' پہاڑ کی چوٹیوں سے للکاریں گے'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوہ میں داخل ہوئے تو انصار جو مدینہ میں آباد تھے ان کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے جو حسب ذیل ہے:

اشرق البدر علینا	ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
من ثنیات الوداع	چودہویں کا چاند ہم پر چڑھا
واجب الشکر علینا	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
مادع للہ داع	کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
ایھا المبعوث فینا	حکم کی اطاعت تیری فرض ہے
جئت باالامور المطاع	بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

پھر لکھا ہے وہ چلائے گا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہجرت کے ایک سال بعد آنحضرت ﷺ نے جہاد کا حکم دیا۔ کفار سے جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق، جنگ خیبر، جنگ موتہ، جنگ حنین، جنگ تبوک وغیرہ وغیرہ بڑی بڑی سخت لڑائیاں ہوئیں جس میں خدا کے فضل وکرم سے دشمنوں پر فتح نصیب ہوئی۔ اسی طرح یہ پیشگوئی بھی آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات پر حرف بحرف صادق آئی۔

پیشگوئی نمبر ۵: انجیل یوحنا باب ۱، آیت ۱۹ تا ۲۵ اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لیوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے۔ اس نے کہا۔ میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ ''نبی'' ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انہوں نے اس سے کہا۔ پھر تو ہے کون؟ تا کہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یشعیاہ نبی نے کہا ہے۔ بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں۔ کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ ''نبی'' تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟

(مؤلف) تشریح: اس پیشین گوئی میں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت علمائے یہود تین انبیاء کی آمد اور ظہور کے منتظر تھے۔ اول ایلیاہ، دوم مسیح، سوم وہ نبی۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اس سے کہا گیا کہ تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ ''نبی'' ہم پوچھتے ہیں کہ انکار مسیح کے بعد وہ ''نبی'' کا اشارہ کس وجود پر آتا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ یہ اشارہ حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات پر عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح کے بعد آنحضرت ﷺ کا ہی ظہور ہونا تھا۔

یہاں اگر کوئی عیسائی اس وہ ''نبی'' کے اشارے کی تاویل کرے تو اسے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ وجود مسیح کے علاوہ وہ ''نبی'' کا اطلاق کس پر آئے گا۔

خدا کے فضل سے اس کا جواب آج تک نہیں ملا۔

پیشگوئی نمبر ۶: یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۳۔ مسیح کی اپنے شاگردوں کو وصیت۔

لیکن میں تم سے سچ کہتا کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔

عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

(مؤلف) تشریح: ناظرین! آپ نے اس مذکورہ بالا پیشین گوئی کو جو مسیح کی زبان سے نکلی ہے پڑھا ہے۔ یہ ایسی صاف صاف اور کھلے لفظوں میں پیشین گوئی ہے کہ ہر ایک ذی عقل انسان خود بخود سمجھ سکتا ہے کہ وہ آنے والی سچائی کی روح سوائے آنحضرت ﷺ کی ذات کے اور کوئی نہیں ہوسکتی اور آخر میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ تمہیں سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا۔ وہی کہے گا۔ اس کی تائید قرآن مجید نے اس طرح فرمائی ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (۵۳: ۳، ۴)۔ یعنی وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتا بلکہ جو کچھ ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات کے بارے میں ہے۔

پیشینگوئی ۷: یوحنا عارف کا مکاشفہ۔ باب ۱، آیت ۱۔ اس کتاب کے شروع میں اس طرح ہی یسوع مسیح علیہ السلام کا مکاشفہ جو اسے خدا کی طرف سے اس لئے ہوا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے۔

(مؤلف) اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں ان باتوں کا ذکر ہے جو یوحنا اور مسیح علیہ السلام کے بعد دنیا میں ہونے والی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ یوحنا مسیح علیہ السلام کا حواری ہے جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیح کے دنیا سے جانے کے بعد دیکھا تھا۔ آگے چل کر اس کتاب میں یوں لکھا ہے:

دیکھو مکاشفہ یوحنا عارف باب ۱۹، آیت ۱۱ تا ۱۸ ''پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں اور قوموں کے مارنے کے لئے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے اور وہ لوہے کے عصاء سے ان پر حکومت کرے گا اور قادرِ مطلق خدا کے سخت غضب کی مے کے حوض میں انگور روندے گا اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔ پھر میں نے ایک فرشتے کو آفتاب پر کھڑے ہوئے دیکھا اور اس نے بڑی آواز سے چلا کر آسمان میں کے سارے اڑنے والے پرندوں سے کہا

کہ آؤ خدا کی بڑی ضیافت میں شریک ہونے کے لئے جمع ہو جاؤ تا کہ تم بادشاہوں کا گوشت اور فوجی سرداروں کا گوشت اور زورآوروں کا گوشت اور گھوڑوں اور ان کے سواروں کا گوشت اور سارے آدمیوں کا گوشت کھاؤ۔ خواہ آزاد ہوں خواہ غلام خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے''۔

(مؤلف) تشریح: اب بندہ نہایت اختصار سے اس کی شرح کر دیتا ہے۔ سفید گھوڑے اور اس کے سوار کا ذکر مکاشفہ یوحنا عارف باب ۶ آیت ۲ میں بھی ان الفاظ سے ہے ''اور میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس کا سوار کمان لئے ہوئے ہے اسے ایک تاج دیا گیا اور وہ فتح کرتا ہوا نکلا تا کہ اور بھی فتح کرے''۔ مکاشفہ باب ۱۹، آیت ۱۱ میں سفید گھوڑے کا سوار اور مکاشفہ باب ۶ آیت ۲ میں اس کے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ علامت آنحضرت ﷺ کی ذات پر ہی صادق آتی ہے۔

ثبوت: نبی کریم حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کی سواری میں بھی سفید گھوڑا تھا جس کا نام بحر تھا۔ دیکھو کتاب سعد السعادات۔ ثبوت دوسرا۔ آنحضرت ﷺ عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے تھے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ مبارک میں رکھتے تھے۔ مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث شریف میں ہے ارموا فان اباکم کان رامیا یعنی تیر چلایا کرو۔ تمہارے باپ (اسماعیل علیہ السلام) تیر انداز تھے۔ ثبوت تیسرا۔ آنحضرت ﷺ کے لئے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لئے آنحضرت ﷺ کی ذات مبعوث ہوئی اسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح علیہ السلام اپنی بہت سی باتیں بتانے سے پہلے دنیا سے الگ ہوئے جس کا ذکر پیشگوئی نمبر ۶ میں آچکا ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے دین کو مکمل کر کے اور بحکم خدا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (۵:۳) کا اعلان کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ تو حضور ﷺ کی فتح مبین میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا۔

پھر لکھا ہے کہ ''اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے''۔

(مؤلف) تشریح: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ امانت دار سچا اور حق بات کہنے والا ہوگا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی ذات کو وحی آنے سے پہلے اہل مکہ امین اور صادق کے القاب سے یاد کرتے تھے اور لکھا ہے ''راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے'' سو قرآن مجید نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ اس مکاشفہ کو دیکھ کر کوئی عیسائی غلطی سے بھی اس کو مسیح پر چسپاں نہیں کر سکتا کیونکہ اس سوار کے لئے مجاہد اور غازی ہونا بھی ضروری ہے چنانچہ یوحنا و مسیح کے بعد مجاہد و غازی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہوئے ہیں اور لکھا ہے ''اس کی آنکھیں شعلے کی مانند

ہیں''۔

نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں سرخی کا ہونا ضرور درج ہے چنانچہ ایسا ہی تھا کہ مرا مک انور کے ارد گرد سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔ پھر لکھا ہے ''اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں''۔

انبیاء علیہم السلام کے پاک گروہ کو دیکھو کوئی واعظ ہے (سلیمان علیہ السلام) کوئی مبشر ہے (عیسیٰ علیہ السلام) کوئی منذر ہے (نوح علیہ السلام) کوئی منجی ہے (موسیٰ علیہ السلام) کوئی مناظر ہے (ابراہیم علیہ السلام) کوئی مجاہد ہے (داؤد علیہ السلام) لیکن نبی کریم ﷺ میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں چنانچہ رب العزت اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ○ وَّدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (۳۳:۴۵،۴۶) یعنی اے نبی ہم نے تم کو شاہد، مبشر نذیر اور بلانے والا، اللہ کی طرف اس کے امر سے منور چراغ بنا کر بھیجا ہے (خلقت کی جانب)، سر پر بہت سے تاج ہونے کے یہی معنی ہیں۔

اور لکھا ہے ''اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

آنحضرت ﷺ کا اسماء مبارک احمد و محمد ہیں اور یہ دونوں وہ اسمائے پاک ہیں جو پہلے کسی بشر کے نہیں تھے۔ مسیح اور یسوع تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل بیسیوں ہوئے۔

اور لکھا ہے ''خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے''۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ طائف میں منادی کرتے وقت ایسا ہی ہوا کہ حضور ﷺ کا تمام جسم اطہر پتھروں کی ضرب سے خون سے لتھڑ گیا تھا اور پوشاک بھی تمام خون آلود تھی۔ اس وقت خون جسم پاک سے بہ بہ کر نعلین مبارک میں جا کر ایسا جم گیا کہ حضور ﷺ کو وضو کے وقت پاؤں مبارک نکالنے مشکل ہو گئے۔

اور لکھا ہے ''اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے''۔

یہ علامت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سب سے آخری وعظ ''استثناء باب ۳۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وعظ میں خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ اب یوحنا حواری نے بھی یہی بیان کیا۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ یوحنا کا مکاشفہ تک کلام خدا کا پورا ہونا باقی ہے۔ پس یہ قرآن مجید فرقان حمید وہی کلام خدا ہے جس کی اطلاع یوحنا حواری کو بذریعہ مکاشفہ قبل از ظہور دی گئی، چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ تَنۡزِيۡلًا (۷۶:۲۳) یعنی اے محمد ﷺ! ہم نے ہی یہ قرآن تجھ پر پوری شان کے ساتھ نازل کیا ہے۔

اور لکھا ہے ''اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے پیچھے ہیں''۔

فرشتوں اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ (۶۶:۴) یعنی فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جنگ بدر کا واقعہ جس میں فرشتوں کا نزول اور مدد کرنا تائید غیبی وغیرہ تمام واقعہ تاریخ میں اظہر من الشمس ہے۔

اور فرشتوں کے صاف سفید لباس محمد ﷺ کی اتباع میں داخل ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کو سفید لباس مرغوب تھا۔ آپ کے جنگی نشان یعنی علم کا رنگ بھی سفید تھا۔ امتناع جنگ اور پیام صلح کے لئے بھی سفید پھریرا بلند کیا کرتے تھے۔

اور لکھا ہے "اور اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے"۔

یہ جہاد کا کلمہ ہے چنانچہ جن لوگوں پر جہاد کیا گیا ان کا ذکر بھی اسی مکاشفہ میں باب ۱۹ آیت ۱۷، ۱۸ میں صاف طور پر کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: "اے پرندو آؤ اور خدا کی بڑی ضیافت میں شریک ہونے کے لئے جمع ہو جاؤ تاکہ تم بادشاہوں کا گوشت' فوجی سرداروں کا گوشت اور گھوڑوں کا گوشت کھاؤ"۔ لڑائی میں جو کفار مارے گئے یہ اشارہ ان کی لاشوں وغیرہ کی طرف ہے۔

اور لکھا ہے "لوہے کے عصاء سے ان پر حکومت کرے گا"۔

اس کے متعلق اسی مکاشفہ میں اوپر آ چکا ہے کہ آپ ﷺ لوہے کی کمان اپنے پاس رکھتے تھے۔

اور لکھا ہے "قادر مطلق خدا کے غضب کی مے کے حوض میں انگور روندے گا"۔

سرکش قبائل کا تباہ ہونا، قیصر و کسریٰ کو نافرمانی رسول کی سزا کا ملنا، خدا کے غضب سے ہی ہو سکتا ہے۔

اور لکھا ہے "اس کی پوشاک اور ران پر لکھا ہے بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند"

(مؤلف) آنحضرت کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء اور سیّد المرسلین بھی ہیں۔ یہی مراد مکاشفہ کے ان الفاظ کی ہے۔

(مؤلف) حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بائبل میں بے شمار پیشین گوئیاں تھیں جو موجودہ بائبل میں نہیں ہیں۔ پھر بھی اس میں سے جتنی ہو سکیں اخذ کر کے لکھ دی گئی ہیں۔ اہل بصیرت کے لئے کافی ہیں۔

جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کوئی سکھ یا ہندو حاضر ہوتے تو آپ اکثر فرمایا کرتے کہ اول کچھ نہ تھا، نرنکار تھا دو عالم کا پیدا کرنہار تھا تو وہ لوگ بڑے ہی متاثر ہوتے اور پھر بھی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان میں سے بعض مسلمان بھی ہو گئے اور اپنے مذہب باطلہ کے عقائد بت پرستی تناسخ وغیرہ سے توبۃ النصوح کر جاتے۔

بندہ کچھ تناسخ کے رد میں از شرح فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۱۴ سے دلائل درج کرتا ہے۔ اصل تناسخ خدا

تعالیٰ کے قانون قدرت کا ضد پڑا ہوا ہے۔ضد بھی ایسی کہ ایک کے ماننے سے دوسرا قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے قادرانہ تصرفات کو تسلیم کیا جائے اور یہ مان لیا جائے کہ اس نے تمام اجرام علوی وسفلی کو اپنی قدرت ربوبیت سے پیدا کر کے اجزائے عالم کو باہم انضباط بخشا ہے اور محض اپنی قدرت کاملہ سے اور خاص اپنے ہی ارادہ اور مشیت سے تمام چیزوں مادی وغیر مادی کو ایک پر حکمت سلسلہ انتظام میں خود اپنی حکیمانہ مصلحت سے منسلک کیا ہے تو یہی مان لینا جس کا دوسرے لفظوں میں قانون قدرت ہے۔اصل تناسخ کی بیخ کنی کرتا ہے۔ وجہ یہ کہ مسئلہ تناسخ اس بناء پر کھڑا ہے کہ یہ ترتیب عالم جو بالفعل موجود ہے خدا تعالیٰ کے ارادے سے اور قدرت سے نہیں اور نہ اس کی مصلحت وحکمت سے ہے بلکہ گنہگاروں کے گناہ نے مختلف صورتوں کی چیزیں پیدا کردی ہیں جس میں خدا تعالیٰ کا ذرا دخل نہیں۔اگر گناہ ظہور میں نہ آتے تو خدا کی قدرتیں اور حکمتیں قائلان تناسخ کے خیال میں سب ہیچ و بے حقیقت تھیں۔نعوذ باللہ

قائلان تناسخ نے تناسخ کو گناہ کا باعث قرار دیا ہے۔پس لازم ہے کہ مجرم کو بوقت ولادت اپنے گناہ کی واقفیت ہوتا کہ آئندہ وہی گناہ کر کے اس کو اسی جون میں نہ جانا پڑے حالانکہ جب انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو اس کو جہنم کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔خدا نے قرآن کریم میں اس مسئلہ کی تردید بالفاظ ذیل فرمائی ہے۔

وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا

یعنی خدا تعالیٰ تم کو ماؤں کے پیٹوں سے نکالتا ہے اس وقت تم محض بے علم ہوتے ہو۔

تناسخ کے مسئلہ جیسا اور کوئی جھوٹا مسئلہ نہیں کیونکہ اس کی بنیاد بھی غلط ہے اور آزمائش کے طور پر بھی غلط ثابت ہوتا ہے اور انسانی پاکیزگی کے لحاظ سے بھی غلط ٹھہرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت میں رخنہ انداز ہونے کی وجہ سے بھی ایک عارف کا فرض ہے کہ اس کو غلط سمجھے۔

تناسخ زاں سبب شد کفر و باطل | کہ آں از تنگ چشمے گشت حاصل

عدم ضرورت......تناسخ اور اسلامی دوزخ کی فلاسفی

تناسخ کے معتقد اس دنیا میں لوٹنے کی ضرورت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جن اسباب کے ماتحت کسی امر کا سرانجام پانا مقرر ہوتا ہے اگر وہ پورا نہ ہو اور یہ منظور ہو کہ یہ امر ظہور پذیر ہو تو ضرور ہے کہ اس کے لئے وہی اسباب مہیا کئے جائیں کیونکہ علت ومعلول اور اسباب اور نتائج کا مسئلہ ایک مسئلۂ حقہ ہے۔مطلب اس کا یہ ہے کہ جب انسان کو کمال حقیقی تک پہنچنے کے لئے یہاں بہت اسباب دیئے گئے ہیں۔اب اگر مرنے کے وقت وہ کمال حقیقی کو نہیں پہنچا تو چونکہ آنے والے عالم میں وہ اسباب نہیں۔لہٰذا ضرور ہے کہ انسان اس عالم میں

لوٹایا جائے اور انہیں اسباب کے ماتحت اپنے نقصوں کو رفع کرے۔

یہ بالکل درست ہے۔ جو اسباب ایک عالم میں خاص نتائج کے حصول کے لئے ہوں گے وہ بالضرور دوسرے عالم میں مہیا نہیں ہو سکتے لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ آئندہ عالم میں کوئی نئے اسباب اول کمیوں کو پورا کرنے کو موجود ہیں یا نہیں۔ اس میں تو شک نہیں کہ یہ ہے کہ ایک بات جو اس عالم میں داخل ہونی چاہئے۔ اس کے مناسب اور طبعی اسباب اسی عالم میں ہوں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک نتیجہ کے حصول کے لئے اس کے مقررہ عادیہ اسباب سے کام نہ لیا جائے تو دیگر اسباب سے بھی وہ نتیجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ہاں ایک حد تک تکلیف ضرور اٹھانی پڑتی ہے۔ یہی حالت ہم انسانی شعور کے نشوونما میں دیکھتے ہیں۔ جو باتیں بچپن میں آسانی سے سیکھی جاتی ہیں اگر کوئی شخص ان کو عالم طفولیت میں حاصل نہ کر سکے تو عالم شباب میں ان کو حاصل تو ضرور کرے گا البتہ محنت اور تکلیف اور خرچ ضرور بڑھ جائے گا۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ عالم جسمانیت میں نظارۂ قدرت ہم کو کیا دکھلاتا ہے۔ یہ جو ہر ایک انسان خاک سے لے کر جو موجودہ عالم تک ہزار دو ہزار عالم طے کرتا ہے آیا اسی سفر میں یہ طریق ہے کہ جب تک اس عالم میں انسان اپنی کامل صورت پیدا نہ کرلے۔ دوسرے عالم میں اسے جگہ نہیں ملتی۔ ایسا ہوتا ہے کہ جن حالتوں میں اس نے ایک عالم میں کامل طور پر پختگی حاصل نہیں کی اور خام حالت میں بھی اس نے اس عالم کو چھوڑا ہے تو اس کی خامی اور نقص دوسرے عالم میں درست ہو جاتے ہیں۔ اگر ذرا بھی ان مختلف عالموں پر غور کیا جائے تو ان سب عالموں میں ایک لاتبدیل قانون نظر آئے گا کہ جس کی رُو سے ایک عالم کے نقص اس سے اگلے عالم میں ایک گونہ کے ساتھ رفع کئے جاتے ہیں اور یہ کبھی نہیں ہوا کہ جس شے نے ناقص حالت میں ایک عالم کو چھوڑا ہے اس کو ضرور اپنے نقصوں کے علاج کے لئے پھر اسی چھوڑے ہوئے عالم میں لوٹایا جائے۔ مثلاً جو کچھ آج میں نے کھایا۔ وہ ضرور ہے کہ یا تو نیچر کے ہاتھوں سے پختہ ہو چکا ہو۔ یا انسانی ہاتھوں نے اسے آگ پانی مصالحہ وغیرہ کے ذریعے ایک خاص حالت پختگی تک پہنچایا ہوا ہوتا کہ معدے کے عالم میں وہ عمدہ طور پر کام کر کے اگلے عالم میں چلا جائے۔ لیکن یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی بداحتیاطی سے بعض چیزیں ایسی حالت میں ہی معدہ میں چلی جاتی ہیں کہ جس حالت میں وہ وہاں نہیں جانی چاہئے تھیں۔ اب اگر اس نے جزو بدن بننا ہوتا ہے تو اس کی خام حالت محسوس ہو جانے پر عالم معدہ میں ادویات بھیج کر اسے اسباب معدہ میں ہی پیدا کر دیئے جاتے ہیں کہ جہاں اس کا نقص عالم معدہ میں ہی رفع ہو جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز معدہ سے واپس کی جائے۔ اسی طرح جب معدہ کے بہت سے عالم طے کر کے ایک خوراک خون میں بدل جاتی ہے تو ضرور نہیں کہ ہر انسان میں ہمیشہ خون صالح ہی پیدا ہوتا ہے۔ جو خوراک عمدہ پختہ حالت میں معدہ میں گئی اور معدہ میں اچھی طرح ہضم ہوئی تو اس سے تو خون

صالح پیدا ہو گا لیکن بعض انسانوں میں خون صالح پیدا ہوتا ہی نہیں۔ اس کا باعث یہی ہے کہ ہماری خوراک نے عالم خون سے سابقہ جتنے عالم طے کئے ہیں وہ ناقص حالت میں طے کئے ہیں۔

لیکن اس ناقص حالت کی اصلاح عالم خون میں ہی طبیب کر دیا کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ناقص خون کو سابقہ عالموں میں واپس کیا جائے۔ اسی طرح جب انسان کے نطفہ میں نقص ہوتا ہے اس کا یہی باعث ہے کہ جو خوراک نطفہ کی صورت میں آتی ہے اس نے پہلے عالموں کو ناقص حالت میں طے کیا ہوتا ہے لیکن اس کی اصلاح عالم نطفہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سے ایک عمدہ اور مضبوط جنین کے لئے ضروری ہے کہ عورت اور خاوند دونوں کا عمدہ اور مضبوط نطفہ ہو۔ لیکن رقیق نطفے رحم میں جا کر قرار پکڑ لیتے ہیں اور ان کا علاج رحم کی اسی حالت میں کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح جنینوں کی پرورش رحم میں پورے طور پر نہیں ہوتی اور وہ ناقص خلقت ہی لے کر اس دنیا میں آجاتے ہیں مثلاً ہم نے دیکھا ہے کہ بعض بچوں کے بول و براز کے سوراخ پیدائش کے وقت بند ہوتے ہیں کیونکہ نیچر میں نیچر پورا کام نہیں کر سکی۔ پھر ایسے بچوں کے سوراخ سرجن اوزار سے کھول دیا کرتے ہیں اور وہ بچے اپنی خلقت میں کامل ہو جاتے ہیں یا پھر یہ بھی مانا جاتا ہے کہ بعض ایسے ناقص الخلقت پیدا ہوتے ہیں کہ ساری عمر ان کا نقص رفع نہیں ہو سکتا لیکن یہ نہیں ہوا کہ وہ ناقص الخلقت بچے اس عالم میں ہی نہ ہوں یا رفع نقص کے لئے سابقہ عالم میں لوٹائے جائیں۔

تناسخ کی فلاسفی تو اس صورت میں درست ہوتی کہ جب نظارہ قدرت ہم کو یہ دکھلاتا کہ ان مذکورہ بالا عالموں میں کبھی کسی چیز کو عالم مابعد میں نہیں بھیجا گیا۔ جب تک موجودہ عالم میں وہ کامل نہیں ہوگئی یا اگر وہ ناقص حالت میں چلی بھی گئی تو فوراً واپس کی گئی مثلاً یہ کہ دنیا میں کوئی ناقص خلقت لے کر پیدا ہی نہ ہو اور اگر اتفاقاً پیدا ہو جائے تو اسے فوراً ہی اسی جگہ واپس کیا جائے جہاں سے وہ آیا تھا تا کہ وہ نقص جو وہ لے کر آیا ہے وہاں ہی جا کر رفع کرے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ کامل ناقص ہر دو قسم کی چیزیں ایک عالم سے دوسرے عالم میں آجاتی ہیں اور ایک کے نقص دوسرے عالم میں رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے جیسا کہ اوپر آچکا ہے کہ انسان کی ہر حالت کے نشو ونما کے طبعی اسباب ہر عالم میں الگ الگ ہیں اور کامل مکمل نشو ونما کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک عالم سے وہ اس وقت رخصت ہو جب مکمل ہو جائے لیکن نظارۂ قدرت نے دکھلایا ہے کہ آئندہ عالم سابق کے نقصوں کو بے شک رفع کر سکتا ہے۔ ہاں ایسا ہونا بہت ہی تکلیف و درد کا موجب ہوتا ہے۔ جب صحیفہ قدرت ہمارے سامنے یہ نقشہ پیش کرتا ہے اور گزشتہ عالموں میں انسان کا گزرنا اس طرح واقع ہوا ہے تو اس موجودہ عالم سے مابعد عالم کے متعلق یہ کیوں تسلیم کیا جائے کہ جو انسان مرنے کے وقت کامل نہیں ہوا۔ وہ پھر اسی عالم میں جنم لے کر اپنے نقصوں کو رفع کرے۔ یہ ہم کیوں نہ تسلیم کر لیں کہ جس طرح ناقص خوراک کی

اصلاح معدہ میں الائچی وغیرہ کردیا کرتی ہے اور عمدہ غذا نہ ہضم ہونے سے جو ناقص خون پیدا ہوتا ہے اس لئے مصفیات مولدات خون استعمال کرتے ہیں اور اگر خون کی اصلاح نہیں ہوئی تو ناقص خون نے جو کمزور نطفہ پیدا کیا ہے اس کے واسطے مغلظات اسباب نیچر نے پیدا کر رکھے ہیں۔ پھر رحم کی اصلاح کے لئے مانع اسقاط ادویات وغیرہ وغیرہ موجود ہیں اور آخر کار جو بچہ خلقی نقص اپنے ہمراہ لاتا ہے ان نقصوں کو کڑوی ادویات اور تلخ دار وقسماقسم کے بدذائقہ جلاب اور طرح طرح کی سرجنی چیر پھاڑ درست کردیا کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہماری روح نے اپنے کمال حقیقی کو حاصل نہ کیا تو یہ بالکل مذکورہ بالا مشاہدہ قدرت کے برخلاف ہے کہ روح پھر اسی جسم میں جنم لے۔ وہاں وہ ناقص روح ایک مریض اور کمزور روح ہے جو عالم بالا میں چلی گئی ہے لیکن وہ عالم بالا کی تندرست زندگی کے لئے کامل سامان اپنے ہمراہ نہیں لے گئی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس عالم میں داخل ہوتے ہی اس عالم کے شفاخانہ میں اسے داخل کیا جائے اور جس قسم کی روحانی مرض اس کو لگی ہو اس کے مناسب حال اس شفاخانہ کے وارڈوں (۱) میں وہ داخل ہو۔ جہاں وہ طرح طرح کے جلابوں اور پسینہ آور وغیرہ دواؤں کے استعمال سے اور طرح طرح کے نشتروں اور چاقوؤں کے نیچے آکر قسم قسم کے دکھ اور درد دیکھنے کے بعد پھر اصلاح پذیر ہو کر تندرستی حاصل کرے اور اس طرح عالم بالا کی زندگی کے لئے قابل ہو کر ترقیات کرتا ہوا اپنے کمال تک پہنچ جائے۔

معزز ناظرین! قرآنی دوزخ یہی شفاخانہ ہے جس پر آپ میں سے بعض لوگ ہنسا کرتے ہیں اور جس بیمار روح نے جا کر اپنی اصلاح کرنی ہے۔ جس طرح ہماری غلط کاریاں ہم میں جسمانی امراض پیدا کر کے ہمارے لئے ایک طرح کا دوزخ تیار کردیتی ہیں ہو بہو اس طرح انسان اپنے دوزخ کے سامان اسی زندگی سے لے جاتے ہیں۔ وہ دوزخ اسی دنیا میں خود تیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی آگ اس پر پڑ کر اسے طرح طرح کی تکالیف میں ڈال کر اس کو پاک صاف کردیتی ہے۔ اس عذاب کی آگ کو خود انسانی روح اپنی صفائی کے لئے کھینچتی ہے۔ اگر ہم ان تمام گناہوں کی جماعت بندی کریں جو انسانوں سے ظاہر ہوئے یا سرزد ہو رہے ہیں تو ہم کو صاف صاف نظر آئے گا۔ کل کے کل گناہوں کا ظہور یا ان کے مقدمات پیدا ہونا ہر ایک انسان کے سات جوارح ذریعہ سے ہوا ہے یعنی سر، کان، آنکھ، ناک، منہ، ہاتھ، پاؤں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو سات سوراخ عطا کئے ہیں اور قرآن کریم نے تہذیب انسانی کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں سات سوراخوں کی حفاظت کے لئے سخت تاکید کی ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہ ہوگا جس کی جڑ اور جس کا ظہور ان سات سوراخوں میں سے کئی ایک یا زیادہ سوراخوں کے استعمال سے نہ ہو۔

---

(۱): کمرے، درکات جہنم۔

الغرض انسان نے گناہ کر کے اس طرح سات ہی قسم کے مرضوں میں سے ایک یا زیادہ مرض اپنی روح کو لگا دیئے ہیں۔اب اگر ایک انسانی روح جوان سات مرضوں میں سے ایک یا ساری مرضوں کو لے کر دوسرے عالم میں داخل ہوئی ہے اور اپنی مرض کے باعث عالم بالا کی صحت والی زندگی کے قابل نہیں تو اس صحت کے حصول کے لئے بھی ضرور ہے کہ وہ کسی ایسے علاج خانہ میں داخل ہو جس کے سات ہی وارڈ ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم نے جس علاج خانے کا نام دوزخ رکھا ہے اس کے بھی سات ہی وارڈ یا طبقات بیان کئے گئے ہیں جہاں گنہگاروں کی روح کو ان کے گناہوں سے پاک کیا جائے گا۔ جہاں ان کو تھوہر (زقوم) جیسی قے ودست آور چیز بطور جلاب دی جائے گی، جہاں ان کے روحانی استفراغ کے لئے کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، جہاں ان کو آتشیں ٹکوریں کی جائیں گی، جہاں شداد اور غلاظ فرشتے آتشیں گرزوں سے ان کی کجیوں کو درست کریں گے، جہاں ان کے گندے زخم درست کئے جائیں گے اور انگور کی حالت آنے تک ان کے لئے جسم کی کئی جلدیں بدلیں گی وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا اسباب اخروی جہنم کی تشریح ہم نے قرآن کریم کی آیات ذیل سے لی ہیں:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (۴:۵۶) ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ط يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ (۲۲:۱۹ تا ۲۱) اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ج يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ (۴۴:۴۳ تا ۴۶)

ترجمہ: جس وقت ان کی کھال پک جائے گی یعنی جب ان کی زخمی کھال پر انگور آ جائے گا تو ہم پھر اس کو نیا زخم کر دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں۔ خدا زبردست حکمت والا ہے۔ یہاں یہ ظاہر فرمایا کہ یہ عذاب حکمت پر مبنی ہے ان کے لئے آگ کے کپڑے تیار کر کے ان کو پہنائے جائیں گے۔ ان کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس پانی کے ساتھ ان کے پیٹ کے مواد نچڑ جائیں گے اور اگلی کھال اتر جائے گی اور نیا زخم ہو جائے گا۔ ان کے واسطے لوہے کی مونگریاں تیار کی ہیں۔ زقوم یعنی تھوہر کا درخت گنہگاروں کا طعام مقرر ہے۔ وہ پیٹ میں جا کر پگھلے ہوئے تانبے اور کھولتے ہوئے پانی کی طرح کھولے گا۔

یہ سب خطرناک رنگ کا عذاب ہو گا۔ ایک شخص جو اس دنیا میں زانی زندگی بسر کرتا ہے۔ آخر کار وہ آتشک جیسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ اب جو علاج اس کا کیا جاتا ہے وہ بھی اپنی تلخی اور تکالیف کے لحاظ سے دوزخ

سے کم نہیں ہوتا۔ یہی حالت دوزخ کی ہے۔ایک دوزخ تو وہ ہے جو ہم اس دنیا سے تیار کر کے لے گئے اور دوسرا اس کا تکلیف دہ علاج ہے جو ہماری طہارت اور پاکیزگی کے لئے ضروری ہے ایک گنہگار کا دوزخی بن جانا اس کی اپنی گناہ آلودہ زندگی کا تقاضا ہے اور دوزخ تو اس کے لئے شفیق مادر کی طرح ہے جو اپنے بچے کے نازک بدن کو زخموں اور پھوڑوں پھنسیوں سے پاک کرنے کے لئے سرجن کے دردناک چاقو کے نیچے رکھ دیتی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر قرآن کریم دوزخ کو ماں کر کے پکارتا ہے جیسے کہ لکھا ہے کہ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (۹:۱۰۱) یعنی دوزخ گناہگاروں کی ماں ہے۔انسان نے جس عالم کو دیکھا نہ ہو اس کا بیان کرنا یا اس کو سمجھ لینا یا نہ دیکھی ہوئی چیزوں کو ذہن میں لے آنا محالات سے ہوتا ہے اس لئے ایسی حالت میں تشبیہات اور تمثیلات اور استعارات سے کام لینا پڑتا ہے۔ دوزخ یا بہشت کا عالم ایک آنے والا عالم ہے۔اس کی کیفیات ہمارے ذہن میں آنی مشکلات سے ہیں ان کی تشریح بھی اگر ہو سکتی ہے تو استعارات سے ہی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے دوزخ کا اس طور پر ذکر کیا ہے کہ اسلامی دوزخ کا علاج خانہ ہونا اس لئے بھی ثابت ہے کہ ایک زمانہ دوزخ پر وہ آئے گا جب اس میں کوئی انسان نہ ہوگا۔ یہ وہ دوزخ نہیں جس میں بقول عیسائیوں کے ہمیشہ کا رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ جب اس میں کوئی انسان نہ ہوگا اگر یہ علاج خانہ ہے تو ضرور ہے کہ اس پر ایک دن ایسا آئے کہ مریض صحت پا کر اس سے نکلیں۔اس لئے حدیث شریف میں آیا یاتی علی جهنم زمان ليس فيها احد نسيم الصبا تتحرك ابوابها یعنی ایک دن دوزخ پر وہ آئے گا کہ جب اس کی آگ سرد ہو جائے گی اور اس کے دروازے کھٹکھٹائے جائیں گے یعنی اس میں کوئی نہ ہوگا۔

دل کا درجہ دیگر لطائف میں اور اس کی حقیقت جامع

ایک روز آپ نے فرمایا کہ راہ سلوک میں اول بھی دل ہے اور آخر بھی دل ہے۔ایک بزرگ نے مجھ کو کہا تھا تم لطائف کی طرف نہ جانا۔ہم نے بھی یہی سمجھا کہ جو کچھ ہے دل ہی دل ہے۔

بندہ نے بھی ایک روز اپنے حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت مجھے لطائف حاصل نہیں ہیں۔آپ نے فرمایا دل بمنزلہ جڑ کے ہے اور لطائف بمنزلہ شاخوں کے ہیں۔ جب جڑ کو ہلایا جائے تو شاخیں خود بخود ہل جائیں گی۔

جناب قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جب حجام ہماری حجامت بناتا ہے تو استرے کا پھیرنا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دل پر پھیر رہا ہے اور فرمایا جب ہم چلتے ہیں تو پاؤں سے لے کر سر تک تمام وجود میں ایک ایسی حرکت پیدا ہوتی ہے کہ تمام ہی دل ہو گیا ہے اور رونگٹے رونگٹے سے اسم ذات ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں آپ نے سلطان الاذکار کا نشان ظاہر فرمایا ہے۔

(مؤلف) چونکہ دل کا بیان ضمناً آ گیا ہے۔ کتابوں سے اخذ کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ مصنف بستان العارفین صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں کہ انسان کا اشرف اور افضل ہونا اور بزرگی تمام مخلوق سے اسی وجہ سے ہے کہ انسان اللہ پاک کی معرفت حاصل کرنے کی لیاقت رکھتا ہے۔ دنیا میں انسان کا کمال اور جمال یہی پہچان اللہ رب العزت کی ہے اور آخرت میں یہی معرفت اللہ رب العزت کی انسان کے واسطے غفران اور رضوان اور بخشش کا باعث ہے۔ سو معرفت اللہ رب العزت کی دل سے ہوتی ہے۔ نہ ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک، کان وغیرہ سے۔ یہی دل عالم باللہ یہی عامل للہ ہے۔ یہی دل متقرب الی اللہ ہے۔ یہی دل عارف بجلال اللہ ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دل سے مراد روح ہے کہ سارے بدن میں اس کا تعلق ہے۔ اس انسان کے اندر صورتی روح کے سوا دوسری ایک روح ہے جس کا نام روح انسانی ہے اور اس کو دل کہتے ہیں اور یہ دل یعنی روح انسانی روح حیوانی کی جنس سے نہیں ہے اور اس دل سے مراد وہ دل یعنی گوشت کا لوتھڑا جو بائیں جانب کلی کی صورت پر ہے وہ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ایک تعلق اور لگاؤ ہے کہ جس تعلق اور لگاؤ کے ذریعہ سے خیال اور الہامات کا ظہور اس کے دل کے اوپر ہوتا ہے، اس تعلق اور لگاؤ کو دل کہتے ہیں۔

کتاب بستان العارفین میں دل کے متعلق یوں لکھا ہے مثلاً ٹیلی فون ہی لیجئے، سو اب ٹیلی فون اس پیٹی یا صندوقچہ کا نام نہیں ہے جو کہ دو کانوں اور مکانوں میں بات چیت کرنے کے لئے رکھا ہے بلکہ اس پیٹی اور صندوقچہ کے ساتھ ایک قسم کی تار یعنی لگاؤ ہے کہ جس کے اندر الیکٹرک یعنی بجلی کی طاقت رکھی ہوئی ہے اور وہی بجلی آواز کو دور دراز تک پہنچا دیتی ہے اور اس تار اور تعلق کا نام ٹیلی فون ہے۔ اسی طرح یہ دل کا صندوقچہ اور پیٹی جو کہ جسم کے اندر بائیں طرف گوشت کا لوتھڑا کلی کی صورت پر ہے وہ نہیں ہے بلکہ اسی کے ساتھ قدرت کی بجلی کا تار اور تعلق لگا ہوا ہے۔ اس کا نام دل ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ روح انسانی جسم نہیں ہے کیونکہ اس کے حصے اور ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت اور عشق الٰہی کی حرارت اسی روح انسانی میں حاصل ہوتی ہے۔ باعتبار ہر وصف اور صفت کے اور اس روح انسانی کے تین نام ہیں۔ پہلا نفس امارہ یعنی وہ روح انسانی جو اللہ رب العزت سے غافل رکھنے والی چیزوں کی طلب میں رہے اور بری باتوں کی ترغیب دے اور ان چیزوں کی طلب کرے جو چیزیں کہ اللہ رب العزت کے نزدیک مردود ہوں تو ایسی روح انسانی کو نفس امارہ کہا۔

دوسرا نفس لوامہ یعنی وہ روح انسانی جو بری باتوں کی طلب اور خواہش سے اپنے آپ کو روکے اور عبادت الٰہی میں قصور اور سستی ہونے سے اپنے آپ کو ملامت کرے تو ایسی روح کو نفس لوامہ کہا جائے گا۔

تیسرا نفس مطمئنہ یعنی وہ روح انسانی جو اللہ رب العزت کے احکام کے بجا لانے اور جن چیزوں کا حکم ملا ہوا ہو ان کے کرنے سے اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہوا ہے ان سے باز رہے اور حضور دل کے ساتھ حاضر رہے۔ تو

اس روح انسانی کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔غرضیکہ چیز تو ایک ہے مگر باعتبار وصف کے اس کے تین درجے اور نام ہیں۔

حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تحفہ مرسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدی حقیقت آدم اور عقل کل، قلم الاعلیٰ اور روح الاعظم یہ اصل میں ایک چیز ہے جس کے پانچ نام ہیں۔اس روح الاعظم کا ہر ایک انسان کے ساتھ تعلق ہے۔اس کو روح انسانی کہتے ہیں۔کتاب مراۃ العارفین میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی فرماتے ہیں جیسا کہ کتاب بستان العارفین والے یوں فرماتے ہیں کہ یہی دل جو اللہ پاک کی طرف دوڑتا ہے۔اسی کو کشف ماعنداللہ کا ہوتا ہے اور بدن کے تمام اعضاء اس کے غلام اور فرمانبردار ہیں۔یہ دل ان سے خدمت لیتا ہے جس طرح بادشاہ لونڈی اور غلام یا کاریگر آلہ جات سے کام لیتا ہے اور ایسا دل جب ماسوی اللہ سے خالی رہتا ہے تب اللہ پاک ک نزدیک مقبولیت کا لباس پہن لیتا ہے۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ٥ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ٥ (۲۶ :۸۸،۸۹) یعنی جو شخص قلب سلیم لے کر اللہ پاک کی درگاہ میں حاضر ہوا۔اور یہی دل جب غیر اللہ میں ڈوب جاتا ہے تب تو اللہ رب العزت سے پردہ میں آجاتا ہے۔اگر انسان نے اس کو پاک وصاف رکھا تب تو دونوں عالم کی ایذا اور تکلیف سے نجات حاصل کر لی اور اگر گناہوں کی دلدل میں پھنسا دیا تب اس نے دونوں عالم کی تکلیف اور ایذا کو اپنے سر پر اٹھالیا۔ انسان جب دل کو پہچان لیتا ہے تو نفس کا عارف ہو جاتا ہے۔جب نفس کا عارف ہوا اور نفس کو پہچانا اسی وقت عارف باللہ ہو جاتا ہے۔انسان جب تک دل کو نہیں پہچانتا ہے نفس سے جاہل رہتا ہے اور جب نفس سے جاہل رہا تو اللہ تعالیٰ سے بھی جاہل رہا تو سوائے دوزخ اور دردناک عذاب کے اس کا کوئی راستہ نہیں ہے۔سبحان اللہ پہچاننا دل کا اور معلوم کرنا حقیقت اوصاف دل کا یہی اصل دین ہے اور یہی طریقہ سالکین کا ہے اور اسی کو علم باطن بھی کہتے ہیں۔نجات دلانے والے اوصاف اور ہلاکت میں گرانے والے اوصاف کا گزر اسی دل پر ہوا کرتا ہے۔اللھم یاحی یاقیوم لا الہ الا انت اسئلك ان تحی قلبی بنور معرفتك ابدا یا اللہ یا اللہ یا اللہ۔

بھوک کی فضیلت

پہلے بھی آپ کا مجاہدہ اور فاقہ کشی کا بیان لکھا گیا ہے۔آپ کئی کئی ہفتے کچھ نہ کھاتے۔ایک دفعہ دو ماہ تک کچھ نہ کھایا۔نفلی روزے متواتر رکھتے وغیرہ وغیرہ۔

(مؤلف) حدیث شریف میں آیا ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح پھرتا ہے اس لئے اس شیطان کے راستوں کو بھوک اور پیاس سے تنگ کرو اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی مجلس میں ڈکار لی تب حضور ﷺ نے فرمایا اپنی ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے دن وہی زیادہ بھوکا ہوگا جس نے دنیا میں پیٹ زیادہ بھرا ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے فرشتے اس شخص کے پاس نہیں جاتے جو پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ اچھا آدمی وہ ہے جو کم کھائے اور کم ہنسے اور ضروری لباس پر بس کرے اور بہتر اعمال بھوکے رہنا ہے اور نفس کی ذلت ان کے لباس میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم پیٹ بھرنے سے بچو کیونکہ زندگی میں پیٹ بھرنا بوجھ ہے اور نتیجہ مرنے کے بعد تعفن ہے۔ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند کو نصیحت کی کہ اے بیٹا جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکر بے کار ہو جاتا ہے اور اعضاء عبادت کے لئے سست ہو جاتے ہیں اور حکمت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے:

اندروں از طعام خالی دار تا دروں نور معرفت بینی

تہی از حکمت بعلت آں کہ از پری از طعام تا بینی

حضرت ابو سلمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رب العزت کے خزانے سے بھوک اسی کو مرحمت ہوتی ہے جس کو رب العزت دوست رکھتا ہے۔ حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس پاک ذات کی محبت نہیں ملتی مگر بھوک سے اولیاء اللہ پانی پر نہیں چلتے اور ہوا پر نہیں اڑتے اور زمین کو طے نہیں کرتے مگر بھوک سے اور اللہ تعالیٰ ان کی کفالت نہیں کرتا۔

حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہی کہ پیٹ ستار کی مانند ہے کہ خالی لکڑی میں تاریں لگی ہوئی ہیں مگر اس کی آواز نہایت ہی خوش اور سریلی اور درد والی ہوتی ہے۔ سبب اس کا یہی ہے کہ وہ اندر سے خالی ہوتی ہے نہ کہ بھری ہوئی۔ اسی طرح پیٹ کا حال ہے کہ جب خالی ہوتا ہے تو تلاوت قرآن شریف میں شیرینی معلوم ہوتی ہے اور ذکر اللہ میں حلاوت بہت آتی ہے اور رات کو بیدار رہ کر اور آرام طلبی کو چھوڑ کر ہمیشہ کے آرام کا اسباب تیار کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ بھوک میں کئی فائدے ہیں۔ دل کی صفائی، طبیعت کی تیزی اور سمجھ کا کامل ہونا کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے سے ذہن اندھا اور کند ہو جاتا ہے اور دماغ پر بخارات اور دھواں چڑھ کر فکر کی جگہ گھیر لیتا ہے۔ سبحان اللہ کم کھانے اور بھوکے رہنے میں سب سے بڑھ کر فائدہ اور نفع یہ ہے کہ شہوت اور گناہوں کے کاموں کا زور و شور ٹوٹ جاتا ہے اور کم کھانے والا اپنے نفس امارہ پر غالب آجاتا ہے کیونکہ نتیجہ تمام گناہوں کا اور جڑ تمام برائیوں کی شہوت اور خواہشات نفسی اور انسان کے اعضاء مثلاً ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، دماغ، کان، دل، گردے جگر وغیرہ ہیں کہ جن کا [illegible]ہ غذا اور طعام ہے۔ جب اس غذا کو کم کیا جائے گا تو شہوت اور گناہ کی قوت خود بخود کم ہو جائے گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اول بدعت کہ جو بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ لوگ پیٹ بھر کر کھانے لگے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ پیٹ بھر کر کھانے سے نفس دنیا کی طرف راغب ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی توند دیکھ کر انگشت مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا: اگر اتنا غیر کے پیٹ میں جاتا تو تیرے لئے بہت ہی خوب ہوتا یعنی اگر تو اپنی خوراک کم کر کے اوروں کو کھلاتا تو آخرت کے لئے ذخیرہ ہوتا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ زمانہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد ہر ہفتہ میں تین سیر جو کھاتے اور بعض حضرات کا حال دیکھ کر کہتے کہ تم نے سب ڈھنگ بدل ڈالے کہ جو کو چھاننے لگے اور پتلی پتلی روٹیاں یا چپاتیاں پکوانے لگے اور دو دو سالن اور رنگ برنگ کے کھانے کھانے لگے۔ یہ تو بتاؤ یہ باتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کہاں تھیں۔ سبحان اللہ اور اس بات پر غور کیا جائے کہ مباح چیزوں کی خواہشات اور پیروی میں بھی اپنے نفس کو نہیں ڈالنا چاہئے۔ مبادا کہیں ایسا ہو کہ اس دنیا میں خواہشیں اور آرزوئیں پوری ہو جائیں تو قیامت کی نعمتوں کو کھا جائیں۔ ہاں میاں اس دنیا میں جتنا نفس پر مجاہدہ کر کے شہوات اور خواہشات کو چھوڑا جائے گا اتنا ہی آخرت میں انعام اور خاطر خواہ چیزیں ملیں گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اتنا کھائے کہ نہ معدہ ثقیل ہو اور نہ بھوک کی تکلیف معلوم ہو اور اتنا بھی بھوکا نہ رہے کہ ضعف سے ناک میں دم آجائے:

نہ چنداں بخور کز دہانت برآید　　　نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

بلکہ کھانا اتنا کھائے کہ اس کا اثر معلوم نہ ہو کیونکہ غذا اور کھانے سے غرض یہ ہے کہ زندگی باقی رہے اور عبادت میں قوت پیدا ہو:

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است　　　تو معتقد کہ زیستن برائے خوردن است

اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ بھرے ہوئے پیٹ سے عبادت نہیں ہو سکتی اور بھوک کی تکلیف سے بھی دل عبادت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ اتنا کھائے کہ غذا اور کھانے کا اثر اور بوجھ معلوم نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے خیر الامور اوساطھا یعنی اوسط درجہ کا کام بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی فرشتہ کے مشابہ ہو جائے کیونکہ ان کو بھی غذا کی گرانی اور بھوک کی تکلیف نہیں ہوتی۔ سبحان اللہ انسان کا درجہ کمال بھی یہی ہے کہ فرشتوں کا مقتدا اور امام ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اتنا تو ہو کہ ان کے برابر ہو جائے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ اگر کسی نے زیادہ معلوم کرنا ہو تو کیمیائے سعادت اور بستان العارفین میں دیکھے۔

(مؤلف) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سنت کی اتباع میں جو فرماتے ہیں درج ذیل کیا جاتا ہے۔ امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہر عمل، ہر فعل بلکہ ہر سکون و حرکت میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھتے چنانچہ خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کام اور عمل کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمیں عنایت فرمایا ہے وہ اس کا محض فضل و کرم ہے۔ اگر کوئی کام اس کے فضل و کرم کے لئے بہانہ ہو سکتا ہے تو وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے جو کچھ ہمیں عطا ہوا ہے وہ اسی اتباع کی بدولت ہوا ہے۔ یہ آپ کے قول ''سیرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ'' کے صفحہ تین پر مذکور ہیں۔

(نکتہ) بے ارادہ نظر کا اثر

ایک روز کا ذکر ہے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کسی پر نظر بے ارادہ پڑتی ہے تو اس پر فوراً اثر ہوتا ہے۔ جب ارادۃً نظر کرتے ہیں تو اس کا اثر نہیں پڑتا۔ بندہ نے عرض کی پہلی نظر حلال ہے ثانی حرام وہ نظر جو ارادہ کے بغیر پڑتی ہے وہ نظر خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ آپ یہ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا یہ مسئلہ تو نے کہاں سے نکالا ہے۔

تخت بلقیس کیونکر لایا گیا

ایک روز کا ذکر ہے بندہ شرقپور شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ذکر ہوا کہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک آدمی ایک اشارہ آنکھ جھپکنے میں لے آیا اور قرآن شریف میں اس شخص کا جانا ثابت نہیں ہوتا جو تخت لایا تھا وہ کس طرح لایا تھا۔

بندہ نے عرض کی اس شخص نے وہاں پر تخت کی نفی کی اور یہاں اس کا اثبات کیا۔ اس پر آپ کو عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ بعد میں فرمایا: یہ کیفیت کئی سال کے بعد ہوئی فرمایا: اس شخص کی ہمت دیکھو جو کہ تخت لایا تھا۔

پیر کا کیا کام ہے

ایک روز فرمایا قرآن شریف میں تو سب کچھ ہے۔ ذکر اذکار کی آیات بھی ہیں پھر پیر کیا کرتے ہیں۔ بندہ نے عرض کی کہ قرآن شریف میں جو آیات ذکر کے متعلق ہیں یا معیت کے متعلق ہیں یا اقربیت کے متعلق ہیں یا نفس کے متعلق ہیں، پیر کامل ان کی کیفیت اور مشاہدہ طاری کر کے دیتا ہے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی جواب دیا ہے۔ آپ سن کر بہت خوش ہوئے۔

ایک روز آپ نے خداوند کریم کی معیت کا سوال کیا۔ بندہ نے اس پر بھی بہت تقریر عرض کی۔ آپ سن کر

بہت خوش ہوئے۔ وہ تقریر یہاں لکھ نہیں سکتے۔

نکتوں کے اندر کچھ نہیں

ایک روز آپ نے سوال کیا کلمہ شریف کی نفی کتنی ہیں؟ بندہ نے عرض کی سات ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ فرمایا: کون کون سی؟ بندہ نے عرض کیا (۱) نہیں کوئی معبود مگر اللہ (۲) نہیں کوئی مقصود مگر اللہ تعالیٰ (۳) نہیں کوئی محبوب مگر اللہ (۴) نہیں کوئی موجود مگر اللہ (۵) نہیں میں (۶) نہیں جہاں (۷) اور نہیں وہ خدا جو وہم وگمان میں آسکے۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا ان نکتوں سے کوئی کام نہیں چلتا، کچھ کرنا چاہئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خداوند کریم کی بارگاہ میں دو رکعت نماز کام آئی اور نکتے کچھ کام نہ آئے۔ بندہ نے عرض کی اس میں بھی ایک نکتہ ہے کہ تھوڑی عبادت کو بھی کم نہ سمجھا جائے۔ فرمایا: ہاں درست۔ پھر اپنی چارپائی پر جا کر لیٹ گئے اور بندہ بھی اپنی چارپائی پر سو گیا۔ آپ اکثر سوالات فرماتے تھے مگر یہ امتحاناً ہوتا تھا۔

ایک خواب کی تعبیر

ایک روز خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جنگل میں جا کر شکار کھیل رہا ہوں۔ جب شست باندھتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ میں درمیان میں نہیں ہوں اور بندوق آواز دے کر شکار پر جا لگتی ہے۔ جب یہ خیال کرتا ہوں کہ بندوق میں چلا رہا ہوں تو بندوق خالی چر جاتی ہے اور شکار بھی بھاگ جاتا ہے۔ دو روز خواب میں اسی طرح دیکھتا رہا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ دونوں رات کے خواب عرض کئے تو فرمایا: (دول سکھاندے نے) یعنی طریقہ سکھاتے ہیں۔

تشریح بعض ملفوظات

آپ اکثر تلقین کے وقت فرمایا کرتے کہ تمہارا سینہ تمہارے پاس ہے۔ اکثر لوگوں کو اس فرمان کی سمجھ نہیں آتی ہوگی۔ اس لئے بندہ اس کی کچھ تشریح کر دیتا ہے کہ طالبوں کو اس کی سمجھ آجائے۔ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں (آیت) وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۲۱:۵۱) یعنی تمہارے نفسوں میں ہے تم دیکھ نہیں سکتے اور دوسری جگہ فرمایا ہے (آیت) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ (۱۶:۵۰) یعنی میں تمہاری شہ رگ کے قریب ہوں۔ حدیث قدسی میں آیا ہے الانسان سری وانا سرہ یعنی انسان بھید میرا ہے اور میں بھید اس کا ہوں اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے: قلوب المومن عرش اللہ تعالیٰ یعنی مومن کا دل عرش اللہ تعالیٰ کا ہے۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ میری وسعت کو نہ زمین سما سکتی ہے نہ آسمان مگر مومن کا دل۔

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے عروج ہوا میں عرش پر گیا اور حاملانِ عرش سے دریافت کیا کہ یہاں خدا تعالیٰ کا پتا دیتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: زمین والوں کو آسمان کا پتا دیتے ہیں اور آسمان والوں کو زمین کا۔ پھر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ندا آئی کہ اے بایزید اپنے دل میں تلاش کر۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت کیا تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے عرض کی گیلان سے۔ پھر دریافت کیا کس کی اولاد ہو؟ تو اس نے کہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد میں سے۔ پھر پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا حج کو جا رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارے بزرگوار جد حضرت علی رضی اللہ عنہ تو دو تلواریں مارتے تھے۔ ایک نفس پر دوسری کفار پر؟ آپ کون سی تلوار مارتے ہو؟ پھر فرمایا میاں بیت اللہ تو تمہارا سینہ ہی ہے۔ اس شخص کے دل میں کچھ ایسا اثر ہوا کہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل دنیا اور آخرت دونوں سے بہتر ہے۔ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ہے۔ دل خداوند کریم کی معرفت کا محل ہے۔

جناب حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ اے عبدالقادر! میری طرف آنے کا راستہ زمین میں ہے اور نہ آسمان میں ہے، میری طرف آنے کا راستہ تو دل میں ہے۔ آپ کو یہ بھی الہام ہوا کہ ''اوّل ظہور کے تو میرا باطن بعد ظہور کے میں تیرا باطن''۔ (اس کی مختصر تشریح)

(مؤلف) علم محسوسات وہ علم ہے جو حسّوں کے راستے سے آتا ہے یعنی کانوں سے، آنکھوں سے، زبان سے اور ناک سے اور لطائف کے چھونے سے یہ پانچوں راستے محسوسات کے ہیں۔ علم کیفیات دل یعنی روح کے راستے یا ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جس شخص کو علم محسوسات ہو اور کیفیات نہ ہو چونکہ وہ کیفیات نہیں سمجھ سکتا حتیٰ کہ جب تک علم کیفیات اس پر نہ کھلے۔ اگر استدلال سے کسی نے مان بھی لیا تو وہ علم ناقص ہوگا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر حاضر کرے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

قال را بگذار مرد حال شو　　　پیش مردے کاملے پامال شو

یعنی باتوں کو چھوڑ اور کسی مرد کامل کے پاؤں تلے روندھا جا۔ علم محسوسات ظاہری ہے اور علم کیفیات باطن سے علاقہ رکھتا ہے۔ علم کیفیات کو علم لدنی بھی کہتے ہیں۔ یہ علم استدلال سے نہیں حاصل ہوتا، استدلال کا یہ حال ہے کہ ایک دلیل دوسری دلیل کو توڑ دیتی ہے مثلاً ایک دریا کا مینڈک کنوئیں میں گر جائے اور اس سے کنوئیں کا مینڈک دریا کا حال دریافت کرے کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ بیان کرے کہ میں اتنے وسیع پانی سے آیا ہوں جس کا انتہا اور شمار نہیں اور اتنا آسمان دیکھا ہے جس کی نہایت نہیں۔ کنوئیں کا مینڈک اس سے کہتا ہے کہ جس

پانی میں میں رہتا ہوں اس سے بھی زیادہ ہے؟ اس کنوئیں کے پانی سے زیادہ بڑھ کر ہو نہیں سکتا، نہ کبھی سنا ہے اور نہ کبھی دیکھا ہے۔ دریا کا مینڈک حیران ہوگا کہ اسے کس طرح سمجھایا جائے۔ اس بات کا سمجھنا نہایت دشوار ہوگا۔ نیز اگر بچہ کو ماں کے پیٹ میں کوئی یہ کہے کہ زمین بڑی وسیع ہے۔ اس کے اوپر بہت بڑا آسمان ہے اور اس میں ایک آفتاب نکلتا ہے، چھوٹے حجم کا ہوتا ہے تمام زمین کو روشن کرتا ہے اور گرمی پہنچاتا ہے اور وہ بچہ اس کے سمجھانے سے سمجھ جائے کہ ہاں ایسا ہی ہوگا۔ ایک دوسرا شخص اس بچے کو دلیل سے ثابت کردے گا کہ یہ بات غلط ہے۔ تو یہ پہلا اس کا یقین ٹوٹ جائے گا۔ یہ علم محسوسات کا حال ہے۔ جب وہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آجائے تو پھر وہ آکر خود تمام کیفیات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے تو پھر اگر اس کو تمام دنیا کے استدلال دے کر کہا جائے کہ یہ بات غلط ہے تو ہرگز نہیں مانے گا مثلاً ایک شخص کو کہا جائے کہ اس کے مٹکے میں پانی ہے تو وہ علم الیقین سے مان لیا جائے گا مگر تسلی نہیں ہوگی۔ جب وہ مٹکے کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھ لے گا تو اس کو عین الیقین ہو جائے گا کہ اس کے اندر پانی ہے۔ اگر ابھی تک اس کا یہ شک باقی ہے کہ پانی ہے یا کوئی اور چیز ہے جب وہ پانی خود پی لے گا تو اس کو حق الیقین ہو جائے گا کہ یہ پانی ہے۔

دریا کا مینڈک اگر اس کو استدلال سے سمجھا بھی دے تو اس کا علم ناقص ہوگا تاوقتیکہ اس کو کسی طرح کنوئیں سے نکال کر کسی طرح مشاہدہ نہ کرا دیا جائے۔

(مؤلف) حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ صاحب مجاہدہ صاحب مشاہدہ کے سامنے اسی طرح ہے جیسا دریا کے مقابلہ میں قطرہ۔ نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دریا پر سے گزرے، آپ نے اس دریا میں اپنی انگلی مبارک ڈال کر فرمایا: عالم روحی کے مقابل میں یہ جہان ایسا ہے جتنا کہ اس انگلی کو پانی لگا بلکہ اس سے بھی کم۔ عالم روحی ایسا ہے جیسا یہ دریا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ آپ نے سنا ہوگا کہ **العلم حجاب الاکبر** یعنی علم بڑا پردہ ہے۔ اس سے مراد علم محسوسات ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند　　　گر نہ بینی سر حق بر من بخند

حضرت سیّد شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

آنکھ کن مکھ بند کر نام نرنجن لے　　　اندر کے در تب کھلیں باہر کے بند کر دے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک حوض میں پانی پانچ رستوں سے آتا ہے۔ ان پانچوں راستوں کو بند کر دیا جائے اور جو حوض میں پانی ہے اسے اچھال کر باہر پھینک دیا جائے اور حوض کو سطح سے کھودتے کھودتے حتیٰ کہ چشمہ نکل آئے اس چشمے کو کبھی بس نہیں ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں: ''جب طالب خدا راستہ خدا میں مجاہدہ کرتا ہے تو نفس فنا ہو جاتا ہے دل میں، اور دل فنا ہو جاتا ہے جان میں، اور جان فنا ہو جاتی ہے بھید میں' اس وقت طالب اپنے مقصود کو پہنچ جاتا ہے''۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین سو ساٹھ نظر آٹھ پہر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کے دل پر پڑتی ہے مگر اس کے اغراض درمیان میں مانع ہو جاتے ہیں اور حجاب بن جاتے ہیں۔ اغراض کو اٹھانا ماسویٰ سے فارغ ہونا یہی مقصود کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ہے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیوان میں کہتے ہیں کہ

یقیں دانم دریں عالم کہ لامعبود الا ہو   ولاموجود فی الکونیں لامقصود الا ہو

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ حوض میں پانی پانچ راستوں سے آتا ہے، پانچ راستوں سے مراد یہی پانچ حسیں یعنی کان، آنکھ، ناک، زبان، چھونا، حوض سے مراد دل ہے۔ چونکہ آج کل اکثر لوگوں کے مذاق بگڑ گئے ہیں اس لئے یہ باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آسکتیں مثلاً ایک شخص کو شعر اشعار کا مذاق نہیں ہے تو اس کے سامنے شاعری کی کچھ وقعت نہیں۔ ایک شخص کو راگ کا کچھ علم نہیں ہے وہ راگ سے کچھ لذت نہیں اٹھا سکتا' جس کو شاعری اور موسیقی سے مَس نہیں۔ وہ مجلس میں چپکا بیٹھا رہے گا۔ جس کو مس ہے وہ مرحبا مکرر فرمائیے کہہ رہا ہے۔ کوئی مزے میں آکر سر ہلاتا ہے۔ گو ایک خاص کیفیت میں محو ہے۔ جس طرح ایک بیمار کے منہ کا ذائقہ بسبب صفرا بگڑ جاتا ہے اگر اسے میٹھی چیز بھی کھلا دی جائے تو وہ کہے گا کہ کڑوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن کو ان کیفیات کی مس نہیں ہے اول تو انکار ورنہ تاویل کر دیتے ہیں۔ ہر ایک حس کی غذا علیحدہ ہے۔ کانوں کی غذا خوش الحانی ہے لیکن جس کے کان میں قوت سماعت نہیں اس کو خوش الحانی سے متعلق مزہ نہیں آئے گا۔ آنکھوں کی غذا خوبصورت اشیاء کا دیکھنا، جن کی آنکھوں میں بصارت نہیں وہ محروم ہیں۔ ناک کی غذا خوشبو ہے۔ جس کے دماغ میں بیماری ہے وہ خوشبو سونگھنے سے قاصر ہے۔ زبان کی غذا اچھی اچھی چیزوں کی لذت اٹھانا۔ جب زبان کی حس جاتی رہتی ہے تو وہ مزہ اٹھانے سے محروم ہے۔ اسی طرح دل کی غذا خداوند کریم کی معرفت ہے۔ جب دل ماسویٰ سے بھر گیا اور غیر اللہ میں ڈوب جائے گو یا اس کی فطرت ہی خراب ہوگئی تو ایسی صورت میں خدا کے ذکر کا ذوق پیدا نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی آدمی ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کثرت گناہ سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہاں دل سے مراد وہ گوشت کا لوتھڑا نہیں ہے بلکہ دل میں جو ایک نور رہتا ہے جو سیاہی سے بدل جاتا ہے جیسے کہ آنکھ ایک اور چیز ہے اور بصارت ایک جدا چیز ہے۔ اسی طرح جو گوشت کا لوتھڑا ہے یہ اور چیز ہے اور وہ

لطیفہ جو دل میں مقیم ہے، دوسری چیز ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہاری صورتوں اور ظاہری عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہوں اور یہ بھی فرماتا ہے کہ تمہارے عمل تمہاری نیتوں پر ہیں۔ بس اصل دل ہے اور یہی بادشاہ ہے۔ باقی تمام اعضائے بدن اس کے تاج ہیں اور بمنزلہ رعیت کے ہیں۔ جب دل کی حالت بگڑ جاتی ہے تو تمام صورتیں بگڑ جاتی ہیں۔ اس لئے حضرات صوفیاء کرام اور بالخصوص نقشبندیہ زیادہ دل پر فکر کراتے ہیں۔ ذکر اور فکر اور تمام مراقبات دل سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ **لاصلوٰۃ الا بحضور القلب** یعنی نہیں ہوتی نماز مگر حضور دل سے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر تو ہمیں اندیشہ ماسوا ایں استخوان وریشہ

یعنی اے بھائی جو کچھ تو ہے خیال ہی خیال ہے۔ سوا اس کے کہ ہڈیاں اور ریشہ اور گوشت ہے۔ جب تک کہ خیال درست نہ ہو جائے کچھ نہیں درست ہو سکتا بلکہ خیال سے بھی گزر جائے۔

میرے بھائیو! اگر آدمی کان کو بند کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، آنکھ کو بند کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، زبان کو بند کر سکتا ہے، ناک کو بھی بند کر سکتا ہے مگر دل کو جس پر کچھ نہیں پہنچ سکتا اسے کس طرح تخیلات سے بند کر سکتا ہے۔ دل کو خیالات سے بند کرنے کے لئے دل ہی چاہئے۔ وہ دل جو ماسوا سے فارغ ہو چکا ہو۔ اس میں نور رحمت ہوتا ہے۔ وہ اپنے تصرف سے دل کو قابو میں لاتا ہے اور اپنی توجہ سے اس کے فاسد اور ردی خیالات نکالتا ہے۔ بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ شیخ کامل کی صحبت میں حاضر ہوتے ہی کایا پلٹ جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ کتاب بستان العارفین صفحہ تہتر شروع مضمون میں زمانہ حال کے معلومات اور علوم وفنون جدید دور حاضرہ کا مفصل حال درج ہے، تا اسی (۸۰) ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

کرامت اور استدراج کا فرق

اکثر لوگ ایسے کاموں (خرق عادات) کو دیکھ کر اسے کرامات کہہ دیتے ہیں۔ جس شخص سے ایسا فعل سرزد ہوا سے بزرگ خیال کرتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ عوام کو کرامت اور استدراج میں فرق کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔ (تمیز کرامات واستدراج)

کرامات اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں اور استدراج کافر یا فاسق سے سرزد ہوتے ہیں۔ ولی اللہ یا اولیاء وہ ہوتا ہے جو مسلمان ہو اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے والا ہو اور کافر وہ ہوتا ہے جو مشرک ہو، فاسق وہ ہوتا ہے جو دعویٰ اسلام کا کرے مگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے برخلاف ہو۔ جو ولی اللہ ہوتا ہے اس سے کتاب اللہ اور سنت نبی کریم ﷺ کے خلاف کچھ ظہور میں نہیں آتا کیونکہ ولی اللہ جو کچھ لیتا ہے

وہ فیضان نبوت سے لیتا ہے۔ اس سے کوئی فعل خلافِ نبوت صادر ہونا امکان میں نہیں۔ کافر یا فاسق جو لیتا ہے وہ شیطان سے لیتا ہے۔ اس سے خلاف شرع باتیں ظہور میں آتی ہیں اور ان باتوں میں شریعت کے برعکس شعبدے دکھانا ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کی صحت میں ایک اثر ہوتا ہے جو طالب کو بے خود کر دیتا ہے اور اس پر ایک کیفیت بھی طاری ہو جاتی ہے اور صاحب استدراج کی صحبت میں بھی ایک اثر ہوتا ہے جو طالب پر ایک قسم کا جذب کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ اس میں جو فرق ہے، سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں۔ عین الفقر میں لکھتے ہیں:

''جس پر جذب طاری ہو اگر وہ شخص شریعت سے دور ہو جاتا ہے تو یہ جذب شیطانی ہے' اگر وہ شخص جس پر جذب طاری ہو کتاب اللہ و سنت کا تابع ہو تا جائے تو یہ جذب رحمانی ہے''۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی کہ ایک نوجوان لڑکے کو بہت جذب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب تک میں اس لڑکے کو دیکھ نہ لوں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پھر اس لڑکے کو آپ کے روبرو پیش کیا گیا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا یہ لڑکا میرے پاس آٹھ دن رہے چنانچہ آٹھ دن وہ لڑکا آپ کی خدمت میں رہا اور اس کا وہ جذب جاتا رہا۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا اس میں شیطان داخل ہوا جاتا تھا۔ یہ میرے پاس آٹھ دن رہا اور جنگل سے لکڑیاں لاتا اور بیچ کر کھاتا رہا۔ اس حلال کی روزی کھانے سے اس کے اندر نور پیدا ہو گیا اور وہ نور شیطان کو اس کے اندر گھسنے نہیں دیتا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درویش کی دو قسمیں ہیں: پہلی رحمانی اور دوسری شیطانی اور یہ بھی فرمایا: طریقت و حقیقت خادمان شریعت است۔ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تو شریعت کی حفاظت کر، خداوند کریم تیرے حال کی حفاظت کرے گا۔ پس اتنا لکھنا ہی کافی ہے۔ طالب کو فکر کرنے سے سمجھ آ جائے گی۔

ہمت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے: الھمت الاسم الاعظم۔ اس کی بھی بندہ (مؤلف) کچھ تشریح کرتا ہے۔ ہمت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہمت تو عام ہے، دوسری ہمت خاص۔ ہمت عامہ تو یہ ہے کہ جب تک کسی کام میں ہمت نہ کی جائے وہ کام نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے لفظ کن کہہ کر موجودات کو پیدا کیا تو ہمت کو روبرو حاضر کیا اور فرمایا: اے ہمت جس میں تو ہو گی اس کے دو جہان کے کام اچھے ہو جائیں گے۔ جس میں تو نہ ہو گی اس کے دونوں جہان کے کام بگڑ جائیں گے۔ باطنی ہمت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسم اعظم اسم ذات ہی ہے۔

جب اس کا کثرت سے ذکر کیا جائے تو ذاکر کے دل میں ایک ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی ہمت سے کشف اور تصرف و کرامات صادر ہوتے ہیں۔ اس وقت یہی اسم صاحب تصرف جب کسی پر صرف کرتا ہے تو خوارقِ عادات ہو جاتی ہیں۔ اسم اعظم کی بھی تھوڑی سی تشریح کرتا ہوں۔

(مؤلف) اسم اعظم (یعنی اللہ)، یہ اسم ایسا ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں جتنے اسم ہیں اس کے مقابلہ میں نہیں آسکتے مثلاً اسی اسم اعظم سے اگر پہلا حرف الف اٹھالیا جائے تو للہ رہ جاتا ہے۔ یہ بھی اسم ہے۔ اگر پہلا لام بھی اٹھالیا جائے تو لہ رہ جاتا ہے، یہ بھی اسم ہے اور اگر دوسرا لام بھی اٹھالیا جائے تو ھو رہ جاتا ہے۔ یہ بھی اسم ہے۔ یہ اسم اشارہ ہے، یہ تمام اسم قرآن شریف میں آئے ہیں اور ثابت ہوتا ہے کہ اسم اعظم یہی ہے۔ جس طرح خداوند تعالیٰ کی ذات الان کما کان ولم یلق زوالا ہے، جس طرح خداوند تعالیٰ کو زوال نہیں ہے اسی طرح اسم اعظم کو بھی زوال نہیں ہے۔ کتاب صراط المستقیم میں لکھا ہے اسم ذات اور نفی اثبات میں ایک تجلی پوشیدہ ہے، جب کسی صاحب سلسلہ سے اس کو حاصل کر کے ذاکر اس کا ذکر کرتے ہیں تو وہ تجلی اس کے دل اور روح پر اثر کرتی ہے۔ کثرت ذکر سے اس کی روح متجلی ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ جس طرح لوہے کو آگ میں رکھ کر گرم اور سرخ کیا جائے تو لوہا آگ کی صورت پکڑ لیتا ہے۔ پھر یہ حدیث قدسی پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی بندہ کثرت نوافل (یا ذکر) سے میرا مقرب ہو جاتا ہے اور میں اس بندہ کو اپنا دوست بنالیتا ہوں اور جس وقت میں اسے دوست بنالیتا ہوں تو میں بندے کے کان بن جاتا ہوں اور آنکھیں بن جاتا ہوں، ہاتھ بن جاتا ہوں، زبان بن جاتا ہوں، وہ میرے ہی کانوں سے سنتا ہے، میری ہی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور میرے ہی ہاتھ سے پکڑتا ہے اور میری ہی زبان سے بولتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ خداوند کریم جس وقت کسی بندہ کو دوست بنالیتا ہے تو عرش پر فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ عرش پر منادی کرو کہ فلاں نام والا بندہ فلاں شہر کا رہنے والا فلاں آدمی کا بیٹا اس کو خداوند کریم نے دوست پکڑا ہے۔ اے عرش کے رہنے والو! تم بھی اس کو دوست پکڑو۔ اسی طرح ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں پر منادی ہوتی ہے حتیٰ کہ اس دوست کی محبت کو پانی میں بھی ڈالا جاتا ہے جو چیز پانی پینے والی ہے اس سے محبت کرتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ جب سالک راہ خدا میں مجاہدہ کرتا ہے تو اپنی ہستی سے گزر جاتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچل سے نکل جاتا ہے اور یہ بھی آپ نے لکھا ہے کہ پہلی کتابوں میں کسی نبی پر وحی نازل ہوئی کہ اے بندے میں وہ خدا ہوں جو میں حکم کرتا ہوں وہ ہو جاتا ہے، جو میرا پورا پورا بندہ ہوگا وہ بھی جو کچھ کہے گا وہ ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنتی بہشت میں جس چیز کا ارادہ کرے گا ویسا ہی ہو جایا کرے گا۔ خداوند کریم اپنے خواص کو حیات طیبہ دنیا میں ہی عطا کر دیتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے فیوضات سے محرومی کا باعث

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اکثر لوگ دو وجہ سے اولیاء اللہ سے محروم رہتے ہیں، ایک جو اولیاء اللہ کو معصوم سمجھتے ہیں، دوسرے لوگوں کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کو ہر وقت علم غیب ہوتا ہے۔ اگر کبھی بتقضائے بشریت ان سے کچھ ایسی بات دیکھی گئی تو فوراً بے اعتقاد ہو جاتے ہیں یا کوئی ایسی ہی بات اپنے دل میں سوچ کر ان کے یعنی اولیاء اللہ کے پاس جاتے ہیں کہ وہ ہماری دل کی بات بتا دیں گے تو ہم مان لیں گے کہ وہ اولیاء ہے۔ ایسے لوگ محروم رہتے ہیں۔

(مؤلف) بات اصل یہ ہے کہ بعض وقت خداوند کریم اولیاء اللہ کو جتلا دیتا ہے اور بعض وقت نہیں جتلاتا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ تیرا پیر نبی نہیں، فرشتہ نہیں بلکہ بشر ہے، گناہوں سے معصوم نہیں، امکان میں ہے کہ اس سے خطا بھی ہو جائے اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ تیرے سے شیخ اچھا سمجھنے والا ہے۔ انہوں نے توبہ کر لی ہو گی جس سے ان کا رتبہ بڑھ گیا ہو گا۔ اگر تو نہیں رہ سکتا تو کسی لطیف طریقہ سے عرض کر دے اور یہ بھی آپ کو الہام ہوا' اے عبدالقادر! جو آدمی عبادت کرتا ہے اس پر تکبر کرتا ہے، ہماری بارگاہ سے وہ بہت دور جا پڑتا ہے اور یہ بھی آپ کو الہام ہوا ہے کہ جو آدمی گناہ کرتا ہے اور اس پر اپنے آپ کو ندامت کرتا ہے ہم اس کی روح سے بھی قریب ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے آپ کے آگے مسئلہ پیش کیا، ساتھ ہی عرض کی کہ عبادت موجب دوری کی ہوئی، گناہ موجب قرب بنا؟ آپ نے جواب دیا اس طرح نہیں۔ جو اس نے عبادت میں تکبر کیا ہے، وہ سبب دوری کا ہے اور جو اس سے گناہ کے بعد عبرت کی وہ سبب قرب کا بنا۔

حقیقت التحیات

ایک دفعہ بندہ (مؤلف) حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا: التحیات کیا چیز ہے؟ بندہ نے عرض کیا ظاہر میں تو ایک عبارت ہے' مگر جو کچھ اس عبارت میں ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ یہ ایک دعائیہ کلمے ہیں اور یہ کلمے ہیں خدا کی طرف سے۔

''دعائیہ کلمے'' دعائیہ کلمے تو وہ کہتا ہے جو دے نہیں سکتا، خدا کی ذات تو دینے سے محتاج نہیں ہے۔ اصل

میں تو سلامتی اور رحمت اور برکتیں رسول اللہ ﷺ کو مل گئی ہیں اور حضور ﷺ نے اپنے واسطے اور صالحین کے واسطے یہ منظور کرالیں۔ معراج شریف سے یہ برکت لے کر آپ آئے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حاجی عبدالرحمن صاحب تشریف لے آئے۔ آپ نے حاجی صاحب کو فرمایا دیکھو انہوں نے کیسے معنی سمجھے ہیں اور بہت خوش ہوئے۔ پھر بندہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا معنی تو تم نے اچھے سمجھے ہیں مگر ابھی تک تمہارے حال پر وارد نہیں ہوئے۔ پھر فرمایا قرآن شریف حدیث شریف یہ تو سب حال ہی حال ہیں مگر اس کو سمجھے کون۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ نے بندہ سے فرمایا: یہاں پر ایک خفیہ پولیس کا جاسوس ہمارے پاس دو ماہ ٹھہرا۔ ہم نے اس سے کہا کہ تم یہاں سال بھر بھی ٹھہرے رہو تمہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کلمہ طیبہ تو ہم نے چھوڑ نہیں دینا۔ پھر وہ جاسوس چلا گیا۔ اس کے بعد پھر ایک جاسوس آیا۔ اس وقت بندہ بھی حاضر خدمت تھا۔ آپ نے اس جاسوس سے دریافت فرمایا: تم تھانیدار ہو یا حوالدار۔ اس نے شرمندہ ہو کر عرض کی کہ میں حوالدار ہوں۔ کیا کروں ملازمت ہے، حکم ماننا پڑتا ہے۔ اکثر جاسوس آپ کے پاس جاسوسی کے لئے آتے اور آپ ان کو تاڑ جاتے۔

طریقہ ذکر

ایک دفعہ بندہ نے عرض کی کہ فلاں لڑکا ذکر بہت کرتا ہے۔ جواب میں فرمایا جس ذکر میں حضور یا معیت نہ ہو کچھ فائدہ نہیں اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حضور دوام ہونا چاہئے یعنی ہمیشہ۔

مکتوب شریف

مندرجہ ذیل مکتوب شریف بندہ (مؤلف) کے نام آخری آپ نے بھیجا تھا۔ اس کے بعد آپ نے کوئی مکتوب نہیں بھیجا۔ کتاب ہذا میں اس لئے درج کیا گیا ہے کہ طالبان اس سے فائدہ اٹھائیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۙ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ اُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ؕ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ (۱۸:۳، ۱۹)۔

گواہی دی اللہ تعالیٰ نے نہیں کوئی معبود مگر وہ اور گواہی دی فرشتوں نے اور اصحاب علم نے کہ اللہ تعالیٰ قائم ہے ساتھ انصاف کے۔ نہیں کوئی معبود مگر وہ کہ غالب ہے حکمت والا تحقیق دین نزدیک اللہ تعالیٰ کے اسلام ہے۔

اسلام کی بڑی شان ہے۔ آج کل مسلمان خود بخود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار کر بے حال ہو رہے ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں ہم سب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ مگر عمل نہیں اس پر کبھی معاذ اللہ۔ اسی سبب سے ہم پر خرابیاں ہوئیں۔ خدا کے قہر کی سب نشانیاں پیدا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ (۳۳:۹) وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَهِیْدًا (۷۹:۴) وہی ہے اللہ تعالیٰ جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔ محمد (ﷺ)، اللہ کے رسول ہیں۔ ہدایت خلق اور احکام بیان کرنے کے ساتھ کہ اسلام ہے تا کہ غالب کریں اس دین کو سب دینوں پر یعنی جو حق دین بھی ہے تو اس کے احکام بھی منسوخ کر دیئے۔ باطل کو تو جڑ سے اکھاڑ دیں، ہمارا کیا حال۔

دین کس کو کہتے ہیں، سچا جاننا پیغمبر کا، اور پہچاننا حق کا۔ ایمان بھی کافی نہیں۔ جب تک تصدیق و تسلیم پوری نہ ہو کیونکہ کافر بھی حضرت ﷺ کو حق جانتے تھے پھر از راہ عناد انکار کرتے تھے۔ دل میں تصدیق اور زبان کے اقرار سے پھر ہر عضو سے تصدیق و اقرار عمل میں ظاہر ہو۔ افسوس ہمارا کیا حال ہے مگر فکر نہیں۔ اسلام نام باعتبار اعمال ظاہر کے ہے۔ ایمان نام باعتبار اعتقاد باطن کے ہے۔ پس دونوں کا نام دین ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامِ بڑا رکن اسلام کا اتفاق، سووہ ندارد۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے خداوند کریم اور محمد بھیجے ہوئے ہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اسی میں نجات۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اسی میں حیات۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہی ہمارا آخری حرف ہوگا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اسی کے سہارے ہم دنیا میں آئے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اسی کے بل پر ہم آج تک قائم ہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اسی کے زور سے ہم از سر نو سب پر غالب آئیں گے۔

تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تا کہ ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور رسول کے اور قوت دو اس کو اور تعظیم اس کی اور تسبیح کرو اللہ کی صبح و شام۔ پس جب رسول کریم ﷺ شاہد یعنی گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار ہے تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال و اقوال و اعمال و احوال حضور ﷺ کے سامنے ہوں۔

طبرانی کی حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا اٹھائی تو میں دیکھ رہا ہوں اسے جو کچھ اس میں قیامت میں ہونے والا ہے۔ جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ اے رہنمائے گمراہاں! اے بہترین دو جہاں، اے خاتم پیغمبراں، اے مظہر نو خدا، اے یا شافع المذنبین مدد۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۲۸:۳۴) نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو اے حبیب ﷺ مگر عالم سب گورے، کالے، جن و انس کے لئے نہیں جانتے تمہارے فضائل و کمالات پس کامل خسارہ یہ ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا

(۷۱:۳۳) جس نے اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کی وہ منزل مقصود کو پہنچا۔ بدوں اطاعت رسول کریم ﷺ نہ اللہ کی محبت ثابت نہ رضا کی امید۔ حضور ﷺ کی محبت ایمان ہے اور محبت بغیر اتباع نہیں:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا (۹۲:۳) ہر چہ داری حرف کن در راہ او

فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ۝ (۶۴:۱۲) وَاُفَوِّضُ اَمۡرِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ (۴۴:۴۰)

کلمہ طیبہ کا بیان

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر عام و خاص یاروں کو کلمہ طیبہ اور نفی اثبات کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس کے متعلق چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

(مؤلف) نسائی و ابن حبان وغیرہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کی جو عین مناجات کی حالت میں تھی کہ اے پاک ذات مجھے کوئی ایسا کلمہ یا اسم بتایا جائے کہ مجھے جب بھی تجھے پکارنا ہو تب اسی کلمہ سے پکار لیا کروں۔ تب اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! تم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو اور یہی کہہ کر ہمیں پکار لیا کرو۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ عرض کی کہ اے پاک ذات! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک ایسا عام کلمہ ہے جس کو عام طور سے سب لوگ کہتے ہیں۔ بھلا اس میں میری خصوصیت کیا ہوئی۔ الٰہی میں تو کوئی خاص کلمہ لینا چاہتا ہوں جو میرے سوا کوئی دوسرا شخص نہ جانے۔ اس پاک ذات کی طرف سے جواب ملا کہ تم نے اس مبارک کلمہ کو معمولی سمجھ کر اس کی قدر نہ کی۔ اے موسیٰ! یہ تو وہ خاص الخاص کلمہ ہے اگر ساتوں طبق آسمان کے اور ساتوں طبق زمین کے کسی ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسری طرف رکھا جائے تو بھی کلمہ طیبہ بھاری اور وزنی رہے گا اور ساتوں طبق آسمان اور زمینوں کے ہلکے ٹھہریں گے۔

نکتہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ کا چودہ طبق سے مع اپنی ساری مخلوقات اور کائنات پر بھاری اور وزنی ہونے کا باعث یہ ہے کہ چودہ طبقوں کا وجود ظلی یعنی سایہ کی مانند ہے اور ذات باری تعالیٰ کا وجود حقیقی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سایہ ہمیشہ ہلکا ہوتا ہے وجود سے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وجود حقیقی ہے اور ساتوں طبقات زمین و آسمان کے مع اپنی ساری مخلوقات و کائنات کے یہ سب سایہ ہیں۔ لہٰذا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا وزن ساری مخلوقات سے بڑھ کر ہے۔

بزار اپنی مسند میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ عرش الٰہی کے

سامنے ایک عظیم الشان نور کا ستون ہے۔ جب کوئی دنیا میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ منہ سے نکالتا ہے تب وہ نورانی ستون خود بخود جنبش میں آتا ہے۔ اس وقت رب العزت فرماتا ہے کہ اے ستون ٹھہر! حرکت نہ کر! تب ستون عرض کرتا ہے کہ الٰہی جب تک لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے والے کی بخشش نہ ہوگی تب تک اس کی سفارش اور شفاعت کے لئے حرکت ہی میں رہوں گا۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا ہم نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے والے کو بخش دیا۔ پھر ستون ٹھہر جاتا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ کہاں کلمہ طیبہ پڑھنے والا اور کہاں وہ ستون۔ یہ وہی مضمون ہے جس کو باری تعالیٰ پاک ذات اپنے کلام مبارک میں ارشاد فرماتا ہے: مثال کلمہ طیبہ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (۱۴:۲۴) یعنی کلمہ طیبہ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کھجور کا مبارک درخت کہ جس کی جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان کی طرف، اسی طرح یہ کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ دنیا میں ہے اور اس کی شاخ یعنی نورانی ستون آسمان پر ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! سبحان اللہ! اس زمین پر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھو اور وہاں پر بخشش ہو جائے۔ (حیاۃ القلوب)

ایک روز رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ فلاں انصاری آپ کا صحابی اس وقت حالت نزع میں ہے۔ آپ یہ سنتے ہی بے قرار ہوئے اور وہاں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ حقیقت میں حالت نزع طاری ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے خدا کے بندے! کہو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کیونکہ آخری وقت میں کلمہ طیبہ کا پڑھنا جنت میں جانے کی نشانی ہے۔ آپ کا یہ مبارک خطاب سن کر اس نے ہر چند چاہا کہ منہ سے کلمہ طیبہ نکالے مگر زبان نے کام نہ دیا۔ ناچار اس نے کلمہ کی انگلی آسمان کی جانب اٹھائی اور کچھ اشارے سے آسمان کی طرف منہ اٹھا کے کہا۔ تب حضور سرورِ کائنات ﷺ نے تبسم فرمایا۔ صحابیوں نے عرض کی کہ ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں! حضور کے تبسم فرمانے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا: میں نے اس بیمار کو کلمہ شہادت کے لئے فرمایا اور یہ اپنی زبان سے کلمہ نہ پڑھ سکا اور اپنے پاس والوں کو گواہ نہ بنا سکا تب اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور جو سب سے بلند و بالا ہے اس کو اپنے کلمے کا گواہ بنایا۔ ادھر اس نے آسمان کی طرف اپنی انگلی اٹھائی ادھر الرحم الراحمین رب العالمین کی سرکار سے فرشتوں کو ندا ہوئی کہ فرشتو دیکھو! میرے بندے کی زبان بند ہوئی اور وہ اپنے کلمے کا کسی کو گواہ نہ بنا سکا۔ تب اس نے ہماری طرف رجوع کیا کیونکہ ہم انسان کے سینہ کی باتوں سے واقف ہیں اور ہمیں اس نے اپنے کلمے کا گواہ بنایا۔ اے فرشتو! ہم تمہیں گواہ بناتے ہیں کہ ہم نے اس بندے کو بخش دیا۔ وہ بندہ ہے اور میں اس کا خدا، اس کے کلمے کا بھی میں ہی گواہ ہوں۔

رحمت

(مؤلف) ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ اے لوگو! لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والوں پر

موت کے وقت کچھ بھی گھبراہٹ نہ ہوگی اور نہ ان کی قبر میں وحشت ہوگی اور نہ حشر کے دن انہیں بے چینی ہو گی۔ مجھے اس وقت گویا یہ بات نظر آرہی ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والے اپنی قبروں سے اٹھ رہے ہیں اور اپنے سروں سے قبر کی خاک جھاڑتے اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ اس پاک ذات کا شکر ہے جس نے ساری تکلیفیں ہم سے دور کردیں اور کوئی رنج وغم ہمارے ساتھ نہ رکھا۔

نکتہ

انسان کے سارے جسم میں گناہ کرنے والے بارہ اعضاء ہیں۔ دو پاؤں، دو ہاتھ، دو کان، دو آنکھیں، زبان، دل، دماغ، شرمگاہ اور یہ بارہ اعضاء تمام گناہوں کی جڑ ہیں اور ان چیزوں کے باعث انسان رات دن گناہوں کے کالے سمندر میں غرق اور ڈوبا ہوا ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے حرف بھی بارہ ہیں تو جس نے صدق دل سے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وہ سارے گناہوں سے پاک اور صاف ہو گیا۔

رونق المجالس میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا اور اس یہودی کا ایک نوجوان بیٹا تھا اور اکثر آنحضرت ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہودی کا لڑکا بیمار ہوا اور نزع کی حالت ہوگئی۔ حضور ﷺ اس کی بیماری کی خبر سن کر عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس کی آخری حالت دیکھ کر کلمہ طیبہ تلقین کرنا چاہا اور وہ لڑکا اپنے باپ کی طرف بغرض مشورہ دیکھتا تھا۔ اس یہودی نے اپنے بیٹے کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی اجازت دے دی۔ لڑکے نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے فرمان کے مطابق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیا اور جان بحق تسلیم ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے بذات خود اسے غسل فرمایا اور دست مبارک سے کفن پہنایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ہی دفن کیا۔ جب لوگ جنازہ لے کر چلے تھے اور حضور سرورِ عالم ﷺ بھی جنازہ کے ساتھ تھے تو آپ پورا قدم زمین پر نہیں رکھتے تھے صرف پنجوں کے بل چلتے تھے تو اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس طرح کیوں چلتے ہیں؟ تب حضور ﷺ نے فرمایا آسمان سے اس قدر فرشتے نازل ہوئے ہیں کہ میرے پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! فرشتے کس لئے نازل ہوئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کا جنازہ پڑھنے کے لئے۔ تب انہوں نے پھر عرض کی کہ یا حضرت! اس شخص کو یہ فضیلت کیونکر ملی؟ فرمایا: جب آخری وقت میں اس نے ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا تو اس کے باعث یہ مرتبہ ملا۔

(مؤلف) اب قابل غور بات یہ ہے کہ جب یہودی کے لڑکے نے اپنی آخری عمر میں ایک مرتبہ صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا اور یہ مرتبہ پایا، اب بھلا کوئی آدمی مسلمان ہو اور پھر مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہو اور برسوں اپنے باپ کی پشت میں نمازیں پڑھی ہوں اور معبود برحق کو سجدہ کیا ہو پھر مسلمان عورت کے پیٹ میں ٹھہرا ہو

اور مسلمان ماں کا خون اس کی غذا رہا ہو، جو نو ماہ تک حمل میں اپنی ماں کے ساتھ ساتھ عبادت الٰہی کرتا رہا ہو پھر پیدا ہوتے ہی ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں تکبیر اور زور سے توحید کی آواز سن کر ہوشیار ہوا ہو اور سمجھ میں آنے کے بعد بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا سبق پڑھا ہو اور پھر عمر بھر کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رہا ہو اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کو اپنے جسم و جان سے بھی زیادہ محبوب سمجھ رہا ہو اور کلمہ طیبہ کو پڑھتا رہا ہو اور اس کلمہ کو پنج وقتہ نماز میں بھی پڑھتا رہا ہو اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ پر ہی خاتمہ ہوا ہو بھلا یہ بندہ کس طرح نہ بخشا جائے گا اور کس طرح نہ ہزاروں کو جنت میں لے جائے گا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ ضرور بخشا جائے گا اور اپنے ہمراہ ہزاروں کو جنت میں بھی لے جائے گا اور جنت کو آباد کرے گا۔ سبحان اللہ یہ سب کچھ طفیل احمد مختار سیّد الابرار فخر رسل ہادیٔ سبل احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ہم کہاں اور یہ مراتب کہاں۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! سبحان اللہ! نبی ہو تو ایسا ہو، سرور ہو تو ایسا ہو اور شفیع ہو تو ایسا ہو۔ **اللھم ارزقنا بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔**

نور الحسن شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ سائیں الہ ڈاد کے ہمراہ ہم شرقپور شریف حاضر خدمت ہوئے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سایہ کے نیچے تشریف فرما تھے۔ سائیں صاحب آپ کو دیکھتے ہی وجد میں آ گئے۔ ہو ہو کی بے ساختہ آواز نکلنا شروع ہو گئی۔ آپ نے فرمایا بلا ترکیب ذکر بھی مذموم ہے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے۔ مگر اس کا اثر تب ہی ہوتا ہے جبکہ پڑھنے والے کے قلب میں سوا اللہ کے اور کچھ بھی نہ ہو۔ عارف کا بسم اللہ کہنا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا کن کہنا۔ یہ وہ کلمہ ہے کہ جس کا نور عام ہے۔ اللہ ہر غالب پر غالب ہے۔ اللہ مظہر عجائب ہے۔ اللہ کی قدرت بلند ہے۔ اللہ کی بارگاہ محکم ہے۔ اللہ بندوں کے حال سے مطلع ہے۔ اللہ دل کا حافظ ہے۔ اللہ سرکشوں کو مغلوب کرنے والا ہے۔ اللہ تمام زبردستوں کو توڑنے والا ہے۔ اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اللہ سے کوئی مخفی نہیں۔ جو اللہ کا ہے اللہ وہ اللہ کی حفاظت اور نگہبانی میں ہے۔ جو اللہ سے محبت رکھتا ہے وہ غیر اللہ کو نہیں دیکھتا۔ جو اللہ کی راہ میں قدم رکھتا ہے وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ اللہ کی پناہ میں زندگی بسر کرتا ہے۔ جو اللہ کا مشتاق ہے وہ اللہ سے انسیت رکھتا ہے۔ جو غیر کو خیر باد کہتا ہے۔ اس کے اوقات خدا تعالیٰ کے ساتھ گزرتے ہیں۔ وہ اللہ ہی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ وہ اسی سے پناہ لیتا ہے اور اسی پر بھروسا کرتا ہے۔

(مؤلف) ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا: کسی کے دل کا حال معلوم کر لینا یہ کوئی بڑی بات نہیں، اپنی طبیعت خدا کی طرف یکسو ہو تو اس وقت کوئی شخص آئے تو اس کے آنے پر اپنے دل میں کوئی خیال اچانک آ جائے تو وہ خیال اس کے دل کا عکس ہوتا ہے اور ایک روز فرمایا اگر کسی کی طبیعت میں گرمی ہو تو اس کی طرف

گرمی کا خیال کر کے توجہ کی جائے تو اس کی گرمی رفع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آنے والے کی طبیعت میں سردی ہو تو اس کی طرف گرمی کا خیال کر کے توجہ کی جائے تو اس کی سردی رفع ہو جاتی ہے۔

پھر ایک روز فرمایا: جسم با شریعت آراستہ ہو اور دل باطریقت پیراستہ ہو۔ پھر فرمایا: قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ (۹۱:۶) یعنی کہو اللہ اور چھوڑ سب کو پھر فرمایا مقصود اصل یہ ہے کہ تطہیر ماسویٰ ہے اور سب باتیں کھیل ہیں۔

ایک روز بندہ (مؤلف) کو آپ نے ارشاد فرمایا: تو باغ میں جائے تو پتا پتا تیری شادت دے کہ "هٰذا ولی الله" اور تیرے دل میں ذرا سا بھی تعجب آ جائے تو سمجھ لے کہ خدا سے ہم کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔

ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا: ہم ایک فقیروں کے تکیہ میں گئے۔ وہاں دیکھا کہ بھنگ گھوٹ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے تم کو بھنگ گھوٹنے کا وقوف نہیں ہے، کوئی کہہ رہا ہے تمہیں بھنگ چھاننے کا وقوف نہیں ہے۔ پھر آپ نے بندہ کو فرمایا یہ لوگ بھی تو ایک دوسرے کو کہتے ہی ہیں۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ شریعت سے آزاد ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی ایک رند ملامتی فقیر آیا اور کچھ گفتگو کرتا رہا اور نماز کا وقت آ گیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہم تو نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ اس رند فقیر نے کہا شاہ صاحب ہم تو آپ کو آزاد سمجھ کر آئے تھے آپ بھی تو مقید نکلے۔ شاہ صاحب نے جواب دیا ہم تو شریعت غرا کے مقید ہیں اور رندیت کے آپ مقید ہیں۔ اگر نہیں ہو تو ہمارے ساتھ چل کر نماز پڑھو۔ وہ ملامتی فقیر خاموش ہو گیا۔

معیت خداوند عالم

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بندہ حاضر خدمت ہوا۔ خدا کی معیت کا ذکر ہوا، بندہ نے عرض کی کہ ایک مولوی صاحب نے قرآن شریف کی کسی آیت کے معنی کئے تھے جس طرح پھول میں خوشبو ہوتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی معیت اور قرب ہے۔ فرمایا: وہ کون سی آیت ہے۔ بندہ نے عرض کی یاد نہیں۔ پھر آپ ذرا خاموش ہو گئے پھر فرمایا. وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۵۱:۲۱) یعنی تمہارے نفسوں میں ہے کیا تم دیکھ نہیں سکتے؟ مولوی غلام قادر صاحب اس وقت حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے فرمایا اگر بعینہٖ کسی آیت کے ایسے معنی نہ نکلیں تو بھی خداوند کریم کی معیت اسی طرح ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ مولوی غلام محمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا خداوند کریم کی معیت بندہ سے ذاتی ہے اور عرش مجید سے صفاتی ہے۔ خداوند کریم نے بندہ کی معیت میں اسم ذاتی فرمایا ہے اور عرش کی معیت میں صفاتی فرماتا ہے چونکہ خداوند تعالیٰ کے قرب اور معیت کا ذکر آ گیا ہے اس لئے چند بزرگوں کے قول نقل کرتا ہوں۔

(مؤلف) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اہل طریقت کو توحید کا ایسا سبق ملا ہے کہ اگر کوئی اس کی شرح کرے تو ملحد ہو جائے گا، اگر خاموش رہے تو مواحد اور اہل عرفان ہو جائے گا اور وہ بات یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اس خداوند تعالیٰ نے اپنی معرفت سے مجھ کو شناسا اور واقف کیا ہے کہ وہ ذات پاک بے مثل اور بے مانند ہے اور کوئی اس سے مشابہ نہیں ہو سکتی اور کسی جنس یا چیز میں اس پاک ذات کو پا نہیں سکتے اور اس پاک ذات کو کسی مخلوق پر قیاس نہیں کر سکتے اور وہ پاک ذات نزدیک ہے باوجود دوری کے اور وہ پاک ذات دور ہے باوجود اپنی نزدیکی کے اور وہ پاک ذات سب چیزوں پر برتری اور بلندی رکھتی ہے اور اس ذات پاک کے لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی چیز ہے اور وہ ذات پاک کسی چیز کے مثل نہیں ہے اور نہ کسی چیز سے ہے اور نہ کسی چیز پر ہے بلکہ وہ پاک وہ خدا وہ ایسا اور ویسا اور کوئی چیز اس کے سوا نہیں ہے اور وہ ان صفات سے متصف ہے فہم سن فہم۔ اور فلاسفہ متکلمین نے عجیب لفظوں میں اس ذات پاک کی معرفت کا اظہار کیا اور وہ کہتے ہیں کہ وہ پاک ذات نہ جوہر ہے اور وہ پاک ذات نہ کسی شکل میں ہے اور وہ پاک ذات نہ محدود ہے اور وہ پاک ذات نہ شمار میں آسکتی ہے اور وہ پاک ذات نہ تقسیم کیا گیا ہے اور وہ پاک ذات نہ جز و اور نہ ترکیب دیا گیا ہے اجزاء سے اور وہ پاک ذات نہ ملتا اور نہ وصف کیا جاتا ہے ماہیت کے ساتھ اور نہ کیفیت و چگونگی کے ساتھ اور نہ ٹھہرا ہوا ہے کسی جگہ میں اور نہ جاری ہوتا ہے اس پر زمانہ اور نہ مشابہ کسی شے کے اور وہ پاک ذات ایسی ہے کہ اس کی قدرت اور علم سے کوئی چیز باہر نہیں نکلی ہے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ

صوفیائے کرام رحمہم اللہ نے بڑے بڑے مراقبے اور مشاہدے سے وحدت اور جلوت اور خلوت کے لطف اٹھائے ہیں اور ان کو ہر ذرہ میں ایک صحرا اور بیابان اور ہر قطرہ میں ایک دریا نظر آیا ہے۔ جو صوفیائے کرام رحمہم اللہ نے آنکھیں بند کر کے دیکھا ہے۔ وہ دوسروں کو دوربین سے نظر نہیں آیا ہے۔ سبحان اللہ ہر درخت کے پتے پتے میں ان کو اس پاک ذات صانع حقیقی کی جھلک نظر آئی ہے۔ جو بیان سے باہر ہے:

برگ درختان سبز درنظر ہوشیار — ہر ورق دفتریست از معرفت کردگار

قرآن شریف میں آیا ہے: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹:۴۰) یعنی نہ خوف کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ قرآن شریف کا تیسرا حصہ توحید ذات باری تعالیٰ میں ہے۔ طالب صادق کو فکر کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

اور فرمایا تصور تو اسم ذات کا ہونا چاہئے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے اسی کا خیال رہے:

تصور دل میں رکھے یاد حق کا　　　　بہر وقت و بہر حال و بہر جا

اور اللہ کے بندوں کو سرود و مزامیر وغیرہ کے مجلس کی ضرورت نہیں۔

حکیم نور حسین صاحب سکنہ ڈنگہ کا بیان ہے کہ احقر بندہ دربار عالم شرقپور شریف میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا: خاموشی عجب چیز ہے اور یہ بغیر گوشہ نشینی کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ ''السکوت مفتاح العبادۃ'' یعنی سکوت عبادت کی چابی ہے۔ ''السکوت من رحمۃ اللہ تعالیٰ'' خاموشی رحمت الٰہی میں سے ہے۔ سبحان اللہ

منشی محمد حسن (مرحوم) قصوری کا بیان ہے کہ میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی بندہ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمائیں۔ آپ نے سلسلہ میں داخل کیا اور اسم ذات تلقین فرمایا۔ اسم ذات اس قدر اثر کر گیا، نسبت غیبت اکثر اوقات طاری ہو جاتی تھی۔ ایک روز محمد حسن بندہ کے پاس آیا۔ چہرے پر ایک حیرت کا عالم طاری تھا اور کہا کہ میں میاں فضل الدین صاحب کا ملازم ہوں۔ بہی کھاتہ کا کام میرے سپرد ہے۔ آج میں پاکٹ میں رقمیں درج کر رہا تھا کہ ایک قسم کی مدہوشی طاری ہوگئی۔ اسی حالت میں پاکٹ پر رقمیں لکھتا رہا۔ جب ہوش آیا تو دیکھا تو پاکٹ کے دونوں صفحوں پر تمام اسم ذات (اللہ) ہی لکھا ہوا پایا۔ میں سخت حیران ہوں اگر بہی کھاتے پر اس طرح لکھا جاتا تو مالک مجھے ملازمت سے جواب دے دیتے۔ بندہ نے اس کو بہت تسلی دی مگر اس کی طبیعت گھبرا گئی پھر وہ کیفیت نہ رہی۔

مستری کرم الدین شرقپوری المشہور رسکھری کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ دعا فرمایئے کہ خداوند کریم مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ خدا کے فضل و کرم سے لڑکا پیدا ہوا۔ جب لڑکا دو تین سال کا ہوا تو معلوم ہوا کہ اس لڑکے کی آنکھوں میں بینائی نہیں ہے اور کانوں سے بھی بہرہ ہے اور زبان بھی نہیں چلتی۔ آپ کی خدمت میں عرض کی لڑکا تو خدا نے دے دیا مگر نہ سنتا ہے نہ بولتا ہے نہ دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ پھر ایک روز آپ قبرستان ڈھورانوالہ میں تشریف لے گئے ہوئے تھے جس جگہ آپ کا مزار ہے اس جگہ ایک درخت کے تلے آپ تشریف فرما تھے۔ آپ نے لڑکے سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا میاں تو کیوں ماں باپ کو ڈراتا ہے، ''دیکھا اور سنا کر اور بولا بھی کر''۔ اس دن سے لڑکا دیکھنے، سننے اور بولنے لگا۔ (مؤلف) مگر آنکھیں اب تک باوجود بڑی ہونے کے کمزور ہیں اور وہ لڑکا اب تک شرقپور میں موجود ہے۔

ترغیب توجہ الی اللہ

ایک روز بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ سخت بیمار تھے اور چارپائی پر لیٹے ہوئے ہاتھ میں

تسبیح لئے آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہے تھے۔ بندہ کو خیال ہوا کہ ایسی کمزوری میں نہ پڑھیں تو کیا حرج ہے، آپ نے بندہ کے خیال سے واقف ہو کر فرمایا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جب ضعیف ہو گئے تو کسی نے عرض کی آپ اب اذکار چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے انہی اوراد سے ہی کیا ہے اب کیسے چھوڑیں۔

ایک روز ایک شخص حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی خیر ہے؟ آپ نے فرمایا تن بدن میں کیڑے پڑے ہوں اور پھر باخدا ہو تو خیر ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی، خیر ہے؟ تو آپ نے فرمایا اعمال نامہ اگر دائیں ہاتھ میں ملے تو خیر ہے ورنہ نہیں۔

ذیل میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مکتوب درج کیا جاتا ہے جو آپ نے قلعہ گوالیار سے جبکہ آپ وہاں نظر بند تھے، علاقہ کابل کی طرف جہاں کہ اہل خانہ ترک وطن کر کے چلے گئے تھے، علوم و اسرار کے جامع مخدوم زادہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمہ کی طرف صادر فرمایا ہے، بغور ملاحظہ ہو، مکتوب نمبر ۲ جلد سوم صفحہ ۷، ۸۔ الحمد للہ رب العالمین فی السراء والضراء وفی الیسر وفی العسر والنعمة وفی الرحمة والزحمة وفی الشدة والرخاء وفی العطیة والبلاء والصلوٰة والسلام علی من ما اوذی نبی مثل ایذائہ وما ابتلی رسول مثل ابتلائہ ولھذا صادر حمة الاوّلین والاخرین۔

خوشی اور رنج اور تنگی اور فراخی اور نعمت اور عذاب اور رحمت و زحمت اور دکھ و سکھ اور عطا و بلا میں اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور صلوٰۃ و سلام ہو اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کے برابر کسی اور رسول کو ایذا نہیں دی گئی اور نہ ہی اس جیسا کوئی نبی بلا میں مبتلا ہوا ہے اسی واسطے تمام اہل جہان کے لئے رحمت اور اولین و آخرین کے سربراہ بن گئے۔

فرزندانِ عزیز! ابتلاء کا وقت اگرچہ تلخ و بے مزہ ہوتا ہے لیکن اگر فرصت دیں تو غنیمت ہے۔ تم کو اب فرصت مل گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالا کر اپنے کام میں لگے رہو اور ایک دم بھی فراغت و آرام اپنے لئے پسند نہ کرو اور تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مشغول رہو۔ قرآن مجید کی تلاوت کرو یا لمبی قرأت کے ساتھ نماز کو ادا کرو یا کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا تکرار کرتے رہو۔ کلمہ لا الہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے سوا تمام جھوٹے خداؤں اور اپنے نفس کی نفی کرنی چاہئے اور اپنی تمام مرادوں اور مقصودوں کو دفع کرنا چاہئے کیونکہ اپنی مراد کا طلب کرنا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے بلکہ سینہ میں کسی مراد کی گنجائش نہ رہے اور متخیلہ میں کوئی ہوس باقی نہ رہے تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو۔ اپنی مراد کا طلب کرنا گویا اپنے مولا کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ

مقابلہ کرنا ہے۔اس امر میں اپنے مولا کی نفی اور اپنے مولا بننے کا اثبات ہے۔اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کر کے اپنی الوہیت کے دعویٰ کی نفی کرو تا کہ تمام ہوا وہوس سے کامل طور پر پاک ہو جاؤ اور طلب مولا کے سوا تمہاری کوئی مراد نہ رہے۔

یہ مطلب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بلا وابتلاء کے زمانہ میں بڑی آسانی سے میسر ہو جاتا ہے اور اس زمانہ کے سوا ہوا وہوس سد سکندری ہے۔گوشہ میں بیٹھ کر اس کام میں مشغول رہو کہ اب فرصت غنیمت ہے۔فتنہ کے زمانے میں تھوڑے کام کو بہت اجر کے عوض قبول کر لیتے ہیں اور فتنہ کے زمانہ کے سوا سخت ریاضتیں اور مجاہدے درکار ہیں۔اطلاع دینا ضروری ہے۔شاید ملاقات ہو یا نہ ہو۔یہی نصیحت ہے کہ کوئی مراد ہوس نہ رہے۔اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو اور اسے اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دو۔باقی احوال چونکہ یہ جہان فانی اور گزرنے والا ہے کیا لکھے جائیں۔چھوٹوں پر شفقت رکھو اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دو اور جہاں تک ہو سکے تمام اہل حقوق کو ہماری طرف سے راضی کرو اور ایمان کی سلامتی کی دعا دو۔ممد ومعاون رہو، بار بار یہی لکھا جاتا ہے کہ اس وقت کو بے ہودہ امور میں ضائع نہ کرو اور ذکر الٰہی کے سوا کسی کام میں مشغول نہ ہو۔اب کتابوں کے مطالعہ اور طلباء کے تکرار کا وقت نہیں ہے۔اب ذکر کا وقت ہے۔تمام نفسانی خواہشوں کو جو جھوٹے خدا ہیں۔لا کے نیچے لا کر سب کی نفی کر دو اور کوئی مراد ومقصود سینے میں نہ رہنے دو حتیٰ کہ میری خلاصی بھی جو کہ تمہارے لئے نہایت ضروری ہے۔تمہاری مراد ومطلوب نہ ہو اور حق تعالیٰ کی تقدیر اور فعل اور ارادہ پر راضی ہو اور کلمہ طیبہ کی اثبات کی جانب غیب ہویت کے سوا جو تمام معلومات ومتخیلات کے وراء الورا ہے کچھ نہ رہے۔حویلی وسرائے وچاہ وباغ اور کتابوں اور دوسری تمام اشیاء کا غم سہل ہے۔ان میں سے کوئی چیز تمہارے وقت کی مانع نہ ہو اور حق تعالیٰ کی مرضیات کے سوا تمہاری کوئی مراد ومرضی نہ رہے۔ہم اگر مر جاتے تو یہ چیزیں بھی چلی جاتیں، بہتر ہے کہ ہماری زندگی میں چلی جائیں تا کہ کوئی فکر نہ رہے۔

اولیاء نے ان امور کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ہم حق تعالیٰ کے اختیار سے ان امور کو چھوڑیں اور شکر بجالائیں۔امید ہے کہ مخلصین بفتح لام میں سے ہو جائیں گے۔جہاں تم بیٹھے ہو، اسی کو اپنا وطن خیال کرو۔چند روزہ زندگی جہاں گزرے یادِ حق میں گزر جائے۔دنیا کا معاملہ آسان ہے، اس کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ رہو اور اپنی والدہ کو تسلی اور آخرت کی ترغیب دو۔باقی رہی ایک دوسرے کی ملاقات، اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہو رہے گی ورنہ اس کی تقدیر پر راضی رہو اور دعا کرو کہ دار السلام میں سب جمع ہوں اور دنیاوی ملاقات کی تلافی کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آخرت کے حوالے کریں۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے)۔

خیال

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کسی طالب صادق کی طرف خیال کیا جاتا ہے خواہ وہ طالب کہیں ہو، ہوا میں سے گزرتا ہوا وہ خیال اس تک پہنچ جاتا ہے۔

اور فرمایا توجہ یہ چیز ہے کہ مرید صادق کا دل پیر کی طرف ہو اور شیخ کا خیال مرید کی طرف ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ سامنے بٹھا کر خیال کیا جائے۔

اور ایک روز میاں فتح محمد سکنہ للیانی حاضر خدمت ہوا اور آنکھیں بند کر کے سینہ کی طرف توجہ کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا سر اٹھاؤ اور آنکھیں کھول کر صرف خیال ہی میں بیٹھو۔

ایک روز میاں محمد حسن سکنہ دفتوح حاضر خدمت ہوا اور مراقب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی جانب توجہ فرماتے رہے پھر فرمایا جو شخص متوجہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے خیال بھی اسی کی طرف آجاتا ہے (مؤلف) یہ ذکر بالا ذکر کے متضاد معلوم ہوتا ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ ہر ایک کی استعداد الگ الگ ہے۔

اور فرمایا شیخ مبتدی رشید کو خیال سے ہی چلاتا ہے اور فرمایا کوئی شخص اگر ہمارے پاس آتا ہے اور اپنی تکلیف ظاہری و باطنی بیان کرتا ہے تو ہمیں ایک خیال اور فکر دامن گیر ہو جاتا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے اس کا کام ہو جاتا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کام کس طرح ہو جاتا ہے۔

اور ایک روز فرمایا بعض لوگ کہتے ہیں جو شیخ ارشاد فرمائے وہ کسی کے آگے ظاہر نہیں کرنا چاہئے اور فرمایا شیخ کا جو خیال ہوتا ہے وہ تو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس ارشاد کا اثر کیونکر زائل ہو جائے گا۔

ایک روز حضرت خواجہ امیر الدین قدس سرہ نے فرمایا: کونجیں پہاڑوں میں انڈے دے آتی ہیں اور انڈوں کا صرف خیال ہی اپنے دل میں رکھتی ہیں اور اس خیال کے اثر سے بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔

اور فرمایا شیخ اپنے مریدوں کا خیال اپنے دل میں رکھتا ہے۔ اس خیال کے اثر سے جو بیج مرید صادق الیقین کے دل میں بویا جاتا ہے وہی بالآخر پودا بن کر نشوونما پاتا اور بڑھتا ہے۔

اور ایک روز خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم نے سیال شریف جانے کا ارادہ کیا اور حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ سیال سریف جانے کی اجازت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ مگر اپنے خیال میں استقامت رکھنا۔

خیال اور وہم کی شرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۱۰۹ جلد سوم صفحہ ۲۸۴ پر لکھتے ہیں۔ چونکہ سالک کا وجود مرتبہ وہم و تخیل میں مخلوق ہوا ہے اس لئے فنا و تجلی بھی اس کے لئے کافی ہے کیونکہ اس تخیل کا غلبہ اس کو یقین قلبی تک پہنچا دیتا ہے اور ذوقی و وجدانی کر دیتا ہے اور جو کچھ فنا و نیستی سے مقصود ہے، ظاہر کر دیتا

ہے کیونکہ فنا سے مقصود یہ ہے کہ ظل کی گرفتاری دور ہو جائے اور اصل کی گرفتاری حاصل ہو جائے۔ جب ظل کا اصل کی طرف رجوع کرنا یقینی اور ذوقی و وجدانی ہو جاتا ہے تو ظل کی گرفتاری کے دور ہونے کی دولت میسر نہ ہوتی بلکہ اس راہ کے سلوک کا مدار تو ہم وتخیل پر ہے۔ احوال و مواجید جو اس راہ کے جزئی امور ہیں وہم ہی سے ادراک میں آتے ہیں اور سالکوں کی تجلیات و تلونیات خیال کے آئینہ میں شہودی ہوتے ہیں۔ فلولا الوهم القصر الفهم ولولا الخيال كسر الحال.

(اگر وہم نہ ہوتا تو فہم قاصر رہتا اور اگر خیال نہ ہوتا تو حال پوشیدہ رہتا) اس راہ میں وہم و خیال سے زیادہ فائدہ مند کوئی چیز نہیں۔ ان کے ادراک وانکشاف اکثر واقع کے مطابق ہیں۔ وہم ہی ہے جو پچاس ہزار سال کا راستہ جو بندہ اور رب کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے تھوڑی مدت میں طے کر لیتا ہے اور درجات وصول تک پہنچا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو غیب الغیب کے حقائق واسرار کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے اور سالک مستعد کو ان پر اطلاع بخشتا ہے۔ یہ وہم کی شرافت کے باعث ہے کہ حق تعالیٰ نے عالم کو اس مرتبہ میں پیدا کرنا اختیار فرمایا ہے اور اس کو اپنے کمالات کے ظاہر ہونے کا محل بنایا ہے اور یہ خیال ہی کی بزرگی کے سبب سے ہے کہ حضرت واجب الوجود جل شانہ نے اس کو عالم مثال کا نمونہ بنایا ہے۔ جو تمام عالموں سے زیادہ وسیع ہے حتیٰ کہ اس عالم میں مرتبہ وجوب جل شانہ کی صورت بھی بیان کی ہے اور حکم کیا ہے کہ حق تعالیٰ کی مثل نہیں لیکن مثال ہے: وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے) یہ احکام وجوبیہ ہی کی صورتیں ہیں جن کو عارف اپنے خیال کے آئینہ میں محسوس کرتا ہے اور ان کو دریافت کرنے کے ذوق پر ترقی فرماتا ہے۔

نسبت اویسی رحمۃ اللہ علیہ

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم تصور میں مزار حضرت شاہ عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گئے کہ ایک شخص جو قصور کا باشندہ اور اچھا خاندانی پیرزادہ تھا، اس نے گفتگو بے فائدہ شروع کر دی۔ ہم نے اس وقت دل میں خیال کیا کاش! یہ شخص نسبت روحی سے واقف ہوتا تو ہرگز گفتگو شروع نہ کرتا۔ اس وقت آپ کی روح مبارک سے اس قدر فیض آنے لگا گویا مشک کا دہانہ کھول دیا گیا ہے۔

اور میراں بخش کھیم کرن والے کا بیان ہے کہ میں آپ کے ہمراہ ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گیا اس وقت آپ پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہوتی تھیں اور آپ نے مزار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کاش آپ زندگی میں خلق خدا کو تلقین فرماتے تو عام مخلوق کو فائدہ پہنچتا۔

ایک روز بندہ آپ کے ہمراہ تھا، قصور موری دروازہ سے باہر نکلے تو آپ نے فرمایا: حافظ محمد اسحق ترکی رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے فیض آنا شروع ہو گیا ہے۔ جب حضرت کے مزار پر پہنچے تو آپ حیرت زدہ ہو کر کھڑے

ہو گئے اور طرح طرح کی کیفیات چہرہ مبارک سے عیاں ہو رہی تھیں اور اس وقت آپ نے حافظ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا تمام حلیہ بیان فرمایا اور بندہ سے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ بندہ نے عرض کی ایک لطیف نسبت آ رہی ہے پھر فرمایا تم ہمارے بھائی ہو، تمہیں یہ کیفیت کیوں نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا آپ کا چہرہ بھی مبارک ہے اور آپ کی قبر بھی متبرک ہے۔ پھر وہاں سے رخصت کے وقت آپ نے فرمایا: مزار کو ہاتھ لگانے کی کیا ضرورت ہے، دل جو لگ گیا ہے اور فرمایا ایک رات خواب میں ایک لوٹا اور مسواک کسی عورت کے ہاتھ سے دلوایا ہے، پھر اس کے بعد آپ حافظ محمد اسحٰق تر کی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ اعتکاف میں تشریف لے گئے، وہاں ایک لوٹا اور ایک مسواک پڑا تھا۔ آپ اٹھا لائے۔

اور ایک روز فرمایا جب ہم لاہور میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے گزرتے ہیں ایک لطیف نسبت ہماری طرف آتی ہے جو وراثت نبوت سے تعلق رکھتی ہے۔ عام شیخ اس نسبت کو محسوس نہیں کر سکتے۔

ایک روز آپ نے فرمایا: ایک میدان میں گئے۔ وہاں پر نسبت لطیف طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نبی سے نسبت آ رہی ہے۔

مستری کرم الدین شرقپوری المشہور سکھر یہ کا بیان ہے ایک دفعہ مکان شریف عرس کے موقع پر آپ کے ہمراہ حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے ایک شخص آ رہا تھا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ارشاد ہوا ہے کہ اس آنے والے شخص کو کلمہ تلقین کر دو۔ معاً آپ نے اس کی جانب انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ شخص لوٹنے لگا۔ جب وہ ہوش میں آیا پھر آپ نے فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس شخص کو کلمہ پڑھا دو۔ اسی طرح آپ نے انگلی کا اشارہ کیا جس سے وہ شخص پھر لوٹنے لگا۔ جب ہوش میں آیا تو پھر آپ نے تیسری مرتبہ وہی فرمایا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے اس کو کلمہ سکھا دو اور ساتھ ہی اشارہ بھی کیا جس سے وہ شخص پھر لوٹنے لگا۔ اس کے بعد اس کا حال اچھا ہو گیا اور قلب جاری ہو گیا۔

(مؤلف) اس نسبت کو اویسی نسبت کہا جاتا ہے۔ اس میں شیخ ظاہر کا انکار معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل یہ نسبت پیر ظاہر سے ہی حاصل ہوتی ہے اور اس پر ہی یہ رنگ چڑھتا ہے۔

دیکھو مکتوب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوب ۱۲۱ جلد سوم صفحہ ۳۲۲ پر لکھتے ہیں: میرے مخدوم! اویسی کہنے میں پیر ظاہر کا انکار نہیں کیونکہ اویسی وہ شخص ہے جس کی تربیت میں روحانیوں کا دخل ہو۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو پیر ظاہر کے باوجود چونکہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت سے امداد پہنچتی تھی اس لئے اویسی کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے باوجود پیر ظاہر کے چونکہ حضرۃ عبد الخالق قدس سرہ کی روحانیت سے مدد پائی تھی اس لئے وہ بھی اویسی تھے۔

خصوصاً وہ شخص جو اویسی ہونے کے باوجود پیر ظاہر کا اقرار رکھتا ہے اس زبردستی پیر کا انکار اس کے ذمے لگانا عجیب انصاف ہے۔

حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال ولایت اس حدیث مبارک سے ظاہر ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرن کی جانب منہ کر کے فرماتے ہیں کہ قرن کی طرف سے ریح الرحمن آتی ہے اور اپنے جلیل القدر صحابہ امیر المومنین حضرت عمر و امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہما کو قرن میں آپ کی خدمت میں امت کے لئے دعائے شفاعت کرانے کو جانے کا ارشاد فرمایا کہ اس کی دعا سے قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بکریوں کے بالوں کے برابر میری امت کی شفاعت ہوگی۔

نکتہ

یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریح الرحمن آتی ہے یہ کیا بات تھی؟ یہ وہی کیفیت اور روحی نسبت تھی جو اولیاء اللہ کی جانب سے صاحب نسبت کو پہنچتی ہے۔ اس میں قرب و بُعد کی قید نہیں بلکہ غائبانہ ہے۔

دوسرا، اتنے بڑے جلیل القدر صحابہ کو تابعی کی صحبت میں دعا و برکت حاصل کرنے کے لئے جانے کا ارشاد فرمانا بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ذی مرتبہ اولیاء اللہ کی صحبت سے اس فیضان الٰہیہ کی خاص نورانی کیفیت کو عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی حاصل کرتے ہیں۔

تیسرا، اولیاء اللہ کی دعا اور شفاعت سے گنہگاروں کی بخشش ہوتی ہے اور ان سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ نصیحت طلب کرتا ہے۔ سبحان اللہ یہ مرتبہ نسبت اویسی کہلاتا ہے۔ اس میں غائبانہ اور ظاہراً دونوں کیفیات کا ثبوت ملتا ہے۔

دیکھو حضرت علی ہجویری المشہور گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ امت کے آفتاب اور دین کی شمع اویس قرنی رضی اللہ عنہ اہل تصوف کے بہت بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوئے ہیں لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار (ظاہری) سے دو امروں کے سبب محروم رہے۔ ایک حال کے غلبہ اور دوسرے والدہ کا حق ادا کرنے سے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابوں کو فرمایا کہ قبیلہ قرن میں ایک مرد ہے اویس نام قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت میں اس کی شفاعت ہوگی اور پھر عمر رضی اللہ عنہ اور علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم اس کو دیکھو گے۔ وہ چھوٹے قد کا آدمی ہے اور لمبے بال ہیں اور اس کے بائیں پہلو پر درم کے برابر سفید داغ ہیں اور ویسا ہی اس کی ہاتھ کی ہتھیلی پر ہے۔ جب اس کو دیکھو تو میرا اسے سلام دو اور کہو میری امت کے لئے دعا کرے۔

جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم

بھی ان کے ساتھ تھے، خطبہ کے درمیان کہا: **یااھل نجد قوموا**۔ اے نجد کے لوگو! کھڑے ہو جاؤ۔ نجد کے لوگ کھڑے ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قبیلہ قرن میں تمہارے درمیان کوئی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں ہے اور ایک قوم کو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی خبر پوچھی۔ انہوں نے کہا اویس نام ایک دیوانہ ہے جو آبادی میں نہیں آتا اور کسی سے مجالست نہیں رکھتا اور آدمی جو کچھ کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا اور نہ غم جانتا ہے نہ خوشی۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے کہا جنگل میں اونٹوں کے پاس رہتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور وہاں ان کے پاس پہنچے۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو نماز میں پایا۔ بیٹھ گئے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے اور انہیں سلام کیا اور پہلو اور ہتھیلی کا نشان دیکھا جس سے انہیں معلوم ہو گیا کہ یہی ہیں۔ انہوں نے ان سے دعا چاہی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام اور امت کے حق میں دعا کرنے کے واسطے وصیت کا پیغام پہنچایا۔ کچھ عرصہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ انہوں نے کہا تمہیں تکلیف ہوئی۔ اب لوٹ جاؤ۔ قیامت نزدیک ہے۔ اس جگہ ہمیں ایسا دیدار ہو گا جس کے لئے بازگشت نہیں ہے۔ میں اب قیامت کے راستہ کا سامان کرنے میں مشغول ہوں۔ جب قرن کے لوگ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ واپس آئے تو اویس رضی اللہ عنہ کا بڑا مرتبہ اور عزت سمجھنے لگے۔

(مؤلف) اس کے علاوہ دونوں صحابہ نے اور بہت سی نصیحتیں بھی اخذ کیں جو بسبب طوالت نہیں لکھ سکتے۔ عمل کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔



باب 9

حقائق

حقیقت اسلام

ایک دفعہ بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ دیکھا کہ آپ ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکے کو تلقین فرما رہے ہیں اور بار بار آپ بڑی گہری توجہ سے ارشد فرماتے ''دین میں سعی اور کوشش کرو'، اس وقت بندہ کو خیال گزرا۔ یہ بچہ حقیقت اسلام کیا سمجھتا ہوگا مگر آپ بار بار یہی تکرار فرماتے۔ ایک مولوی صاحب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ عرفان اور معرفت کے مسائل بیان فرما رہے تھے۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ آپ تو حال کے مسائل بیان فرما رہے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: قرآن شریف وحدیث مبارک حال نہیں ہے؟ مولوی صاحب خاموش ہو رہے۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ ہر ایک یار کو اسلام میں کوشش کرنے کی توجہ دلاتے۔

ایک روز فرمایا: ''مسلمانوں کو کیا ہو گیا' یہ تو سب قوموں سے گر گئے ہیں''۔ بندہ نے عرض کی حدیث شریف میں آیا ہے ایک وقت آنے والا ہے، مسلمان یہودیوں کی طرح ذلیل ہو جائیں گے۔ اس وقت حضور ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا آخر ایسا کیوں ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہودیوں میں بہتر فرقے ہیں اور ان میں تہتر ہو جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ سے فرمایا نہ لالہ! یہ رسول اللہ ﷺ کی امت ہے، ان کا حال ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ بندہ نے عرض کی: اب بنائے کچھ نہیں بنتا۔ اب بندہ کچھ اس کی تشریح درج کرتا ہے۔

اور اس تشریح سے مراد یہ ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ آپ کا یہ فرمانا کہ ''دین میں سعی کرو اور اسلام کی حقیقت کو سمجھو''۔ اس کی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اس آیت ذیل کی شرح یوں فرماتے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۱۳۶:۴) (یعنی اے ایمان والو، ایمان لاؤ اللہ پر اور رسول اس کے پر)۔ آپ فرماتے ہیں ایمان ثانی سے مراد یہ ہے کہ مجازی ایمان سے گزر کر حقیقی ایمان حاصل کرو۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں جو حقیقت اسلام تحریر فرماتے ہیں درج کی جاتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ جب انسان بحالت سلوک الی اللہ ایسے مقام میں پہنچ جاتا ہے کہ وہ جذبات ارضی اور خواہشات دنیہ سے پاک اور منزہ ہو جاتا ہے اور اس پر ایک قسم کی محویت اور ربودگی طاری ہو جاتی ہے اور ہر چیز میں اس کو نور الٰہی کا تجلی نظر آتا ہے:

بزیر پردۂ ہر ذرّہ پنہاں جمالِ جاں فزائے روئے جاناں

سالک اس مقام میں عالم و مافیہا اور اپنی تمام حرکات و سکنات بلکہ اپنے وجود کے ہر ذرہ کو اس نور میں گم دیکھتا ہے اور حقیقت اسلام کا چہرہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ جس کی تفصیل بحوالہ قرآن کریم ہم سطور بالا اور آئندہ رموز کے سمجھنے کے لئے ذیل میں لکھ دیتے ہیں تا کہ فتوحاتِ مکیہ میں جہاں جہاں حقیقت اسلام کو رموز میں بیان کیا گیا ہے ناظرین ان کو بسہولت سمجھ سکیں۔

واضح ہو کہ اسلام عربی لفظ ہے جس کے معنی ہماری اردو زبان میں بطور پیشگی ایک چیز کا مول دینا اور کسی کو اپنا کام سونپنا اور طالب صلح ہونا اور کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دینا۔

اور اصطلاحی معنی وہ ہیں جن کا قرآن کریم کی اس آیت ذیل میں اشارہ ہے

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۲:۱۱۲) یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دے یعنی اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف کر دے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دے۔

مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جائے' اعتقادی طور پر اس طرح کہ اپنے تمام وجود کو در حقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور عملی طور پر اس طرح کہ خالصاً للہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت کے متعلق اور ہر ایک خدادا د توفیق سے وابستہ ہیں بجالائے۔ مگر ایسے ذوق وشوق وحضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔ پھر بقیہ ترجمہ آیت مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ جس کی اعتقادی و عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اس سے صادر ہوں وہ وہی ہے جو عند اللہ مستحق اجر ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں یعنی ایسے لوگوں کے لئے نجات نقد موجود ہے کیونکہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لا کر اس سے موافقت تامہ ہو

گئی اور ارادہ اس کا خدا تعالیٰ کے ارادہ کے ہم رنگ ہو گیا اور تمام لذت اس کی تابع فرمان الٰہی میں ٹھہر گئی اور جمیع اعمال صالح نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگیں تو یہی وہ کیفیت ہے جس کو فلاح اور رستگاری سے موسوم کرنا چاہئے اور عالم آخرت میں جو کچھ نجات کے متعلق مشہود و محسوس ہو گا وہ درحقیقت اسی کیفیت راسخہ کے اظلال و آثار ہیں جو اس جہان میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بہشتی زندگی اسی جہانؔ سے شروع ہو جاتی ہے اور جہنمی عذاب کی جڑ بھی اسی جہان کی رانہ زیست اور ناپاک زندگی ہے۔ اب آیت ممدوحہ بالا پر ایک غائت نظر ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت تب کسی شخص میں متحقق ہو سکتی ہے کہ جب اس کا وجود مع اپنی تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اس راہ میں وقف ہو جائے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اس معطی حقیقی کو واپس دی جائیں اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جائے یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دے کہ اس کے ہاتھ، پاؤں، دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور رحم اور اس کا علم و حلم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور جو کچھ اس کے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہاں تک کہ اس کی نیات اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جس طرح ایک شخص کے اعضاء اس کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ قدم صدق اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا اور تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں گویا وہ جوارح الحق ہیں:

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ‍ ‍ ‍ ترکِ رضائے خویش پئے مرضی خدا
جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات ‍ ‍ ‍ اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں روح کہتے ہیں مومن کے دل پر نازل کرتا ہے اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے اور اس روح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا کمال کو پہنچ جاتا ہے اور ایک روحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے اور کثیف زندگی کی کبودگی بکلی دور ہو جاتی ہے اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی روح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے جو پہلے نہیں تھی۔ اس روح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتا ہے اور محبت ذاتیہ الٰہیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودا کی آبپاشی کرتی ہے اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی اس درجہ تک وہ تمام و کمال افروختہ ہو جاتی ہے اور انسانی وجود

کے تمام خس وخاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کر دیتی ہے اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جائے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے اس مومن سے الویت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے بلکہ محبت الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو ظاہر وجود کو اپنے رنگ میں لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حدیث قدسی میں استعارہ کے رنگ میں آیا ہے کہ "بی یسمع وبی یبصر وبی یمشی وبی یبطش"۔ یعنی وہ اپنی روح سے نہیں بلکہ خدا کی روح سے دیکھتا ہے اور خدا کی روح سے سنتا اور خدا کی روح سے بولتا اور خدا کی روح سے چلتا اور خدا کی روح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے۔

بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی
سر یست بسے غامض تدریہ ولا تفشی

یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے:
مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ یعنی تو نے چلایا بلکہ خدا نے چلایا جبکہ تو نے چلایا:

ما رمیت اذ رمیت احمد است　　دیدن او دیدن خالق شدہ است

یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے استعارۃً لکھا ہے کہ گویا خدا خود عابد و خود معبود ہے۔

یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

الرب حق والعبد حق　　یا لیت شعری من المکلف
ان قلت عبد فذاك میت　　ان قلت رب فانی یکلف

یعنی ایسی حالت میں معبود خود عابد سے عبادت کراتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب بندہ اس مرتبہ پر پہنچ جائے کہ اس کا اپنا کوئی طبعی ارادہ نہ رہے بلکہ اس کا ہر ایک قول و فعل خدا کے حکم کے مطابق بلا تکلف و تصنع اس سے صادر ہونے لگے تو پھر مکلف بالشرائع کون رہتا ہے۔ اگر تم کہو کہ بندہ مکلف ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ وہ تو فنا اور نیستی و استہلاک کے مقام میں ہے اور کالمیت فی ید الغسال ہو چکا ہے یعنی وہ تو بمنزلہ مردہ کے ہو چکا ہے لیکن اگر دوسری شق اختیار کرو اور رب کو مکلف کہو تو یہ سراسر باطل اور محال ہے۔ یہی وہ پاک مرتبہ ہے جس کے متعلق حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدائے پاک اپنے ارادہ کے مطابق جب چاہتا ہے بذریعہ اپنے ایسے

بندہ کے جو اس مرتبہ کو پہنچا ہو اپنی اطاعت آپ ہی کرتا ہے اور خود اپنے فرائض اور واجبات بجالاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس قسم کے عابد کو جس کا ذکر حقیقت اسلام میں ہو چکا ہے، اپنے معبود سے ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اطاعت اور فرمانبرداری اس کے سر پر کوئی ایذا رساں بوجھ نہیں ہوتا بلکہ وہ فرمانبرداری اس کے ایک امر طبعی کے حکم میں ہو جاتی ہے جو بالطبع مرغوب اور بلا تصنع و تکلف اس سے صادر ہوتی رہتی ہے اور جیسی اللہ جل شانہ کو اپنی خوبی اور عظمت محبوب بالطبع ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنا اس کے لئے محبوب بالطبع ہو جاتا ہے اور اپنے محبوب حقیقی کی ہر ایک بات اس کی نظر میں ایسی پیاری ہو جاتی ہے جیسے کہ خود اس کو پیاری ہے۔ سو یہ مقام ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کے سینے محبت غیر سے بالکل منزہ و صاف ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کو ڈھونڈنے کے لئے ہر وقت جان قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ بندہ اپنے خلوص اور صدق و صفا میں ترقی کرتا کرتا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے بکلی محو و فنا ہو کر اپنے مولیٰ کریم کے رنگ میں مل جاتا ہے۔

آنجا کہ مجے نمک مے ریزد　　ہر پردہ کہ بود از میاں برخیزد
ایں نفس دنی کہ صد مزارش دہن است　　خاموش شود چو عشق شور انگیزد
چوں رنگ خودی رود کسے راز عشق　　یارش زکرم برگ خویش آمیزد

یہ مت سمجھو کہ درحقیقت عابد و معبود ایک ہی ہے بلکہ یہ عبارت ایک استعارہ اور رمز و کنایہ کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔

اور حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مدعا ہے کہ خالق و مخلوق اور عابد و معبود ایک ہی ہیں جیسا کہ بعض اشخاص نے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی رمز آمیز عبارات کو دیکھ کر ان پر کفر کا فتویٰ دے دیا اور بعض نے خوش اعتقادی سے یہ کہہ دیا کہ

خود کوزہ و خود کِلِ کوزہ!　　خود بر سر آں خریدار برآمد
ہر لحظہ بشکل بت عیار برآمد　　ہر دم بلباس دگرآں یار برآمد
القصہ ہموں بود کہ مے آمد ورفت　　تا عاقبت آں شکل عرب وار برآمد

اس جگہ مکفر و مشبہ ہر دو فریق سوء فہمی سے افراط و تفریط پر ہیں۔

اگر شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی مراد الرب حق والعبد حق سے یہ مراد ہوتی کہ عابد و معبود اور خالق و مخلوق ایک ہی ہیں تو سطور بالا میں یوں نہ فرماتے: لا انه سبحانه وتعالیٰ فی ذٰلك المقام الا نوہ یلحقه التشبیه۔

یعنی ہرگز نہیں ہوسکتا کہ حالت سنیہ میں جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں (معاذ اللہ) خدائے پاک میں مخلوق کی صفتیں پیدا ہو کر اس کی ذات مخلوق سے مشابہ ہو جائے۔ اگر شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا عقیدہ ہوتا جو مُکفر ومشبہ نے سمجھا ہے تو وہ فتوحات مکیہ کے صفحہ ۳۵ پر دیباچہ میں یوں نہ فرماتے: فاذا كان الشخص مومنا بالقران انه كلام الله قاطعا به فليأخذ عقيدته منه من غير تاويل ولا ميل فنزه سبحانه نفسه ان يشبهه شيء من المخلوقات او يشبه شيئا بقوله تعالىٰ: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔

ترجمہ: یعنی کسی شخص کو قرآن کریم پر قطعی ایمان حاصل ہو جائے اور سمجھ لے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے تو اس کو لازم ہے کہ اپنا عقیدہ بغیر تاویل ومیل کے بطور سند قرآن کریم سے ماخوذ کرے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پاک اس امر سے منزہ سمجھو کہ مخلوقات میں سے کوئی شے اس کی مانند ومثل ہو یا کہ وہ کسی شے کے مشابہ ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا کی مثل کوئی چیز نہیں ہے وہ سننے والا اور بینا ہے۔

(مؤلف) حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو بار بار فرمانا کہ دین میں کوشش کرو اور اسلام کی حقیقت سمجھو، آپ کی مراد یہ ہی تھی یعنی کمال حاصل کرو۔ خدا ناظرین کو توفیق عمل عطا فرمائے۔

اے اعراض

[1] ایک دفعہ آپ براستہ رائے ونڈ قصور تشریف لائے۔ بندہ سے ملے تو ذکر فرمایا: راستہ میں مجھے ایک بزرگ ملے تھے۔ بندہ نے خیال کیا کہ شاید کوئی بزرگ ملے ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا انہوں نے مجھے چھڑیوں سے مارا ہے اور جو کچھ پاس تھا چھین لیا۔ تب میں نے خیال کیا کوئی رہزن ملا ہوگا۔ پھر فرمایا: مجھے آپ پر کوئی امید نہیں رہی۔

''بندہ'' سوا خدا کے اپنی ہستی پر نظر نہیں رہی۔ بندہ نے عرض کی ہستی سے گزرنا کس طرح ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: خیال کرے ہستی نہیں ہے۔ پھر عرض کی۔ آپ نے پھر یہی جواب دیا۔

---

(۱): اگرچہ اسلام کے بغیر نجات نہیں لیکن جو عمل بھی نیک متواتر کیا جائے وہ اپنا اثر رکھے بغیر نہیں رہتا جیسا کہ ایک برتن میں گھی متواتر رکھا جائے تو وہ برتن گھی کے وجود اور اس کے اثر سے دنیا میں شہادت دے گا۔ یہ بات الگ ہے کہ برتن کی نجاست کی وجہ سے وہ گھی بھی قابل استعمال نہ رہا ہو لیکن گھی کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا گو کہ شریعت حقہ کے ذریعہ وہ قابل استعمال نہ رہا ہو بعینہٖ ایسے لوگوں کی یہ ہی مثال ہے کہ واقعہ میں بیان ہوا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے توحیدی نور کی شہادت دی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ توحیدی رنگ اور نور اس سے حاصل کیا جائے اور یہ بھی نہیں کہ سرے سے اس توحیدی نور سے انکار کر دیا جائے

ہر چیز کا ایک باطن ہے

مولوی چراغ دین صاحب سکنہ اٹاری آپ کے پیر بھائی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا: ایک دن میں کوٹلہ شریف جا رہا تھا۔ جب ماموں گجر کے چٹیل میدان میں پہنچے تو ''لبیک لبیک'' کی صدائیں آگے لگیں۔ میں حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ کیا اسرار ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دور ایک شخص کو کاسکھ بھیڑ بکریاں چرا رہا ہے۔ جب میں اس کے پاس گیا دیکھا تو وہ کو کاسکھ تھا۔ اس کے سر پر جو لوہے کا چکر تھا اس میں سے سفید سفید دھواں آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ دامن گیر ہو اور عرصہ تک اپنے پاس بٹھائے رکھا اور جو دھواں اس کے چکر سے نکل کر آسمان کو جا رہا تھا معلوم ہوا اس کی یہ[1] تاثیر تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے بندہ آپ کے ہمراہ شاہی مسجد لاہور میں جمعہ پڑھنے کے لئے گیا تو آپ نے فرمایا ایک دفعہ میں اس مسجد میں آیا تو شوق میں آکر زبان سے ''یا اللہ'' نکلا جس کے جواب میں کئی دفعہ آواز سنی: ''لبیك یا عبدی لبیك یا عبدی''۔ خداوند کریم چاہتا ہے تو یہاں بھی بیت اللہ شریف جیسی کیفیت ہو جاتی ہے۔ پھر آپ گوٹھ مار کر بیٹھ گئے اور فرمایا کبھی اس طرح بیٹھنے سے بھی تمہیں کیفیت ہوتی ہے یا نہیں۔ بندہ نے عرض کی نہیں۔

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے اور مولوی عبدالرحمن صاحب کشمیری ایک اور آدمی کو ہمراہ لے کر قصور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ہمراہی کے لئے مولوی صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یہ شخص تنگ دست ہے اسے کوئی وظیفہ وعطا فرمائیے۔ آپ نے جواب فرمایا: وظیفہ تو میں کوئی نہیں جانتا۔ ہاں ایسا کریں کہ خداوند کریم سے ظن نیک رکھیں اور یہ خیال کریں کہ تنگدستی گئی اور فراخی آئی۔ لیکن مولوی صاحب پھر بار بار وظیفہ کے لئے اصرار کرتے اور آپ ہر بار یہی جواب فرماتے۔ مولوی صاحب باوجود عالم ہونے کے نہ سمجھے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے: انا عند ظن عبدی بی یعنی میں اپنے بندہ کے ظن کے ساتھ ہوں۔

مشرب عالی کی تبدیلی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بندہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکان شریف عرس کے موقع پر گیا۔ سردی کا موسم تھا۔ بعد نماز عشاء آپ ایک مکان پر تشریف فرما ہوئے اور تمام یار مراقبہ اور ذکر میں مشغول تھے۔ لاہور کا ایک نعت خواں آیا۔ اس نے نعت پڑھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے نیم رضا ہو کر اجازت دے دی۔ جب اس نے نعت پڑھی تو بعد میں آپ نے بندہ سے فرمایا: میں کیا کروں کہ اس کے پڑھنے سے

(۱): اولیاء اللہ کا دل بشری خاص سے پاک ہوتا ہے اور غیر پر نظر نہیں رہتی۔

میری طبیعت بدل گئی۔ پھر آپ نے اپنی مسجد میں نعت خوانی اور غزل خوانی بند کر دی۔ اس سے پہلے آپ کی مسجد میں نعت خوانی، غزل خوانی ہوا کرتی تھی اور آپ سنا کرتے تھے اور خود بھی بہت شعر پڑھا کرتے تھے۔ آپ نعت خوانوں کو نعت کی کاپیاں لکھ کر دیا کرتے تھے۔ جب آپ کا مشرب عالی ہو گیا تو آپ کی مجلس شعر اشعار سے خالی ہو گئی اور آپ ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول (ﷺ) ہی فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی تعریف نظموں اور لفظوں میں نہیں ہے بلکہ حال میں ہے۔ تم ایسے بن جاؤ تمہارا ہر فعل، ہر قول، ہر حرکت، ہر عمل سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو۔ بعض بے سمجھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسجد وہابیوں کی ہے۔

آپ فرماتے کہ کفار دل سے حضور ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں کہ سچا نبی اور محمد امین ہے مگر زبان سے انکار کرتے ہیں اور منافق زبان سے اقرار کرتے ہیں اور دل سے انکار کرتے ہیں۔ اب یہ مسلمان کس گروہ میں شامل ہیں جو اپنے اعمال سے اسلام کو بالکل جھٹلا رہے ہیں۔ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ کی انہیں ہوا بھی لگی ہے۔

سلف اور خلف کا مقابلہ

اور ایک دفعہ آپ نے فرمایا: میں بچپن میں قصور جایا کرتا تھا تو قصور کے بازاروں اور گلیوں میں ایک برکت دیکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبح کا وقت ہے۔ اب میں یہاں بیٹھا دیکھتا ہوں کہ قصور کی گلیوں اور بازاروں میں گھٹنے گھٹنے تک نحوست ہو گئی ہے مگر تین آدمی اس نحوست سے بچے ہوئے ہیں۔ ایک تو عبدالحق شاہ صاحب کوٹ مردان خان والے، دوسرے حافظ دولت خاں صاحب نواں قلعہ والے، تیسرے ایک اور آدمی کا بھی نام فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز فرمایا ہم جنگل میں قضاء حاجت کے لئے گئے تو ہم نے فراغت کے بعد نجاست پر نظر کی تو مجھ پر ایک قسم کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایسی باتوں کو ہم کسی سے کیا ذکر کریں۔ پلیدی پر ایسی کیفیتوں کا ہونا کون سا محل ہے۔ اس پر بندہ کو یک نقل یاد آئی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا چند یاروں کے ہمراہ ایک راستہ پر گزر ہوا۔ وہاں ایک گڑھا نجاست کا تھا۔ سب یار ناک دبا کر بھاگ گئے اور آپ وہاں کھڑے رہے۔ ناک پر رومال رکھ کر چند منٹ کے بعد آپ نے یاروں سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ نجاست مجھے زبان حال سے کہتی ہے کہ میں کل ہی حلوائیوں کی دکان میں خوانچوں میں پڑی تھی اور لوگوں نے مجھے زر دے کر خریدا اور ایک رات ان کی صحبت میں رہی تو میرا یہ حال ہو گیا۔ اب بھاگنا تو مجھے ان سے چاہئے اور الٹا نفرت یہ کر رہے ہیں۔ یہ سن کر سب یار شرمندہ ہوئے۔

آپ فرمایا کرتے توکل بڑی مشکل چیز ہے۔ کوئی ہم سے پوچھے کہ توکل کے راستہ میں کون کون سے امتحان ہوتے ہیں۔

ایک (۱) روز بندہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حیرت میں ڈوب گئے۔ بعد میں فرمایا: مجھے نماز کے بعد ایسی عبرت ہوئی ہے گویا کہ زنا کر کے بیٹھا ہوں۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خبردار! آسان سمجھ کر یہ نہ کہہ دینا کہ میں مرد ہوں جب تک کہ اپنا معاملہ ایسا نہ دیکھو کہ تکبیر اولیٰ تو خراسان میں کہیں اور سلام کعبہ میں پھیریں۔

نماز کی حقیقت

ایک دفعہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا نماز کے واسطے جب کھڑا ہوتا ہوں تو میرے دل میں آتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے بجائے ''انت اکبر'' کہوں مگر شریعت اس طرح اجازت نہیں دیتی۔ اس واسطے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوں۔

بندہ کچھ اس کی شرح کرتا ہے۔ یہ مقام مشاہدہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے معنی خدا بڑا ہے ''اَنْتَ اَکْبَرُ'' کے معنی تو بڑا ہے۔ یہ کلمہ خطاب کا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انسانی شکل میں تشریف لائے۔ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! احسان کیا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: جس وقت بندہ عبادت کرنے لگے گویا خدا کو دیکھ رہا ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایسا خیال رکھے خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو وہ عبادت میں نہیں ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے: الصلوٰۃ معراج المومنین اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے: لا صلوٰۃ الا بحضور القلب۔ یعنی نہیں نماز ہوتی مگر ساتھ حضور دل کے۔ پہلا حکم جو معراج کا ہے یہ خاصوں کے واسطے ہے۔ اگر معراج نہ ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ دوسری حدیث میں حضور دل شرط ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ بروایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنوں کو نماز میں معراج ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: العلماء ورثۃ الانبیاء۔

(حکایت) حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے نماز میں معراج ہوئی، میری روح مخلوق سے غائب ہوئی اور میں واصل بحق ہوا۔ جب مقام ربوبیت میں پہنچا تو اس جگہ سے ایسا پیالہ

(۱): حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عبرت کی وجہ یہ تھی کہ آپ جس درجہ کا حضور اپنی نماز میں دیکھنا چاہتے تھے اس وقت اس درجہ کا حاصل نہ ہوا تھا اور اپنی نماز کی حقیقت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ سراسر انفعال ہو گئے۔ یہ ایک کامل وصف آپ کی ذات میں اس درجہ کا تھا کہ اگر تمام دیگر اوصاف اور کمالات کو بھی مدنظر نہ رکھا جائے تو بھی آپ چوٹی کے اولیاء میں اول درجہ پر شمار ہو سکتے ہیں۔

پیا کہ ہمیشہ تک اس کی چاشنی میرے دل سے نہ جائے گی اور ہمیشہ تک دوسرے پیالے کے لئے تمنا میرے دل میں رہے گی اور اس پیالے کی یاد کی پیاس میرے دل سے کبھی نہ بجھے گی۔ سبحان اللہ اس پیالے کو پی کر وہاں وحدانیت کے ہرے بھرے میدان میں تیس ہزار سال تک اڑا اور تیس ہزار سال فردانیت کے میدان میں اڑا اور تیس ہزار سال تک احدیت کے میدان میں اڑا۔ جب پورے نوے ہزار سال ہوئے تو میں نے بایزید کو دیکھا اور یہ بھی راز کھل گیا کہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ سب کچھ بایزید ہی تھا۔

درود شریف کے فضائل

ایک روز بندہ حاضر خدمت ہوا۔ دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا: ہم درود شریف اس طرح پڑھتے ہیں گویا خداوند کریم سے مخاطب ہیں پورے حضور سے، اور درود شریف کے فضائل یہ ہیں اور آپ درود شریف خضری پڑھا کرتے تھے۔ یاروں کو بھی اس ہی درود شریف کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ قرآن شریف میں حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں اوپر نبی ﷺ کے اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اور سلام ادب سے۔

نکتہ

ایک طرف اللہ تعالیٰ اور فرشتے ہیں، دوسری طرف ایمان والے، درمیان نبی ﷺ ہیں۔ پس ثابت ہوا بندوں کے اور خدا کے درمیان نبی ﷺ واسطہ ہیں اور وسیلہ ہیں۔ رسول کے معنی بھی وسیلہ کے ہیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ایک بار ہم پر درود بھیجتا ہے خدا اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور دس اس کے گناہ دور کرتا ہے اور دس مرتبے اس کے بہشت میں بلند کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے جتنا کوئی زیادہ ہم پر درود شریف بھیجتا ہے اتنا ہی زیادہ ہمارے قریب ہوتا ہے یعنی معیت اور قرب فیضان نبوت سے اس کو نصیب ہوتا ہے۔ یہاں قرب کے معنی جسم کے نہیں ہیں۔

نور الحسن شاہ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ جبکہ دریائے معرفت عین طغیانی میں لہریں مار رہا تھا۔ ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے لے کر چار مردان خدا کو جو راستہ دیا گیا ہے وہ کسی دوسرے صاحب کو نہیں دیا گیا۔

پہلے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، دوسرے حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تیسرے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اور چوتھی بار چپ۔ چونکہ آپ کبھی کسی کو اپنی طرف کوئی اشارہ کرتے ہوئے پاتے تو سخت برہم ہو جاتے۔ چہ جائیکہ خود فرماتے چونکہ اس وقت تلاطم بحر توحید نے یہ چند جواہر کسی خاص وجہ کے لئے کنارۂ اظہار

پر الٹ دیئے جن کا نکلنا نہایت دشوار اور ناممکن تھا۔

اور پھر فرمایا: قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ یعنی کہو اللہ اور چھوڑ سب کو۔ پھر فرمایا مقصود اصل میں یہ ہے تطہیر ماسوئی ہو اور سب باتیں کھیل ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لوگوں نے عرض کی کہ حضور آپ بڑے صاحب کرامت ہیں کہ پانی کی سطح پر چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ کرامت نہیں ہے، لکڑی کے ذرا ذرا سے ٹکڑے پانی پر تیرتے پھرتے ہیں۔ اس وقت لوگوں نے کہا یہ تو کرامت ہے کہ آپ ہوا میں اڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی کچھ کرامت نہیں۔ ذرا ذرا سے مچھر بھی ہوا میں اڑا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا: یہ تو ضرور بڑی کرامت ہے کہ آپ ایک رات میں مکہ معظّمہ پہنچ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی کچھ نہیں کیونکہ جادوگر ایک رات میں کوہ دماوند سے ہندوستان تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا کہ حضور اچھا اب آپ ہی فرمائیں مردوں کا کیا کام ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنے دل کو سوائے خدا پاک کے کسی سے نہ لگائے۔

اور ایک دفعہ فرمایا جو پیر جبراً مریدوں کے گھر میں جا بیٹھتے ہیں یہ ظالم تھانہ داروں سے کم نہیں ہیں اور فرمایا: کسی شیخ نے کسی مرید کو وظیفہ فرمایا ہو۔ عام لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے خیال میں ظاہر کرنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔ جو پیر کی طرف سے نسبت القا ہوئی ہو وہ تو کبھی زائل نہیں ہو سکتی اور فرمایا اکثر مشائخ کہتے ہیں کہ جو اپنے طریقہ میں داخل ہو اس کو ذکر تلقین کرنا چاہئے۔ ہم تو چاہتے ہیں یہ سنگریزے بھی اللہ اللہ کرنے لگ پڑیں۔ فرمایا: حضرت صاحب للّھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے اور حضرت صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے کیسے اچھے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں یعنی ان کی طبیعتیں بہت ہی سلیم واقع ہوئی ہیں۔

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: دیوار کی ایک ایک اینٹ بھی صاحب فکر کے واسطے بڑا وعظ ہے مگر غفلت میں انسان غرق ہے اور فرمایا کرتے غور سے دیکھو یہ کپڑا جو تم نے پہنا ہوا ہے یوں ہی نہیں بن گیا ہے، پہلے کپاس بوئی اور پھر وہ اگی اور پھول پھل لگا۔ جب کپاس چنی تو اس کو دھوپ میں سکھا کر خوب لکڑی سے ستیاناس کیا۔ اس پر بس نہیں، پھر اس کو بیلنے میں سے بیل کر نکالا پھر جب روئی اور بنولے ایک ایک علیحدہ ہو گئے تو اب اس کی شامت آ گئی۔ اب دھنکنے میں اس کا بند بند جدا کیا گیا پھر اس کی پونیاں بناتے ہیں، پھر چرخے میں سوت نکالا جاتا ہے۔ پھر کپڑا کس مشکل سے بنتا ہے اس کے بعد پھر جب ذرا سا میلا ہو جائے تو دھوبی اس کو گرم پانی میں ڈال کر پٹڑے یا گھاٹ پر مارتے ہیں۔ یہ حال تو کپڑے کا ہے جس کو پہن کر خوش ہوتے ہیں۔ تو کیا انسان بغیر تکلیف ہی کے انسان بن جاتا ہے۔ جو جو کسب والا حاضر خدمت ہوتا اسے اس

کے کسب یا پیشہ کے مطابق تعلیم ہوتی تھی۔

ایک روز فرمایا: اپنے نفس کی خواہش کے لئے اچھا سمجھ کر کام کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی کے کہنے پر کنویں میں گر پڑنا اور فرماتے: ''خسرے نال خسرا سویا نہ کچھ لیا نہ کچھ دیا''۔ یعنی ناقص ناقص سے ملا تو اس سے کچھ فائدہ مرتب نہیں ہوا اور فرمایا کرتے تھے ''آپ نہ جوگی گوانڈھ دلائے''، یعنی جو خود نسبت ہی نہیں رکھتا وہ کسی کو کیا فائدہ پہنچائے گا۔

ایک روز بندہ نے عرض کی کہ آپ بہت خرچ کرتے ہیں۔ جواب میں فرمایا میں کیا خرچ کرتا ہوں۔ مفت میں روٹی کھا لیتا ہوں۔

ایک رز ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی مجھے کچھ پڑھنے کے لئے ارشاد فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا تم کس طریقہ میں داخل ہو۔ اس نے کہا چشتی طریق میں داخل ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ طریق تو بہت اچھا ہے۔ اس نے کہا مجھے فائدہ تو کچھ نہیں ہوا اور میرے پیر فوت بھی ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ نہیں فوت ہوئے تو فوت ہو گیا ہے۔ اس واسطے کہ تیرا اعتقاد جاتا رہا اور اس کے ساتھ آپ ناراض ہو گئے۔

ایک روز ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی جب میں نماز شروع کرتا ہوں تو جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر پہنچتا ہوں تو گر پڑتا ہوں اور بے ہوش ہو جاتا ہوں اور پھر ہوش میں آتا ہوں تو پھر کھڑا ہوتا ہوں اور پھر اسی طرح گر جاتا ہوں۔ علماء کہتے ہیں تیرا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور تیری نماز بھی نہیں ہوتی۔ میں حیران ہوں کہ کیا کروں۔ آپ نے اس کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا اصل نماز تو تیری ہی ہے اور فرمایا کرتے تھے ''استقامت بہ از کرامت'' اس کی شرح بہت ہے۔ خداوند کریم فرماتے ہیں فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (۱۱:۱۱۲) یعنی کھڑا رہو جس طرح امر کیا گیا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (۴۱:۳۰) استقامت سے کرامت پیدا ہوتی ہے۔ اس واسطے استقامت سے کرامات افضل نہیں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کہ بزرگوں کی مجلس میں خاموشی اور ادب سے بیٹھنے سے طرح طرح کے فیض حاصل ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہمارے حضرت خواجہ سیّد امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض عورتیں جاتی تھیں تو ان کا قلب ذکر سے جاری ہو جاتا تھا اور وہ ذاکر ہو جاتی تھیں۔ جو آج مردوں میں سے بھی کوئی خاص ہی نظر آتا ہے۔ پہلے ایام میں عام لوگ اور طلباء، مسجدوں میں درس و تدریس کرتے تھے اور گدا کر کے اپنا پیٹ بھر کے تعلیم کے شوق کو پورا کرتے تھے تو ان کے علم و عمل میں برکت اور اثر تھا مگر آج کل

ہر ایک شخص انگریزی طریقہ کا مشتاق ہے۔ مولوی لوگ بھی سرکاری تعلیم گاہوں میں علم حاصل کرتے ہیں۔ کوئی مولوی عالم کی ڈگری حاصل کرتا ہے اور کوئی مولوی فاضل بنتا ہے مگر دراصل پہلا شوق اور اثر نہیں آتا۔

آپ نے فرمایا: عدالتوں (یعنی غیر شرعی عدالتوں) میں جانا حرام ہے۔ یہ کل پیر اور سجادہ نشین لوگ بھی عدالتوں میں جا کر ایمان فروشی کرتے ہیں۔ قرآن شریف کے فیصلہ پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ جا بجا بنک (زمیندارہ بنک) کھلے ہوئے ہیں۔ چونکہ ان کا لین دین سود پر ہے لہٰذا یہ اصل میں ناجائز ہیں۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ ہم لوگ حرام خور، حرام مال کھا کھا کر کچھ فکر اور ڈر نہیں رکھتے کہ کل کو خدا کے سامنے کیا جواب دیں گے۔

ایک شخص بوتل میں پانی دم کرانے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ دم دوا اور دعا تو زندگی کے حیلے ہیں۔ موت کا کوئی علاج نہیں۔ آخر مر جانا ہے، آخر مر جانا ہے۔ بار بار دم کرانے کی کیا ضرورت ہے۔ جب موت آ جائے گی، کچھ بن نہ سکے گا۔ ہر وقت خداوند کریم کی یاد ضروری ہے۔ یہ وقت غنیمت ہے۔ اس میں جو کچھ کرنا ہے کرلو یہ وقت پھر نہیں ملے گا:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیز گار

حکیم نور حسین صاحب کا بیان ہے۔ بتاریخ ۱۱ اپریل ۱۹۲۷ء کو خادم مع حافظ محمد صاحب امام مسجد کشمیریاں دمیاں رکن الدین سکنہ ڈنگہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے رکن الدین سے پوچھا کہ آپ کس خاندان میں بیعت ہیں۔ اس نے کہا کہ میں خاندانِ چشتیہ میں حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے خاندان میں بیعت ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا آپ مجھ سے عمر میں بڑے ہوں گے۔ جو بات آج سے بیس سال پہلے تھی وہ اب نظر آتی ہے؟ خواجہ شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالوی کے جانشین اپنے دادا صاحب کے طریقہ پر عامل ہیں اور ان کی پیروی کر رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ واقعی وہ بات نظر نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا: یہاں آنے کی تکلیف کیسے کی ہے۔ اس نے عرض کی کہ دعا کریں کہ خاتمہ بالخیر ہو اور کچھ مختصر وظیفہ پڑھنے کی اجازت فرمائی جائے۔ آپ نے فرمایا: آپ کے پاس کافی وظیفہ لسانی کا مجموعہ ہے جو کہ پیر صاحب نے آپ کو بتا دیا ہے ان پر عمل کرو، کافی ہے۔ قرآن شریف اور درود شریف سے بڑھ کر اور کیا وظیفہ ہے۔ غائب کا علم کسی کو نہیں۔ وقت خاتمہ خداوند کریم کے اختیار میں ہے۔ یہ کس کو معلوم ہے کہ خاتمہ اچھا ہوگا یا برا ہوگا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہے۔ اگر روزِ ازل سے آپ کی قسمت میں برا لکھا ہے تو میں اس کو اچھا نہیں کر سکتا۔ آپ کچھ کیا کریں۔ موت ضروری ہے۔ پھر حافظ محمد صاحب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: قرآن شریف کا ترجمہ دیکھا کرو اور ذکر اسم ذات میں کوشش کیا کرو۔ حافظ صاحب نے عرض کی کہ میرا باپ دادا اور میں خود حافظ ہوں۔ مگر میرا لڑکا پڑھنے کی طرف خیال اور توجہ

نہیں کرتا، دعا کریں کہ خداوند کریم اسے ذوق وشوق نصیب کرے۔آپ نے فرمایا: خداوند کریم رحم کرے اور توجہ باطنی سے پھر حافظ صاحب کو سیراب کیا اور تلقین بھی فرمائی پھر اس غلام بے دام کی طرف رجوع کیا اور ہدایت فرمائی کہ تم کو دیگر لوگوں کو ہمراہ لانے کی کیا ضرورت ہے۔عوام کو ہمراہ لے کر آجاتے ہو، تم اپنی حالت درست کرو، دوسروں کی تم کو کیا فکر ہے۔یہ اچھا نہیں۔اگر کبھی آنا ہو تو اکیلے آیا کرو۔ہمراہ کسی کو لانے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کتاب مراۃ المحققین ہے۔اس کا مطالعہ کیا کرو۔بندہ نے عرض کی یہ کتاب میرے پاس نہیں ہے۔تو آپ نے اپنے پاس سے ایک جلد مذکور مرحمت فرمائی اور اجازت ملنے پر واپس گھر آ گئے۔

قاضی ضیاء الدین لاہوری بیان فرماتے کہ ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا: عام لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یہ مسجد کس طرح اتنی جلدی تیار ہو گئی۔پھر فرمایا: ہم کو تو یقین ہے کہ مسجد کی عمارت میں ایک اینٹ معمار لگاتے ہوں گے اور دو اینٹیں فرشتے لگاتے ہوں گے۔

تیمم کی حقیقت

ایک روز بندہ آپ کے ہمراہ لاہور میں بر مکان خلیفہ غلام علی قانونگو گیا۔یہ شخص آغا سکندر شاہ صاحب کا مرید تھا۔وہاں دس پندرہ جنٹل مین بھی جمع تھے۔انہوں نے تیمم کے مسئلہ پر مخول اڑایا اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کیا۔آپ خاموش ہو گئے اور بندہ کی طرف توجہ فرمائی۔بندہ ان جنٹل مینوں کی طرف مخاطب ہوا۔بندہ نے اس وقت سوچا کہ یہ مسئلہ کی بات تو نہیں سمجھیں گے، ان لوگوں کو کسی اور طریقہ سے ہی سمجھایا جائے۔بندہ نے ان جنٹل مینوں پر سوال کیا کہ تم لوگ مسمریزم کے قائل ہو۔انہوں نے کہا ہم نے مسمریزم کا اثر دیکھا ہوا ہے۔ایک بولا کہ ایک دفعہ تو یہ دیکھا کہ ایک چھڑی کو ہاتھ میں پکڑا اور مسمریزم کے عامل نے اس پر توجہ کی پھر چھڑی سے ہاتھ علیحدہ کر لیا اور وہ چھڑی ہوا میں برابر کھڑی رہی۔دوسرا بولا میں نے یہ دیکھا کہ ایک بندر درخت پر بیٹھا ہوا تھا۔اس درخت کے نیچے پانی تھا۔اس پانی میں بندر کا عکس پڑ رہا تھا۔اس عکس پر مسمریزم والے نے خیال سے بندوق چلائی اور اسی وقت اصلی بندر درخت سے نیچے آ گرا۔پھر بندہ نے ان پر سوال کیا کہ مسمریزم کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ خیال کا یکسو کرنا ہے۔پھر بندہ نے کہا کہ آپ تیمم کو جانتے ہیں کہ کیا چیز ہے۔اس میں بھی نیت کا کرنا فرض ہے۔نیت ایک خیال ہے۔جب چھڑی ہوا میں کھڑی ہو سکتی ہے اور بندر نیچے گر سکتا ہے اور آدمی پاک نہیں ہو سکتا؟ تو خیال سے نجاست دور نہیں ہو سکتی۔یہ سن کر وہ جنٹل مین لاجواب ہو گیا۔

فهم من فهم ومن لم وقع فى الحيص والبيص: مرتب

ذکر خفی اور جہر

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ذکر خفی ایسا ہے جیسا کہ سوئی سے زمین کا کھودنا۔ آپ نے فرمایا اگر ذکر جہر ایسا ہے تو ذکر خفی اس طرح ہے کہ جس طرح کنوئیں میں کھدائی کے وقت رسہ (یعنی جھام) کا لگا دینا ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ذکر خفی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ ذکر جہر کے بھی برخلاف نہ تھے۔

تصور اور رابطہ

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ یاروں کو تصور کا حکم نہیں فرماتے تھے مگر کسی کو نسبت رابطہ پیدا ہو جاتی تو خوشی کا اظہار فرماتے۔ بندہ نے آپ کے ابتدائی حالات میں دیکھا ہے کہ بعض وقت آپ بڑے زور سے اٹھ کر گھومنے لگتے۔ بندہ اس وقت خیال کرتا کہ آپ نے یہ کیا حرکت کی ہے تو آپ فرماتے حضرت خواجہ قدس سرہ ہر سو نظر آتے ہیں۔

میراں بخش مخی کھیم کرنوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے اسے فرزندی میں قبول فرمالیا۔ ایک دن بندہ نے دیکھا کہ میراں بخش ایک طرف یکسو ہو کر ٹکٹکی باندھے کھڑا ہے۔ بندہ نے پوچھا کیوں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ روبرو کھڑے ہیں حالانکہ میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت موجود نہ تھے۔

(مؤلف) تصور اور رابطہ میں فرق ہے۔ تصور تکلف سے کرنا پڑتا ہے اور رابطہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ جو نسبت شیخ اپنے مرید کے دل میں القا کرتا ہے وہی نسبت متشکل بہ شیخ ہو کر طالب صادق کو نظر آتی ہے۔ اگر طالب چاہے بھی کہ یہ صورت نظر نہ آئے لیکن بسبب رابطہ اور نسبت یہ برابر خواب اور بیداری میں اسے نظر آتی رہتی ہے۔

جیسا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات، جلد اول، صفحہ ۷۶، مکتوب ۳۰ میں ایک طالب کو جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

صحیفہ شریف جو دو عزیز بھائیوں نے ارسال کیا تھا، پہنچا اور کیفیات احوال جو اس میں درج تھیں، واضح ہوا۔ خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا کہ نسبت رابطہ کی ورزش یہاں تک غالب آ گئی ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہوں۔ اگر بالفرض اس کو دور بھی کرنا چاہتا ہوں تو نہیں ہو سکتا۔ اے محبت کے نشان والے! طالب اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور یہ ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ ایسے حال والا شخص کامل

مناسبت کی استعداد رکھتا ہے اور شیخ مقتداء کی تھوڑی صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔ رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہیں۔ رابطہ مسجود الیہ ہے نہ مسجود الا محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کی دولت سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ جانیں اور تمام اوقات اسی کی طرف متوجہ رہے۔ نہ ان بدبخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور اپنی توجہ کے قبلہ کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں اور اپنے معاملہ کو درہم برہم کرتے ہیں۔ دیگر یہ آپ نے اپنے فرزند کی والدہ کے فوت ہونے کی خبر لکھی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھ کر فاتحہ پڑھا گیا۔ پڑھنے کے وقت قبولیت کا اثر مفہوم ہوا۔

مولانا حاجی محمد طاہری نے کہا تھا کہ قریباً دو ماہ گزرے ہوں گے کہ مشغولی میں فتور پڑا ہوا ہے اور وہ ذوق اور حلاوت جو پہلے حاصل تھی اب نہیں رہی۔ اے میرے دوست اگر دو چیزوں میں فتور نہیں آیا تو کچھ غم نہیں۔ ان میں سے ایک شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ دوسرے اپنے شیخ کی محبت و اخلاص۔ ان دونوں چیزوں کے ہوتے اگر ہزار ظلمات طاری ہو جائیں تو کچھ غم نہیں۔ آخر اس کو ضائع نہ چھوڑیں گے۔ اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے ایک میں نقصان پیدا ہو جائے تو پھر خرابی میں خرابی ہے۔ اگرچہ حضور و جمعیت ہی سے رہے۔ کیونکہ استدراج ہی ہے جس کا انجام خراب ہے۔ بڑی عاجزی اور زاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں کہ ان دو امروں پر اسباط و استقامت عطا فرمائیں کیونکہ یہی دونوں اصل مقصود اور نجات کا مدار ہیں۔ آپ کو اور تمام دوستوں کو خاص کر ہمارے پرانے دوست مولانا عبدالغفور سمرقندی کو السلام علیکم پہنچے۔

(مؤلف) تصور کے بارے میں شرعی و عقلی دلائل غور سے پڑھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے:
تفکروا فی صفاتہ ولا تفکروا فی ذاتہ یعنی فکر کرو (سوچو) اس کی صفات میں اور نہ سوچو اس کی ذات میں اور قرآن پاک میں خدا تعالیٰ اپنے پیارے رسول مقبول ﷺ کی جانب ارشاد فرماتا ہے: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (۳:۳۱) یعنی اے محمد! کہہ دے کہ تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تم کو دوست رکھے گا۔ پھر پارہ ۴ میں زمین و آسمان کی پیدائش کے ذکر کرنے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۝ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ج (۳:۱۹۰، ۱۹۱) بے شک آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے اختلاف میں البتہ داناؤں کے لئے نشانی ہے۔ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں پر اور فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔

ان ہر دو آیات سے ثابت ہے کہ خداوند تعالیٰ کا دیکھنا اس کی ذات کا دیکھنا ہے کیونکہ وہ ذات ہر حدوث سے منزہ و پاک ہے۔ بے چون و بے چگوں ہے۔ یہ آنکھیں ہماری عارضی اور ظاہری ہیں اس نور پاک کو نہیں دیکھ سکتیں۔ سوا اس کے عرفان کا یہی طریقہ ہے کہ جس طرح گم شدہ مال سراغ سے مل جاتا ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے دیکھنے سے خالق کا پتا مل جاتا ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سرّ مدمغ عشق درد منداں دانند | نہ خود منشاؤ خود پسنداں دانند
از نقش تواں بسوئے نقاش شدن | ایں نقش غریب نقشبنداں دانند

چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور باری تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں سے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ ك اعزاز اور خلافت کا تاج اسی انسان کو بخشا ہے۔ پس اس کا دیکھنا اور اس کی محبت خدا کا دیکھنا اور خدا کی محبت ہے بلکہ ذکر کے ساتھ خاص بندۂ خدا کا دیکھنا شرط ہے اور شرط بغیر مشروط کے فوت ہو جاتی ہے اور مشروط سوائے شرط کے کالعدم سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے بندگانِ خدا جو ہر وقت ذکر شغل میں رہتے ہیں ان کے چہرۂ زیبا کی جانب خیال رکھنا بھی شرط ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ (۲۸:۱۸) یعنی ضبط کر اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ کہ رب اپنے کو رات اور دن یاد کرتے ہیں اور مت پھیر اپنی آنکھوں کو ان سے۔

اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ بندگانِ خدا کی محبت اور ان کا دیکھنا فرض ہے۔ اسی خیال رکھنے کا نام فکر ہے اور اسی کو تصوف کہتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بندگانِ خدا کے دیکھنے کی تعریف فرماتے ہیں: ان النظر علی وجھھم عبادۃ۔ تحقیق دیکھنا ان کے چہرہ پر بڑی عبادت ہے۔ پھر دوسری حدیث شریف میں فرمایا: ھم الذین اذا رؤا ذکر اللہ یعنی وہ وہ لوگ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو اللہ یاد آئے۔ ایک اور حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نسبت ارشاد فرماتے ہیں: من رانی فقد رای الحق یعنی جس نے مجھ کو دیکھا پس اس نے حق کو دیکھا۔

اسی طرح قرآن پاک میں اللہ جل جلالہ بار بار تاکید فرماتے ہیں کہ میری پیدائش میں فکر کرو! اور مخلوق کو دیکھو۔ تو تم کو میرا خالق ہونے کا پتا مل جائے گا چنانچہ سب کائنات اللہ کا نشان ہے۔ مگر افضل تر انسان ہے۔ پس افضل کا دیکھنا سب سے اولیٰ و برتر ہے جس کی شان میں حدیث قدسی وارد ہے: الانسان سرّی وانا سرہ یعنی آدمی میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں۔ پس خوب یاد رکھو! صوفیائے کرام جو ہمیشہ عشق الٰہی میں محو رہتے ہیں یہ لوگ جب مراقبہ کرتے ہیں اس وقت ذکر کے ساتھ فکر کو جو ایک لازمی اور ضروری شرط ہے اور

تعظیماً محبت کا خیال بباعث صحبت داری کے ہمیشہ دل میں جمائے رکھتے ہیں یعنی اپنے مرشد کی صورت کا خیال یا تصورا پنے دل میں رکھتے ہیں تاکہ تخیلات فاسدہ سے بچتے رہیں کیونکہ بڑے بڑے زاہداور عالم اور بندگانِ خدا کا نفس جب سرکش اور غالب ہو جاتا ہے تو سنبھالا نہیں جاتا جبکہ ایک مومن، مواحد، بندۂ خدا جو اللہ تعالیٰ کو حاضرو ناظر بھی جانتا ہو اور یہ بھی سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فعل یا ارادۂ فاسدہ کو دیکھ رہا ہے پھر بھی اس پر نفس سرکش قابو پالیتا ہے۔ ہاں اگر ایسے وقت میں ان کے پاس کوئی نابالغ لڑکا آٹھ نو سال کا بھی موجود ہو تو ان کو حیاء اور شرم آجاتی ہے۔ افسوس جب ایک بچے سے نفس کی سرکشی کے وقت بوجہ شرم وحیاء کے اس فعل یا ارادہ سے باز رہتا ہے پھر چہ جائیکہ صورت ہادی و مرشد پیش نظر ہو اور مرتکب معاصی ہو، ہرگز ہرگز نہیں۔ اسی واسطے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں خداوند تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ط (۱۲:۲۴) (یعنی) اور اس عورت نے ارادہ بد کیا۔ یوسف سے اور یوسف بھی ارادہ کر ہی چکا تھا اگر نہ ہوتا' کہ اس نے دیکھ لی دلیل اپنے پروردگار کی۔ وہ نشانی یا دلیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا چہرہ مبارک تھا۔ جو عین وقت پر حضرت یوسف علیہ السلام کو نظر آیا۔

(مؤلف) سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے ورنہ دلائل تو اور بھی بے شمار موجود ہیں۔ زیادہ دیکھنا ہو تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قول الجمیل میں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں اور مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نفحات الانس میں اور رشحات میں اور حضرت محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مایۃ المسائل میں اور حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ارشاد الطالبین میں اور حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں اور امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم میں اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عوارف المعارف میں اور دیگر کتب تصوف میں دیکھو، بخوبی ثابت ہے۔ (توضیح العقائد)

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعد نماز مغرب وظائف سے فارغ ہو کر یہ اسم بڑے ذوق وشوق سے پڑھا کرتے تھے۔ "یا حضرت سلطان شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ"۔

ایک دن دو شخص حاضر خدمت ہوئے جو لاہور سے آتے ہوئے، رستہ میں اسی وظیفہ کے متعلق بحث کرتے آئے تھے۔ ایک کہتا تھا کہ یہ اسم نہیں پڑھا کرتے۔ دوسرا کہتا کہ آپ پڑھا کرتے ہیں حتیٰ کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے دیکھ کر فرمایا "کون کہتا ہے کہ میں نہیں پڑھا کرتا" پھر آپ نے یہی اسم کئی باران کے سامنے بھی پڑھا۔

(مؤلف) اس اسم کے متعلق تھوڑی سی شرح کی جاتی ہے۔ بعض حضرات اس وظیفہ کا پڑھنا شرک قرار دیتے ہیں۔ ایک دفعہ بندہ قصور میں چند علمائے اہل حدیث کی مجلس میں بیٹھا تھا جن میں حکیم سردار علی صاحب

اہل حدیث ساکن رکھانوالہ بھی موجود تھے۔انہوں نے بندہ سے سوال کیا کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہنا کیسا ہے؟ بندہ نے کہا کیوں کیا ہے! انہوں نے کہا شرک ہے۔ بندہ نے کہا شرک کی تعریف کیجئے۔تعریف میں تمام خاموش رہے۔ پھر بندہ نے ان سے کہا کہ آپ شرک کی تعریف نہیں کر سکتے تو اس عبارت کے ہی معنی بیان کرو جسے تم شرک کہتے ہو۔حکیم سردار علی نے جب ترجمہ کیا اور جس وقت ''عبدالقادر'' کے ترجمہ پر پہنچا یعنی ''بندہ قادر کا'' تو بندہ نے کہا بس! یہاں شرک تو نہ رہا۔ سنئے شرک کی تعریف یہ ہے کہ خدا کی ذات میں صفات میں اور افعال میں کسی کو شریک ٹھہرانا یعنی کسی کو خداوند تعالیٰ کا مددگار بنانا۔ جب بشر کسی کو اپنا مددگار بنائے تو اس میں کون سا شرک ہے۔ جیسا کہ مشرک لوگ کہا کرتے تھے کہ جب تک خدا کے ساتھ کوئی دیوتے مدد نہ کریں خدا اپنی صفات سے کوئی فعل نہیں کرسکتا۔ یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔

خدا کی ذات صاحب ''کن فیکون'' ہے۔اس ذات کو کسی مددگار کی حاجت نہیں۔وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اپنے افعال سے کرتا ہے۔ بندہ چونکہ محتاج ہے اسباب کا، س عالم میں اسباب میں جو کام کرتا ہے اسباب کی مدد سے کرتا ہے۔آدمی کو ایک مکان بنانے میں کتنے مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے۔خداوند کریم نے اس دنیا میں اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کو اسباب کے سرپوش کے نیچے چھپایا ہوا ہے۔ ہر انسان کے فعل کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی خلق ہے۔جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے: يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۸:۶۴) یعنی اے نبی (ﷺ) تجھ کو اللہ تعالیٰ اور تیرے تابعدار مومن کافی ہیں۔

اور سوال کرتے ہیں کہ جن سے تم مدد طلب کرتے ہو۔وہ تو مر کر مٹی ہو چکے ہیں۔

(جواب) ہم افسوس کرتے ہیں کہ ان کی نظر مٹی پر ہی رہی، کاش! ان کو کچھ روحانیت سے مناسبت ہوتی تو حدیث معراج شریف کو غور سے دیکھتے۔حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء نے میری اقتداء کی، تو سمجھ جاتے کہ روح باقی رہنے والی چیز ہے۔جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے عروج کے وقت یعنی معراج کے موقع پر آواز دی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَوَّلُ يَا اٰخِرُ''۔ تب حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا یہ کس کی آواز ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔

غور کرو اور فکر سے کام لو......افسوس تو اس بات کا ہے کہ باوجود دعویٰ علم رکھنے کے بھی ان لوگوں کی نظر مٹی تک محدود ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۱۶ صفحہ ۴۸ جلد دوم میں لکھتے ہیں غور سے پڑھو۔ برزخ صغریٰ چونکہ ایک جہت سے دنیاوی وطنوں میں سے ہے اس لئے ترقی کی گنجائش رکھتا ہے۔اس مقام کے

احوال مختلف اشخاص کے حالات پر نظر کرنے کے باعث باہم بہت فرق رکھتے ہیں۔ الانبیاء یصلون فی القبر (انبیاء قبر میں نماز پڑھتے ہیں) آپ نے سنا ہوگا اور ہمارے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام معرج کی رات جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی قبر پر گزرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جب اسی وقت آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم اللہ کو وہاں پایا۔

اس مقام کے معاملات نہایت عجیب وغریب ہیں۔ آج کل فرزند اعظم مرحوم کی تقریب پر اس مقام کی طرف بہت نظر کی جاتی ہے اس لئے نہایت ہی عجیب وغریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر ان کا تھوڑا سا حال بھی بیان کیا جائے تو بڑے فتنے پیدا ہو جائیں۔ اگر چہ جنت کا چھت عرش مجید ہے لیکن قبر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ عقل کوتاہ اندیش ان باتوں کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ اور ہی آنکھ ہے جو اس قسم کی عجوبہ باتوں کو دیکھتی ہے۔

(مؤلف) اور پھر آگے مکتوب ۵۸ جلد دوم، صفحہ ۱۹۰ میں لکھتے ہیں:

جن جو مختلف شکلیں بن جاتے ہیں اور مختلف جسدوں میں متجسد ہو جاتے ہیں اس وقت ان سے اعمال عجیبہ جو ان شکلوں اور جسدوں کے مناسب ہیں ظہور میں آتے ہیں۔ ان میں کوئی تناسخ اور حلول نہیں۔ جب جنوں کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قسم کی طاقت حاصل ہے کہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر عجیب وغریب کام کریں تو اگر کاملین کی ارواح کو یہ طاقت بخش دیں تو کون سی تعجب کی بات ہے اور دوسرے بدن کی ان کو کیا حاجت ہے۔ اس قسم کی ہیں وہ بعض حکایتیں جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام ان سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں بھی ان کے لطائف مختلف جسدوں میں متجسد ہو کر اور مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس عزیز[1] کا حال ہے جو ہندوستان میں وطن رکھتا ہے اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں نکلا۔ بعض حضرات مکہ معظمہ سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے اور ہمارے اور اس عزیز کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی ہیں۔ بعض نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو روم میں دیکھا ہے اور بعض بغداد میں دیکھ کر آئے ہیں۔ یہ سب اس عزیز کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں اور اس عزیز کو ان شکلوں کی نسبت اطلاع نہیں ہوتی۔ اسی واسطے لوگوں کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ سب مجھ پر تہمت ہے۔ میں اپنے گھر سے باہر نہیں گیا۔ نہ میں نے حرم کعبہ کو دیکھا ہے اور میں روم و بغداد کو نہیں جانتا اور نہیں پہچانتا کہ تم کون ہو۔

---

(۱): عزیز سے مراد خاکسار کے خیال میں عجب نہیں کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی ذات ہو (مؤلف) یا آپ کے والد بزرگوار مراد ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور مردہ بزرگوں سے خوف ہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتوں نے حاضر ہوکر ان کی بلا کو دفع کیا ہے اور ان بزرگوں کو اس بلیہ کے دفع کرنے کی اطلاع کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں:

از ما و شما بہانہ ساختہ اند (ترجمہ) ہمارا اور تمہارا ہے بہانہ

یہ بھی ان بزرگوں کے لطائف کی شکلیں ہیں۔ یہ شکلیں کبھی عالم شہادت میں ہوتی ہیں، کبھی عالم مثال میں۔ جس طرح ایک رات میں ہزار ہا آدمی رسول اللہ ﷺ کو خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں اور استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب رسول اللہ ﷺ کی صفات و لطائف کی مثالی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورت سے استفادہ حاصل کرتے ہیں اور مشکلات کو حل کرتے ہیں۔

(مؤلف) اس کے متعلق قرآن مجید سے دلیل، حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں خداوند تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (۱۲:۲۴) اور البتہ اس عورت نے ارادہ بد کیا یوسف سے اور یوسف بھی ارادہ کرتے اگر نہ ہوتا کہ اس نے دیکھ لی ہوتی دلیل اپنے پروردگار کی۔ اس کے متعلق تفاسیر میں موجود ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس مشکل اور ابتلاء کے وقت اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی شکل نظر آئی تھی جو عین وقت پر امداد کو پہنچی جس سے حضرت یوسف علیہ السلام اس کے قابو اور ارادہ بد سے بچ کر نکل گئے۔ یہ اسی برہان یا دلیل و نشان کی طرف حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور سوال کرتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

(جواب) اگر ان کے نزدیک آدمی کا آدمی سے مدد مانگنا شرک ہے تو پھر حکیم اور ڈاکٹر سے علاجِ مرض کے لئے مدد لینا حرام اور شرک ہوگا۔ مظلوم کو بروقت حق طلبی یا سزا دہی واسطے ظالم کے حکام سے چارہ جوئی کرنا بھی ناجائز قرار پائے گا۔ قرآن پڑھنا عبادت ہے۔ جاہل کسی ذی علم سے قرآن پڑھے گا تو یہ بھی امداد ہے غیر اللہ سے پھر وہ بھی عبادت میں۔ ایک شخص وضو کے لئے کسی دوسرے کی امداد سے پانی حاصل کرے۔ تو اس نے بھی عبادت میں غیر اللہ کو معاون بنایا۔ یہ سب شرک ہوگا؟ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ سب استقامت جائز اور مسنون ہے۔ خوب غور سے سمجھ لو کہ معاون حقیقی تو اللہ جل جلالہ کی ذات کو سمجھے کیونکہ عون حقیقی تو اسی کو ثابت ہے اور ایسی امداد اسی کے ساتھ مختص ہے۔ باقی دوسروں سے استعانت مجازی ہے۔ جو مظاہر عون سے ہیں۔

پس استعانت غیر اللہ سے اس طرح پر کہ اعتقاد مطلق اس غیر پر ہو اور اس کو مظہر عون الٰہی سے نہ سمجھے۔ بلاشبہ حرام بلکہ شرک ہے۔ اگر التفات محض بجانب حق ہے اور اس کو مظہر عون سے جان کر اس سے امداد طلب کرے تو ایسی استعانت مشروع اور جائز ہے۔ تمام اولیاء اور انبیاء اس قسم کی استعانت کرتے رہے ہیں۔ یہ استمداد اور استعانت در حقیقت غیر سے نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ مستقل حاجت روا کسی کو سمجھ کر مدد طلب کرے گا تو

ناجائز اور حرام ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ایسا گمان کسی طرح درست نہیں۔ ورنہ جائز ہونے میں کسی طرح کا کلام نہیں ہے کیونکہ خود نبی کریم ﷺ نے مدد مانگنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ طبرانی میں عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اذا ضل احد کم شیا وارادعونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فی فان اللہ عبادا لا۔ یعنی تم میں سے جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد مانگنی چاہو اور ایسی جگہ ہو کہ جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ پس تحقیق اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں وہ نہیں دیکھتا۔

پس خوب یاد رکھو کہ حقیقت سے آگاہ ہو کر کسی اولیاء اللہ کے بارے میں بدگمانی کو اپنے دل میں جگہ نہ دو۔ اور ایسے لوگوں کی صحبت سے بچو جو تمہارے دل کو اہل اللہ کی طرف سے بدگمان کریں۔ اللھم احفظنا من سوء الفھم۔



باب 10

مکاشفات

کشف ایک نامعلوم چیز کے معلوم ہو جانے والی کیفیت کا نام ہے جبکہ ظاہری حس سے کام نہ لے کر باطنی حس سے احساس پیدا ہو گیا ہے۔

اس میں کئی صورتیں ہیں۔ خواب کے ذریعے' قلبی کیفیت کے واسطے سے' فراست صادقہ سے پھر کبھی عینی نمونہ دکھائی دیتا ہے اور کبھی حقیقی نمونہ کے سوا ایک دوسرا نمونہ پیش آ جاتا لیکن حقیقت اصلیہ پر کامل انطباق رکھتا ہے اور پھر بعض وقت منطبق کرنے میں تامل کی ضرورت نہیں ہوتی اور بعض وقت بلا تامل پتا نہیں چلتا چنانچہ بعض غلط نتیجہ نکالنے کی وجہ سے ایسے مغالطے پڑتے ہیں کہ بعید از عقل و نقل ہوتے ہیں۔

عام طور پر جو کشف قلبی کیفیت سے معلوم ہوتا ہے کشف کہلاتا ہے اور اکثر صوفیائے کرام اسی آئینہ جہاں نما سے کام لیتے ہیں اور دنیا کی باریک سے باریک چیز اس میں اپنے اصلی رنگ و روپ میں دکھائی دیتی ہے۔ کشف صدور، کشف قبور، کشف حقائق و معارف تمام اسی کے حصے بخرے ہیں اور عام سالکین اسی حصے میں ہوتے ہیں۔

لیکن فراست صادقہ وہ قلبی کیفیت سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ حس ہائے ظاہرہ میں اتنی قوت آ جاتی ہے کہ ظاہری آنکھوں کے ذریعہ دور کی چیز قریب، اندر کی چیز باہر بلکہ روح جیسی لطیف چیز اپنی پوری صورت میں سامنے آ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور خد و خال حقیقت تک کا شائبہ نہیں رہتا۔ عارف کامل کے سوا یہ درجہ کسی دوسرے کو بمشکل حاصل ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں اپنے اندر لاکھوں کمال ذاتیہ اور وہبیہ رکھتے تھے۔ ان کشف کے اعلیٰ ترین مراتب سے بھی ممتاز تھے اور فراست صادقہ کے نور سے آپ کی آنکھیں وہ کچھ دیکھ پاتی تھیں جو سینکڑوں کوسوں دور یا جنہیں صدیوں کا زمانہ گزرے ہوتا۔ آپ کو کسی کے سینے کی تلاش کے لئے اپنے سینہ بے کینہ کی کیفیت دیکھنے کی نوبت بہت کم آتی بلکہ ہر سوالے روا جوابے کے مطابق تمام خیالات گزشتہ و آئندہ کا

جواب دھڑا دھڑ فرماتے جاتے۔ خواہ سننے والا، جاننے یا پہچانے یا نہ مگر آپ سرپٹ گھوڑے کی طرح وہاں جا دم لیتے جہاں تخیل کا میدان ختم ہو جاتا یا جس کے ظہور کے لئے کارکنانِ قضا کی مصلحت نہ دیکھتے۔

متاخرین میں سے کسی کو اس درجہ کا مکاشفہ نہیں ملا البتہ متقدمین میں ایسے بزرگ ہو گزرے ہیں جو اس دولت سے ممتاز تھے، جو سلوک کے تمام منازل کو سالک کے بیان کرنے کے سوا حرف بحرف دیکھ پاتے اور باریک سے باریک لغزش کو دیکھ کر تنبیہ فرماتے۔

جو دوست حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف رکھتے ہیں ان کو اپنی حاضری میں ایک سے زیادہ ایسے واقعات معلوم ہوئے ہوں گے جو اس باب مکاشفہ کی جان ہیں لیکن نمونۃً حضرت مؤلف سلمہ نے چند لکھ دیئے ورنہ آپ کا کوئی ذکر، کوئی حال کوئی واقعہ ایسا نہیں جس میں سے مکاشفہ کی تیز خوشبو نہ اٹھتی ہو اور تسلیم کے بغیر کوئی چارہ ہو۔

گزشتہ زمانہ میں کشف کو کوئی اہمیت نہ تھی بلکہ ہر سالک کے لئے کچھ نہ کچھ اس کا حصہ تسلیم کیا جاتا تھا لیکن موجودہ دور میں جبکہ زمانے نے تصوف اور روحانیت سے بالکل پیٹھ پھیر لی، یہ کشفی کیفیت بھی ایک نہایت بلند اہمیت رکھتی ہے بلکہ موجودہ دور کے فرنگی تعلیم یافتہ تو بالکلیہ اس کے منکر ہو بیٹھے لیکن حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجود باجود نے یہ شکوک تمام رفع کر دیئے اور بہت سے انگریزی تربیت یافتہ، سائنس دانوں، دہریوں اور نفسیات کے ماہروں نے بچشم خود دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کیا۔ دلائل لاکھوں ہیں لیکن مشاہدہ کے بعد دلائل بے کار ہو جاتے ہیں:

آفتاب آمد دلیل آفتاب

شرعی و عقلی دلائل برائے منکرین وجودِ مکاشفات

کشف کے اثبات میں دلائل

قرآن، حدیث اقوال صحابہ وصوفیائے عظام

(مؤلف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے اس آیت شریف کے معنی پوچھے تھے کہ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ط (۲۲:۳۹)۔ اس آیت میں شرح کیا شے ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کشادگی نور ہے جبکہ دل میں ڈالا جاتا ہے تو سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور فرمایا اتقوا عن فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ قال الله

تعالیٰ: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (۲:۶۵'۳) یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ پاک اس کو شکوک اور شبہات سے نکال کر ایسا علم عنایت کرتا ہے جس کو اس نے نہیں سیکھا ہے اور ایسی عظمت بخشتا ہے کہ جس کا اس کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔ وقال اللہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (۲۹:۸) یہاں مراد فرقان سے ایک نور ہے جو حق اور باطل کو الگ کر دکھاتا ہے اور شکوک وشبہات سے نکال دیتا ہے اس لئے نبی کریم ﷺ اپنی دعا میں نور کے حاصل ہونے کا بہت سوال بارگاہِ الٰہی میں کیا کرتے تھے اور فرماتے: اللھم اعطی نورًا وزدنی نورًا وجعل فی قلبی نورًا وفی قبری نورًا وفی سمعی نورًا وفی بصری نورًا وفی شعری نورًا وفی بشری نورًا وفی لحمی ودمی وعظامی نورًا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من عمل بما علم ورثه الله اعلم بمالم یعلم یعنی علم پر عمل کرنے سے بے سیکھا ہوا علم حاصل ہوتا ہے۔

اقوال

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن ایک پردۂ باریک کے پیچھے سے اللہ رب العزت کے نور سے دیکھتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا: انما هما اخواك اختاك چونکہ ان کی بی بی حاملہ تھیں اور ولادت سے پہلے ہی آپ کو معلوم ہو گیا کہ بیٹی پیدا ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اثنائے خطبہ میں کہا تھا یاسارية الجبل الجبل بارہ سو میل کا معاملہ آپ پر منکشف ہو گیا اور جس کی آپ نے آگاہی فرما کر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو خبردار کیا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اتفاقاً ایسا ہوا کہ راہ میں ایک عورت پر میری نظر پڑی تھی۔ میں نے قدرے اس کے حسن میں تامل کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ تم میں سے کوئی شخص میرے پاس آتا ہے۔ اس کی آنکھوں پر اثر زنا کا ظاہر ہوتا ہے۔ کیا نہیں جانتے کہ آنکھوں کا زنا نظر کرنا ہے۔ اسے چاہئے کہ توبہ کرے ورنہ میں اس کو تعزیر دوں گا۔ تب میں نے آپ سے عرض کی کہ کیا بعد آنحضرت ﷺ کے پھر وحی آنے لگی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ تو بصیرت اور برہان اور فراست صادقہ ہے۔

اگر کسی نے زیادہ دیکھنا ہو تو بستان العارفین میں دیکھ لے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کشفی حالات

دو شخصوں نے بندہ سے بیان کیا کہ ہم جب شرقپور شریف روانہ ہوئے تو جب لاہور میں اڈا موڑ متصل

ہیرا منڈی پہنچے، اس وقت کوئی موٹر تیار نہ تھی، ہم ٹبی بازار کی طرف چلے گئے اور وہاں بازاری عورتوں کی طرف دیکھتے رہے اور آپس میں کچھ مذاق اڑاتے رہے۔ اتنے میں موٹر تیار ہوگئی۔ سوار ہو کر شرقپور شریف حاضر خدمت ہوئے۔ وہاں آپ کی بیٹھک میں پہنچ کر دو زانو مؤدب سر کو جھکا کر بیٹھ گئے۔ آپ تشریف لائے اور ہمارے سروں کو اٹھا کر آنکھوں کی پلکیں الٹ کر دیکھا اور غصہ سے فرمایا وہاں کیا دیکھتے آئے ہیں اور یہاں مکر بنا کر کس طرح بیٹھے ہیں۔ یہ آپ کا فرمانا ہی تھا کہ ہم دونوں کے بدن میں لرزہ ہوگیا اور چھکے چھوٹ گئے اور سینہ بھی ہلنے لگا۔

دیگر

مستری دین محمد کا بیان ہے کہ ہم ایک دفعہ اپنے امام مسجد کے ہمراہ شرقپور شریف روانہ ہوئے۔ امام مسجد نے کہا کہ ہم براستہ لاہور جائیں کیونکہ خرچ ہمارے پاس کم ہے۔ خیر جب جائیں گے تو حضرت میاں صاحب خرچ دیں گے اور ایک رات وہاں ٹھہریں گے۔ جب ہم شرقپور شریف پہنچے اور آپ کا نیاز حاصل کیا تو آپ نے فرمایا کتنے روز ٹھہرو گے۔ عرض کی جتنے دن آپ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا تمہارا ارادہ تو ایک رات رہنے کا ہے۔ پھر ایسا کہنے کی کیا ضرورت، تم چلے جاؤ۔ پھر آپ نے گھر سے پوچھا کہ روٹی تیار ہے۔ جواب ملا روٹی تیار ہے مگر سالن نہیں تیار۔ پھر آپ نے فرمایا خیر لاہور جا کر کھانا۔ اس کے بعد آپ ہمارے ہمراہ شہر کے دروازے تک تشریف لائے اور جیب سے دو چونیاں نکالیں اور اصرار کر کے آپ نے ہم کو دے دیں اور واپس تشریف لے گئے۔ ہم موٹر پر پہنچے تو بعدہ روشن دین آیا جو آپ نے ہی بھیجا تھا۔ اس نے آ کر دو روپے میرے ہاتھ میں دے دیئے۔ ہم نے پوچھا کہ کچھ منگوانا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میاں صاحب نے یہ تم کو لاہور تک کرایہ بھیجا ہے۔ سبحان اللہ

قاضی ضیاء الدین صاحب سلمہ اللہ لاہور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں مع چند ہمراہیوں کے شرقپور شریف آپ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ راستہ میں سخت بخار ہوگیا۔ شام کے وقت مسجد میں بعد جماعت پہنچا۔ نماز کے بعد حسب معمول کھانا کھایا اور نماز عشاء سے فارغ ہو کر ارادہ قدم بوسی کا تھا مگر بوجہ شدت بخار کے حاضر خدمت ہونے میں دیر ہوگئی۔ اتنے میں کسی صاحب نے آ کر فرمایا: حضور اقدس تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ اس ارشاد پر ہم حاضر خدمت ہو کر زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی بخار کا نام ونشان نہ رہا۔ انہیں ایام میں آپ کی والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کا وصال ہوا تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ فاتحہ حسب رواج حضور سے عرض کر کے پڑھیں مگر آپ نے پہلے ہی فرما دیا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارا کوئی فوت ہی نہیں ہوا تو آپ فاتحہ کس کی پڑھیں گے اور آپ بڑی خوشی اور تبسم سے گفتگو فرما رہے تھے اور ظاہرداری اور

رسمی باتوں کو بہت معیوب جانتے تھے۔

قاضی ضیاء الدین صاحب مذکور ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دل میں کچھ قرضہ کی تشویش تھی مگر عرض نہ کر سکے۔ رخصت کے وقت آپ نے فرمایا: تمہارے ذمے کچھ قرضہ تو نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ حضرت تین صد روپیہ قرض ہے۔ فرمایا: خداوند کریم اپنے فضل سے ادا کر دے گا۔ فکر نہ کرو بفضل تعالیٰ چند ماہ میں قرضہ ادا ہو گیا اور پتا نہ لگا۔ خداوند تعالیٰ نے ان حضرات کو کیا شان بخشی ہے۔

نیز قاضی ضیاء الدین صاحب مذکور کا بیان ہے کہ عزیز محمد سردار خاں جو میرا برادر زادہ عزیز ہے۔ وہ بھی کئی بار میرے ساتھ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا رہا۔ حضور والا اس کو وعظ و نصیحت' نماز اور داڑھی وغیرہ کا فرماتے رہے اور ایک دفعہ اسے سینہ نوری خزینہ سے بھی لگایا۔ باوجود اس کے وہ نماز میں کم توجہ کرتا اور خود کہا کرتا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا اور اپنے آپ کو ملامت کرتا۔ تھوڑے ہی دنوں کا ذکر ہے اس نے کہا کہ میں نے خواب میں ایک بڑا جلسہ بزرگانِ دین کا دیکھا ہے۔ حضرت میاں صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ مجھے فرما رہے تھے کہ بزرگو کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کی حضور نے مجھے شناخت نہیں کیا۔ میں قاضی ضیاء الدین صاحب کے بھائی کا بیٹا ہوں۔ آپ نے مجھے سینہ انور سے لگایا اور وعظ و نصیحت حسب عادت شریف فرمائی۔ اس کے بعد وہ با قاعدہ نماز پڑھتا ہے اور داڑھی رکھنے کا خیال اسے ہے۔ اس پر بڑا ہی اثر طاری ہوا ہے۔

ایک روز بندہ آپ کے ہمراہ جنگل میں گیا۔ چلتے چلتے فرمایا ''پھٹے منہ، پھٹے منہ'' بندہ نے آپ کی طرف دیکھا تو فرمایا یہ دل صاف صاف نہیں بتاتا کہ فلاں شخص اس طرف سے آ رہا ہے۔

بندہ ایک روز شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے ایک کشف کا اظہار فرمایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میری چارپائی کو آسمان کی طرف لے جا رہے ہیں۔ میں نے بے قرار ہو کر دیکھا کہ میرے یار بھی میرے ہمراہ ہیں۔ یا نہیں۔ دیکھا تو کسی نے چارپائی کا پایہ پکڑا ہوا ہے۔ کسی نے پائنتی پکڑی ہوئی ہے۔ کسی نے باہی کو پکڑا ہوا ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔

تعلقاتِ روحانی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنی مسجد شرقپور شریف میں تشریف فرما تھے، مسجد بھی ابھی نئی بنی تھی۔ آپ نے حاجی عبدالرحمن صاحب سے فرمایا کچھ دیکھا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا: ''دیکھ لو گے''۔ چنانچہ چند منٹ کے بعد حاجی صاحب نے عرض کی کہ دیکھ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا دیکھا ہے۔ انہوں نے جواباً عرض کی کہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ بندہ بھی اس وقت حاضر خدمت تھا۔

حکیم احمد علی صاحب کا بیان ہے کہ خاکسار ایک دفعہ شرقپور شریف میں حضور کی خدمت میں مراقب بیٹھا

ہوا تھا۔ اسی نیم خوابی کی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی زینہ میں سے بہت بری طرح گری ہے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر میں سخت گھبراہٹ کی حالت میں اٹھا تو آپ نے فوراً فرمایا حکیم صاحب گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، خدا کا فضل ہے، کوئی چوٹ نہیں آئی مگر آپ کا دل شاید نہ ٹھہرے۔ اجازت ہے۔ قصور چلے جاؤ۔ مجھے تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ الحمدللہ چوٹ تو نہیں آئی۔ جب میں قصور آیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت زینہ پر سے اترتے ہوئے درمیان میں پاؤں اکھڑا اور گرتے ہوئے آٹھویں سیڑھی سے نیچے آ گری تھی مگر انہوں نے بیان کیا کہ میں گرنے کی حالت میں سخت بے ہوش ہوگئی اور جب میں نیچے کے زینہ پر آ پڑی تو ایسا معلوم ہوا کہ جس طرح کسی نے اوپر سے اٹھا کر نیچے لا رکھا ہے۔

میاں محمد جعفر علی صاحب ولد میاں ولی محمد صاحب سکنہ اچے لدھیکے علاقہ قصور ہیڈ ماسٹر مڈل سکول لدھیکے کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حسب عادت گاؤں سے شرقپور شریف تیار ہوا اور دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ جا کر حضرت صاحب سے جمعہ کے مسائل مفصل دریافت کروں گا۔ جب وہاں حاضر خدمت ہوا تو باوجود دو روز حاضر خدمت رہنے کے بھی وہ خیال بالکل بھول گیا۔ رخصت کرنے کے وقت حضرت صاحب نے بندہ کو جتلایا وہ کیا بات تھی جو تم گاؤں سے چلتے وقت کہتے تھے کہ دریافت کروں گا۔ آپ کے جتلانے پر بھی مجھ کو یاد نہ آئی۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر سہی۔ جب دوسری دفعہ بندہ حاضر خدمت ہوا تو بندہ کو وہ خیال یاد تھا لیکن بندہ کے بیٹھک میں پہنچتے ہی حضرت صاحب نے ایک دوسرے کے ساتھ مخاطب ہو کر جمعہ کے متعلق تمام مسائل فرما دیئے۔ بندہ کے دل کو پوری تسلی ہوگئی۔

دیگر عرض اینکہ۔ ایک دفعہ ہم دس بارہ آدمی گاؤں سے تیار ہو کر شرقپور شریف جا رہے تھے۔ جب موضع چوہنگاں پر پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ ہمارا خیال ہوا کہ یہاں ہی ٹھہر جائیں کیونکہ یہاں ہر ایک آدمی کے بہت رشتہ دار رہتے تھے۔ آپس میں بطور مذاق یہ خیال کرنے لگے کہ آج اس گھر میں مہمان رہنا چاہئے جو سب سے اچھی طرح خاطر مدارات کرے۔ چنانچہ اسی خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک رشتہ دار کے گھر چلے گئے اور رات گزاری۔ صبح اٹھ کر شرقپور شریف پہنچ گئے۔ حضرت صاحب قبلہ نے بندہ کو علیحدہ بلا کر سخت تنبیہ کی کہ آئندہ ایسا کھانے اور پینے کا خیال راستہ میں مت کیا کرو۔ سیدھا گاؤں سے چل کر یہاں پہنچ جایا کرو اور یہاں سے واپس گاؤں کو چلے جایا کرو۔ راستہ میں ٹھہر کر ایسے خیال مت کیا کرو۔

میاں عبداللہ سکنہ ہرچوکی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں ایک طالب علم کے ہمراہ شرقپور شریف جا رہا تھا۔ طالب علم کا دل مکئی کا کھیت دیکھ کر چھلیوں اور سٹوں کو للچایا۔ میں نے کہا یہاں کھیت کا مالک نہیں ہے ورنہ لے لیتے۔ خیر جب حاضر خدمت ہوئے اور بیٹھک پر پہنچے تو آپ نے ایک برتن مکئی کی چھلیوں کا بھرا ہوا جو پکائی

ہوئی تھیں لے آئے اور فرمایا اس کو کھالو۔ طالب علم دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ کھانے کے دوران میں پاس گلی میں ایک جامن فروش نے آواز دی۔ طالب علم نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر جامن بھی اس وقت موجود ہوتے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ آپ نے ایک تھالی جامنوں کی بھری ہوئی گھر کی کھڑکی سے نکال کر دے دی اور کھانے کا بھی حکم کیا۔ بعد میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آدمی کو ہر وقت کھانے کا خیال ہی نہیں کرنا چاہئے۔ کچھ اللہ اللہ کی طرف خیال کرنا چاہئے۔

خلقِ عظیم

حکیم محمد علی صاحب سکنہ بلو کی کا بیان ہے۔ ایک دفعہ ایک مریض مخبوط الحواس کو اس کے وارث حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹھک پر چھوڑ کر چلے گئے۔ جب آپ حسب دستور تشریف لائے اور موافق معمول ایک ایک کر کے سب کی احوال پرسی کی تو مریض نے سوائے سکوت کے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے اس کے وارثوں کو تلاش کیا۔ وہ نہ ملے۔ آخر آپ نے اس پر چند یوم توجہ فرمائی اور اپنے ہاتھوں کھانا کھلا دیتے۔ چنانچہ وہ چند یوم میں بھلا چنگا ہو گیا۔

طے ارض کا نمونہ

اور بیان کیا کہ ایک شخص نے ذکر کیا کہ میں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہو کر گھر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اس وقت آفتاب غروب ہونے کو تھا اور سفر بھی دور کا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: وقت تو تنگ ہے، اگر جانا ہی ہے تو فلاں اسم پڑھتے جانا۔ خداوند تعالیٰ کے دست قدرت میں سب کچھ ہے۔ وہ پہنچا دے گا۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اس سرعت سے وہ سفر طے کیا کہ تیز رو سواری بھی اتنی جلدی نہیں کر سکتی۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ تمام دوست پہلے چل بسے، اب تو میں بھی تیار ہوں۔ کوئی دیر نہیں۔ یوں تو آپ سے جب بھی ملاقات ہوتی یہ فقرہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلتا مگر آپ کی عمر کے آخری سال میں تو آپ متعدد مثالوں سے واضح کرتے تھے کہ میں اب جانے والا ہوں۔ مگر یہ دنیا کا حجاب ایسا ہے کہ پتا نہیں لگنے دیتا اور اسی شخص کا بیان ہے کہ میرے اخوان صاحب حکیم ولی محمد آپ کا شرف زیارت حاصل کرنے کی غرض سے (جو کہ اپنے والد کی زبانی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف اندوز ہوئے تھے) حاضر ہوئے تو فقط السلام علیکم کر کے بیٹھ گئے۔ تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان گوہر فشاں سے یوں گویا ہوئے کہ ہمارے دادا صاحب کے پاس ایک شخص پیر بخش نامی پڑھا کرتا تھا جس سے مجھ کو از حد محبت تھی۔ میرا دل اس کے ملنے کو ہمیشہ چاہتا تھا مگر پتا نہیں خدا جانے وہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔ آپ کے اس معجز نما کلام سے اخوان

صاحب بہت ہی محظوظ ہوئے اور عرض کی کہ یا حضرت یہ خادم اسی پیر بخش کا ہی لڑکا ہے۔آپ نے اسے پکڑ کر سینے سے لگالیا اور بہت شفقت اور محبت کی اور ارشاد و تلقین سے مشرف فرمایا۔

میاں امام الدین صاحب سکنہ موہلن وال کا بیان ہے کہ آپ ایک دفعہ قصبہ موہلن وال تشریف لائے اور بیٹھے بیٹھے شرقپور شریف بھاگ کر چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کی دادی صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

اور انہی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جو پھر آپ موہلن وال تشریف لائے اور بیٹھے ہی تھے کہ بے قرار ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔یافت کیا تو فرمایا: حضرت صاحب نے یاد فرمایا ہے اور یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔



باب 11

کرامات

حضرت قبلہ مرشدم رحمۃ اللہ علیہ کی انتقائے انا اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ بشری خواص بالکلیہ زائل ہو چکے تھے۔ محبت کی بھٹی نے ایک ذرہ بھی خودی کا آپ کی ذات میں نہ چھوڑا تھا بلکہ سراسر عجز و نیاز آپ کی ذات بابرکات ہو چکی تھی۔

کرامات کا ظہور دو وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ اول اضطراری کہ ظاہری وجود سے کوئی امر عارف کی ذات پاک کے لئے باعث اضطرار ہو جاتا ہے اور اس اضطرار میں کرامت کا ظہور محض من جانب اللہ ہو جاتا ہے جس میں عارف کی ذات کو دخل نہیں ہوتا۔ دوئم اختیاری کہ عارف کامل کی ذات خود بخود ایک امر ناممکن الوجود کی خواہش پر اتر آتی ہے اور اس کی حقیقت جامع اس امر ناممکن الوقوع کے وقوع میں منہمک ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ذات باری عز اسمہ اس کو قوع اور وجود کا جامہ پہنا دیتی ہے اور خلق اللہ پر اپنے اولیاء کی ایک حجت تم فرماتی ہے۔

حضرت قبلہ عالم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بتمامہ کرامات تھی۔ ہر واقعہ میں کوئی نہ کوئی کرامتی صورت موجود ہے لیکن اس میں خودی یا خودنمائی کا دخل نہیں تھا بلکہ بعض اوقات محبت کا جذبہ صادقہ آپ کو کسی خاص امر میں منہمک کر دیتا تھا اور بعض وقت کسی کی بے کسی پر اضطرار پیدا ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے کرامات ظہور میں آجاتی تھیں مگر دل کو ذاتی طور پر اس سے کمال نفرت تھی بلکہ کرامت کا نام سننا بھی گوارا نہ فرماتے تھے۔ کبھی کسی مجلس میں عام طور کسی کی کرامت کا ذکر نہ فرماتے بلکہ بعض وقت بے ساختہ وعظ میں یہ الفاظ نکل جاتے کہ "ہم تو فقر وقر جانتے نہیں" (یعنی پسند نہیں کرتے) بلکہ ہم تو مسلمان ہیں اور اسلام رکھنا پسند کرتے ہیں" اور معلوم نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا کہ مسلمان نہیں بنتے اور خوامخواہ فقیر بنے پھرتے ہیں۔ اس میں رکھا کیا ہے کہ اس کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کسی کی التجاء پر بھی دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھاتے۔ ہاں جب قلبی جذبات سے متاثر ہو جاتے

تو بے اختیار ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الوہیت کی طرف متوجہ ہو بیٹھتے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا کہ کبھی بارگاہ ربوبیت سے تہی دست نہ لوٹتے۔ بسا اوقات بے ساختہ جو کچھ منہ سے نکل جاتا وہی ہو کر رہتا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

جن کرامات کو حضرت مؤلف سلمہ اللہ نے دکھایا ہے اس سے بڑھ کر دیگر اذکار کے اندر صاحب نظر کو ملیں گی بلکہ یہ تو عام مذاق کے لئے چند ایک کا ذکر کیا گیا۔

دلائل شرعیہ، کتاب اللہ سے ثبوت

قرآن شریف کی بہت سی آیات سے کرامات اولیاء اللہ رحمہم اللہ علیہم کے برحق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں سے چند ایک اجمالاً درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ سورۂ آل عمران میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (۳:۳۷) یعنی جب کبھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں موجود پاتے اور یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں؟ وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے۔ اہل تفسیر لکھتے ہیں کہ حضرت مریم کے پاس گرمیوں میں جاڑے کے اور جاڑے میں گرمیوں کے میوے دیکھے جاتے اور حضرت مریم نبی نہیں تھیں لہٰذا یہ آیت کرامات اولیاء اللہ کے منکرین پر قوی حجت ہے۔

دوسری دلیل سورۃ النمل میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے آصف کی کرامت کی خبر دی ہے۔ وہ اس طرح کہ سلیمان علیہ السلام کو جب اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ بلقیس کے تخت کو اس کے آدمیوں کے آنے سے قبل لا حاضر کیا جائے اور مشیت ایزدی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ آصف کی عظمت اور بزرگی اور شرافت و کرامت لوگوں پر ظاہر کرے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دربار کو مخاطب کر کے کہا: اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ تم میں کوئی ایسا ہے جو اس بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آئیں، حاضر کر دے۔ تو ایک قوی ہیکل جن نے جواباً عرض کی کہ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ یعنی میں اس کو آپ کی خدمت میں قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں حاضر کر دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ اس پر آصف نے کہا کہ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ (۲۷:۳۸ تا ۴۰) میں اس کو آپ کے پاس آپ کے چشم زدن سے قبل لا سکتا ہوں۔ اس بات سے نہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام اور نہ آصف نے اس کو محال سمجھا لہٰذا یہ آصف کی کرامت تھی۔ معجزہ تو ہو نہیں سکتا کیونکہ آصف پیغمبر نہ تھا۔ یہ بھی منکرین کرامت پر حجت ہے۔

تیسری سورۃ الکھف میں اصحاب کہف کا قصہ کتے کا ان سے باتیں کرنا، ان کا تین سونو (۳۰۹) برس تک غار میں سوتے رہنا اور دائیں بائیں کروٹیں بدلنا وغیرہ بڑے زور سے مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط (۱۸:۱۸) اور ہم ان کو کبھی دہنی طرف اور کبھی بائیں طرف کروٹ دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ اس کے اگلے رکوع میں ہے وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (۲۵:۱۸) اور وہ لوگ غار میں تین سونو برس تک رہے۔ یہ سب باتیں کرامات ہی ہیں اور منکرین پر زبردست حجت ہے۔

کرامات کا احادیث سے ثبوت

احادیث کی کتابوں میں تو بہت کثرت کے ساتھ ثبوت ملتا ہے چنانچہ ان میں سے چند ایک درج ذیل کی جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا کہ ایک روز صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! پہلے لوگوں کے عجائبات میں سے کچھ بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: ایک دفعہ تین آدمی جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں انہیں بارش نے آگھیرا۔ بارش سے بچنے کی غرض سے وہ پہاڑ کے اندر ایک غار میں جا چھپے۔ اتنے میں ایک بڑا بھاری پتھر پہاڑ سے غار کے آگے گرا جس سے غار کا منہ بالکل بند ہو گیا۔ انہوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو کہا کہ بھائی اپنے اپنے ان اعمال کا جو ریا سے بالکل پاک اور مبرا ہوں، وسیلہ پکڑ کر خدا تعالیٰ سے التجا کرو کہ وہ اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ! میرے ماں اور باپ دونوں بہت بوڑھے اور ضعیف تھے اور میرے ننھے ننھے بچے بھی تھے، میں بکریاں چرایا کرتا تھا کہ ان کا دودھ بچوں اور والدین کو پلایا کروں۔ دن بھر بکریاں چرانے کے بعد میں شام کو ان کے پاس جاتا۔ دودھ نکال کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا، پھر اپنے بچوں کو دیتا۔ اتفاقاً ایک دن میں اپنی بکریوں کو چرانے کے لئے دور لے گیا۔ جب گھر واپس آیا تو شام ہو چکی تھی۔ میرے والدین سو رہے تھے۔ میں حسب معمول دودھ نکال کر ایک برتن میں ان کے پاس لایا اور چارپائی کے پاس کھڑا رہا۔ میں نے ان کو بیدار کرنا پسند نہ کیا۔ باوجود اس امر کے کہ میرے بچے پاس کھڑے بھوک کے مارے روتے اور چلاتے تھے لیکن میں نے اس بات کو بھی برا جانا کہ ان سے پہلے اپنی اولاد کو دودھ پلاؤں۔ میں اسی حالت میں کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پس اے مولا اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیری رضا کا طالب ہو کر کیا تھا تو اس غار کے منہ سے پتھر کو اس قدر ہٹا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور پتھر کو اس قدر ہٹا دیا کہ آسمان انہیں دکھائی دینے لگا۔

اس کے بعد دوسرے شخص نے کہا: اے میرے مولا کریم میرے چچا کی ایک بیٹی تھی۔ میں اس کی محبت میں از حد مبتلا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ صحبت کرنے کی خواہش کی اور کسی شخص کو اسے بلانے کی غرض سے بھیجا۔ لڑکی نے اس امر سے انکار کیا اور کہلا بھیجا کہ پہلے سو دینار لائے۔ چنانچہ میں نے کسب و کار کر کے سو دینار جمع کئے اور وہ اس کے پاس لے لیا۔ پس جب میں نیت فاسدہ سے اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اے خدا کے بندے! اللہ سے ڈر اور میری امانت کو نہ کھول۔ چنانچہ میں ان الفاظ سے متاثر ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اے رب العالمین اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیری رضامندی کے حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو اس غار کے منہ کو اور کشادہ فرما دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد تیسرے صاحب نے کہا کہ یا الٰہی! میں نے ایک مزدور کو چاولوں کی ایک معین مقدار دینے کا وعدہ کر کے مزدوری پر لگایا تھا۔ جب وہ مزدور اپنا کام ختم کر چکا تو اس نے کہا کہ اب مجھے میرا حق دے دو۔ میں نے اس کا حق اسے پیش کیا مگر وہ چھوڑ کر چلا گیا۔ میں ہمیشہ ان چاولوں سے زراعت کرتا رہا چنانچہ مں نے ان چاولوں کی آمدنی سے بیل خریدے۔ بعد میں ان کے چرنے کے لئے آدمی بھی حاصل کئے۔ ایک مدت بعد وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا خدا سے ڈر ورمجھ پر ظلم نہ کر۔ مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا جا وہ بیل اور ان کے چرانے والے تیرے ہیں۔ انہیں لے جا۔ یہ سب تیرا حق ہے۔ مزدور نے کہا خدا سے خوف کر اور مجھ سے ہنسی نہ کر۔ میں نے جواب دیا کہ میں ہرگز تمسخر نہیں کرتا۔ یہ سب بیل اور ان کے چرانے والے تیرے ہی ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر چلا گیا۔ پس اے خدا! اگر تیرے علم میں میں نے یہ کام تیری خوشنودی کا طالب ہو کر خالص تیرے ہی لئے کیا تھا تو تو غار کے منہ کا باقی حصہ بھی کھول دے۔ چنانچہ اس کی التجاء کو بارگاہِ خداوندی نے شرف قبولیت بخشا اور غار کا منہ کھل گیا اور انہوں نے اس ناگہانی مصیبت سے نجات پائی۔ یہ واقعہ بھی خرق عادت اور کرامت تھا کیونکہ وہ تینوں آدمی نبی نہ تھے۔

دلیل دیگر۔ دوسری حدیث شریف جریج راہب کی ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب درویش تھا جس کا نام جریج تھا۔ یہ شخص نہایت ہی متقی اور پرہیزگار اور عابد تھا۔ اس کی ماں پردہ نشین تھی۔ وہ ایک دن اپنے بیٹے کے دیکھنے کو آئی چونکہ اس وقت وہ نماز میں مشغول تھا اس لئے اپنے حجرے کا دروازہ نہ کھولا۔ وہ لوٹ گئی۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی آئی اور بے نیلِ مرام واپس گئی۔ آخر ماں نے تنگ دل ہو کر کہا خدایا میرے بیٹے کو رسوا کر اور میرے حق کے سبب اس کو پکڑ۔ اس زمانہ میں ایک اور بھی بدکار عورت تھی۔ اس نے کہا کہ میں جریج کو گمراہ کر دوں گی۔ چنانچہ اسی غرض سے اس کے حجرے میں گئی۔ جریج نے ادھر توجہ نہ کی (پھر راستہ میں اس نے ایک چرواہے کے ساتھ صحبت کی

اور حاملہ ہو گئی) جب شہر میں آئی اور کچھ عرصہ کے بعد کہنے لگی یہ مجھے جریج کا حمل ہے۔ جب اس نے بچہ جنا۔ لوگوں نے جریج کے عبادت خانہ کا قصد کیا اور اس کو پکڑ کر مار کر بادشاہ کے پاس لائے۔ جریج نے کہا کہ بچے تیرا باپ کون ہے۔ بچے نے کہا میری ماں نے تم پر افترا کیا ہے۔ میرا باپ تو چرواہا ہے۔ یہ حدیث بھی منکرین کرامت پر قوی حجت ہے۔ اسی طرح کئی واقعات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جو پچھلے کشف کے مضمون پر آچکے ہیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیم شب کے وقت بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہ تھانے دار نے جو گشت پر تھا، آپ کو آواز دی اور آپ نے جواب نہ دیا۔ سپاہیوں کو تھانیدار نے حکم دیا کہ اس شخص کو پکڑ کر لاؤ۔ سپاہی آپ کو لے گئے۔ سپاہیوں نے تھانیدار کو کہا کہ یہ تو میاں صاحب سائیں لوگ ہیں۔ اس نے کہا تم نہیں جانتے یہ وہ لوگ ہیں جو چوروں اور ڈاکوؤں کے جھالو (سنبھالنے والے) ہیں۔ وہ تھانیدار مذہباً سکھ تھا۔ آپ کو کچھ نہ کہا اور آپ اپنے مکان پر چلے گئے۔ دوسرے روز آپ آغا سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے کے لئے پشاور تشریف لے گئے۔ دوسری رات شرقپور میں چوروں نے تھانیدار کا ہی گھر لوٹ لیا۔ پھر وہ تھانیدار آپ کا معتقد ہو گیا اور جب تک شرقپور شریف رہا حاضر خدمت ہوتا رہا۔

اولیاء اللہ اور کرامات

میرا بلکہ کافۃ المسلمین کا یہ اعتقاد ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ اولیاء اللہ سے کرامات کا ظہور برحق ہے۔ آج کل اس کے برخلاف رہ رہ کر غل مچایا جاتا ہے کہ موجودہ سائنس معجزات و کرامات کی بیخ کنی کئے ڈالتی ہے لیکن میرا تو اعتقاد ہے کہ موجودہ حالت میں سائنس کرامت کے ابطال کے عوض ان کی تصدیق و تائید کر رہی ہے۔

گزشتہ زمانہ میں فلسفی اپنی سمجھ سے بالا اور عقل سے مستبعد باتوں کو محال کر دیا کرتے تھے لیکن اب تو انسانی دقیقہ رسی نے ایسے ایسے کرشمے کر دکھلائے ہیں اور ان کی بدولت ایسے ایسے عجیب و غریب خاصیتوں کا پتا لگ جاتا ہے کہ موجودہ علمائے سائنس نے ان کو ممکن تسلیم کر لیا ہے۔

اب سب سے قابل غور طلب امر یہ ہے کہ کرامت کس شے کا نام ہے؟ ہم کرامت ممتنع عقلی چیز کے ظہور پذیر ہونے کو نہیں کہتے۔ چونکہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ دو اور دو مل کر چار ہی ہوں گے، پانچ نہیں ہو سکتے۔ شریک باری نہیں ہو سکتا۔ ہمارے ہاں جتنی کرامتیں مانی جاتی ہیں جن کا ظہور اکثر اولیاء اللہ سے ہوتا رہتا ہے وہ صرف دو قسم کی ہیں:

وہ جن کو مکاشفہ اور دل کے حالات معلوم کر لینے سے تعلق ہے۔
دوسرا وہ جن کو روحانی تصرف اور باطنی قوت کا اثر ڈالنے سے علاقہ ہے۔

بزرگوں کے حالات میں اب غور کرنے سے صرف ہر دو قسم کی کرامتیں نظر آتی ہیں۔ مطالعہ سے یہ حقیقت خوب اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ کبھی انہوں نے کسی کے دل کا حال بیان کر دیا یا کسی غیر مقام یا کسی غیر شہر کے بعض واقعات بتا دیئے یا زیادہ سے زیادہ کسی ہونے والے واقعہ کی خبر دے دی اور یہ بھی دیکھیں گے کہ انہوں نے کسی کا دل کسی کام یا کسی شخص کی طرف سے پھیر دیا یا کسی کو کسی کام میں کامیاب یا کسی شخص یا کسی جماعت پر غالب کر دیا۔ کسی مریض کو اچھا کیا یا کسی روح سے ملاقات کرا دی وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی چیز غیر ممکن نہیں ہے اور نہ ہی ان کو کوئی صاحب عقل محال اور ممتنع کہہ سکتا ہے۔ رہی اتنی بات کہ ان کاموں کے ظاہری اسباب نظر نہیں آتے اور علت و معلول کا سلسلہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔

بخوبی ظاہر ہے کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ ایسے کاموں کو ظاہری تدابیر سے کرتے بھی نہیں۔ وہ صرف اپنی روحانی قوت اور باطنی تصرف سے ان کاموں کو کرتے ہیں۔ لہٰذا تعجب نہ کرنا چاہئے۔ اگرچہ ان کے اسباب و عمل تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ جس کسی نے علم النفس پر تھوڑا سا بھی غور کیا ہے اور انسان میں جیسے جیسے عجیب و غریب قویٰ ودیعت کئے اور رکھے گئے ہیں ان کا مطالعہ کیا ہے اس کو اس بات کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہو سکتا کہ قویٰ باطنی کے ذریعہ سے مذکورہ بالا کمالات انسان میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

کرامات و معجزات کے منکرین نیچر نیچر کی بہت کچھ پکار کیا کرتے ہیں۔ ان کو اتنا علم نہیں کہ حقیقت میں نیچر ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو ہر دنیاوی معاملہ میں بھی اچھی طرح سمجھنا نہایت دشوار ہے۔ کسی معاملے کو چند روز یا فرض کیجئے چند برسوں تک ایک حالت پر دیکھنے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس کی دائمی وضع ہے اور اس کی فطرت ہی وہی ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جو ہزار ہا سال کے بعد بدل جایا کرتے ہیں۔ ایک پہاڑ ہزار ہا برس تک کھڑا رہتا ہے اور کبھی اتفاق سے پھٹ بھی جایا کرتا ہے۔ ایک زلزلہ کبھی ایک چشم زدن میں بڑے بڑے شہروں کو الٹ کر کسی اور طرف پھینک دیتا ہے۔ آسمان پر بعض کواکب یعنی ستارے ہزار ہا سال کے بعد نمودار ہوتے ہیں۔ ایک طبیب ہزار ہا مریضوں میں ایک دوا کے کسی خاص اثر کا تجربہ کرتا ہے اور پھر کوئی نہ کوئی ایسی صورت پیش آ جاتی ہے کہ ویسا ہی مرض ہے اور ویسی ہی تمام باتیں ہیں مگر اس کا اثر الٹا نمودار ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اب یہ کہ دنیا کی جس شے کو ہم نے طویل مدت تک ایک حالت پر دیکھا، وہ ہمیشہ اسی حالت پر رہے۔ اس کی فطرت ہی وہی ہے۔ یہ کہنا گویا کسی قدر ناتجربہ کاری اور کم فہمی کی دلیل ہے۔

چاند کو ہمیشہ آپ ایک سلسلے اور ترتیب کے ساتھ بڑھتے گھٹتے اور غائب ہو جاتے دیکھتے ہیں لیکن اس کو یہ

سمجھ لینا کہ اس کی اصل فطرت یہی ہے، بالکل کم عقلی ہے۔ ممکن ہے کہ دو چار ہزار برس کے بعد یا فرض کیجئے کہ عالم کی زندگی میں ایک ہی بار کوئی ایسا دورہ آئے کہ چاند بیچ سے کٹا اور شقوں میں بٹا ہوا نظر آئے۔ ممکن ہے کہ ایک سنگلاخ زمین جو صدیوں سے خشک چلی آتی ہے کسی کے عصا کی ہلکی سی چوٹ سے پھٹ جائے اور اس سے آب شیریں کا ایک چشمہ جاری ہو جائے۔ یہ تمام باتیں بتا رہی ہیں کہ کارخانہ قدرت کسی وضع کا پابند نہیں، نہ اس نے اپنا کوئی دستور العمل اور قانون بنا کے ہمارے ہاتھ میں دیا ہے اور نہ ہم اس کے قوانین کا صحیح طور پر پتا لگا سکتے ہیں۔ ہم کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے اور جو کچھ ہم دریافت کر سکتے ہیں وہ ایک محدود زمانہ کا تجربہ ہے اور اس کا بھی دارومدار محض ظنیات پر ہے۔

بہر حال اولیاء اللہ کی جملہ کرامات کو یا تو صفائی باطن سے علاقہ ہے یا باطنی تصرف سے۔ اولیاء اللہ ریاضت کی مشقت صرف اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ خدا کی طرف سچی توجہ پیدا ہو۔ نورِ وحدت کا اپنے اوپر انعکاس ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان کا مقصود بالذات یہ ہوتا ہے کہ خدا پرستی و خدا شناسی کے جذبات بڑھانے کے لئے دل و دماغ اور تمام قویٰ نفسانیہ کو اپنا تابع فرماں بنالیں۔ ان کی کوشش جب اس جانب متوجہ ہو جاتی ہے تو محض تزکیہ نفس و قوت نظر پر حکومت حاصل ہونے کے ضمن میں طبعاً ان میں تصرفات کی قوت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا اصلی مقصود ہرگز یہ نہیں ہوتا۔

لہٰذا ہمارے عارفان بابصیرت اور صاحب دلان پاک باطن سے اگر ضمنی اور اتفاقی طور پر ایسی کرامات ظاہر ہو جائیں تو کوئی تعجب اور حیرت کی بات نہیں ہے اور ان کو خلاف نیچر نہیں کہا جا سکتا۔

ہاں آخر میں اس غلطی کا بھی ازالہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی شخص کی ولایت کو ثابت کرنے کے لئے یہ لازمی نہیں کہ اس سے خوارق کا ظہور ہو۔

شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے بزرگ صوفی اور تین لاکھ احادیث کے حافظ تھے، فرماتے ہیں کہ اگر تو دریا پر بغیر کشتی کے چل سکتا ہے تو تیری وقعت ایک خس کے تنکے سے بڑھ کر نہیں۔ اگر تو ہوا میں بھی پرواز کر سکتا ہے تو تو ایک مکھی سے زیادہ عزت حاصل نہیں کر سکا۔ دل کو قابو میں لاتا کہ تو آدمی بن جائے۔

خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں تصریح فرمائی ہے کہ خارق عادت کا معرض ظہور میں آنا کرامت اور ولایت کی دلیل نہیں چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو بالاجماع انبیاء کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں اور اولیائے امت سے کہیں بڑھ کر مرتبہ رکھتے ہیں ان سے

بہت کم خارق عادت کا سرزد ہونا منقول ہے۔ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سے افضل ہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خارق عادت کا ظہور ثبوت ولایت یا افضلیت کا معیار نہیں۔

اسی طرح حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی مذکورہ بالا حقیقت کی بڑے زور سے تائید و تصدیق کرتے ہیں۔

میاں غلام اللہ صاحب آپ کے سجادہ نشین روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف سے مشرق کی جانب جو چو بچہ والا کنواں مشہور ہے تشریف لے گئے۔ اتفاق سے میاں اللہ بخش زمیندار وہاں موجود تھا، اس نے عرض کی کہ میرے اس آم کے درخت کو پھل نہیں لگتا۔ آپ نے فرمایا خداوند کریم کی رحمت سے بعید نہیں ان شاء اللہ العزیز پھل دے گا۔ اسی ہی سال آم بہت پھلا پھولا اور میاں اللہ بخش زمیندار بطور شکر یہ کچھ آم لے کر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آیا۔

(مؤلف) دیکھ لیجئے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مناسبت متقدمین بزرگوں سے بسبب ان کی پیروی کے کس قدر ہوگئی تھی۔

شیخ ابوالمظفر اسمٰعیل کا بیان ہے کہ شیخ علی ابن ابی حریری جب کبھی علیل ہو جاتے تو اکثر میرے باغ میں آجاتے۔ جہاں ان کی تیارداری کئی روز تک کی جاتی۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہو کر میرے باغ میں تشریف لائے۔ حضور غوثیت مآب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی عیادت کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ اس باغ میں کھجوروں کے درخت تھے جو بالکل خشک ہو گئے تھے۔ دو چار سال ہو گئے کہ پھل نہ دیتے تھے۔ میں نے ان کے کاٹنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور ان کھجوروں میں سے ایک کے نیچے آپ نے وضو کیا اور دوسری کے نیچے دو رکعت نماز ادا کی۔ وہ دونوں درخت ایک ہفتہ کے اندر بارآور اور مثمر ہو گئے حالانکہ وہ کھجوروں کے پھل لانے کا وقت نہ تھا۔ جب کھجوریں تیار ہو گئیں تو یہ شخص کھجوریں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے حق میں برکت کی دعا کی۔ سبحان اللہ

ایک روز بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ کے چچا میاں محمد عاشق صاحب کے مکان پر قیام کیا۔ آپ نے بیٹھے بیٹھے حالت جذب میں فرمایا: مجھے تمام نبیوں کے حلیے دکھائے گئے ہیں۔ بعض نبی ایسے دیکھے کہ ان کا بدن بھینس کے چمڑے کی طرح تھا اور بال بھی ان کے بھینس کے بالوں کی طرح تھے۔ بندہ نے عرض کی کہ اگر حبش میں نبی ہوئے ہوں تو ان کے حلیے اس طرح کے ہوں گے۔

آپ کے خادم میاں دین محمد صاحب کا بیان ہے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک دفعہ سیّد نور الحسن شاہ صاحب مکان شریف گئے۔ وہاں ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑا ہوا چارپائی پر کچھ آدمی لے کر حاضر

ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد (یا مکان) کے اندر تشریف فرما تھے۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کی خدمت میں عرض کرے۔ انہوں نے اس شخص کی چار پائی جس کو دیوانہ کتا کاٹا تھا اور وحشت کی حالت میں جکڑ کر چار پائی سے بندھا ہوا تھا، وہ چار پائی حضور کے باہر آنے سے پہلے ہی مسجد کی دیوار کے ساتھ لا رکھی تھی۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو اسے دیکھ کر فرمایا اس کو چار پائی پر کیوں جکڑا ہے۔ آپ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ اس شخص کی وحشت جاتی رہی اور تندرست ہو کر کہنے لگا مجھے کیوں باندھا ہوا ہے۔ مجھے کھول دو۔ جب اسے کھولا گیا تو وہ اپنی چار پائی اور حقہ خود اٹھا کر چلا گیا۔

دیگر۔ میاں احمد دین شاہ پوری آپ کے خادم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ پور میں تشریف لائے۔ ان دنوں میں اس جگہ کھیتوں کو چوہے بہت خراب کرتے تھے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ فصل کو چوہے بہت خراب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری فصل کہاں ہے۔ میں آپ کو اپنے کھیت میں لے گیا۔ آپ میرے کھیت میں ایک طرف داخل ہوئے اور دوسری طرف سے نکل آئے۔ اس دن کے بعد ہماری کھیتی کو چوہے کچھ نہ کہتے تھے۔ ہمارے ساتھ کی دوسری کھیتیوں کا نقصان اسی طرح چوہے کرتے رہے۔

حافظ غلام یٰسین قصوری کا بیان ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو میں نے دوسرے روز عشاء کی نماز نہ پڑھی اور ویسے ہی سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں اور غصے ہو کر فرمایا: شادی کراتے ہی نماز چھوڑ دی اور ایک دو ہتڑ بھی مارا اور میں الٹ کر چار پائی کے نیچے جا پڑا اور ہمارے گھر کے سارے لوگ حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہوا۔ میں اٹھ کر مسجد کی طرف دوڑ گیا۔ نماز پڑھ کر پھر آ کر گھر والوں سے واقعہ خواب کا سنایا۔

دیگر حافظ غلام یٰسین کا بیان ہے کہ میں رمضان المبارک میں رات کو قرآن شریف سناتا تھا۔ بسبب شدت گرمی کے عذر سے ایک دن روزہ نہ رکھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مسجد کے نام خط بھیجا کہ غلام یٰسین کو کہہ دو رات کو قرآن شریف سناتا ہے اور دن کو روزہ نہیں رکھتا۔

میاں عبدالحق صاحب کمپونڈر حال وارد چونیاں کا بیان ہے ایک دفعہ میرے دانت میں شدت کا درد پیدا ہو گیا اور کئی دن تک رہا۔ تمام مجرب ادویات جو ہسپتال میں تھیں استعمال کیں اور دوسرے یونانی علاج بھی سینکڑوں کئے مگر فائدہ نہ ہوا۔ تمام چہرہ متورم ہو گیا۔ سخت تکلیف ہوئی۔ دم بھی کئی کرائے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میری بیمار پرسی کے لئے میاں چراغ الدین صاحب ماسٹر سکول مزنگ اور مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم مدرس عربی ہائی سکول مزنگ میاں الہ دین و محمد اسحق صاحب جملہ اصحاب بھی آئے۔ آخر مولوی صاحب مرحوم

نے یہ فرمایا: آپ میاں صاحب کی طرف خیال کر کے سو جائیں مگر نیند کہاں۔ اللہ کریم کی مہربانی سے چند منٹوں کے لئے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ دوزانو تشریف فرماہیں اور مجھے گود مبارک میں لیا ہوا ہے۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے میرے منہ کو پکڑا ہوا ہے جہاں کہ درد تھا۔ اس کے بعد آنکھ کھلی اور میں بیدار ہو گیا۔ نہ وہ درد تھا اور نہ ہی ورم رہا، بالکل آرام ہو گیا۔ پھر خوب نیند آ گئی۔ کئی رات سے جاگ رہا تھا۔ خوب سویا۔ پھر میں آپ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے خود ہی فرمایا ذرا سا درد دانت میں ہو جائے ہزاروں دوائیں ہی کیوں نہ کی جائیں مگر جب تک خداوند کریم کا فضل شامل حال نہ ہو آرام نہیں ہو سکتا۔ انسان کس بات پر غرور کرتا ہے۔ یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سبحان اللہ

تبرکاً مناسبت دکھانے کے لئے حضرت مجدد صاحب کی کرامات

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام ربانی مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مخلص نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک کام کے لئے لاہور سے برہان پور جا رہا تھا، راستہ میں سرہند شریف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں پہنچ کر پہلے اس قدر ضعف لاحق ہوا کہ برہان پور جانے کے لئے تردد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کام چونکہ ضروری ہے اس لئے جلدی چلے جاؤ۔ ان شاء اللہ خیریت رہے گی۔ میں حسب الامر روانہ ہوا۔ دو تین منزل جانے کے بعد پھر ضعف نے بہت غلبہ کیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ خیریت رہے گی، چلے جاؤ لیکن حالت تو اس کے برعکس ہے۔ میں اسی اضطراب اور پریشانی میں تھا کہ آپ مجھے نظر آئے اور فرمایا خاطر جمع رکھو، تمہارا ضعف رفع ہو گیا ہے۔ چنانچہ صبح میں نے دیکھا تو کوئی ضعف کے آثار باقی نہ تھے لیکن جب میں دہلی پہنچا تو مجھ پر پھر وہی ضعف طاری ہو گیا جس نے مجھے صاحب فراش کر دیا۔ ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آ کر کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے یہ مصری تمہارے ضعف کے رفع کرنے کے لئے بھیجی ہے۔ مجھے اس وقت تپ کا بہت غلبہ تھا۔ طبیب نے ٹھنڈا شربت پینے سے منع کیا تھا، میں نے خیال کیا کہ طبیبوں کو رہنے دو، یہ دوا میرے لئے طبیب الٰہی نے بھیجی ہے۔ میں نے اس مصری کا شربت کرا کر پی لیا۔ تپ اور ضعف کا بالکل نام ونشان نہ رہا۔ جن لوگوں نے یہ مشاہدہ کیا وہ سب آپ کے بہت ہی معتقد ہو گئے۔

دیگر۔ قاضی ضیاء الدین صاحب لاہوری کا بیان ہے کہ مولوی یار محمد صاحب مرحوم نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ میں زیارت کے واسطے شرقپور شریف جا رہا تھا، راستہ میں قریب شہر کے ایک کھیت فصل جوار کا تھا جس میں اگر آدمی چھپ جائے تو نظر نہ آئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں داخل ہوئے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ برائے حاجت ضروری تشریف لائے ہوں گے۔ میں انتظار میں کھڑا رہا، باہر تشریف لائیں تو

آپ کے ہمراہ چلوں گا۔ بہت دیر کھڑا رہا مگر آپ نہ آئے۔ مجبوراً میں وہاں سے دراقدس پر پہنچ گیا۔ جب زیارت سے باریاب ہوا تو فرمایا راستہ میں ٹھہرنے کا کیا مطلب، سیدھا گھر آنا چاہئے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں اس وقت میں حیران رہ گیا۔

ایک شخص حاضر خدمت ہوا، نام اس کا محمد عثمان تھا۔ اس نے عرض کی میری ناف کے نیچے شدت کا درد ہے۔ آپ نے غصہ میں آکر بلند آواز سے فرمایا ایسا درد مجھے کبھی نہیں ہوا، تجھے کیوں ہوا۔ بندہ کے دل میں خیال گزرا کہ یہ جھڑکنے کا کیا موقع ہے۔ اگر آپ کو کبھی درد نہیں ہوا تو دوسرے کو بھی نہ ہو۔ اتنے میں وہ شخص بول اٹھا جی میرا درد جاتا رہا۔ سبحان اللہ یہ آپ کا تصرف اور کرامت تھی (۱)۔

میاں نور حسن عطار قصوری کا بیان ہے ایک دفعہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا اور ہمراہ اس کے ایک عزیز تھا۔ میاں نور حسن نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم کو بیوپار میں سولہ ہزار روپیہ کا نقصان ہو گیا ہے۔ آپ سن کر ہنس پڑے۔ جب زیادہ التجا کی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا میں کب چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا نقصان ہو۔ پھر فرمایا جاؤ تمہیں کوئی نہیں بلائے گا۔ بندہ سے کبھی کبھی آپ دریافت فرماتے کہ قرض خواہوں نے کبھی تقاضا تو نہیں کیا؟ عرض کی دس سال کا عرصہ ہو گیا ہے ہم سے کسی نے تقاضا نہیں کیا۔

دست مسیحائی

میاں عبداللہ ولد مولوی عبدالغفور سکنہ ہرچوکی علاقہ چونیاں کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے بائیں ہاتھ کی انگلی ضرب کی وجہ سے ٹوٹ گئی اور میں نے چھ سات ماہ علاج کروایا، کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ انگلی کبڑی ہو کر خشک ہو گئی۔ ایک دفعہ حسب عادت آپ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوا۔ آپ نے جب انگلی کو دیکھا تو اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے تمام قصہ دہرایا۔ آپ نے میرے ہاتھ پر اپنا دست مبارک رکھ کر انگلی کو سیدھا کر دیا۔ اس دن سے بدستور سابق میری انگلی تندرست اور صحیح ہو گئی۔

اور انہی کا بیان ہے کہ ایک دن میں جناب کی بیٹھک میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سکھ تھانیدار جو کہ عرصہ تین یوم ہوئے شرقپور شریف میں متعین ہو کر آیا تھا، حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میں آج رات شہر کی گشت کر رہا تھا۔ جس دروازے اور چوک پر جاتا حضرت میاں صاحب کو وہاں پاتا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ جب تک یہاں حضرت میاں صاحب موجود ہیں پولیس کے پہرے کی چنداں ضرورت نہیں۔

---

(۱): جب عارف پر جوش غالب ہو کر فنافی التوحید ہو کر تمام آلائش سے پاک ہو بیٹھتا ہے تو اس وقت جس نقصان کو خیال میں لائے گا وہ ہی نقص دور ہو جائے گا اور جو علت ہوگی وہ کافور ہو جائے گی۔ سائل کی التجا کا اثر آں قبلہ کی ذات پر متجلی ہوا تو آپ نے توحیدی جلوہ میں آکر اسے مٹا دیا جب ذاتِ عارف سے نفی ہو چکا۔ تو ذات سائل میں کیوں کہ اثر رہتا۔

توکل کا سچا خاکہ

ایک دفعہ بندہ (مؤلف) جناب حضرت میاں صاحب کے ہمراہ کہیں باہر کی طرف گیا تو آپ نالے کی طرف مجھے لے گئے۔ وہاں اتفاقاً خانگی معاملات کی باتیں شروع ہوگئیں۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا: کنوئیں کے حصہ میں قریباً بیس من پختہ گندم ہمارے گھر آجاتی ہے۔ ہم بھڑولے میں ڈال رکھتے ہیں اور اس میں سے کھانے کھلانے کے لئے بھی نکال لیتے ہیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ نے فرمایا: میں جب دیکھتی ہوں گندم ویسی کی ویسی ہی موجود ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ یہ خیال بالکل نہ کریں بلکہ اس کو دیکھا بھی نہ کریں۔ خدا چاہے تو ایسا ہوسکتا ہے۔

طعام برکت کثیر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تقریباً بیس مہمان آئے ہوئے تھے۔ انہی کے لئے کھانا تیار کروایا تھا مگر کھانا کھلانے کے وقت بیس کے قریب آدمی اور آگئے۔ آپ نے درویشوں کو فرمایا: گھر سے اور روٹیاں لے آؤ۔ درویشوں نے عرض کی کہ گھر تو اور روٹی کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا بازار سے ہی لے آؤ۔ درویش چلا گیا۔ جب تھوڑی دور گیا تو آپ نے بلالیا کہ اچھا آجاؤ، اتنا ہی کافی ہے اور آپ نے کھانا کھلانا شروع کیا۔ سب یار کھانا کھاچکے اور باقی بچ بھی کافی رہا۔ کھانا بچنے پر آپ بہت متعجب ہوئے۔

سب سے بڑی کرامت

(بندہ) اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے آدمی سے یہ کتاب لکھوائی جو ایک سطر تو بجائے خود ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے اور آپ کی روحانی مدد سے سرانجام ہوا۔ الحمد للہ

ایک دفعہ آپ نے بندہ (مؤلف) کو فرمایا دیپالپور چلو گے۔ بندہ نے عرض کی بسر وچشم، اور آپ کے ہمراہ ہولیا۔ تین روپے گھر سے لئے۔ مولوی فضل حق صاحب تحصیلدار کے مکان پر پہنچے۔ بندہ کی عادت تھی کہ جس مکان میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آرام فرماتے بندہ بجائے ان کے دوسرے حصہ مکان میں رہا کرتا تھا۔ پوہ کا مہینہ تھا، جب میں صبح اٹھا تو احتیاطاً جیب میں روپے دیکھے۔ جب گنے تو چار تھے۔ خیال کیا شاید تین نہیں ڈالے چار ہوں گے۔ دوسرے روز پھر دیکھا تو روپے پانچ تھے۔ میرے پاس میاں فتح محمد صاحب سویا کرتے تھے۔ ان سے دریافت کیا کہ رات کو کوئی ہمارے مکان میں آتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ تیسرے روز صبح دیکھا تو چھ روپے تھے۔ پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ بندہ گھر سے تین روپے لے کر چلا تھا، جیب میں پڑے ہوئے چھ ہوگئے۔ آپ نے سن کر تبسم فرمایا اور فرمایا ایسا ہوجایا

کرتا ہے۔ پھر بعد میں روپے نہیں بڑھے۔

میاں اللہ دتا ولد میاں محمود بافندہ سکنہ قصور کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قبرستان میں جا رہا تھا، میں نے عرض کی ایک لڑکی ہوئی ہے جس کو عرصہ دراز ہو گیا۔ بعد اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ جب قبرستان سے شہر قصور میں آئے تو مجھے ایک چھوٹا سا ٹکڑا کاغذ کا لپیٹ کر دیا۔ فرمایا: جا کر اپنی بیوی کے گلے میں باندھ دو۔ اس کے بعد خداوند کریم نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں عنایت فرمائیں۔ آپ کے تصرفات اور کشف بے شمار ہیں۔ جیسا کہ ہم سفروں یا ابتدائی حالات میں لکھ آئے ہیں۔ صاحب بصیرت کے لئے کافی ہے۔



25A

باب 12

25B

تصرفات

تصرف لغت میں ہیر پھیر کو کہتے ہیں اور اصطلاح صوفیائے کرام میں کائنات کی چیزوں میں کوئی ایسی تبدیلی کرنا جس کے لئے اس وقت وہ چیز فطرۃً وعادۃً تیار نہ تھی۔

تصرف درحقیقت کرامت کا سرچشمہ ہے یا کرامت کا تخم جس کا ثمرہ کرامت سے تعبیر کیا جائے گا۔ تصرف کے کئی ایک اقسام ہیں، نفسی، حالی، وجدانی، ھیبہاتی، القائی وغیرہ۔

درحقیقت اس کے بڑے اقسام یہ ہیں: نفسی جس سے فطرتی حالت بدل جائے۔ حالی جس سے حال بدل جائے اور القائی جس کی وجہ سے اپنی کیفیات سے دوسرے کو بہرہ ور کرلیا جائے یا اپنے خیال کو دوسرے پر ظاہر کیا جائے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے شاہ بااختیار تھے۔ ہر طرح کے تصرفات آپ کی طبیعت مبارکہ کرسکتی تھی۔ بدکاروں کو نیکوکار بنایا، مفلسوں کو غنی کیا اور غنیوں کو محتاج دکھایا۔ توجہ بھی اسی تصرف کا ایک نمونہ ہے جس سے دل کی کیفیت بالکلیہ بدل کر ایک تازہ کیفیت پیدا کی جاتی ہے اور دل کی ظلمت نفسانی مٹا کر ایک نورانی مشکل کا چشمہ بنا دیا جاتا ہے یا اس کے برعکس جس طرح فطرت انسانی مختلف ہے اسی طرح فطرت ولایت بھی مختلف اور ہر ایک ولی کی فطرت ولایت کسی تصرف میں زیادہ مشتاق ہوتی ہے کیونکہ فطرتی میلان اسی جانب ہوتا ہے اور دوسری جانب کم۔ بعض وقت فطرتی میلان کے علاوہ جذباتِ فطرتی کے مشتعل ہونے سے بھی تصرف کے عجائبات ظاہر ہونے لگتے ہیں لیکن یہ اسی وقت جذباتی تصرف پیدا ہوتے ہیں جب کہ سالک کی ذات سلوک کے درجہ سے گزر کر عرفان کے مسند پر جا قدم ٹکائے۔ اسی قسم کے تصرف عارف کی ذات سے بے اختیار ہوتے ہیں اور ایسی تصرفات بے اختیاری پر کوئی گرفت نہیں۔

البتہ وہ تصرفات جنہیں قلبی تصرفات سے موسوم کرسکتے ہیں اور جن کے تصرف کے لئے سالک کی قوت قلبی کام کرتی اور دیدہ دانستہ اس میں متصرف ہوتا ہے۔ اگر وہ دائرہ شریعت سے باہر ہوں گے تو گرفت لازمی

ہے لیکن اس گرفت کی ہیئت بھی الگ ہے۔ خود ذات سالک کے بغیر کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی لیکن سالک خود جانتا ہے کہ میں گرفت میں مبتلا ہوں لیکن اس گرفت کا تعلق اسی دنیا میں ہے۔ آخرت میں اس پر گرفت نہ ہوگی کیونکہ شرعی سزا صوری جرائم پر قائم ہوتی ہے۔ یہاں صورت نہیں لیکن اس کے برخلاف اس قدر بھی اور سحری سزا آخرت میں دی جائے گی کیونکہ بدکرداری کی سزا آخرت میں ثمر آور ہوگی۔ ولایت کی سزا تنبیہ کے طور پر دی جاتی اور اس قدر بھی سزا مجرمانہ حیثیت رکھتی ہے۔

تصرفات کا ظہور قوت ارادی پر منحصر ہے۔ جتنی قوت ارادی کسی کے اندر زیادہ ہوگی اتنے ہی تصرفات کثیرہ اور تصرفات عظیمہ کا مالک ہوگا۔ القا بھی ایک قسم کا تصرف ہے لیکن بعض القا کا تعلق عارف کی ذات سے وابستہ نہیں ہوتا بلکہ وہ منجانب اللہ عارف کی ذات کے احترام کے لئے اخلاق کے قلوب پر ڈالے جاتے ہیں۔

حضرت قبلہ مرشدم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات میں قوت ارادی اپنے انتہائی درجہ پر تھی اور ہر درجہ کے تصرف کے مالک تھے۔ انہیں کسی تصرف کے پیدا کرنے کے لئے زیادہ توجہ درکار نہ تھی بلکہ ایک جانب خیال نے قدم رکھا، دوسری جانب اجابت نے ہاتھ بڑھائے اور اکثر...... سالکین اپنے یاران طریقت کی مدد کے لئے تصرفات فرمایا کرتے ہیں۔ چونکہ شہرت سے آپ کو جبلی نفرت تھی اس لئے کسی کی التجاء پر نہ ہاتھ اٹھاتے نہ توجہ قلبی کو تحریک فرماتے مگر جب کبھی غائبانہ حالت میں کسی کی بابت کچھ سن پاتے تو فوراً متوجہ ہو جاتے اور اس وقت آرام لیتے جب توجہ کی اجابت بارگاہ لم یزلیہ میں ہو چکتی بلکہ توجہ خود اسی وقت ہٹتی جب انجام پر عمل پہنچ جاتا۔ خواہ ایں جانب خواہ آنجانب۔

زیادہ تر میلان آپ کا تصرف نفسی کی جانب تھا اور ہر وقت خلق اللہ کی رہبری منظور تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر وقت مجلس شریف گرم رہتی تھی اور ہر گھڑی دریائے ندامت سے آنسو گرتے ہوئے آپ کے دربار میں نظر آتے تھے اور کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا کہ اس آبِ حیات کی لذت سے لطف نہ اٹھاتا بلکہ جو بھی آیا آپ کے قلبی تصرف نے اسے حیوان لایعقل کے درجہ سے نکال کر انسانیت کے منصب پر سرفراز فرمایا بلکہ عبدیت کی شان دکھادی اور اپنی آنکھوں اور کانوں سے وہ سنا اور دیکھا جس کی کیفیت تحریر میں نہیں آسکتی۔

تاہم جذباتی تصرف بھی آپ کے بے انتہا تھے کیونکہ آپ کی فطرت سلیمہ میں تمام جذبات عالیہ تھے۔ محبت تھی تو انتہا کی، غیرت تھی تو بلا کی، جلال و جمال سے آپ آراستہ تھے۔ ایک بار آپ کے بھائی صاحب کے گھر سے کسی عورت نے زیورات چرالئے۔ پولیس کو خبر ہوئی تو خود بخود اسے آکر گرفتار کرلیا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو خبر لگی تو آپ نے پولیس کو چھوڑ دینے کا ارشاد فرمایا۔ پولیس چلی گئی لیکن دوسرے یا تیسرے دن اس عورت

نے کسی خانگی ناراضی کی وجہ سے اپنے بچے کو مکان کی چھت سے نیچے دے مارا۔ بچہ بے چارہ مر گیا اور عورت کا چالان ہو گیا لیکن پھر جو حضرت کو خبر ہوئی تو پھر سفارش کر کے اسے چھڑوا دیا۔ اس واقعہ میں صاف عیاں ہے کہ محبت کے اندر ایک جذبۂ غیرت انتقامیہ کام بھی کر گیا لیکن بے اختیار۔

اس باب کے اندر بہت سے اذکار میری تحریر کے ثبوت کے لئے موجود ہیں اور ہر قسم کے تصرفات اور کرامات کا ذخیرہ کتاب ہذا میں موجود ہے۔ ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس درجہ کے صاحب تصرف تھے۔

مع ہذا عارف ربی کی ذات بعض وقت بے اختیار منہ سے کچھ نکال دیتی ہے جس سے عارف کی توجہ کو دخل تک نہیں ہوتا بلکہ کارکنانِ قضا و قدر کے فیصلے کے عکسی انوار کی جلوہ ریزی سے بے اختیار عارف وہ کہہ دیتا ہے جو ہونے والا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو صاحب اللفظ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ منہ سے بے اختیار نکل گیا وہی ہو کر رہا لیکن اسے تصرف سے کوئی تعلق نہیں اور صاحب تصرف سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ بعض صورتوں میں ایک سالک کی بھی ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس میں عکس ریزی کے جلوے کے قبول کرنے سے آئینہ صاف ہو جاتا ہے لیکن اس کے اندر تصرف کی قوت نہیں ہوتی کیونکہ تصرف کا تعلق قوت ارادی سے اور عکس پذیری کا تعلق قوت انفعالی سے۔ یہ دونوں قوتیں یکساں بجز عارف کامل کے کسی دوسرے سالک میں نہیں ہوتیں۔

عارف کامل دونوں قوتوں کا مالک ہوتا ہے جہاں بعض وقت وہ صاحب تصرف نظر آتا ہے وہاں بعض وقت وہ صاحب لفظ بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت قبلہ مرشدم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان ہر دو کمالاتِ ولایت کے مالک تھے جہاں آپ تصرف میں ید طولیٰ رکھتے تھے وہاں صاحب لفظ کے مسند پر بھی تکیہ انداز تھے۔ بسا اوقات آپ کی زبان سے وہ کچھ نکل جاتا تھا جس کو آپ کی ذات ہرگز پسند نہ کرتی لیکن وہی ہو کر رہتا۔

شرقپور شریف میں ایک مولوی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے حضور کی خدمت میں زمانہ کی گردش کا ذکر کیا تو جھٹ آپ نے فرمایا: میں تو کہتا ہوں ''اور مصائب آئیں اور مصائب آئیں''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پے در پے مصائب نے رخ کیا اور ابھی تک اسی حالت میں گرفتار ہوں۔ اب ایک ایسا مقدمہ در پیش ہے جس میں مجھے اپنے ایمان کے اندر بھی شبہ ہو جائے گا۔ چونکہ وہ مولوی صاحب قبلہ ٔ للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین سے تھے انہوں نے خاندانی تعلقات سے مجھے فرمایا کہ حضور قبلہ کی خدمت میں میری سفارش کریں لیکن میری کیا مجال، میں نے حاجی صاحب سے تمام ماجرا بیان کیا اور حاجی صاحب نے خلوت میں آپ سے ذکر کیا۔ صبح مولوی صاحب کو طلب فرما کر دریافت فرمایا: میں نے کیا کچھ کہا تھا۔ انہوں نے لفظ دہرائے۔ آپ نے فرمایا

مجھے تو کچھ علم نہیں میرا دل تو یہ نہیں چاہتا لیکن بعض وقت ایسا ہو جاتا ہے۔ اچھا اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

سو اس واقعہ میں صاف عیاں ہے کہ یہ الفاظ بے اختیاری کے تھے۔ بددعا کا خیال نہ تھا لیکن ہو کر وہی رہا جو زبان مبارک پر آ گیا تھا۔

خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ قیوم ثانی ایک بار گھر میں تشریف لے گئے اور حرم سے فرمانے لگے کہ جی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک اور لڑکا بخشے۔ مائی صاحبہ نے عرض کی کہ اب کون سا وقت ہے۔ یہ خواہش نہ فرمائیے۔ آپ نے پھر فرمایا: جی ایسے ہی چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادہ صاحب اخیر عمر میں پیدا ہوئے۔ اب یہ خواہش قلبی نہیں بلکہ مالکان تصرف کی عکس ریزی کا نتیجہ ہے۔

خود حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے صاحبزادے کو گود میں فرمانا کہ تم اچھے نہ بنو تو تمہارا مر جانا ہی اچھا ہے۔ میرے نزدیک یہ بھی فرمانا بشری تعلق سے پاک ہے بلکہ قلبی عکس پذیری کا نتیجہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عین خطبہ میں ''یاسارية الجبل الجبل'' (اے ساریہ پہاڑ سے لگ جا) بھی اسی قسم کا تصرف اور کشف ہے جس میں بشری تعلق بالکلیہ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ میں کیونکر توجہ قلبی میدان کارزار کی طرف کر سکتے تھے لیکن کارکنان قضا نے کارزار کا نقشہ سامنے کر دیا اور بے اختیار لشکر کی بھاگڑ دیکھ کر آپ کی زبان سے یاسارية الجبل الجبل نکل گیا۔ لیکن لطف یہ ہے کہ جہاں کشف عیانی بے توجہ عمل پذیر ہوا تھا وہیں یہ آواز بھی بلا ارادہ دنیا کے اس سرے پر جا پہنچی۔ سبحان اللہ

اس سے بڑھ کر صاف وہ واقعہ ہے جو عہد فاروقی میں بمقام بہرہ شہر ملک فارس میں عمل پذیر ہوا کہ مسلمانوں کے محاصرہ کے وقت والیٔ شہر نے پیغام بھیجا کہ جو ممالک آپ لوگوں کے قبضہ میں آ چکے ہیں ان پر قناعت کیجئے اور جو باقی رہ گئے ہیں ان کو ہمارے لئے چھوڑ دیجئے۔ سردار لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ابھی اس کا جواب بھی دینے نہ پائے تھے کہ ایک مسلمان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے کہ ''ہم ہرگز صلح نہ کریں گے، جب تک آفریدوں کے شہد کو کوثی کے لیموں کے ساتھ نہ کھالیں''۔ جس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے اس سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کہا۔ تو وہ شخص بولا کہ میں خود نہیں جانتا کہ میں نے کیا کہا اور کیوں کہا مگر ان الفاظ کو سن کر حاکم شہر نے خود بخود شہر خالی کر دیا اور بغیر لڑائی کے شہر بہرہ شیر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

ناظرین خود سوچیں کہ صاحب لفظ خود کہہ رہا ہے کہ میں خود نہیں جانتا کہ میں نے کیا کہا اور کیوں کہا۔ میں نے اس باب کو کچھ زیادہ اس لئے لکھ دیا کہ بعض تو سراسر تصرفات کے منکر ہیں اور بعض منکر تو نہیں لیکن وہ خاصۂ ولایت اسے قرار نہیں دیتے اور بعض خاصۂ ولایت بھی قرار دینے کے باوجود اس کی حقیقت سے بالکلیہ ناآشنا ہیں اور ولی اللہ کو بالذات مبداءِ کائنات خیال کرتے ہیں اور تمام تغیرات نظامی کو اس کے دائرہ وقبضہ کے اندر

لانے کی کوشش بے سود کرتے ہیں۔

غرض جو کچھ ہے وہ ذات بابرکات اللہ جل شانہ کی ہے لیکن ولی کی ذات اس کا مظہر اتم ہوتی ہے اور اگر اسے مظہر بھی قرار نہ دیا جائے تو پھر ولی کہنا بے سود۔ بعض وقت ولی کی ذات بارگاہِ ربوبیت سے نیازمندانہ عرض گزار ہو کر فیصلہ دلواتی ہے اور بعض وقت اللہ جل شانہ کی ذات بابرکات اپنی عنایت خاصہ سے ولی کی ذات کو اپنے ارادہ لم یزلیہ سے بلواتی ہے۔ اس پر غور کیا جائے تو دونوں صورتیں نظر آتی ہیں۔ اول یہ کہ ولی سب کچھ کر سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ولی کچھ نہیں کر سکتا۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ کسی پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔

بعض ناظرین کتاب ایسے بھی ہوں گے جن کو آں قدوۃ الواصلین کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی ہو گی یا جنہیں آپ سے واسطہ نہیں پڑا۔ تو شاید میری تحریر کو مبالغہ خیال فرمائیں تو ان کے لئے اس پر غور فرمانا چاہئے:

ہر کہ واصل شد بجاناں بایزید دیگر است ۔۔۔ تو مگو اندر جہاں یک بایزید و بود و بس

اس باب کی پوری روشنی کمالات کے بعض اذکار میں نظر آئے گی۔ جہاں کمالات ولایت کے اذکار ہیں اور خاص کر وہ واقعہ جس میں آپ نے ایک قصوری کو ایک ولی اللہ کے مزار پر مراقب ہو کر دیکھنے کا ارشاد فرمایا ہے یا تصرف کا وہ واقعہ جس میں پانی کی زیادتی کی وجہ سے عملین کی واپسی پر کسی کا بلانا اور پانی سے پایاب کرا کے حاضری پر صاف فرمانا کہ ''ہم لائے کہ نہ لائے'' تاہم یہ باب بھی خالی از لطف نہیں۔

تصرفات کے وجود پر عقلی دلائل

(مؤلف) اب ہم زمانہ حال کے مطابق سائنس کی رو سے تصرف اور کشف کا ثبوت دیتے ہیں کیونکہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کثرت سے انگریزی خواں حاضر ہوتے تھے یا ان کے لئے جو کشف و کرامات کے وجود سے انکار کرتے ہیں درج ذیل کیا جاتا ہے:

جو کتاب بستان العارفین سے اخذ کیا گیا ہے تاکہ عام و خاص کو فائدہ حاصل ہو زمانہ حال کی معلومات نے جس طرح علوم اور فنون کو نئی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اسی طرح سائنس کی ترقی والوں نے برقی طاقت کے رازوں کو کھول کر دنیا کو محو حیرت بنا دیا ہے۔ خیال کیجئے کہ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر اپنے دل کا حال ظاہر کر دینا اور اندھیری رات میں دن کی طرح اجالا کرنا اور ناقص دھاتوں کو گلٹ اور ملمع کاری سے اصل بنا دکھانا اور کلیمنٹو فون کے ذریعہ سے بے دیکھی ہوئی چیز کا نظارہ کرانا اس کے یعنی سائنس کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔

خیال کیجئے کہ برقی طاقت تیزاب اور پانی اور کوئلہ اور جست سے پیدا ہوتی ہے۔ جب ان چاروں

چیزوں کو مناسب طریقہ سے ایک برتن میں رکھا جائے تب ان میں ان کے ملنے اور اس میں گھلنے کے بعد ایک ہی وقت میں دو قوتیں ایسی پیدا ہوتی ہیں کہ ایک قوت دوسری قوت کے مخالف ہے۔ ان کے مجموعہ کا نام اصطلاح میں بیٹری اور جو دوسری قوت پیدا ہوتی ہے اس کو برقی رو کہتے ہیں۔

اب اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ثابت رہنے والی اور دوسری غیر ثابت۔ اگر یہ دونوں قوتیں ایک جا جمع ہیں تو کچھ فائدہ نہیں نکلتا۔ جب غیر ثابت طاقت کو بذریعہ دھاتی تار کے علیحدہ کر کے زمین میں داخل کر کے فنا کر دیا جائے تو ثابت رہنے والی طاقت باقی رہ جاتی ہے اور یہی طاقت کارآمد و مفید ہے اور اسی سے کام لیا جاتا ہے۔ اب خبر پہنچانے کے واسطے اس ثابت رہنے والی طاقت سے دو طرح پر کام لیا جاتا ہے۔ ایک بذریعہ تار کے دوسرا بغیر تار کے۔ بذریعہ تار کے خبر پہنچانے کا طریقہ جاری ہو کر اس قدر عام ہو گیا ہے کہ ہر ایک تار گھر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ بیٹری سے جو برقی رو پیدا ہوتی ہے وہ بذریعہ تار کے لیور میں پہنچتی ہے اور جب اس کے بٹن کو دبایا جاتا ہے تو ٹک کی آواز کے ساتھ برقی طاقت نکل کر ہزاروں کوس کے فاصلہ پر پہنچ جاتی ہے اور وہاں پہنچ کر تار سے جو بٹن ملا اور لگا ہوا ہے اس میں اتر کر کے حرکت دیتی ہے۔ اس طرح کئی حرکتوں سے مقررہ اشارات پیدا ہو کر بھیجنے والے کے منشا اور ارادہ کو سمجھا دیتی ہے۔

دوسرا طریقہ تار کے بغیر خبر پہنچانے کا اس طور پر ہے کہ متعدد اور بہت سی بیٹریوں کے سلسلہ سے بڑی طاقت اور بڑی قوت پیدا کر کے اس قوت کو بذریعہ تار کے ایک شفاف گولہ میں پہنچایا جاتا ہے اور وہ گولہ ایک اونچے ستون پر معلق ہوتا ہے اور چونکہ اس گولہ سے تار یا کسی اور چیز کے معلق نہ ہونے کے باعث برقی طاقت ہوا میں پھیلتی ہے اور اپنے برابر کی مقابل ہوا کے ذرات کو حرکت دیتی ہوئی دور تک چلی جاتی ہے اور جہاں پر اسی قسم کے مقابل گولے ہوں ان میں جذب ہو کر بذریعہ تار کے بٹن کو حرکت دیتی ہے اور اس طرح مقررہ اشارات سے پیغام پہنچا دیتی ہے۔

سبحان اللہ! اربعہ عناصر یعنی مٹی، ہوا، پانی اور آگ ان چاروں چیزوں سے انسان کا جسم بھی ترکیب دیا گیا ہے اور یہ بھی ایک بیٹری ہے جس میں اعتدال مزاج کی حالت میں دو قسم کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ ایک ثابت رہنے والی، دوسری ثابت نہ رہنے والی۔ جو ثابت رہنے والی ہے اس کو روحانی اور جو غیر ثابت ہے اسے نفسانی کہتے ہیں۔

اب جو شخص اپنے نفس شریر کو بری باتوں سے پاک کر لے اور ریاضت اور مجاہدہ اور ذکر اللہ اور عبادت سے اپنے نفسانی جذبات کو فنا کر کے نیست و نابود کر دے تو اس وقت اس کی باقی رہنے والی قوت جس کو روحانی کہتے ہیں وہ باقی رہ جاتی ہے۔

طریقہ توجہ اور اس کے اقسام

توجہ اور کشف یہ ایک قسم کی روحانی خبر پہنچانے کے طریقے کا نام ہے جس کی کئی قسمیں ہیں۔

اول یہ کہ جب روحانی قوت کو مرشد اپنے دل میں جمع کر کے اور مرید کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کو دباتا ہے تو اس وقت روحانی طاقت اعصابی تاروں کے ذریعہ مرید کے دل پر پہنچ جاتی ہے جس کے باعث اس مرید اور طالب کے دل کو حرکت ہوتی ہے اور اس کو گرمی اور حرارت میں لا کر نفسانی جذبات کو جلا دیتی ہے۔ سبحان اللہ اسی کا نام بزرگوں نے بیعت رکھا ہے۔

دوسرا طریقہ توجہ کا یہ ہے کہ طالب کو اپنے روبرو بٹھایا جائے اور روحانی قوت کو دل میں جمع کر کے آنکھوں کو درخشاں گولہ میں لائے پھر ہوا میں اسے گزار کر طالب کی آنکھوں پر اس کا اثر ڈالے کہ جو بذریعہ اعصاب طالب اور مرید کے دل میں پہنچے اور جو چیز اپنے دل میں ہے اس کو ظاہر کر دے۔ اس کا نام بزرگوں نے توجہ بالمواجہ رکھا ہے اور یہ بمنزلہ تار برقی خبر پہنچانے کے ہے مگر سبحان اللہ! جس بزرگ کی روحانی قوت زبردست اور مضبوط ہوتی ہے وہ اپنے دل کی روشنی سے ہزاروں کوس کے فاصلہ پر اپنے طالب اور مرید کی شکل کو تصور میں لا کر اور اپنے روبرو حاضر کر کے اپنے مبارک دل کی اس پر حرارت ڈالتا ہے اور اپنی مبارک اور نورانی طاقت اس پر منکشف کر دیتا ہے۔ اس کا نام توجہ بالغیب (غائبانہ توجہ) ہے۔

سبحان اللہ! توجہ کا ایک اور طریقہ حلقہ میں بٹھانا ہے۔ جس طرح برق کش سے برقی طاقت ایک ایسے بلوری گلاس میں جس کے منہ پر پیتل کا گولی دار کاک لگا ہوا ہوتا ہے آلہ برق کش کو حرکت دے کر اور اس بلوری گلاس کے سرے کی گولی کو اس کے قریب کر کے جس قدر برقی طاقت پیدا ہوتی ہے وہ اس میں جمع کر لی جاتی۔ اس آلہ کو آلہ برق کش اور اس گلاس کو لیڈن جار کہتے ہیں۔ پھر اگر دس بیس آدمیوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اور حلقہ باندھ کر کھڑا کیا جائے اور پہلا آدمی اپنی انگلی لیڈن جار کے سرے کے پاس لے جائے تو برقی شرارہ کی طرح گلاس سے نکل کر انگلی میں جذب ہو جائے گی اور اعصاب میں سے اترتی ہوئی تمام آدمیوں کے جسموں میں سلسلہ وار داخل ہو کر اپنی طاقت سے سب کو ایک دم خفیف سا صدمہ پہنچا دے گی اور لیڈن جار برقی طاقت سے خالی ہو جائے گا۔

سبحان اللہ! اسی طرح مرشد کامل کا خلیفہ اپنے مرشد کی صحبت میں اس کے روحانی جذبات اپنے دل میں جمع کرتا ہے پھر باقی مریدوں کو حلقہ میں بٹھا کر ان پر توجہ کا اثر ڈالتا ہے جس سے وہ متاثر ہو جاتے ہیں مگر یہ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک کہ توجہ دینے والے کے دل میں روحانی جذبات موجود ہوں اور جب یہ خالی ہو گیا تو توجہ بھی بے اثر ہو گئی۔

اس کے سوا جس طرح انسان کی قوت سے زیادہ برقی طاقت انسان کو ہلاک یا مدہوش کر دیتی ہے اسی طرح بڑی زبردست روحانی طاقت والے شخص کی توجہ کا کمزور اور کم ظرف انسان متحمل نہیں ہو سکتا۔ اکثر دفعہ اس کمزور اور کم ظرف کے دل میں توجہ کے اثر سے رگیں پھٹ جاتی ہیں اور مست یا مجذوب ہو جاتا ہے۔

نیز جس طرح کہ اکثر جسمانی اور اعصابی امراض کا علاج بجلی کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے اسی طرح مرشد کامل اکثر بدنی اور روحانی امراض کا دفعیہ صرف توجہ سے کر سکتے ہیں جس کا نام دم جھاڑ پھونک رکھا ہے۔ مسمریزم میں چونکہ صرف تصور کی مضبوطی و یکسوئی خیال کا اثر معمول اور سامنے والے پر ہوتا ہے اس مسمریزم کے ساتھ دلی توجہ اور روحانی جذبہ شامل نہیں ہوتا اس لئے یہ طریقہ ناقص ہے۔

''برقی طاقت کا دوسرا کرشمہ'' روشنی ہے۔ اس میں بیٹریوں کے بڑے بھاری سلسلہ سے برقی طاقت حاصل کر کے تاروں کے ذریعہ سے برنجی گولیوں میں پہنچائی جاتی ہے جس کے اردگرد شیشہ کا غلاف ہوتا ہے۔ برقی رو کا شرارہ اس گولی کے سرے پر سے چمکتا ہے اور شراروں کے متواتر سلسلہ سے اندھیرے میں روشنی نمایاں ہو کر آنکھ کو خیرہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح کامل بزرگ اپنے دل کی روشنی اور نور کو روحانی قوت کے ذریعہ سے دوسرے کے دل یا اندھیری کوٹھریوں یا قبروں میں پہنچا کر وہاں کے حالات سے واقف ہو جاتا ہے۔ اس کا نام بزرگوں نے کشف القلوب یا کشف القبور رکھا ہے۔

بندہ (مؤلف) ایک روز عبدالستار جو مسمریزم کا عامل تھا اور لوگوں پر مسمریزم سے طرح طرح کے اثر ڈالتا تھا، کے پاس پہنچا اور کہا مجھ پر کچھ تصرف کیجئے۔ اس نے جواب دیا تم پر اثر نہیں ہو سکتا۔ آپ خود تصرف کرتے ہیں۔ ہمارا اثر سادہ طبعوں پر ہوتا ہے۔ بندہ نے اسے پھر کہا تمہارا اثر جب کسی پر پڑتا ہے تو وہ دائمی ہوتا ہے یا فقط اسی وقت تک؟ اس نے جواب دیا جس وقت ہم تصرف کرتے ہیں تو اس وقت اثر پیدا ہو جاتا ہے اور بعد میں نہیں رہتا اور لذت بھی کچھ نہیں پیدا ہوتی ہے۔ میں نے کہا یہ اثر ناقص ہے۔

برقی طاقت کا ایک تیسرا کام گلٹ سازی، تانبا، سونے اور پیتل، چاندی کو قدرتی رنگ کی طرف پر کھینچ لینا اور اخذ کر لینا ہے۔ پھر دوسری دھاتوں پر گلٹ کرنے کے واسطے اول ان پر تانبے کی ملمع کاری کی جاتی ہے۔ اس کا طریقہ اس طرح پر ہے کہ جس دھات کو گلٹ کرنا منظور ہوتا ہے تو اول اسے گرم کر کے اس کی چکنائی دور کی جاتی ہے۔ پھر تیزاب میں ڈال کر اسے صاف کیا جاتا ہے اور سونے کو اس پر چڑھانے کے لئے پہلے اس پر تانبا چڑھایا جاتا ہے بعدازاں بیٹری میں اس کو لٹکایا جاتا ہے اور ایک دوسرے تار میں سونا باندھ کر اس کو بھی اسی رسی میں لٹکایا جاتا ہے۔ اب برقی تار کے زور سے سونا خود بخود تحلیل ہو کر دھات کو چمٹ جاتا ہے۔ پھر اسی دھات کو مصیقلہ سے صیقل کیا جاتا ہے جس سے چمک دمک پیدا ہو کر اصل سونے کا رنگ دکھاتی ہے۔

سبحان اللہ! اسی طرح مرشد کامل مبتدی کو اول مختلف قسم کے اذکار اور شغل مراقبہ کی ہدایت کرتا ہے پھر ہلکی سی توجہ سے اس کے دل کو نفسانی جذبات کے زنگ اور میل سے صاف کرتا ہے۔ جب اس کا دل توجہ کی تاثیر اخذ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تب روحانی جذبہ سے اس پر گلٹ سازی کر دیتا ہے جس کے باعث طالب کو روشنی اور صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اب اگر مرید مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا تب تو توجہ اور تعلیم کی تجدید ہوتی رہے گی اور سبحان اللہ! اچھی گزرے گی ورنہ دنیاوی تاثیر کی رگڑ سے گلٹ دور ہو کر پہلی سی تاریکی اور ظلمت ہو جائے گی۔ **اللھم احفظنا**۔

برقی طاقت کا ایک کرشمہ کلیمنٹوفون ہے جس سے پردہ کے اوپر لڑائی اور جشن کے گزشتہ حالات بعینہٖ نظر کے سامنے آ جاتے ہیں مثلاً پردہ کے اوپر میدان جنگ کے وقت سپاہیوں کی متحرک شکلیں اور ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور سنگینوں کے لگنے اور بندوقوں کے چلنے چقاچق اور ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ خون کے فوارے اور دھواں اڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور مرنے والوں کے تڑپنے اور نزع میں کراہنے اور ہیبت ناک آواز اور افسروں کے حکم کے الفاظ سنائی دیتے ہیں۔ اس وقت میدان جنگ کا اصلی نظارہ آنکھوں کے سامنے دکھائی دیتا ہے مگر یہ سب کچھ برقی طاقت کا طلسم ہے۔

سبحان اللہ! اسی طرح مرشد کاملؒ اپنی روحانی طاقت وتصرفات سے طالب کی روح کو آسمانوں کی سیر کرا سکتا ہے اور تمام گزشتہ اور موجودہ واقعات اور بزرگوں کے حالات آئینہ کی طرح دکھا سکتا ہے جن کے نظارہ سے طالب مقام حیرت اور استغراق میں محو ہو جاتا ہے کہ اس کو دنیا اور مافیہا کی مطلق خبر نہیں رہتی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! سبحان اللہ

رسول پاک ﷺ کی حضوری اور صدہا گزرے ہوئے بزرگوں سے ملا سکتا ہے۔ **اللھم ارزقنا بجاہ النبی الکریم**۔ اگرچہ برقی علم کو جاری ہوئے کچھ زیادہ مدت نہیں گزری تاہم اس کی روز بروز ترقی ہوتی جارہی ہے جس طرح اس وقت دریاؤں اور آبشاروں سے برقی طاقت حاصل کر کے بڑے بڑے کام لئے جارہے ہیں اور ممکن ہے کہ کوئی ایسا دماغ دنیا میں پیدا ہو جائے کہ جو بادلوں کی روانی اور ہوا کی سرسراہٹ اور زمین کی حرارت سے برقی طاقت حاصل کر کے اس کو انتہائی طریقہ پر پہنچا دے اور اس کے جانشین آئندہ زمانہ میں اس کی تعلیم اور تصنیف سے کامیاب ہو کر تمام دنیاوی کاروبار اسی طاقت سے سرانجام کر کے دنیا میں برق کی بادشاہی قائم کر دیں۔

سبحان اللہ! اسی طرح روحانی قوت کا راز سب سے پہلے اللہ پاک کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو

جتلایا گیا جن کے بعد دیگر پیغمبروں نے سلسلہ وار اس کو لوگوں میں پھیلایا۔ ضرورت زمانہ کے موافق اللہ رب العزت کی طرف سے صحائف اور کتب کی شکل میں ان کو ہدایات ملتی رہیں اور آخری دور میں حضرت خاتم المرسلین محمد ﷺ نے اس روحانی تعلیم کو کامل طور پر لوگوں کے ذہن نشین کردیا جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو ان الفاظ میں دی تھی کہ

''میری تعلیم ناقص ہے کیونکہ ہنوز لوگوں کو کامل تعلیم کی برداشت نہیں مگر وہ روح راستی والی جو نقصان سے خالی ہے وہ کامل تعلیم لائے گا اور لوگوں کو نئی باتوں کی خبر دے گا''۔

سبحان اللہ! اس تعلیم کو آپ ﷺ نے قول اور فعل سے اس طرح امت کے ذہن نشین کر کے دنیا میں روحانی سلطنت اور بادشاہت قائم کردی ہے کہ جس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا اور امت کو نور اور ہدایت کا مکمل مجموعہ جو قرآن شریف سے عنایت فرمایا اور اپنے جانشین علماء اور صوفیاء کرام اور اولیاء اللہ کو توحید اور تعلیم روحانی سپرد کی۔ سبحان اللہ ان حضرات نے اپنے اپنے وقت میں اس نور توحید اور روحانی تعلیم کو جاری رکھا اور ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔

عارف کا فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا اور عارف کی توجہ فطرت کو بدلا دیتی ہے

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ بندہ بھی ہمراہ تھا۔ پیدل تھے۔ راستہ میں ایک جنٹل مین ہمراہ ہولیا۔ آپ نے اس کا نام دریافت فرمایا پھر اس کے نام کو بار بار دہراتے اور اس شخص کو اُپنے نام کی عزت دلاتے۔ بندہ دیکھ رہا تھا۔ جوں جوں آپ اس کے نام کی تکرار کرتے اس شخص کی حالت بدلتی جاتی حتیٰ کہ وہ معتقد ہوگیا۔

عارف کا دل آئینہ ہوتا ہے

ایک دفعہ بندہ کی طرف آپ نے خط بھیجا۔ لکھا کہ کبھی امرتسر جاؤ تو موضع تنگاں علاقہ امرتسر حافظ خیر الدین صاحب کے پاس رہنا۔ بندہ چار ماہ کے بعد امرتسر گیا تو حسب ارشاد آپ کے تنگاں میں جارہا۔ صبح واپس آرہا تھا کہ راستہ میں ایک شخص ملا۔ جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملنے والا ہے۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ السلام علیکم کے بعد میں نے دریافت کیا کہ کدھر جارہے ہیں؟ وہ بولے کہ تنگیں جارہا ہوں۔ حضرت میاں صاحب امرتسر آئے ہوئے ہیں اور آپ نے فرمایا تھا کہ شاید ابراہیم وہاں آیا ہوا ہے اس کو بلالاؤ۔ میں نے کہا کہ جس کے لئے جارہے ہو وہ میں ہی ہوں اور وہ شخص میرا پہلے واقف نہ تھا۔ پھر میرے ہمراہ واپس امرتسر آگیا۔

خواب میں القاء کی صورت

عرصہ تین سال کا ہوا ہے چند دوستوں نے بندہ کو مجبور کیا کہ شالامار باغ کے میلہ پر لاہور چلیں۔ بندہ نے جواب دیا میں نہیں جاتا۔ کئی روز پہلے ہی تذکرہ اور بحث رہی۔ میلہ سے اٹھارہ روز پہلے بندہ نے خواب میں دیکھا کہ لاہور سوہا بازار میں جارہا ہوں اور حکیم نور احمد صاحب بازار میں ملے۔ ان سے دریافت کیا کہ حضرت میاں صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں؟ حکیم صاحب نے کہا آپ نے آنا تو تھا۔ بندہ نے کہا کچھ شک پڑتا ہے حکیم صاحب نے کہا کہ اب تم کہاں جاتے ہو۔ جواب دیا باغ میں جاتا ہوں۔ حکیم صاحب نے کہا ٹھہر جاؤ میں کپڑے لے آؤں، ساتھ چلتا ہوں۔ جب باغ میں پہلے تختہ پر گئے تو میاں محمد الدین آپ کا پھوپھی زاد بھائی ملا۔ اس سے دریافت کیا کہ میاں صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آئے ہوئے ہیں مگر پتا نہیں کہاں ہیں۔ پھر عصر کے بعد آپ کا دوسرا پھوپھی زاد بھائی ملا۔ اس سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا میاں تیرے آنے کی آپ کو خبر ہوگئی ہے اور فرماتے ہیں ہم باغ میں نہیں آئیں گے اور تم باغبانپورہ میں اونچی مسجد میں آکر ملو۔ پھر بندہ اس خواب سے بیدار ہوگیا۔ صبح دوستوں سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو دوستوں کی جرأت بڑھ گئی اور انہوں نے لاہور جانے پر بندہ کو مجبور کیا اور بندہ کو بھی اس خواب کی وجہ سے امید ہوگئی کہ شاید آپ تشریف لے آئیں۔

میلہ سے ایک دن پہلے بندہ یاروں کے ہمراہ لاہور پہنچا' جب سوہا بازار میں گئے تو حکیم نور احمد صاحب ملے۔ ان سے دریافت کیا کہ حضرت میاں صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ آپ نے آنا تھا۔ بندہ نے کہا کچھ امید پڑتی ہے؟ حکیم صاحب نے کہا تم کہاں جاتے ہو۔ پندہ نے کہا باغ میں جاتے ہیں۔ اس نے کہا ٹھہر جاؤ میں کوئی چیز لے آؤں۔ پھر ہم سب حکیم صاحب کو ہمراہ لے کر باغ کے پہلے تختہ پر پہنچے تو میاں محمد الدین صاحب ملے۔ دریافت کیا۔ حضرت میاں صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا آئے ہوئے ہیں لیکن پتا نہیں کہ کہاں ہیں۔ پھر عصر کے بعد آپ کے پھوپھی زاد میاں علم الدین صاحب ملے۔ ان سے دریافت کیا کہ میاں صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ تیرے آنے کی آپ کو خبر مل گئی ہے اور آپ نے فرمایا ہے میں نے باغ میں نہیں آنا۔ تم باغبان پورہ میں اونچی مسجد میں چلے جاؤ۔ یہ خبر سن کر سب یاروں میں ایک جذب واقع ہوگیا۔ پھر ہم نے شام کی نماز باغبانپورہ میں جا پڑھی اور آپ کو وہاں موجود پایا۔ عشاء کی نماز کے بعد ایک کوٹھی میں قیام کیا۔ سب یار رات کو سو گئے اور آپ تمام رات کرسی پر بیٹھے رہے۔ صبح فرمایا: اگر کوئی رات بیدار رہتا تو رات کی کیفیات کچھ حاصل کر لیتا۔ صبح کی نماز کے بعد باغ میں تشریف لے گئے۔ بندہ اور ہمراہی سب ساتھ تھے۔ دونوں جیبیں آپ کی روپیہ سے

بھری ہوئی تھیں۔ جو سوالی ملتا کچھ نہ کچھ اسے دیتے۔ جب دونوں جیبیں خالی ہوگئیں تو بندہ سے ارشاد فرمایا: ان یاروں کو باغ میں چھوڑ آؤ اور تم ہمارے ہمراہ چلے آؤ۔ بندہ نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ بندہ اور حکیم نور احمد آپ کے ہمراہ ہو لئے۔ آپ ہمیں حضرت ایشاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ تو مسجد کی طرف چلے گئے۔ بندہ جھجھر سے پانی آبخورے میں ڈال کر پینے لگا، جب آبخورہ منہ سے علیحدہ کیا تو بے اختیار آنکھیں بند ہوگئیں اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک واں یعنی بڑے کنوئیں میں ہوں اور جب اپنی طرف نگاہ کرتا ہوں تو ایک خچر کی صورت میں اپنے آپ کو پاتا ہوں اور دوسری طرف دیکھتا ہوں تو میرے پاس ایک کتا کھڑا ہے پھر اس واں کی سیڑھیوں سے دوڑا دوڑا ایک میدان میں نکل آیا۔ وہاں ایک بزرگ سفید ریش جسم کے بھاری اور داڑھی بہت بڑھی ہوئی، مجھ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں دیکھ میاں جب تک خچر اور کتے سے اپنے آپ کو برا نہ سمجھے گا کچھ بھی حاصل نہ کرے گا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد روضہ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس طرح فیض آنے لگا گویا کہ ایک چشمے کا منہ کھل گیا ہے ادھر مسجد سے حضرت میاں صاحب بھی تشریف لے آئے اور بندہ کو اپنے ہمراہ روضہ کے اندر لے گئے اور پانچ منٹ تک اندر ٹھہرنے دیا۔ اس عرصہ میں جو فیض شروع ہوا تھا وہ اسی طرح رہا اور باہر آنے کے بعد طبیعت بدل گئی۔

ایک دفعہ آپ عرس مبارک کے موقع پر مکان شریف تشریف لے گئے۔ اکثر ختم کے وقت یارانِ طریقت کو وجد و جوش و خروش بہت ہوا کرتا تھا۔ حلقہ ختم میں آپ تشریف لے گئے اور بندہ ختم میں کھڑا رہا۔ جب ختم تمام ہوا تو آپ تشریف لائے اور بندہ سے دریافت کیا کہ آج کسی کو وجد تو نہیں ہوا ہے۔ بندہ نے عرض کی وجد کیسے ہوتا آپ تو روک گئے تھے۔ یہ سن کر آپ ہنس پڑے اور اس ختم میں کسی کو وجد نہ ہوا۔

خواب میں القاء

بندہ کو ایک روز کسی نے خواب میں کہا کہ حضرت میاں صاحب اتوار کو قصور تشریف لائیں گے۔ بندہ نے اس سے دریافت کیا کس گاڑی پر۔ جواب ملا رات کے نو بجے کی گاڑی پر۔ سردی کا موسم تھا۔ اتوار کی شام کو پھر سات آدمیوں کی روٹی تیار کرائی اور ایک سماوار چائے کا اور چھ سات یاروں کو ہمراہ لے کر سٹیشن پر گیا۔ جب آپ گاڑی سے اترے، بندہ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم کو کس نے خبر دی۔ بندہ نے عرض کی تار آگئی تھی۔ آپ ہنس کر بندہ کے ہمراہ تشریف لے آئے۔

باطنی ٹیلیفون سے خبر

ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو لاہور شریف لے گئے اور مستری بدرالدین خرادی کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کا خانپور جانے کا ارادہ تھا مگر لاہور میں آکر کچھ طبیعت ناساز ہوگئی۔ ادھر خانپور میں

میاں عمر الدین سے وعدہ کیا ہوا تھا۔آپ دیوار سے کمر لگا کر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔قریباً ایک گھنٹہ اسی طرح بیٹھے رہے۔بعد ازاں فرمایا شرقپور چلیں۔بندہ نے عرض کی کہ میاں عمر الدین سے وعدہ تھا۔آپ نے جواب دیا اس کو پتا لگ جائے گا۔آپ شرقپور شریف تشریف لے گئے۔بندہ قصور چلا آیا۔تھوڑے عرصہ کے بعد میاں عمر الدین خانپوری قصور آیا۔اس نے ذکر کیا جس دن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعدہ موضع خانپور آنے کا تھا اسی رات میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک مکان میں تشریف فرما ہیں اور دیوار کے ساتھ کمر لگائے ہوئے ہیں اور مجھے فرما رہے ہیں میں بیمار ہو گیا ہوں۔اس وجہ سے نہیں آ سکتا اور مکان بھی میاں عمر الدین نے وہی بتایا جس میں کہ آپ لاہور میں ٹھہرے ہوئے تھے۔سبحان اللہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ موضع برج اٹاری تشریف لے گئے۔وہاں میاں چراغ دین صاحب مدرس کو مدرسے میں جا کر ملے۔اس وقت میاں چراغ دین صاحب کی عمر اکیس برس کی تھی۔رات کو مسجد میں بہت یار جمع ہوئے۔آپ نے توجہ فرمائی تو بہت یاروں کو جوش وخروش ہوا۔وہاں کا نمبردار میاں الہ بخش بھی آپ کا ارادت مند ہو گیا۔پھر صبح آپ شرقپور شریف لے گئے۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اٹاری آیا جایا کرتے تھے اور اٹاری کے بہت سے آدمی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔جن میں ابھی تک چند آدمی موجود ہیں۔باقی بہت سے فوت (۱) بھی ہو گئے ہیں۔

میاں قادر بخش صاحب سکنہ للیانی علاقہ قصور بیان کرتے ہیں ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور تشریف لائے اور مولوی فضل حق صاحب نائب تحصیلدار کے مکان پر قیام فرمایا۔ایک دو دوستوں سے معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ قادر بخش للیانی والے کو خبر کر دیں کہ حضرت صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔آپ نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں، وہ خود ہی آ جائے گا۔قادر بخش کا بیان ہے اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں جاؤں۔جس وقت قدم شرقپور شریف کی جانب اٹھاؤں تو نہ اٹھے۔پھر خیال آیا کہ قصور ہی ہو جاؤں اور قصور کی طرف رخ کیا تو قدم خوب چلنے لگے۔آگے آتے ہی وہی دوست ملے جنہوں نے جناب کی خدمت میں عرض کی تھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔پھر حاضر ہوتے ہی آپ فرمانے لگے میرا پہلوان آ گیا۔ان دنوں للیانی اور قصور میں طاعون کا بڑا زور تھا۔آپ فرمانے لگے: اگر تو دعا کرے تو کیا یہ طاعون رہ سکتی ہے۔ابھی دور ہو جائے گی۔میں نے عرض

(۱): اگرچہ اس آخری دور میں اس واقعہ کی مثال ایک ذرہ شمس کے برابر بھی نہیں جو آنحضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے وجود پاک سے ظاہر ہوئے لیکن ابتدائے مسند خلافت کے لئے یہ ایک بلند اور شاندار مثال ہے۔مسند خلافت کا آخری دور کچھ اور قسم کا ہوتا ہے لیکن ابتدائی زمانہ کا ایک ذرہ آخری دور کے سورج سے زیادہ قیمت رکھتا ہے کیونکہ اس وقت صرف ذات عارف کا ہی ابتدائی اثر ملاحظہ ہوتا ہے اور بعد میں مرکب ہو کر ایک کوہ آتش فشاں ہو جاتا ہے۔

کی میں کہاں کا ایسا ولی ہوں؟ آپ نے فرمایا میرے دل سے پوچھنا چاہئے۔ شیر کو اپنی طاقت کی خبر نہیں ہوتی۔ میں نے للیانی آتے ہی دعا مانگنی شروع کی۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی دعا قبول ہوئی اور دو دن کے اندر بیماری دور ہو گئی۔ یہ آپ کی ہی کرامت (۱) تھی۔

بیان قادر بخش: ایک دفعہ جو آپ قصور تشریف لائے تو جناب میاں ابراہیم صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ قادر بخش کو رقعہ لکھ دیں کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا: وہ خود ہی آجائے گا۔ چنانچہ میں اس وقت قصبہ کھیم کرن چوہدری محمد حیات کے گھر اپنے ناطے کے واسطے گیا ہوا تھا۔ جب میں واپس قصور آیا تو دروازہ شہر کے اندر آتے ہی میرا دل کہنے لگا کہ حضرت میاں صاحب تو آج بھی قصور میں ہی تشریف فرما ہیں، چلو آپ کی خدمت میں چلیں۔ میں نے آتے ہی میاں محمد ابراہیم صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت میاں صاحب کہاں ہیں؟ انہوں نے ہنس کر فرمایا شرقپور میں۔ پھر میں نے عرض کی نہیں نہیں۔ آپ اس جگہ تشریف لائے ہوئے ہیں تو صوفی صاحب نے فرمایا: پکا قلعہ کے کوٹ چلے جاؤ، آپ وہاں ہیں، وہاں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کسی جگہ ناطے کا سبب بنا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کی کھیم کرن سے آرہا ہوں۔ امید ہے وہاں بن جائے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں یہاں ہی بن جائے گا۔ میں نے عرض کی کہ اس جگہ میری ماں بیٹھی ہوئی ہے جو بنا دے گی۔ آپ نے جلدی سے فرمایا کیا تجھ کو مجھ پر اعتبار نہیں۔ میں نے عرض کی بے شک ہے۔ پھر فرمایا جاؤ شہر کی طرف۔ جب میں بازار میں گیا تو میاں حبیب اللہ ملے۔ اس نے کہا کہ میرے گھر چلو۔ میں ان کے گھر گیا۔ پس اسی دن میرا کام بن گیا۔

خواب میں بیعت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قصور تشریف فرما تھے۔ بندہ کے مکان پر آپ کا قیام تھا۔ میاں نور الحسن صاحب عطار قصوری نے بیعت کی درخواست کی۔ آپؒ نے چند منٹ کے بعد فرمایا: گھر جا کر سو رہو۔ چنانچہ میاں نور الحسن صاحب اسی وقت اٹھے اور گھر جا کر سو رہے۔ میاں نور الحسن صاحب کا بیان ہے کہ جب میں سو

(۱): اکثر اولیاء اللہ کی عادت مبارک ہوتی ہے کہ جب کوئی خود دعا کریں اور درجہ اجابت پر پہنچ جائے تو اپنے آپ کو چھپانے کے لئے کسی دوسرے با اخلاص کا نام پیش کر دیتے ہیں۔ سنا ہے کہ خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ ہی طریقہ رکھا ہوا تھا۔ جب کسی کے لئے دعا فرمانے کا ارادہ ہوا تو دعا گو کو بلواتے اور فرماتے کہ فلاں کے لئے دعا کرو۔ وہ عرض کرتا تھا کہ اچھا کرتا ہوں لیکن آپ بھی ہاتھ اٹھائیں۔ چنانچہ آپ بھی ہاتھ اٹھاتے اور وہ دعا کر کے دعا کرانے والے کو کہتا تھا کہ تمہارا کام تو ہو گیا اب شیرینی تیار کرو چنانچہ کام فوراً ہو جاتا تھا۔

بارش کے لئے جب آپ اس کہتے وہ عرض کرتا کب حضور بارش ہو۔ آپ فرماتے فلاں دن کو ہو۔ تو وہ عرض کرتا کہ ایسا ہی ہو گا۔ اسی دن بارش ہوتی۔ غرض جو کچھ کرانا ہوتا تھا وہ آپ کی زبان سے پہلے ہی نکلوا لیتا تھا اور پھر دعا کر کے عام اعلان کر دیتا تھا۔ سبحان اللہ پاک لوگوں کے کیا پاک طریقے ہیں۔

گیا تو خواب میں آپ نے مجھے بیعت کیا اور اپنی زبان مبارک میرے دہن میں دے دی اور مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ آپ جب بغل گیر ہوئے تو آپ کے ہر عضو سے ذکر کی آواز آ رہی تھی اور میں زبان مبارک حضور کی اس طرح چوس رہا تھا جیسے بچہ ماں کا دودھ پیتا ہے۔ الحمد للہ!

مولوی محمد عبد اللہ صاحب ولد مولوی عبد الغفور صاحب سکنہ موضع ہرچوکی علاقہ چونیاں کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے مولوی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونیاں والے میرے پاس چھانگا مانگا میں تشریف لائے اور فرمایا آج میرے دل کو سخت بے قراری ہے۔ چلو آج دونوں مل کر مولوی فضل حق صاحب نائب تحصیلدار کے پاس منٹگمری چلیں۔ جب ہم سٹیشن چھانگا مانگا پر پہنچے تو گاڑی بالکل چلنے کو تیار کھڑی تھی ہم دونوں بغیر ٹکٹ کے گاڑی پر سوار ہو گئے جب اسٹیشن اوکاڑہ پر پہنچے تو مولوی یار محمد صاحب نے فرمایا میرے دل کو بے قراری ہے۔ دل چاہتا ہے بجائے منٹگمری کے دیپالپور چلیں۔ گاڑی سے اتر کر دیپالپور پہنچے۔ جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی فضل حق صاحب مذکور دروازے پر کھڑے ہیں اور ہمارے آنے کا انتظار فرما رہے ہیں۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: برخوردار تم نے آنے میں بڑی دیر کی ہے ہم بہت دیر سے تمہارے انتظار میں کھڑے ہیں۔ مولوی فضل حق صاحب نے فرمایا: آپ تین دفعہ دروازے پر تشریف لائے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع اچھرہ ضلع لاہور میں حافظ فتح محمد صاحب سے جا کر ملے۔ حافظ صاحب کو غائبانہ نسبت حضرت شاہ عبد الرسول قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ حافظ صاحب نے کسی سے کچھ پڑھا نہ تھا۔ آنکھوں سے آپ نابینا تھے۔ ظاہری بیعت تو مولوی نور عالم صاحب سے تھے جو خلیفہ سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ حافظ صاحب عربی کی بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے اور حکمت میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے اور نسبت بھی نہایت اچھی تھی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے مل کر بڑے ہی محظوظ ہوئے اور حافظ صاحب بھی آپ سے مل کر بڑے خوش ہوئے۔ اکثر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اچھرہ میں حافظ صاحب سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب کو آپ نے فرمایا قصور میں ایک میرا دوست ہے۔ حافظ صاحب نے فرمایا جو آپ کا دوست ہے وہ میرا بھی ہے۔ ایک مرتبہ حافظ صاحب قصور تشریف لائے۔ بندہ حاضر خدمت ہوا۔ حافظ صاحب کی نسبت نے بندہ پر سیلاب کا سا اثر کیا۔ خاص کیفیت طاری ہوئی پھر فرمایا شرقپور شریف بہت جایا کرو۔ تمہاری طبیعت سرد ہے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت میں حرارت ہے۔ تمہیں بہت فائدہ ہوگا۔ بندہ نے حافظ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ پڑھے بھی کسی سے نہیں اور نابینا بھی ہیں۔ پھر آپ حکمت بھی کرتے ہیں۔ آپ کو دوائیوں کی کس طرح سمجھ آتی ہے؟ فرمایا:

میرے دل میں دوائیوں کی صورت اور سمجھ آتی ہے۔ پھر بندہ نے چند نسخے حافظ صاحب سے حاصل کئے اور آپ نے چند نسخے بندہ سے سمجھے۔ نسخوں کے سمجھنے کے وقت تمام مریدوں اور درویشوں کو اٹھا دیتے۔ اس کے بعد پھر بھی نسخوں کے متعلق گفتگو فرمایا کرتے اور ایک طریقہ ذکر کرنے کا بھی بندہ کو فرمایا۔ بندہ نے عرض کی کہ خاص توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا ظہر کے بعد میرے پاس آنا۔ جب بندہ ظہر کے بعد حاضر ہوا تو کوئی کیفیت نہ ہوئی۔ اس راستہ میں ارادہ کو جرمانہ لگ جاتا ہے۔

آپ کا تصرف اخلاص و استقامت اور تبلیغ کی محبت

میاں اللہ دتا صاحب باشندہ قصوری کا بیان ہے کہ آج سے تیس سال پہلے میں شرقپور شریف میں تحصیلدار کا ملازم تھا اور کبھی کبھی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں بھی جایا کرتا تھا اور اس وقت آپ فرماتے تھے کہ تمہارا نام اللہ دتا ہے۔ تم نماز بلا ناغہ پڑھا کرو۔ میں نے آپ کی بات پر کبھی غور نہیں کیا تھا۔ پانچ سال شرقپور شریف میں ملازم رہا۔ ایک دن میاں محمد عثمان صاحب جو میرے ہم وطن اور ہمسایہ تھے، شرقپور شریف آئے۔ میں نے ان کو کھانے کے لئے کہا مگر انہوں نے انکار کیا۔ بہت اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا: کھانا تیار کرا کے یہاں گھر لے آنا۔ میں روٹی تیار کرا کے ان کے پاس گھر لے گیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی میاں محمد عثمان صاحب کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ کھاتے ہوئے آپ نے فرمایا: حرام میں بہت مزہ ہے۔ یہی لفظ آپ نے تین چار مرتبہ فرمائے مگر مجھے اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ چلتے وقت آپ نے فرمایا: نماز بلا ناغہ پڑھا کرو۔ پھر میں کبھی کبھی نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔ انہی دنوں میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ محمد عثمان صاحب کے ہمراہ قصور تشریف لائے۔ جب آپ میرے مکان کے سامنے سے گزرے تو میرے نام کے پھٹے ہوئے کارڈ کہیں باہر گرے پڑے تھے۔ آپ نے انہیں اٹھا کر ایک اونچی جگہ رکھ دیا۔ جب آپ شرقپور شریف واپس تشریف لائے تو ایک آدمی کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اللہ دتا کو میرے پاس بھیج دینا۔ جب مجھے آپ کا پیغام ملا تو آپ کی خدمت میں گیا تو آپ نے فرمایا تمہارے گھر کے سامنے جدھر ہم دیکھتے تھے اللہ ہی اللہ تھا۔ آپکا اتنا بڑا نام ہو اور پاؤں کے نیچے آئے مگر میں اس بات کو بھی نہ سمجھا لیکن چلتے وقت آپ نے فرمایا اب وقت ہے کچھ کر لو مگر میں نے پھر بھی غور نہ کیا۔ جب میں قصور آیا تو گھر سے ان کارڈوں کی بابت دریافت کیا مگر کوئی جواب نہ ملا پھر میں شرقپور گیا تو مجھے پتا چلا کہ آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ تمہارے گھر کے سامنے اللہ ہی اللہ تھا اور آپ نے اٹھا کر کہیں رکھ دیا تب تو میں نے نماز بھی پڑھنی شروع کر دی مگر بلا ناغہ نہیں پڑھتا تھا اور کچھ دنوں کے بعد حقہ بھی چھوڑ دیا۔ پھر دو تین ماہ کے بعد خیال آیا کہ نوکری بھی چھوڑ دینی چاہیے۔ پھر میں نے اپنی تبدیلی لاہور کرا لی۔ لاہور آ کر ایک ماہ تک نوکری کی۔ اس کے بعد میں نے اپنے بھائی کو وہی جگہ دے دی اور خود نوکری چھوڑ کر

گھر چلا گیا۔ گھر آ کر اپنا بافندگی کا کام شروع کر دیا۔ بعد پانچ ماہ کے ربیع الاول کے مہینے میں رات کو مجھے خواب میں آپ نے فرمایا: ''میں علی احمد صابر چلا ہوں، آنا ہے آ جاؤ'' صبح اٹھا تو دل میں کئی طرح کے خیال آئے کہ جانا چاہئے یا نہ جانا چاہئے آخر کار جب تین چار آدمی تیار ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ کلیر شریف گیا۔ چونکہ اس پانچ چھ ماہ کے عرصہ میں نہ ہی میں شرقپور شریف گیا تھا اور نہ ہی کبھی نماز پڑھی تھی۔ خیر جب میں یاروں کے ہمراہ وہاں عرس پر کلیر شریف پہنچا تو میں نے ایک آدمی سے پتا پوچھا۔ اس نے ایک لڑکا ساتھ کر دیا کہ مجھے آغا سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ڈیرے میں جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے، چھوڑ آئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔ تھوڑے عرصے کے بعد آپ تشریف لے آئے اور مسکرا کر فرمایا: اب تو کس طرح آ گیا ہے۔ شاید عرس پر آیا ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ اس عرس پر تو نہیں بلکہ آپ کو ملنے آیا ہوں۔ پھر آپ مجھے ایک مسجد میں جو کہ روضہ مبارک کے نزدیک ہے، لے گئے اور وہاں بیٹھ کر آپ نے ایک ورد مجھے بتایا۔ قریباً چار دن وہاں ٹھہرے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو قصور کے سٹیشن پر آپ نے فرمایا: تم کبھی کبھی شرقپور آیا کرو۔ تب سے میں آپ کے پاس دو تین ماہ کے بعد حاضر ہوتا تھا۔

توجہ کا اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حافظ خیر الدین صاحب سکنہ تنگاں (علاقہ امرتسر) کو کیمیا گری کا بہت شوق تھا۔ بندہ نے کئی دفعہ اس کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا۔ بندہ شرقپور شریف آپ کی خدمت میں پہنچا تو عرض کی کہ خیر الدین کو کیمیا کا سودا ہو گیا ہے۔ آپ نے خیال فرمایا۔ چھ ماہ کے بعد مکان شریف کے راستہ میں حافظ خیر الدین مل گئے اور بندہ سے کہا تم نے نہ چھ ماہ سے کوئی خط بھیجا ہے نہ خود ملے۔ بندہ نے جواب دیا آپ کے ہی علاج میں رہا ہوں۔ اس سے پھر پوچھا اب کیمیا گری کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اب تو میرے دل سے بالکل خیال اٹھ گیا ہے اور نسخہ بھی کوئی یاد نہیں رہا۔

دہریت سے توبہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی اصغر علی صاحب روحی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور کا ایک شاگرد جو کہ تعلیم عربی میں فاضل اور انگریزی میں ایم اے۔ جس کے خیال بدل کر دہریہ ہو گئے تھے اور خداوند کریم کی ہستی سے بھی انکار کرنے لگا تھا۔ تقریر اور گفتگو میں ایسا کہ بڑے بڑے مولوی صاحبان بھی جواب میں عاجز آ گئے۔ ایک دن مولوی صاحب مذکور نے اپنے اس شاگرد کو کہا کہ تم ایک دو دفعہ شرقپور شریف جاؤ۔ مولوی صاحب کے ارشاد کے مطابق وہ شرقپور شریف گیا۔ مولوی صاحب بھی ہمراہ گئے تھے اور اس کا تذکرہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے ایسا تصرف فرمایا اور اس کے دل پر ایسی تجلی روحانی گری کہ

اسے سب کچھ بھول گیا اور ایمان لے آیا۔ داڑھی منڈوانی چھوڑ دی اور اس پر جذب بھی طاری ہوا کرتا تھا۔ بندہ (مؤلف) نے بھی اسے مولوی کی صورت میں دیکھا۔ غالباً اب اس کا انتقال بھی ہو چکا ہے۔

دہریت کے رد پر کچھ دلائل

(مؤلف) بندہ کے پاس مسمی مہر الدین سکنہ امرتسر آیا۔ وہ بہت سے علماء کے پاس جا چکا تھا۔ چونکہ وہ خدا کی ہستی کا منکر تھا، ہر کسی کو یہی کہتا کہ خدا کے ہونے کا ثبوت دو۔ لوگ اس کو بجائے جواب دینے کے مار پیٹ کر نکال دیتے۔ جب اس نے بندہ سے بھی یہی سوال کیا تو اس وقت ہمارے پاس ایک اور آدمی بیٹھا تھا۔ وہ اس سے الجھنے لگا۔ بندہ نے کہا کیا ہوا۔ اس نے کہا دیکھو یہ کیا کچھ کہہ رہا ہے۔ بندہ نے اسے کہا چونکہ یہ طالب مولا ہے اس کی تسلی کرنی چاہئے۔ الغرض مہر الدین بندہ سے چار روز تک گفتگو کرتا رہا مگر خدا کی ہستی کا قائل نہ ہوتا تھا چوتھے روز آخر میں بندہ نے اسے کہا کہ تمہیں ساری عمر میں کوئی سچی خواب بھی آئی ہے یا نہیں۔ بولا جی ایک دفعہ سچی خواب آئی ہے جو مطابق خواب بیس دن کے بعد اسی طرح ظہور میں آئی۔ بندنے اس سے سوال کیا کہ تمہیں بیس دن پہلے آنے والے واقعات کی خبر کس نے دی۔ اس پر وہ خاموش ہو کر لاجواب ہو گیا اور خدا کی ہستی پر ایمان لے آیا۔

دیگر نوجوان مسمی محمد امین متعلّم ایف اے کلاس جو فیروز پور شہر دیوسماج دہریہ کالج میں پڑھتا تھا۔ چونکہ اس کے دل میں دہریوں کی صحبت سے وسوسے پڑ گئے تھے اور خدا کی ہستی میں بھی شکوک پیدا ہو گئے تھے۔ ایک روز بندہ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ وہاں کالج میں ہم پر ایسے ایسے سوال ہوتے ہیں۔ مثلاً خدا کی ہستی نہیں ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ اپنے استادوں کو کہہ دو کہ تمام عالم کے ووٹ لئے جائیں۔ جو نبی یا رشی یا گورو گزرے ہیں تمام خدا کی ہستی کے قائل تھے تو یہ چند نفوس کس طرح قابل اعتبار ہو سکتے ہیں۔

(مؤلف) کتاب شرح فتوحات مکیہ جلد اول، صفحہ ۱۳۴ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے خداوند تعالیٰ کے وجود پر بہت اچھا لکھا ہے۔ جیسا کہ اس وقت یورپ کی ہوا نے اکثر نوجوانوں کے دلوں سے اس کی پاک ذات کے نقش کو مٹا دیا ہے اور کالجوں کے سینکڑوں طالب علم اور بیرسٹر وغیرہ وجود باری کے منکر ہو رہے ہیں اور ان کی تعداد روز افزوں ہے اور ہزاروں آدمی ایسے پائے جاتے ہیں جو بظاہر قوم و ملک کے خوف سے اظہار تو نہیں کرتے مگر فی الحقیقت اپنے دلوں میں وہ خدا پر کچھ یقین نہیں رکھتے تو ایسے لوگوں کے لئے دلائل نظریہ و عقلیہ بالضرور پیش کرنے چاہئیں اس لئے ذیل میں شرح فتوحات مکیہ کی عبارت بعینہٖ لکھی جاتی ہے:

سوال: دہریہ کہتے ہیں کہ کسی نے خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ اگر خدا کا وجود ہوتا تو اس کو کوئی دیکھتا۔ اگر ہم خدا کو دیکھ لیں تو اس کو مان لیں گے۔

جواب: واضح ہو کہ انسان مختلف چیزوں کو مختلف حواس سے پہچانتا ہے۔ کسی چیز کو دیکھ کر کسی کو چھو کر اور کسی کو سونگھ کر، کسی کو چکھ کر، کسی کو سن کر۔ سو معلوم ہوا کہ رنگ کا علم دیکھنے سے ہو سکتا ہے، سونگھنے یا چھونے یا چکھنے سے نہیں ہوتا۔ پھر اگر کوئی شخص کہے کہ میں تو رنگ کو تب مانوں گا کہ اگر مجھے اس کی آواز سنواؤ، تو کیا وہ شخص بے وقوف ہے یا نہیں۔ اسی طرح آواز کا علم سننے سے ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص کہے مجھے فلاں شخص کی آواز دکھاؤ پھر میں دیکھ کر مانوں گا کہ وہ بولتا ہے تو کیا ایسا شخص جاہل ہوگا یا نہیں۔ ایسا ہی خوشبو سونگھ کر معلوم ہوتی ہے لیکن کوئی شخص طلب کرے کہ اگر تم مجھے گلاب کی خوشبو چکھا دو تب میں مانوں گا تو کیا ایسے شخص کو دانا مانیں گے۔

اس کے خلاف چکھ کر معلوم کرنے والی چیزوں یعنی ترشی، شیرینی، کڑواہٹ، نمکینی کو اگر کوئی سونگھ کر معلوم کرنا چاہے تو کبھی نہیں کر سکتا۔

پس یہ کچھ ضروری نہیں کہ جو چیز سامنے نظر آئے اسے تو ہم مان لیں اور جو چیز سامنے نظر نہ آئے اسے نہ مانیں۔ ورنہ اسی طرح تو گلاب کی خوشبو، لیموں کی ترشی، شہد کی مٹھاس، مصبر کی کڑواہٹ، لوہے کی سختی، آواز کی خوبی ان سب کا انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ چیزیں تو نظر نہیں آتیں بلکہ سونگھنے چکھنے اور سننے سے معلوم ہوتی ہیں۔ پس یہ اعتراض کیسا غلط ہے کہ اگر ہم خدا کو دیکھ لیں تب مانیں گے کہ خدا ہے۔ کیا یہ معترض گلاب کی خوشبو اور شہد کی مٹھاس کو دیکھ کر مانتے ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ شرط پیش کی جاتی ہے کہ خدا کو دکھا دو۔ تب مانیں گے۔ علاوہ ازیں انسان کے وجود میں خود ایسی چیزیں موجود ہیں کہ جن کو بغیر دیکھنے کے یہ مانتا ہے اور اسے ماننا پڑتا ہے کیا سب انسان اپنے دل جگر اور دماغ وانتڑیاں پھیپھڑے اور تلی کو دیکھ کر مانتے ہیں یا بغیر دیکھنے کے۔

اگر ان چیزوں کو اسے دکھانے کے لئے نکالا جائے تو انسان اسی وقت مر جائے اور دیکھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ یہ مثالیں تو اس لئے دی گئی ہیں کہ سب چیزیں صرف دیکھنے سے ہی معلوم نہیں ہوتیں بلکہ پانچ مختلف حواس سے ان کا علم ہوتا ہے۔ اب میں بتاتا ہوں کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا علم بلاواسطہ ان پانچوں حواس سے بھی نہیں ہوتا بلکہ ان کے معلوم کرنے کا ذریعہ ہی اور ہے مثلاً عقل یا حافظہ یا ذہن ایسی چیزیں ہیں کہ جن کا انکار دنیا میں کوئی بھی نہیں کرتا لیکن کیا کسی نے عقل کو دیکھا ہے یا سنا ہے یا چکھا، سونگھا یا چھوا ہے۔ پھر کیونکر معلوم ہوا کہ قوت بھی کوئی چیز ہے؟ اس بات کو ایک جاہل سے جاہل انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان چیزوں کو ہم نے اپنے حواس سے معلوم نہیں کیا بلکہ ان کے اثرات کو معلوم کر کے ان کا پتا لگایا ہے مثلاً جب ہم نے دیکھا کہ انسان مختلف مشکلات میں گھر کر کچھ دیر غور کرتا ہے اور کوئی ایسی تدبیر نکالتا ہے جس سے وہ اپنی مشکلات کو حل کر لیتا ہے۔ جب اسی طرح مشکلات کو حل ہوتے ہوئے ہم نے دیکھا تو یقین کر لیا کہ کوئی ایسی چیز انسان

میں موجود ہے جو ان موقعوں پر اس کے کام آتی ہے اور اس چیز کا نام ہم نے عقل رکھا ہے۔ پس عقل کو بلا واسطہ ہم نے پانچ حواسوں میں سے کسی کے ذریعہ سے بھی دریافت نہیں کیا بلکہ اس کے کرشموں کو دیکھ کر اس کا علم حاصل کیا۔ اسی طرح جب ہم نے انسان بڑے بڑے بوجھ اٹھاتے دیکھے تو معلوم کرلیا کہ اس میں کچھ ایسا مادہ ہے کہ جس کی وجہ سے یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے اور خصوصاً انسانوں کی طاقتوں میں فرق دیکھ کر ہمیں اور بھی یقین ہو گیا اور ہم نے معلوم کیا کہ یہ مادہ کسی میں کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ۔ پس قوت اور طاقت کو ہم نے نہیں دیکھا اور قوت اور طاقت کے کاموں کو ہم نے دیکھا ہے اور معلوم کیا کہ انسان میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے، اپنے سے طاقتور چیزوں کو قابو میں کر لیتا ہے اور اس کا نام قوت یا طاقت رکھ دیا۔ اسی طرح جس قدر لطیف سے لطیف اشیاء کو لیتے جاؤ گے ان کے وجود کا پتا ان کے اثرات سے معلوم ہوگا نہ کہ خود انہیں دیکھ کر یا سونگھ کر یا چکھ کر اور چھو کر۔

پس اللہ تعالیٰ کی ذات سے الطف ہے۔ اس کے علم حاصل کرنے کے لئے ایسی قیدیں لگانی کس طرح جائز ہو سکتی ہیں کہ آنکھوں سے دیکھے بغیر اسے نہیں مانیں گے۔ کیا بجلی کو کبھی کسی نے دیکھا پھر کیا الیکٹریسٹی کی مدد سے جو تار، خبریں پہنچتی ہیں یا مشینیں چلتی ہیں یا روشنی کی جاتی ہے اس کا انکار کیا جا سکتا ہے۔

ایتھر کی تحقیقات نے بھی فزیکل علوم کی دنیا میں ایک عظیم الشان تہلکہ پیدا کر دیا لیکن کیا اب تک سائنس کے ماہرین اس کے دیکھنے، سونگھنے، چھونے یا چکھنے کا کوئی ذریعہ نکال سکے؟

لیکن اس کا وجود نہ مانیں تو پھر یہ بات حل ہی نہیں ہو سکتی کہ سورج کی روشنی دنیا تک پہنچتی کیونکر ہے۔

پس کیسا ظلم ہے کہ ان شواہد کے ہوتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ خدا کو دکھاؤ تو ہم مانیں گے۔

اللہ تعالیٰ نظر تو آتا ہے لیکن انہی آنکھوں سے جو اس کے دیکھنے کے قابل ہیں۔ ہاں اگر کوئی اس کے دیکھنے کا خواہش مند ہو تو وہ اپنی قدرتوں اور طاقتوں سے دنیا کے سامنے ہے اور باوجود پوشیدہ ہونے کے سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ قرآن شریف میں اس مضمون کو نہایت مختصر لیکن بے نظیر پیرایہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ (۶ :۱۰۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ایسی ہے نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں بلکہ وہ نظروں تک پہنچتا ہے اور وہ تو لطیف اور خبردار ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ تیری نظر اس قابل نہیں کہ خدا کی ذات کو دیکھ سکے کیونکہ وہ تو لطیف ذات ہے اور لطیف اشیاء تو نظر نہیں آتیں جیسا کہ قوت ہے، عقل ہے، روح ہے، بجلی ہے،

ایتھر ہے، یہ چیزیں بھی کسی کو نظر نہیں آتیں۔ پھر خدا کی لطیف ذات تک انسانوں کی نظریں کب پہنچ سکتی ہیں۔

''برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ہے''۔

(مؤلف) یہ دلائل اس لئے دیئے گئے ہیں کہ جب کوئی بدعتی میدان مجادلہ میں نکلا تو اشعری یا اصحاب علم کلام میں سے کوئی نہ کوئی اس کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا اور اس نے تلوار سے مدد نہ لی اور ۔یں امید کہ اہل بدعت میں سے کسی کو دلیل اور برہان کے ساتھ ایمان کی طرف لوٹا دیں اور امت محمدیہ کی لڑی میں منسلک کریں کیونکہ اس وقت جو شخص امر معجز کو اپنے دعویٰ کی سچائی پر پیش کرتا تھا وہ اب مفقود ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک ہے اور اولیاء اللہ بھی اس وقت میں خال خال نظر آتے ہیں۔ سو علمائے علم کلام کے دلیل قائم مقام معجزہ اور کرامات اس شخص کے حق میں ہے جو دلیل عقلی کا معترف ہو۔ پس دلیل کی طرف رجوع کرنے والے کا اسلام، تلوار کی طرف رجوع کرنے والے سے صحیح وانسب ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ممکن ہے جس شخص پر تلوار اور وہ ''جبراً'' اسلام میں داخل کرنے کے لئے اٹھائی جائے وہ خوف سیف سے منافقانہ رنگ میں مسلمان ہوگا اور دل سے کافر ہی رہے گا اور صاحب دلیل کا حال ایسا نہیں ہوتا۔ منصف مزاج شخص کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

غیبی ندا

عرصہ قریباً ۲۳ سال کا ہوا، بندہ حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا ہم غسل خانہ میں غسل کر رہے تھے، غسل خانہ کی نالی سے تین دفعہ آواز آئی نظام دین فعل، نظام دین فعل، نظام دین فعل۔ ادھر سے خبر آ گئی نظام دین فعل ہو گیا ہے اور نظام دین حاضر ہوا تو آپ سے ناراض ہونے لگا۔ بندہ سے آپ نے فرمایا: اس میں میرا کیا ذمہ ہے۔ چونکہ نظام دین آپ کا ناز پروردہ تھا وہ کہتا تھا آپ نے ہی مجھے فعل کرایا ہے۔

دیگر

میراں بخش کھیم کرنی کا بیان ہے ایک دفعہ شرقپور حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ہم استرہ سے پاکی صاف کر رہے تھے۔ خیال آیا شرمگاہ پر نظر نہ کروں۔ ساتھ ہی آنکھیں بند کر لیں تو غسل خانہ کی اینٹوں سے آواز آئی کیا تو اندھا ہے۔ ہم نے آنکھیں کھول دیں۔

ایک شخص مسمی مردان علی آزاد خیال کا آدمی تھا۔ کچھ نیچری خیال بھی رکھتا تھا اور قادیان بھی جانے لگا تھا۔ کسی نے اس سے کہا تم شرقپور بھی جاؤ۔ مردان علی کا اپنا بیان ہے کہ میں جب شرقپور شریف پہنچا تو جناب میاں صاحب کی خدمت میں عرض کی مجھے بیعت کر لیا جائے۔ آپ نے انکار کیا۔ میں نے کہا میں تو قادیان جانے لگا تھا کسی نے کہا کہ شرقپور سے ہو آؤ۔ اگر آپ قبول نہیں فرماتے تو میں قدیان چلا جاتا ہوں۔ بس میرا یہ کہنا ہی تھا

کہ آپ نے چپکے سے کچھ تصرف فرمایا کہ میرے ہوش وحواس جاتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہوش میں آیا تو میرے وہ آزاد خیال سب جاتے رہے۔ بندہ بھی ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اس کے گاؤں میں آیا تھا اسے اچھی حالت میں دیکھا۔

جنات پر تصرف

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ فیروز دین میدان قصور سے اپنی ہمشیرہ کو ہمراہ لے کر شرقپور شریف گیا اور حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ اس کو آسیب وغیرہ کا اثر ہے۔ اس لڑکی کو آپ نے اپنے گھر ٹھہرایا اور تشریف لے جا کر آپ نے لڑکی سے دریافت کیا اس نے کہا ایک عورت ہے جو میرے روبرو آتی ہے اور مجھے طرح طرح کی تکلیف دیتی ہے۔ یہ کہتے ہی لڑکی بول اٹھی کہ وہ آگئی وہ آگئی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آئی ہے تو اس کے سر کے بال پکڑ کر نوچ دے۔ اس لڑکی کو آپ کے فرمانے سے جرأت ہوگئی۔ اس پر کود پڑی اور اس کے سر پر زور سے ہاتھ مارا اور ایک چوٹی یا میڈھی اس کے سر سے اکھاڑ لی، جو مولی کے دھاگے سے گندھی ہوئی تھی اور لگیے یا بھورے رنگ کے بال تھے آپ اس چوٹی کو پکڑ کر مردانے مکان میں لے آئے۔ اس وقت مردانہ بیٹھک میں بہت آدمی موجود تھے اور بندہ نے بھی وہ بالوں کا گچھا ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ جب وہ لڑکی قصور آگئی تو پھر آسیب نے خلل کیا۔ لڑکی مذکورہ کا بیان ہے کہ اس شیطانی عورت کے ہمراہ اور بھی بہت سے ساتھی آئے اور یہ بھی اس کا بیان ہے کہ اسی حالت میں ادھر سے میاں صاحب بھی تشریف لائے اور آپ نے آ کر ایک تندور لوہے کا لگایا اور اس میں آگ جلائی اور میں دیکھ رہی ہوں کہ حضرت میاں صاحب ان آسیبی عورتوں کو پکڑ پکڑ کر تنور میں پھینک رہے ہیں۔ جتنا واقعہ بندہ کو یاد ہے لکھ دیا۔

ہمزاد یا روح پر تصرف

میاں قادر بخش صاحب للیانی والے کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میری صبح آنکھ نہیں کھلتی۔ آپ نے فرمایا رات کو سوتے وقت کہہ دیا کرو کہ قادر بخش مجھے صبح جگا دینا۔ میں نے اس پر عمل کیا تو جس وقت میرے اٹھنے کا وقت ہوتا تھا کبھی کوئی شخص میرے پاؤں کو پکڑ کر اور کبھی بازو کو کبھی سر کو ہلا کر جگا دیتا تھا۔ اگر کسی دن میں زیادہ غافل ہو جاتا تو توپ کے گولے چلنے کی سخت آواز آتی جس سے گھبرا کر اٹھ بیٹھتا۔

(قادر بخش کا بیان) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خواب میں ایک شخص نے مجھے کہا کہ تم اور بھی وظیفہ کرتے ہو اور اس وظیفہ کو بھی پڑھا کرو۔ جس کی لکھی ہوئی تختی میرے سامنے کی۔ میں نے خوب غور سے دیکھا اور پڑھا۔ جس وقت میں بیدار ہوا کچھ یاد نہ رہا مگر اخیر کے لفظ ''وصالی کمالی'' یاد رہ گئے۔ میں نے اپنے گاؤں کے امام

مسجد مولوی عبد الرحمن صاحب مرحوم کو کہا کہ کوئی ایسا وظیفہ بھی ہے جس کے اخیر میں یہ لفظ آتے ہوں۔ انہوں نے کہا یاد نہیں، دیکھ کر بتاؤں گا۔ بندہ دو تین دن بعد شرقپور شریف خدمت میں شام کے وقت پہنچا۔ رات آپ کے پاس رہا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں ملکا نوالی مسجد میں جا بیٹھا۔ آپ وظیفہ سے فارغ ہو کر میرے ساتھ پیار کرنے لگے اور فرمایا یہ وظیفہ پڑھا کرو جس کا تمام مطلب میرا خواب ہی تھا۔ قصیدہ غوثیہ کا شعر ہے۔ میں نے عرض کی یہ تو مجھے خواب آیا تھا اور میں خواب ہی عرض کرنے آیا تھا۔ آپ نے فرمایا میاں میں نے بھی اسی واسطے ہی کہا ہے۔

لقاء

(مؤلف) ایک دفعہ کا ذکر ہے حکیم احمد علی صاحب ساکن قصور بندہ کے مکان پر نصف شب کے وقت تشریف لائے اور باہر دروازہ پر دستک دی۔ بندہ باہر آیا۔ پوچھا خیر ہے۔ آپ اس وقت کیسے آئے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ وہ یہ کہ میرے سامنے تم ایک خط لائے ہو۔ اس خط کے شروع میں تین مرتبہ ہائے ہائے لکھا ہوا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہم سخت بیمار ہیں اور خط حضرت میاں صاحب کا معلوم ہوتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا میں صبح کی گاڑی سے شرقپور جاؤں گا۔ صبح کی گاڑی پر بندہ بھی حکیم صاحب کے ہمراہ ہولیا۔ جب ہم شرقپور شریف پہنچے تو صبح شہر کے دروازہ پر ایک شخص ملا۔ اس نے کہا آپ کیسے آگئے، خط تو آپ کو آج ملنا تھا۔ جب حضرت میاں صاحب کی خدمت میں پہنچے تو آپ واقعی سخت بیمار تھے۔ آپ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب واپس قصور آئے تو بعینہٖ وہی لفظ خط پر تھے جو خواب میں دیکھے گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک ڈاکٹر سزا وارنامی شرقپور میں بدل کر آیا۔ اس نے بندہ سے ذکر کیا کہ ہمارا ایک بیمار شاہدرہ میں تھا، اسے میعادی بخار تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی آپ نے خیال فرمایا بخار جاتا رہا۔ ڈاکٹر کا یہ حال تھا کہ دورہ سے واپس آتا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ رات کو یا دن کو جس وقت بھی شرقپور شریف آتا تو ضرور حاضر ہوتا۔ یہ ڈاکٹر حیوانات کا ڈاکٹر تھا۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ آپ نے ہمارے اصولوں کو بھی توڑ دکھایا ہے۔ پھر شرقپور سے اس کی تبدیلی ہوگئی۔

بندہ (مؤلف) کو کاربنکل یعنی گدھو دہانہ ہو گیا۔ قصور سے محمد سردار ببر نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ ابراہیم کو پشت پر پھوڑا، دائیں طرف عین دل کے محاذ پر ہو گیا ہے۔ یہ پھوڑا ایک بالشت لمبا اور تین گرہ چوڑا ہے۔ آپ نے خط پڑھتے ہی جواب لکھا کہ جس وقت سے میں نے خط پڑھا ہے اسی وقت سے دست بدعا ہوں مگر کام وہی ہو گا جو خداوند کریم کے ارادہ میں ہے۔ پھر کرم الدین کو بندہ کے

پاس بھیجا اور گیارہ روپیہ بھی ہمراہ بھیجے۔ پھر خادم حسین شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا کوئی ابراہیم کا مفصل حال بیان نہیں کرتا۔ خادم حسین نے سب عرض کی کہ بہت تکلیف بیان کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ابراہیم کو کہہ دینا کہ اپنے بزرگوں کی طرف خیال کرے۔ جب خادم حسین قصور واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ (بندہ) مجھ کو کسی بزرگ نے دونوں ہاتھوں میں اٹھایا ہوا ہے جس طرح بچے کو بازو دراز کر کے اٹھالیتے ہیں اور دونوں بازوؤں کو حرکت دی جاتی ہے۔ میں خوب سویا رہتا تھا۔ کبھی یہ دیکھتا کہ قبر کی مانند ایک گڑھا ہے اور میں لوگوں سے دریافت کرتا یہ کیا ہے۔ وہ جواب دیتے یہ باجہ ہے۔ میں تعجب کرتا یہ باجہ کس طرح کا ہے۔ الغرض اس باجے سے ایک کیفیت ایسی طاری ہوتی جو مجھے بے ہوش کر دیتی۔ تمام رات سویا رہتا۔ کبھی پیشاب کے لئے اٹھتا بھی تو پھر اسی کیفیت میں سو جاتا۔ آپ نے پھر حاجی عبدالرحمن صاحب کو قصور بھیجا۔ وہ حال دریافت کر کے شرقپور شریف چلے گئے مگر حاجی صاحب وہاں جا کر پوری کیفیت بیان نہ کر سکے۔ پھر آپ نے نور الحسن شاہ صاحب کو بھیجا۔ شاہ صاحب ماشاء اللہ بڑے ذہین ہیں، انہوں نے تمام حال سمجھ کر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ کو سن کر تسلی ہوئی۔ اس وقت قریباً تین مہینے گزر گئے تھے اور کبھی کبھی مسجد بھی آنے لگا تھا۔ جس وقت ذرا حالت بحال ہوئی تو بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے پشت پر سے کرتہ اٹھا کر پھوڑے کے داغ کو دیکھا۔

امرتسر میں ایک شخص نے ذکر کیا کہ ہمارا ایک قریبی شرقپور شریف بہت جایا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا بار بار آنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ جب ملنے کو دل چاہے گوشہ میں خیال کر کے بیٹھ جانا۔ اس شخص کا بیان ہے کہ جب میں گوشہ میں بیٹھتا تو آپ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا۔

کایا پلٹ دی گئی

ایک دن بندہ سے مولوی محمد صدیق سکنہ باہری ضلع گوجرانوالہ نے بیان کیا کہ ہمارا بھائی نہ نماز پڑھتا ہے جو نہ روزہ رکھتا، داڑھی منڈواتا اور لبیں دراز رکھتا ہے ہم اس کو کہتے ہیں کہ تو علماء کے گھر میں کیا بلا پیدا ہو گئی ہے۔ ہم اس سے لڑتے بھڑتے تھے مگر وہ باز نہ آتا۔ میں کہیں سفر کو گیا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد گھر آیا تو دیکھا کہ بھائی نے داڑھی رکھی ہوئی ہے، مونچھیں بھی تراشی ہوئی ہیں اور پابند نماز بھی ہے۔ میں نے دیکھ کر کہا کہ اس کی کایا کس نے پلٹ دی ہے۔ بھائی نے جواب دیا کہ میں شرقپور شریف میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر کہا کہ تو نے کیا شکل بنائی ہوئی ہے۔ پھر میرے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر لٹا دیا اور میرے اوپر ہو بیٹھے اور میرے دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خدا کو راستہ اس طرف سے جاتا ہے۔ بس اس کے بعد مجھے ہدایت ہو گئی۔ مولوی محمد صدیق صاحب نے بیان کیا کہ میں اثنائے بیماری میں حضرت میاں

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے توجہ فرمائیے۔ آپ نے جواب میں فرمایا میں بیمار ہوں۔ اچھا آپ خیال کر کے بیٹھ جائیں۔ میں خیال کر کے بیٹھ گیا۔ آپ چارپائی پر بیٹھ گئے اور آپ نے توجہ فرمائی۔ مجھے رقت طاری ہوگئی۔ پھر فرمایا: تم مسجد میں چلے جاؤ۔ میں جب مسجد میں آیا تو اس قدر زیادہ رقت ہوئی کہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور بلند آواز سے رونے لگا۔

بیمار پر نسبت القا کا اثر

میاں رحیم اللہ آپ کا چچازاد بھائی تھا۔ طبیعت کا بالکل آزاد، نئی روشنی کی طرز پر تھا۔ وہ تپ دق سے بیمار ہو گیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی عیادت کے لئے جاتے۔ بندہ بھی آپ کے ہمراہ دو تین دفعہ گیا۔ ایک روز میاں رحیم اللہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی بھائی جی مجھے کسی سلسلہ میں داخل کرلو۔ آپ نے فی الفور داخل طریق فرمالیا۔ چند روز بعد آپ نے بندہ سے فرمایا ہم خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک بچھیرا تسبیحیں پڑھتا ہوا ایک چھوٹے سے حوض میں جا داخل ہوا اور اس کی تعبیر نہ فرمائی کہ رحیم اللہ فوت ہو جائے گا۔ تھوڑے دن بعد میاں رحیم اللہ صاحب کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے کرتے واصل بحق ہوئے۔ آپ نے بندہ کو فرمایا کوئی قدر کرے یا نہ کرے ہم تو اس بات کی بہت قدر کرتے ہیں کہ آخر وقت میں کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہو۔

حاجی عبدالرحمن صاحب کی پہلی ملاقات اور آپ کا تصرف

حاجی عبدالرحمن صاحب سیّد عبدالحق شاہ صاحب قصوری کے شاگرد ہیں۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور تشریف لائے۔ بڑی مسجد میں قیام فرمایا۔ جب حاجی صاحب کو آپ کے آنے کا علم ہوا تو اللہ دین آہنگر کو ہمراہ لے کر بڑی مسجد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست داخل طریق ہونے کی کی۔ آپ نے بندہ (مؤلف) کو علیحدہ ہو کر فرمایا: تم غلام اللہ کی شادی پر آؤ گے تو عبدالرحمن کو ہمراہ لے آنا۔ بندہ جب میاں غلام اللہ صاحب کی بارات پر لاہور گیا اور حاجی صاحب مذکور بھی آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپ نے حاجی صاحب کو قبول فرمایا۔ ذکر قلبی اور درود شریف کی اجازت فرمائی۔ حاجی عبدالرحمن صاحب کو جذب طاری ہو گیا پھر تو حاجی عبدالرحمن صاحب میاں کریم بخش کلال کو ہمراہ لے کر بہت جلدی جلدی تشریف لے جانے لگے۔

جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف تشریف لے جاتے تو اکثر لاہور میں حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر ٹھہرتے۔ آغا سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید گیارہویں شریف کرتے اور حلقہ باندھ

کر ذکر جہر مفرد کرتے جس سے بہت عرصہ کے بعد ان کی طبیعت میں کچھ گرمی پیدا ہو جاتی اور وجد میں آ جاتے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بے چارے ذکر کے کچھ عرصہ بعد ذوق میں آ جاتے ہیں۔ ہم تو کچھ بھی نہیں کرتے۔ یہ فرمانا ہی تھا کہ آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے آپ کے یاروں کو بے خودی اور جذب طاری ہو گیا۔

تصرف فی العقائد

آپ فرمایا کرتے کہ ہمارے علماء ان کو جو لوگ اہل سنت و جماعت کے مذہب سے اعراض کر کے شیعہ، مرزائی یا وہابی وغیرہ بن جاتے ہیں واپس لانے کا وقوف نہیں۔ حکیم فتح محمد صاحب قصوری بندہ (مؤلف) کے چچا زاد بھائی تھے اور بیعت حضرت صاحب خواجہ غلام نبی صاحب للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھے۔ کچھ آپ کی نسبت حکیم صاحب کو وسوسے پڑ گئے۔ اس لئے ذکر مراقبہ بھی چھوڑ دیا۔ ایک ڈپٹی صاحب جو مذہباً شیعہ تھے، حکیم صاحب سے ان کی محبت ہو گئی۔ ان کی صحبت سے طبیعت پر شیعہ مذہب کا اثر ہو گیا اور بالکل ہی شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ حکیم نور حسن صاحب قصوری جو حکیم صاحب کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، انہوں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ حکیم فتح محمد صاحب نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ آپ نے سن کر فکر فرمایا اور نور حسن کے ذریعہ حکیم صاحب کو سلام بھی کہلا بھیجا اور اکثر آنے جانے والے کے ہاتھ حکیم صاحب کو السلام علیکم کہلا بھیجتے۔ ہر سلام کے بعد حکیم صاحب کی طبیعت عود کرتی حتیٰ کہ کتابیں تصوف کی منگوانے لگے اور رجوع کر آئے۔ گیارہ مہینے بیمار رہے۔ بندہ عیادت کے لئے ہر روز حکیم صاحب کے گھر جاتا اور حکیم صاحب نے شیعہ مذہب سے توبہ کی اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

بندہ کو علم ہے کہ بہت سے وہابی اور شیعہ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اگر یہاں سب کا ذکر کیا جائے تو کتاب کے طول ہونے کا اندیشہ ہے۔

دعا آسان نہیں

ایک ڈاکو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا جاؤ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ تم ڈاکے مارو اور خلق خدا پر ظلم کرو۔ تمہیں یہاں آنے سے کیا فائدہ ہے۔ اس ڈاکو کے دل پر آپ کے فرمان کا ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت توبہ نصوح کر لی۔ نماز پنج گانہ اور تہجد اور ذکر مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ نہیں معلوم زندہ ہے یا مر گیا۔ عرصہ ہوا ہے اس کو دیکھا تھا۔

اور کوئی آپ کی خدمت میں آ کر دعا کی درخواست کرتا تو فرماتے میاں کوشش کرو، اور فرماتے کہ لوگ دعا کو آسان سمجھ کر کہہ دیتے ہیں۔ دعا میں ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں یعنی اس وقت فکر بہت آتا ہے مگر پھر بھی آنجناب

نے اپنے تصرف کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔

حافظ عباس علی صاحب امام مسجد قصوری ولد میاں ولی محمد صاحب کا بیان ہے ایک روز خواب میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ایک لڑکا میرے گھر پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد آٹھ نو سال ہو گئے پھر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک انڈا مرغی کا ہے۔ اس کے بعد بیدار ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرے گھر دو لڑکے ایک ساتھ جوڑے پیدا ہوئے اور بفضل خدا دونوں حافظ قرآن شریف بھی ہیں۔

(دیگر) ایک عرب مسمی عبدالعزیز اتفاقاً شرقپور شریف آیا۔ جب آپ کی مسجد میں پہنچا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جذب کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔ جب اس عرب نے آپ کو دیکھا اس نے کہا ''ہذا مجنون'' میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس پر پڑی۔ فوراً نظر پڑتے ہی وہ تڑپنے اور لوٹنے لگا۔ اچھل اچھل کر چھت کے قریب چلا جاتا تھا۔ اسی حالت میں اچھل کر مسجد کی چھت پر جا پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا تم مدینہ شریف چھوڑ کر ہند میں کیوں آئے۔ تمہاری بیعت یہی ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ اس نے بہت اصرار کیا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ پھر وہ عرب حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں گیا اور وہاں سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہمراہ لے کر شرقپور شریف آیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے آپ نے اسے بیعت سے مشرف فرمایا۔

روحانی اثرات کے کرشمے

ایک مولوی صاحب آپ کے ملنے کے واسطے شرقپور شریف میں آئے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر ایک آیت پڑھی۔ مولوی صاحب سن کر وجد میں آ گئے۔ جب ہوش میں آئے تو روتے اور ساتھ یہ کہتے کہ میں تو ان فقیروں کو مانتا نہیں تھا اور اسی حالت میں اپنے وطن کو چلے گئے۔ پھر دوبارہ شرقپور شریف آئے تو وہی حال تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا ہمیں تو یہ حال اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ پھر مولوی صاحب مستانہ وار واپس چلے گئے۔ جب کسی بے نماز کو دیکھتے، مار پیٹ کر مسجد میں لے آتے۔ ایک روز ایک تھانیدار کو لے آئے۔ خود نماز نہ پڑھتے۔ حالت جنون اس قدر غالب تھا کہ گاؤں کے لوگ بھی ان سے تنگ آ گئے اور مشورہ کرتے کہ ان کو ماریں پیٹیں۔ جب کوئی ان کے روبرو آتا تو ایسا رعب پڑتا کہ کچھ نہ کر سکتے اور حالت جنون میں ایک بندری بھی رکھ لی اور اس کو کندھے پر اٹھائے پھرتے۔ نہر کا کیچڑ اٹھا اٹھا کر اپنی داڑھی پر ملتے۔ کسی نے ان سے پوچھا کیا کرتے ہو؟ جواب دیا کہ وسمہ لگاتا ہوں۔ ایک روز ایک فقیر ملا، اس نے کہا کہ ہمیں شراب پلاؤ۔ جواب دیا کہ ٹھہرو پلاتا ہوں۔ لوگوں نے کہا مولوی صاحب آ کر تم کو ماریں گے دوڑ جاؤ۔ یہ سن کر فقیر چلا گیا مگر مولوی صاحب بوتل

میں دودھ ڈال کر لے آئے لیکن فقیر کو وہاں نہ پایا۔ اس کے بعد پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے (قصہ لمبا ہے مختصر کرتا ہوں) توجہ سے اسے اصلی حالت پر لے آئے۔

مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل سکنہ نواں کوٹ حال وارد قصور جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص یاروں میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک قریبی رشتہ دار پر ایک جعلی مقدمہ اغوا کا مخالفوں نے بنا دیا اور یہ کہتے کہ ہمارے رشتہ دار ملزم نے ایک راجپوت عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اس کا خاوند پہلا مر چکا تھا۔ چند سال بیوہ رہی۔ اس عورت کے رشتہ داروں نے نکاح پر نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ ایک اور اس کا مصنوعی خاوند فرض کر لیا۔ عدالت میں نکاح خواں نے شہادت دی کہ میں نے اس کا نکاح اس آدمی کے ساتھ پڑھا ہے اور گواہوں نے شہادت دی۔ ہمارے روبرو نکاح پڑھا گیا ہے۔ نمبردار نے بھی شہادت دی کہ میں بھی اس نکاح میں شامل تھا اور کمیوں نے بھی شہادت دی۔ ہم نے اس نکاح پر اپنا حق لیا ہے اور بھی گاؤں کے باشندوں نے شہادت دی کہ ہم اس نکاح میں شامل رہے۔ عدالت کو پورا پورا ثبوت پہنچ گیا، کوئی صورت باقی بریت کی نہ رہ گئی۔ مولوی صاحب نے ذکر کیا کہ ہمارے رشتہ دار نے مجھ کو مجبور کیا کہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں میرے ہمراہ چلیں۔ اس کے مجبور کرنے پر مولوی صاحب آپ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوئے اور تمام حال اس کا عرض کیا۔ آپ سن کر بدست دعا ہوئے۔ قریباً پندرہ منٹ دعا فرماتے رہے۔ جب تاریخ مقدمہ کی آئی تو جج نے یہ فیصلہ سنایا کہ گو تمہارے دعویٰ کا ثبوت پورا پورا پہنچ چکا ہے لیکن ہم کو فکر کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ تم نے جعلی بنایا ہوا ہے۔ اس واسطے میں تمہارے دعویٰ کو خارج کرتا ہوں اور ملزم کو بری کرتا ہوں۔ سبحان اللہ

ایک روز کا ذکر ہے کہ بندہ کے ہمراہ چند یار شرقپور شریف گئے ہوئے تھے۔ پہلے جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ جب بندہ واپس آتا تو آپ رخصت کرنے آتے لیکن اس دن یہ فرمایا: میں ساتھ نہیں جاتا۔ ہم نے براستہ رائیونڈ آنا تھا۔ آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور رائیونڈ کی طرف منہ کر لیا اور کچھ ارشاد بھی فرمایا۔ ہم جب وہاں سے روانہ ہوئے، تین گھنٹوں کے اندر رائیونڈ پہنچ گئے۔ ہر ایک آدمی اپنے پاؤں اور پنڈلیوں کو ہاتھ لگا کر دیکھتا۔ غرضیکہ تھکان کا کوئی احساس وجود میں معلوم نہ ہوتا تھا۔ گویا ہم نے اتنی منزل طے ہی نہیں کی۔

میاں نظام الدین چٹھی رساں آپ کی خدمت میں خط لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا نماز پڑھا کرو۔ اس نے جواب دیا نماز کیا پڑھیں، نماز میں دل کہیں اور جسم کہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا تیسرا کلمہ کی ایک تسبیح پڑھ لیا کرو۔ نظام الدین کا بیان ہے کہ میں عشاء کی نماز پڑھنے کو کھڑا ہوا اور پہلی رکعت میں ایسا استغراق ہوا کہ صبح

ہوگئی۔ بندہ نے خود نظام الدین کو دیکھا ہے حالت جذب میں دیوانوں کی طرح پھر رہا ہے آخر اس کے افسر نے آگے شکایت لکھی کہ نظام الدین چٹھی رساں دیوانہ ہوگیا ہے اور اسے نوکری سے علیحدہ کر دیا جائے۔ حکم آیا کہ اسے نوکری سے علیحدہ کیا جائے۔ ان دنوں میں بندہ بھی شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یہ بے چارہ نظام الدین کام سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ آپ نے پوسٹ ماسٹر کو بلا کر کچھ فرمایا۔ چنانچہ اس نے اسے پھر کام پر بحال کر دیا ہے۔ چٹھی بانٹنے کے وقت کسی قسم کی غلطی نہ ہوتی تھی۔ باقی ہر وقت مجذوبانہ طاقت میں رہتا۔ اس کے تمام قبیلے کے لوگ بے نماز تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر تمام نمازی ہو گئے۔ پھر اس کی تبدیلی باغبان پورہ میں ہوگئی تو بندہ ایک دفعہ میاں صاحب کے ہمراہ باغبانپورہ میں گیا۔ نظام الدین کے گھر کھانا کھایا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سیب نظام الدین کو دیا اور فرمایا یہ سیب کسی کو نہ دینا اور تم دونوں میاں بیوی اس کو کھا لینا۔ چونکہ نظام الدین کے گھر اولاد کوئی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر لڑکا عطا کیا تو نظام الدین نے بندہ سے کہا آپ بھی مجھے کوئی وظیفہ بتلائیں۔ چونکہ اس کے کپڑے میلے اور نہائے کوئی ہفتے گزر جاتے تھے۔ اس لئے بندہ نے کہا کہ میری طرف سے یہ وظیفہ ہے کہ ہر روز نہایا کرو۔ آٹھویں روز کپڑے دھو کر لباس بدلا کرو۔ نظام الدین ایک بیمار پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لے گیا۔ بیمار نے عرض کی کہ مجھے کوئی وظیفہ بتائیے۔ آپ نے فرمایا: تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا کر۔ چند یوم کے بعد وہ مریض فوت ہوگیا۔

دیگر۔ محمد سردار ببر قصوری کا بیان ہے کہ مکان شریف عرس پر حاضر ہوئے۔ بعد ختم شریف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت جانے کی سب کو فرما کر آپ خود نیچے بھورے شریف مزار مبارک پر تشریف لے گئے ہیں۔ کچھ وقفہ کے بعد نیچے آپ کے پاس گیا۔ آپ مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں پاس کھڑا ہوگیا۔ جوں ہی آپ نے میری طرف دیکھا۔ جوش میں آ کر فرمایا: ''کھسرا ہی رہانہ''۔ جب ایک دفعہ اجازت ہو چکی پھر کیا ضرورت تھی۔ محمد سردار کا بیان ہے کہ جب میں قصور آیا تو دو ماہ کچھ اس سے زیادہ عرصہ تک مجھ کو بالکل نامردی ہو رہی۔ آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ حضرت میرے ذمہ ایک اور کا حق ہے ورنہ اسی طرح رہوں۔ عریضہ خدمت میں بھیجتے ہی مجھے اس قدر قوت مردمی حاصل ہوئی کہ پہلے سے بھی بہت زیادہ۔

چودھری حکیم الدین خاں سکنہ رکھانوالہ علاقہ قصور بندہ کے پاس آیا اور ذکر کیا کہ چھ ماہ گزر گئے ہیں میرے کندھے پر ایک رسولی تھی۔ میں نے لاہور جا کر آپریشن کرایا تھا، زخم تو اچھا ہوگیا مگر چھ ماہ ہو گئے ہیں رات دن میں کسی وقت بھی نیند نہیں آتی۔ بندہ نے اسے کہا کہ تم شرقپور شریف جاؤ۔ چنانچہ حکم الدین خاں شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے تصرف فرمایا۔ اس دن کے بعد اس کو نیند آنے لگی اور وہ شکایت جاتی

رہی۔ حکم الدین خان نے بندہ سے خود ذکر کیا۔

دیگر۔ حکیم احمد علی صاحب قصوری کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات تو اس قدر مشہور ہیں کہ آج زمانہ میں مخالف بھی ان سے انکار نہیں کر سکتے۔

برکت طعام

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور میں تشریف لائے ہوئے تھے آپ کے مخلص مریدوں میں سے حضرت مولانا مولوی فضل حق صاحب مرحوم تحصیلداران ایام میں قصور میں بعہدۂ نائب تحصیلداری متعین تھے اور حضور ان کے مکان پر جو مسجد قاضی محمد سلیم صاحب کے سامنے پیرانوالہ طویلے کے نام سے مشہور ہے، رونق افروز تھے۔ خاکسار نے تحصیلدار صاحب کے روبرو حضور کی خدمت میں عرض کی کہ آج دن کا کھانا اس عاجز کا منظور فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: مولوی صاحب ہی میزبان ہیں ان سے اجازت حاصل کرو۔ مولوی صاحب نے جو حضور پر دل وجان سے نثار تھے اور آپ کی خدمت کو ایمان کامل سمجھتے تھے بصد مشکل اجازت عطا فرمائی۔ اس وقت حضور کے پاس تین آدمی تقریباً موجود تھے۔ خاکسار نے چاول بیگمی سوا گیارہ سیر زردہ پلاؤ...... کی قسم سے تیار کرائے۔ کھانا کھانے کے وقت قصبہ کھیم کرن وللیانی وفیروز پور اور دیگر مضافات سے اس قدر لوگ جمع ہو گئے کہ موجودہ کھانا نصف آدمیوں کے لئے بھی کافی نہ تھا۔ میں دیکھ کر سخت گھبرایا۔ حضور نے میرے دل سے آگاہ ہو کر فرمایا: حکیم صاحب کھانا لے آؤ تا کہ کھانا شروع کیا جائے۔ حضور نے دونوں دیگچے چاولوں کے اپنے آگے رکھوائے اور حکم دیا کہ کھانا کھلانے والوں کو بٹھاؤ اور آپ دیگچوں میں سے چاول اپنے دست مبارک سے برتنوں میں ڈالتے جاتے تھے اور خوش ہو ہو کر فرماتے تھے کہ چاول تو بڑے لمبے ہیں۔ جب تمام یاران طریقت اور مہمان بیرونی کھانا کھا کر فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا: قصور والے یار ڈیرے میں بیٹھے ہیں، ان سب کو بلا لاؤ۔ وہ بھی قریباً بیس آدمی ہوں گے۔ ان کو بھی آپ نے کھانا کھلا دیا اور پھر خاکسار کو حکم دیا کہ مولوی صاحب کے گھر بھی بھیجنا چاہئے۔ مجھے ایک پلیٹ چاولوں کی بھر دی اور میں مولوی صاحب کے گھر پہنچا آیا۔ آپ قریباً دوسو یا اس سے زیادہ آدمیوں کو کھلا چکے تو آپ نے فرمایا: اب تم اور ہم اطمینان سے کھائیں کیونکہ اب تم کو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کھانا کھانے کے بعد آپ نے فرمایا: دونوں دیگچوں میں جو چاول بچے ہیں وہ (تبرکاً) گھر میں لے جاؤ۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا کہ چاول جتنے دیگچوں میں لائے گئے تھے ان میں سے کوئی کمی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ میں نے چار دفعہ اس آیت کریمہ کو تلاوت کیا تھا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۰:۶۲)

دیگر۔ (بندہ) ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ قصور میں تشریف فرما تھے۔ چوہدری نبی بخش سکنہ ترنتاران دائم الخمر اور ہمیشہ شراب میں مخمور رہتا تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے شراب پینے کی بابت عرض کی۔ قاضی کرم بخش صاحب نے بھی سفارش کی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ مبارک پھیرنا شروع کیا اور فرمانے لگے "تو پی[1] لیا کر تو پی لیا کر"۔ چوہدری نبی بخش کا اپنا بیان ہے کہ شراب پینا تو درکنار، شراب کو دیکھ کر مجھے نفرت آتی تھی اور اس کی بدبو سے طبیعت اچھلنے لگتی ہے۔

دیگر۔ ایک دفعہ آپ فیض پور کلاں تشریف لے گئے۔ بندہ بھی ہمراہ تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ قاری الٰہ بخش صاحب کی چھت پر قیام کیا۔ چند یار وہاں جمع ہو گئے۔ اس زمانہ میں آپ کے حلقہ میں جوش وخروش بہت ہوا کرتا تھا۔ ایک شخص کو جو وجد ہوا "الامان" ایسے زور سے اچھلا کہ مسجد کے صحن میں گر پڑا۔ بندہ نے اٹھ کر دیکھا اور خیال کیا کہ شاید مر گیا ہوگا۔ دو منٹ تک تو سیدھا پڑا رہا۔ پھر لوٹنے لگا مگر ضرب اسے خفیف سی بھی نہ آئی۔ سبحان اللہ

(مؤلف) آپ کے تصرفات کہاں تک لکھیں۔ ڈر ہے کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔ اہل بینش کے لئے کافی ہیں۔ اللہ کریم بطفیل ایں حضرات ہمارے عقائد درست فرمائے۔ آمین



(۱): بعض وقت عارف جب محبت میں آجاتے تھے تو منہ سے وہی کہتے جاتے ہیں جس سے روکنا مطلوب ہوتا ہے لیکن باطنی توجہ اس کے برخلاف ان الفاظ میں ایسی بھری جاتی ہے کہ سننے والے کے دل کی کیفیت اپنے سننے کے برخلاف ابھرتی آتی ہے اور ان پیارے لفظوں سے وہ اثر دل پر جمتا ہے کہ پھر عمر بھر وہ اثر زائل نہیں ہوتا لیکن یہ ایک عارف کامل کا درجہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کو یہ نصیب کہاں کہ زہر کے اندر نوش بھر دے۔

باب 13

27A

ذکر مخلصین

مخلصین کا ذکر

(بندہ) ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیروز پور چھاؤنی تشریف لے گئے۔ حافظ محمد عبداللہ صاحب گھڑی ساز کے مکان پر قیام فرمایا۔ حافظ صاحب کو اتنی خوشی ہوئی کہ جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے اور چند یار بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ بعضے طرح طرح کے کھانے اور بسکٹ تیار کراتے اور یہ بھی کہتے کہ آج ہمارے گھر شادی ہے، بندہ چونکہ مدت سے پیشاب کے عارضہ میں مبتلا رہتا ہے اس واسطے بندہ کے واسطے انہوں نے علیحدہ کھانا تیار کرایا۔

ایک دفعہ آپ حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کے ہمراہ قصور تشریف لائے اور رات کے وقت کھانا کھانے کے لئے کوٹ فتح دین خان کو تشریف لے گئے اور ادھر مولوی یار محمد صاحب جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں باریاب ہوئے تو دیکھتے ہی گر پڑے اور بہت تڑپے اور لوٹے اور جذب کی حالت ہوگئی۔ جب ان کے ہمراہی مولوی صاحب نے یہ حالت دیکھی تو الگ ہو کر کسی سے کہا کہ ان پیروں نے مریدوں کو سمجھا رکھا ہے کہ جب ہم کو دیکھو گر پڑو۔ جب بندہ نے یہ بات سنی تو جواب دیا: ''وہ بڑا بے وقوف گدھا ہے جو ایسے پیروں کے پاس جاتا ہے اور ان کے کہنے پر لوٹتا ہے اور یہ حالت بناتا ہے اور باوجود خود عالم ہونے کے'' صبح حضرت صاحب ہمراہ یاروں کے خانقاہ حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تشریف لے گئے وہاں صاحبزادہ مخدوم حسین شاہ صاحب سجادہ نشین تھے۔ ابھی عمر چھوٹی تھی، بہت تواضع سے پیش آئے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام دن وہاں قیام فرمایا اور فرمایا: ابھی بچے ہیں، تربیت کی ضرورت ہے۔ پھر بعد نماز عصر واپس شہر میں تشریف لائے اور راستہ میں نالے سے غسل کیا اور رات کوٹ فتح دین خان میں قیام فرمایا۔

ایک دفعہ جو آپ قصور تشریف لائے کچھ عرصہ ٹھہر کر پھر شرقپور شریف لے جانے کا ارادہ کیا۔ جب سٹیشن پر گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ غلام محی الدین شہابہ نہیں آیا۔ یہ آپ کے مخلص یاروں میں ایک تھا۔ غلام محی

الدین اس خیال سے نہ گیا کہ بعض وقت آپ فرماتے تھے کہ تم ہمارے پیچھے مت آؤ۔ اسی روز کے بعد وہ لاغر ہوتا گیا تھا اور بیماری کوئی نہ تھی۔ عرصہ دراز کے بعد پھر طبیعت بحال ہوگئی اور فوت بھی ہوگیا اور ایک دفعہ جو آپ قصور تشریف لائے تو حوض والی مسجد میں حافظ غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور ان سے مل کر نہایت خوش ہوئے۔ جب بھی وہ قصور تشریف لاتے کبھی آپ حافظ صاحب کے پاس چلے جاتے اور کبھی حافظ صاحب آجاتے۔ ایک دفعہ حافظ غلام قادر صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے پوتے غلام حیدر کے لئے دعا فرمادیں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ بعد حافظ صاحب کی وفات کے ان کے پوتے حافظ غلام حیدر صاحب حوض والی مسجد کے امام ہوئے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوتے رہے۔

ایک دفعہ بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا اور تین روز رہ کر اجازت مانگی اور ساتھ ہی عرض کی کہ بندہ کے لئے دعا فرمائیں کہ طبیعت اچھی ہوجائے۔ جب بندہ اجازت لے کر چلا آیا تو بعد میں خادم حسین قصوری جو اس وقت حاضر خدمت تھا، بیان کرتا ہے کہ آپ بڑے روئے اور فرمایا: میں جس طرح کی فنا ابراہیم کی دیکھتا ہوں اس طرح کی آج تک کسی کی نہیں دیکھی۔ بندہ دعا کرتا ہے خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

ایک روز نواب رام پور شرقپور شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ بیٹھک میں تشریف لائے تو کسی سے فرمایا لحاف لپیٹ کر نواب صاحب کے پیچھے رکھ دو۔ تکیہ تو ہمارے پاس نہیں ہے۔ نیز فرمایا: کھانا کھا لو۔ جواب میں نواب صاحب نے عرض کی کہ ہم لاہور سے کھانا کھا کر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمارا کھانا تم کب کھاتے ہو۔ پھر فرمایا ہمارا نواب تو دین ہے، تم اپنے دین کو درست کرلو۔ پھر چند نصیحتیں فرما کر ان کو رخصت کیا۔

میاں محمد الدین آپ کے پیر بھائی نے آپ کے متعلق خلاف حرکت کی اور وہ قصہ اس طرح پر ہے۔ بندہ تو آپ کا قدیمی ارادت مند تھا۔ اس وقت آپ کو خلافت بھی نہیں ملی تھی چونکہ بندہ کو شوق بیعت کا بے حد تھا، حکیم فتح محمد صاحب کے ہمراہ مولوی ارشاد حسین صاحب کی خدمت میں رامپور جانے کا ارادہ کیا۔ رات کو قصور میں حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں ایک بزرگ متبرک صورت سفید ریش انگلی اٹھا کر فرماتے ہیں تم کہیں مت جانا، تمہارے پیر یہاں خود تشریف لائیں گے۔ وہ حافظ ہوں گے، قاری ہوں گے، عالم ہوں گے اور سالک بھی ہوں گے۔ صبح اٹھ کر حکیم صاحب سے بندہ نے کہہ دیا کہ میں رامپور نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو ان سے خواب کا تذکرہ کیا۔ اس خواب کے چھ ماہ بعد حضرت صاحب قبلہ بیربل شریف والے قصور تشریف لائے۔ بندہ آپ کے حلقہ میں بغیر بیعت ہوئے داخل

ہوا۔ بندہ کے دل پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ نے بندہ کو حلقہ ارادت میں داخل فرمایا۔ ابھی آپ قصور میں تشریف فرما تھے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور سے تشریف لائے۔ آپ کے دل پر ایک نسبت کا ظہور ہوا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ کو فرمایا: حضرت صاحب کی صحبت کا اتنا فیض ہوا ہے جتنا اپنے اعلیٰ حضرت خواجہ صاحب کی صحبت میں ہوا کرتا ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ ہاں اس کے بعد بھی بندہ جب شرقپور شریف جاتا یا مولوی چراغ دین صاحب اٹاری والے آتے تو ہمارا خاص طور پر خیال فرماتے۔ اچھے اچھے کھانے پکا کر کھلاتے۔ آپ فرماتے کہ جب تم دونوں یا تم میں سے کوئی ایک شرقپور آئے تو والدہ صاحبہ خاص طور پر کھانے کا انتظام فرماتی ہیں۔

ایک روز جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت صاحب بیربل شریف والوں کی صحبت سے اتنا فیض ہوا ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا: میاں اپنے پیر کے روبرو مشائخ کا ذکر کرنا نہیں چاہئے۔ چونکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے محقق تھے، اکثر ذکر حضرت صاحب بیربل شریف والوں کا کرتے رہتے۔ ایک روز حضرت صاحب کوٹلہ والوں نے فرمایا جس طرح تم حضرت صاحب بیربل شریف والوں کا ذکر کرتے ہو، بے شک آپ ویسے ہی ہیں۔ بعد اس کے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سامنے یہ ذکر کرنا چھوڑ دیا۔

میاں محمد دین مذکور کو بندہ کا رہنا اور آپ کا خاص طرح خاطر سے پیش آنا ناگوار گزرتا تھا۔ اس نے حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں اس طرح کی باتیں کہنی شروع کیں کہ یہ خوجہ قصور سے آیا کرتا ہے۔ اس کی خاطر و مدارات بہت کرتے ہیں اور ہم جب شرقپور جاتے ہیں ہم کو کوئی بھی نہیں پوچھتا اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے، ہم تو چھپڑ ہیں اور وہ دریا ہیں۔ اسی طرح کی اور باتیں حضرت صاحب کی خدمت میں سنا سنا کر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض کرا دیا۔ بتقضائے بشریت حضرت صاحب اعلیٰ آپ پر بہت ناراض اور محمد الدین بھی اس ناراضی کو روز بروز بڑھاتا رہا۔ محمد دین کی منشاء یہ معلوم ہوتی تھی کہ حضرت صاحب ضعیف ہیں۔ بعد آپ کے میں جانشین بنوں۔ مولوی چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت کوشش کی کہ حضرت صاحب آپ سے راضی ہو جائیں۔ چونکہ مولوی چراغ الدین صاحب کی بیعت بھی حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کے ساتھ تھی، اور خلافت بھی پا چکے تھے، ادھر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مولوی صاحب کی بہت محبت تھی۔ اکثر حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں جاتے اور آپ کو محمد الدین کی شرارتوں سے آگاہ کرتے۔ قصہ لمبا ہے۔ مختصر یہ کہ آخر حضرت صاحب کو راضی کر لیا۔ اسی اثناء میں بندہ یا کوئی بیربل شریف والوں کے ملنے والا یا آپ کے صاحبزادگان میں سے کوئی شرقپور شریف حاضر ہوتا،

آپ بہت عزت کرتے۔

جب آخری سفر میں حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت صاحب چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، جناب میاں صاحب آپ کے پاؤں دبا رہے تھے اور حضرت صاحب جناب میاں صاحب سے کشف وغیرہ کی باتیں دریافت فرمارہے تھے۔ جب حضرت صاحب لاہور سے وطن مولوف کی طرف تشریف لے گئے، بندہ اور حضرت میاں صاحب جب حضرت صاحب قبلہ کو چھوڑ کر لاہور کے سٹیشن سے واپس آرہے تھے تو بندہ کے دل میں یہ کیفیت تھی کہ جس طرح کوئی چیز ہم سے چھینی گئی ہے۔ یہی کیفیت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ظاہر کی۔ جب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ وطن پہنچے تو چند روز بعد آپ بیمار ہو گئے۔ فالج کے گرنے سے تکلیف زیادہ ہوگئی اور آپ اسی بیماری میں جان بحق تسلیم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بندہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بیربل شریف خانقاہ مبارک پر حاضر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی شرقپور آئے تھے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی طرف خاص توجہ فرماتے تھے۔

حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں بندہ شرقپور کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ آپ بندہ کو بھائی جی کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے اور بڑی مہربانی سے خاص توجہ فرمایا کرتے۔ آپ کی صحبت بابرکت تھی۔ آپ کی مجلس میں جذب اور سکر بہت واقعہ ہوا کرتا تھا۔ بعض آدمی مجذوب ہو جاتے تھے۔ آپ تین دفعہ قصور تشریف لائے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قصور تشریف فرما تھے اور آپ کے ہمراہ ایک مجذوب بھی تھا۔ بیٹھے بیٹھے حضرت صاحب نے فرمایا خداوند کریم کا کوئی شریک نہیں۔ وہ مجذوب بولا ''اتے اوہ'' آپ نے غصے میں فرمایا چپ کر کتیا۔ اس مجذوب کا ''اتے اوہ'' کہنا تھا کہ بندہ کو اس سے معیت کا مسئلہ خوب اچھی طرح سمجھ میں آ گیا۔

صوفی اور اس کی حقیقت

ایک دفعہ کا ذکر ہے بندہ نے ایک آدمی کے ذریعہ آپ کی خدمت میں السلام علیکم کہلا بھیجا۔ اس نے جا کر کہا کہ صوفی صاحب السلام علیکم عرض کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کون صوفی۔ اس نے جواب دیا جی ابراہیم۔ آپ نے فرمایا یہ لعنت کا طوق اس کے گلے میں کس نے ڈال دیا ہے۔ پھر فرمایا: صوفی میں جو صفتیں ہوتی ہیں ان میں ہیں۔ پھر فرمایا کیا سوہنا نام ہے ''محمد ابراہیم'' پھر فرمایا اگر ان کو سات روز کا فاقہ ہو تو کوئی ان کے پاس کھانا لائے تو نہیں لیں گے؟ پھر فرمایا حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو کئی روز سے فاقہ تھا۔ ایک شخص سات

بھیڑیں اور کئی من آٹا لایا اور کہا کہ یہ صوفیوں کے لئے ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا ہم صوفی نہیں ہیں۔ صوفی وہ ہوتا ہے جس نے اپنی نسبت شمس سے درست کی ہو یعنی آفتاب کی طرح اس کی شفقت عام ہو۔ آپ نے بھیڑیں اور آٹا واپس کر دیا۔ بندہ کہتا ہے بالکل درست فرمایا۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ عام لوگ جس کی داڑھی لمبی دیکھتے ہیں اس کو مولوی یا صوفی کہنے لگتے ہیں حالانکہ انہیں کچھ پتا نہیں ہوتا کہ صوفی کسے کہتے ہیں۔

عارف باللہ حضرت حسین منصور بن حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں جو تعریف صوفی کی لکھی ہوئی ہے وہ عرض کرتا ہوں۔ آپ نے رات دن میں چار صد سے چھ صد تک رکعت پڑھنا اپنے اوپر فرض کر لی تھیں۔

ایک دفعہ سفر حجاز میں آپ کے ہمراہ چار ہزار آدمی تھے۔ جب خانہ کعبہ میں پہنچے تب برہنہ سر اور ننگے بدن ایک سال دھوپ میں کھڑے رہے جس سے ہڈیوں سے گودا (مغز) پگھل پگھل کر پتھروں پر گرتا تھا اور کھال پھٹی جاتی تھی اور آپ وہاں سے حرکت بھی نہ کرتے تھے۔ ہر روز لوگ ایک پانی کا کٹورا اور ایک روٹی کی ٹکیہ آپ کو دیتے۔ آپ اس روٹی کے کنارے کھا لیتے اور باقی روٹی آبخورہ میں رکھ دیتے اور فرماتے معرفت اس کا نام ہے کہ تمام موجودات کو مقام فنائیت میں دیکھے۔

اور صوفی وہ ہے کہ حق کے اشارے سے کام کرے اور خود درمیان سے محو ہو جائے اور فقیر وہ ہے کہ ماسوی اللہ سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ جب حضرت منصور بن حلاج رحمۃ اللہ علیہ کو طرح طرح کی ایذائیں دینے کے بعد سولی پر لے گئے تب حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اے منصور! تصوف کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا: ادنیٰ درجہ تصوف کا یہ ہے کہ جو تو میرا حال دیکھ رہا ہے۔ پھر انہوں نے سوال کیا بلند ترین درجہ کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا تجھے وہاں تک رسائی نہیں ہے۔

قاضی ضیاء الدین صاحب لاہوری سے روایت ہے کہ مولوی یار محمد صاحب مرحوم نے ذکر فرمایا: مولوی فضل حق صاحب مرحوم نائب تحصیلدار چونیاں سے چلے گئے تھے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ان پر بڑی شفقت اور کرم نوازی تھی۔ وہ بھی بڑے نیک، صالح، دیندار اور عالم ذی مرتبہ شخص تھے۔ سرکار سے ایک سال کی رخصت لے کر حج بھی کیا اور حفظ قرآن بھی کیا۔ کچھ عرصہ کی رخصت پر منٹگمری چلے گئے تھے۔ مولوی یار محمد صاحب مرحوم مولوی فضل حق صاحب کو ملنے کے لئے منٹگمری گئے۔ مولوی یار محمد صاحب کا بیان ہے کہ مجھے اور میرے محترم دوست مولوی فضل حق صاحب کے ایک دن ایک عجیب امر مشاہدہ میں آیا۔ وہ یہ کہ ایک روز صبح ہوتے ہی ان کو بڑی خوشی ہوئی اور دل کو از حد مسرت تھی۔ صبح ہی مولوی فضل حق صاحب نے فرمایا: میری بیوی نے مجھ سے اور میں نے اس سے کہا کہ آج حضرت میاں صاحب کی خوشبو آ رہی ہے اور دل میں اشتیاق زیارت ہو رہا تھا۔ ٹھیک بارہ بجے کے قریب جناب حضرت میاں صاحب تشریف لے آئے۔ آپ کی

زیارت سے عجیب کیفیت حاصل ہوئی۔

باکمال کا اعتراف

ایک دفعہ کاذکر ہے کہ آغا سکندر شاہ صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے سے ان کی مجلس میں ایک روح پھونکی گئی۔ آغا صاحب جب بھی پشاور سے تشریف لاتے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اطلاع کر دیتے اور میاں صاحب قبلہ لاہور تشریف لے جاتے اور ایک دو دفعہ خود آغا صاحب بھی شرقپور شریف تشریف لے گئے تھے۔ بندہ بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آغا صاحب کے حلقہ ذکر میں داخل ہوا۔ آپ کے حلقہ میں ذکر جہر ہوا کرتا تھا۔ اس قدر بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا کہ گویا اس مکان کے اندر کوئی کارخانہ چل رہا ہے۔ آپ کے طالبوں کو جوش وخروش اور وجد بہت ہوا کرتا تھا۔

آغا سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت متبرک صورت، سلیم القلب بزرگ تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں دو شخصوں کو باکمال دیکھا ہے۔ ایک تو آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے میر جان صاحب جانشین خانقاہ حضرت ایشاں صاحب باغبانپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے، یہ سن کر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی لاہور ان کے پاس آئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ دیکھو ہمارا مرید ہے یعنی ہمارے طریق کا مرید ہے۔ جتنے روز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں قیام رکھا حضرت میاں صاحب بھی حاضر ہوتے رہے۔ جب حضرت شاہ صاحب دہلی تشریف لے گئے تو میاں امام الدین ڈہانیوالوں کے صاحبزادے دہلی شاہ صاحب کی خدمت میں جایا کرتے۔ تو شاہ صاحب انہیں فرماتے کہ میاں! میاں صاحب کو کہو کہ دہلی تشریف لائیں۔



باب 14

آپ کی وفات

مرض الموت اور وفات

ایک روز بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا دیکھیں ہم دونوں میں سے کون پہلے اس جہان فانی سے رخصت ہوگا۔ بندہ نے چند یوم آپ کی خدمت میں قیام کیا اور قصور واپس آ گیا۔ دو ماہ کے بعد معلوم ہوا کہ آپ سخت بیمار ہیں اور آپ چھ جمعہ سے مسجد میں تشریف نہیں لائے۔ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ کشمیر تشریف لے جائیں۔ جب کشمیر پہنچے تو وہاں آپ نے تین دن قیام فرمایا۔ طبیعت زیادہ علیل ہوگئی پھر واپس لاہور تشریف لائے۔ وہاں آ کر بندہ کو یاد فرمایا۔ بندہ لاہور حاضر خدمت ہوا۔ دو روز خدمت میں رہ کر رخصت طلب کی۔ آپ نے آبدیدہ ہوکر بندہ کے چہرہ پر دونوں ہاتھ پھیرے اور فرمایا: میرا خیال ہے کہ میری وفات کے وقت آپ اور قاری الٰہ بخش صاحب بھی میرے پاس ہوں۔ بندہ قصور واپس آ گیا۔ پانچ روز کے بعد پھر لاہور حاضر خدمت ہوا۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے جواب دے دیا اور کہا کہ آج آپ کی وفات ہو جائے گی اور یہ تجویز پاس ہوئی کہ آپ کو شرقپور شریف لے چلیں۔ کسی کو جرأت نہ پڑی کہ عرض کرے۔

بندہ کی طرف سے دین محمد نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ شرقپور شریف چلیں۔ آپ نے فرمایا یہ کس کی تجویز ہے؟ اس نے عرض کی کہ ابراہیم قصور والے کی۔ تو آپ نے فرمایا: ابراہیم اور رب نواز خان میرے ہمراہ چلیں گے؟ اس نے عرض کی جی ہاں چلیں گے۔ جب موٹر پر آپ کی چارپائی رکھی گئی اور ہم سب سوار ہوکر شرقپور شریف کی طرف چلے تو فرمایا یہ کس کی تجویز ہے۔ عرض کی ابراہیم کی۔ پھر فرمایا آج ہم کو فنائے تام نصیب ہوئی ہے۔ شرقپور شریف پہنچ کر تقریباً پچیس یوم بیمار رہے۔ ان ایام میں بندہ کے ذمہ کچھ قرضہ تھا، چار صد روپیہ آپ نے عنایت فرمایا۔ ہر وقت آپ کی زبان مبارک پر تبلیغ اور تلقین جاری رہی اور بیس دن آپ اردو زبان میں گفتگو فرماتے رہے۔

حضرت نور الحسن شاہ صاحب کو حضرت کیلیانوالہ روانہ فرمایا اور خود فرمایا جب تک ہم حضرت کیلیانوالہ

میں مقیم نہیں ہوں گے، ہمارا کام نہیں بنے گا اور آپ نے اپنے پیر بھائی مولوی چراغ الدین صاحب کو تیسرا کلمہ پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ بندہ پر بھی بہت سی مہربانیاں فرمائیں جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ منجملہ ان کے وصیت کی کہ کبھی مکان شریف چلے جایا کرنا اور کبھی قصور قریباً بیس روز اس تصور میں رہے اور فرماتے: ''ہم مکان شریف میں ہیں''۔

تین ربیع الاول ۱۳۴۷ھ بروز پیر (دوشنبہ) بوقت پانچ بجے شام آپ کو سکرات موت شروع ہو گئے۔ رات ساڑھے دس بجے وہ مرغ ملکوتی وہ شہباز لاہوتی اپنے آشیانہ کی طرف پرواز فرما گیا۔

اس وقت بڑے زور کی آندھی چلی۔ گویا کہ جہان میں ہی اندھیرا ہو گیا۔ آدھی رات کے وقت حضور کو غسل دیا گیا۔ صبح جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو آسمان نے ماتم کرتے ہوئے اشکباری شروع کی اور بڑے زور سے بارش شروع ہوگئی۔

چار بجے دو پہر تک حضرت نور الحسن شاہ صاحب کے آنے کا انتظار رہا۔ آپ نے عالم حیات میں فرمایا تھا کہ تم بروز منگل لاہور آ کر سن لینا۔ جس وقت نور الحسن شاہ صاحب تشریف لے آئے تو صاحبزادہ محمد مظہر قیوم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جانشین مکان شریف نے نماز جنازہ کرائی اور بوقت ساڑھے چھ بجے شام آپ کو قبر شریف میں اتارا گیا۔ اس وقت سات ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ علاوہ یاروں اور عوام مسلمانوں کے سینکڑوں کی تعداد میں ہندو اور سکھ وغیرہ بھی شامل تھے۔ خداوند کریم آپ پر بے شمار رحمتیں فرمائے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

جس رات آپ نے وفات پائی، خوشی محمد قصوری نے جو آپ کے خادموں میں سے ہے، خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس کو کہتا ہے کہ صبح بارش ہوگی اس نے کہا تم کیسے کہتے ہو۔ اس شخص نے جواب میں فرمایا: مجھے آنحضرت ﷺ نے بھیجا ہے۔ خوشی محمد نے عرض کی آپ کہاں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ایک بارات کے ہمراہ گئے ہیں۔

دیگر۔ اسی رات غلام محی الدین قصوری نے خواب میں دیکھا کہ میں مدینہ منورہ روضہ مقدسہ رسول اللہ ﷺ پر حاضر ہوں۔ ایک جنازہ روضہ مبارک کی جالی کے پاس رکھا ہوا تھا۔ یہ غلام محی الدین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یاروں میں سے ہے۔

بہت سے یاروں نے آپ کو اچھی صورت میں دیکھا ہے۔ میاں نور الدین موزنگا شرقپوری کا بیان ہے کہ آپ میرے پاس خواب میں تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک عصا ہے جو خاردار ہے۔ آپ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا یہ عصا تم ہاتھ میں لے لو اور جو بیگانی امانتیں تمہارے پاس ہیں وہ ادا کرو۔ جب میں بیدار ہوا تو فکر کیا

کہ ہمارے پاس امانتیں کون سی ہیں۔ خیال آ گیا کہ ہمارے خاندان میں دو لڑکیاں ہیں جو مدت دراز سے اپنے خاوندوں کے گھر نہیں جاتی ہیں، ان کو بھیجنا چاہئے۔ ان کی اصلاح بہت مشکل تھی۔ صبح جب لڑکیوں کے پاس پہنچا اور ان کے والدین کو سمجھایا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ایسا فرما گئے ہیں۔ وہ اپنی لڑکیوں کو ان کے سسرال کے گھر چھوڑ آئے۔

اور میاں اللہ وسایا قصوری کا بیان ہے میں شرقپور شریف بغرض زیارت مرقد انور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ مجھے مار رہے ہیں اور فرمایا: ابراہیم اور غلام اللہ کے معاملہ میں تو پھر کوئی بات کرے گا۔

اور بہت سے یاروں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے اور ہر ایک کی کیفیت علیحدہ علیحدہ ہے۔ سب کا تحریر میں لانا مشکل ہے۔

اور ایک رات بندہ کو خواب میں ملے اور فرمایا اولیاء اللہ تعدی سے کرامات ظاہر کرتے ہیں یا عجز سے بندہ نے عرض کی عجز سے ظاہر ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا حال نہیں پڑھا۔ بندہ نے عرض کی۔ ہزار اولیاء میں سے ایک اولیاء اللہ ابوالوقت ہوا کرتا ہے۔ باقی سب ابن الوقت ہوتے ہیں پھر آپ نے فرمایا تو نے نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں دیکھی۔ بندہ نے عرض کی نہیں۔ تب آپ نے فرمایا ہم تجھے دکھاتے ہیں۔ جب آپ کتاب پکڑنے لگے بندہ بیدار ہو گیا۔

اکثر یاروں نے خواب میں آپ کو عمدہ لباس اور اچھے مکان میں دیکھا ہے اور حاجی عبدالرحمن صاحب کو بھی آپ کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا ہے اور حاجی صاحب کے چہرہ پر داڑھی متشرع دیکھی ہے۔

سوزِ دل

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ دیکھ کر حکیم علی احمد صاحب نیرؔ واسطی لاہوری نے مندرجہ ذیل سوزِ دل لکھا ہے:

شان و شوکت سے یہ کس دولہا کی آتی ہے برات
تھرتھراتے ہیں فرشتے کانپتی ہے کائنات
ہر زبردست اس کی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمد کا بہادر شیر ہے
آج اٹھی ہے یہ کس عاشق کی میت دھوم سے
وصل ہے کس کا خدائے قادر و قیوم سے

کس جنید وقت کی میت چلی آتی ہے یہ
قدسیوں کو عصمت و عفت میں شرماتی ہے یہ

لوگ کہتے ہیں ہوا شیر محمد کا وصال
اٹھ گئے گویا ابوذر ہو گئے رخصت بلال

اب یہ شکلیں پھر نہ دکھلائے گی دنیا دیکھ لو
مصطفیٰ کے عاشقوں کی شکل زیبا دیکھ لو

ملت مرحوم کے ماتم میں اب روئے گا کون
دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئے گا کون

اے زمین شرقپور شیر الٰہی کی کچھار
دفن ہوتا ہے تیری مٹی میں شیر کردگار

ہے دعا نیرؔ کی برسے تجھ پہ بدلی نور کی
ہو ہمیشہ تجھ پہ نور افشاں تجلی طور کی

(صلی اللہ علیہ وسلم / رحمۃ اللہ علیہ)

أَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْمِ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شجرہ منشورہ

حضرت قبلہ وکعبہ میاں صاحب قدس سرہ تا جمیع حضرات خاندان نقشبندیہ مجددیہ عالیہ رحم اللہ علیہم اجمعین

		تاریخ وصال	مزار شریف
۱	الٰہی بحرمت حضرت سیّد المرسلین خاتم النّبیین رحمۃ للعالمین سیّدنا وشفیعنا ووسیلتنا فی الدارین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲	الٰہی بحرمت حضرت صدیق اکبر ابو بکر رضی اللہ عنہ	۲۳ جمادی الآخر ۱۳ھ	مدینہ طیبہ جوار رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۳	الٰہی بحرمت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۰ رجب المرجب ۲۳ھ	مدائن
۴	الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ	۲۴ جمادی الاول ۱۰۱ھ	مدائن
۵	الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ
۶	الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ شعبان ۲۶۱ھ	بسطام
۷	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ محرم ۴۲۵ھ	مضافات بسطام
۸	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ	فارمدٗ مضافاتِ طوس
۹	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ رجب المرجب ۵۳۵ھ	مرو، ملک فارس
۱۰	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ	غجدوان قریب بخارا
۱۱	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوکری رحمۃ اللہ علیہ	یکم شوال ۶۱۶ھ	ریوکر، قریب بخارا
۱۲	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ	انجیر فغنی
۱۳	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ رمضان ۷۲۱ھ	خوارزم ملک فارس
۱۴	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ	سماس، بخارا
۱۵	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۱۵ جمادی الآخر ۷۷۲ھ	سوخار مضافات رامیتن

۱۶	الٰہی بحرمت امام الطریقۃ والشریعۃ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ	قصر عارفاں، بخارا
۱۷	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۲۰ رجب المرجب، ۸۰۲ھ	توجقانیاں واقع ماوراء النہر
۱۸	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	۵ صفر، ۸۵۱ھ	بلغتو، واقع ماوراء النہر
۱۹	الٰہی بحرمت حضرت چراغ خاندان خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ	شہر سمرقند
۲۰	الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ	یکم ربیع الاول، ۹۳۶ھ	موضع وخش
۲۱	الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ	۱۹ محرم الحرام، ۹۷۰ھ	اسفرار، علاقہ ماوراالنہر
۲۲	الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجہ امکنگی	۲۲ شعبان، ۱۰۰۸ھ	امکنگ قریب شہر سبزوار
۲۳	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالباقی باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۵ جمادی الآخر، ۱۰۱۲ھ	دہلی، ہندوستان
۲۴	الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸ صفر المظفر، ۱۰۳۴ھ	سرہند شریف
۲۵	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ	۹ ربیع الاول، ۱۰۹۷ھ	سرہند شریف
۲۶	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ ذی الحجہ، ۱۱۲۶ھ	سرہند شریف
۲۷	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ	۲۸ جمادی الآخر	سرہند شریف
۲۸	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ		بامیان
۲۹	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ		کابل
۳۰	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ		عرب شریف
۳۱	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۲۳ھ	بوسیدی میاں صاحب، سندھ
۳۲	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ		مکان شریف
۳۳	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ شوال	مکان شریف

۳۴	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ میر صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ		مکان شریف
۳۵	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ		کوٹلہ شریف
۳۶	الٰہی بحرمت غوثِ زماں قطب دوراں سیدنا و مرشدنا و مولانا حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ	۳ ربیع الاول، ۱۳۴۷ھ	شرقپور شریف پنجاب

چشم گر بینا بود یوسف ہر بازار ہست
دل اگر بینا بود ہر سخن اسرار ہست

(مؤلف عفی عنہ)



تاریخ وفات قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چو مولانائے قبلہ شرقپوری زدنیا شد رواں با کام و آرام
وصال شیر حق شیر محمد شدہ سال وصالش اے نیکونام

۱۳۴۷ھ



شجرۂ منظومہ

حضرت قبلہ وکعبہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شرقپوری)

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

بخش دے یارب تجھے اپنی سخا کا واسطہ
رحم فرما شافع روز جزا کا واسطہ

صدق دے یارب مجھے صدیق اکبر کیلئے
فقر دے سلمان محبوب پیغمبر کیلئے

حضرت قاسم کا صدقہ میری بگڑی تو بنا
حضرت جعفر کا صدقہ دے میرے دل کو ضیا

رکھ مجھے باعافیت بہر جناب بایزید
بو الحسن کا واسطہ دے مجھ کو نصرت کی نوید

بوعلی کا واسطہ کر دے میری مشکل کو حل
دے مجھے علم طریقت اور توفیق عمل

بہر یوسف قید غم سے دہر میں آزاد کر
عبد خالق کے لئے عقبیٰ میں مجھ کو شاد کر

حضرت عارف کے صدقے میں مجھے عرفان دے
حضرت محمود کا صدقہ مجھے ایمان دے

اے خدا بہر جناب شیر حق میر کلال
حرص دنیا کو میرے بت خانہ دل سے نکال

دے مجھے صبر ورضا صدقہ بہاء الدین کا
کر مجھے صحت عطا صدقہ علاء الدین کا

دے میرے دل کو سکوں یعقوب چرخی کے طفیل
حضرت احرار کے صدقہ میں دھو دے دل کا میل

حضرت زاہد کے صدقے میں مجھے زاہد بنا
حضرت درویش کے صدقے میں دے فقر و غنا

خواجہ امکنگی کا صدقہ داغِ عصیاں کو مٹا
حضرت درویش کا صدقہ دے بقا بعد الفنا

شیخ احمد کے لئے غیروں کی منت سے بچا
صرف اپنا ہی مجھے محتاج رکھ اے کبریا

حضرت معصوم کا صدقہ دکھا کوئے رسول
بس رہی ہے جس میں ابتک بوئے گیسوئے رسول

کھول دے دل کی کلی بہر سعید نامدار
تا کہ میرے گلشن امید میں آئے بہار

اے خدا بہر جناب خواجہ حنفی پارسا
وقت آخر نزع کی تکلیف سے مجھ کو بچا

بخش دے شیخ محمد کے لئے میری خطا | واسطہ حضرت زکی کا اپنی الفت کر عطا
واسطہ خواجہ زماں کا دے مجھے ذوق فنا | بہر احمد قبر میں ہو نور احمد کی ضیا
اے خدا بہر جناب خواجہ حاجی شہ حسین | دے میرے بیچین دل کو دین اور دنیا میں چین
حشر میں جب ہو ترے دربار میں میرا مقام | ہاتھ میں ہو میرے دامانِ نبی بہر امام
بہر حضرت میر صادق صاحب صدق و صفا | سرخرو رکھ دو جہاں میں مجھ کو اے میرے خدا
واسطہ یارب تجھے خواجہ امیر الدین کا | دے مجھے حلم و حیا رزق و شفا صبر و غنا
واسطہ آخر میں دیتا ہوں تجھے اس نام کا | جو ہمیشہ تیری محبوبی کے گن گاتا رہا
عشق میں جس کے دل حسرت زدہ دیوانہ ہے | شرقپور اب جسکے اٹھ جانے سے اک ویرانہ ہے
اے خدا کیا نام پیارا ہے تیرے محبوب کا | حضرت شیر محمد صاحب جود و سخا
قطب دوراں شیخ عالم ہادئ راہ صفا | نائب شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ صدر العلیٰ
اے خدا صدقہ میاں صاحب کے نام پاک کا | حشر میں ہم عاصیوں کو ظل رحمت میں چھپا
اے خدا صدقے میں ان ناموں میں دل کو شاد کر | کفر کو برباد کر اسلام کو آباد کر

(صلی اللہ علیہ وسلم / رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)



در شان حضرت میاں صاحب قبلہ وکعبہ قدس سرہ العزیز

از صاحبزادہ مولانا سیّد منظور احمد صاحب خطیب مکان شریف

آں قدوۂ زمانہ واں زبدۂ جہاں — آں شبلیٔ زماں و جنید زمانیاں
آں صدر چار بالش ایوانِ اصفیاء — وآں شمع جاں فروز شبستانِ اتقیاء
آں در برج رفعت و آں نجم اھتدا — واں نیر سعادت و آں بدر اجتباء
آں راحِ روح وروحِ دل وجانِ انس وجاں — وآں روحۂ ریاح ریاحین قدسیاں
در ثمین زاقد یقین مہتر و متیں — شیر محمد آنکہ بُد او عالمیں
مفتونِ مہر مُہر رسولِ حبیب حق — آں مہر انور کہ برش مہر شد وشق
بشنید بانگ ارجع الینا چو از ملک — وقت خرام گشت خراماں سوئے فلک
دردا کہ شاخ عفت وعصمت بریدہ شد — واحسرتا قبائے نجابت دریدہ شد



ربّ اغفرلی ولوالدی وجمیع المؤمنین بحرمة ھذہ الاسماء کلھا
ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنةً وقنا عذاب النار
وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ
ونور عرشہٖ سیّدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وسلم

بقلم خاکسار:
غلام نبی ازپٹی

۳۴	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ میر صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ		مکان شریف
۳۵	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ		کوٹلہ شریف
۳۶	الٰہی بحرمت غوثِ زماں قطب دوراں سیدنا و مرشدنا و مولانا حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ	۳ ربیع الاول، ۱۳۴۷ھ	شرقپور شریف پنجاب

چشم گر بینا بود یوسف ہر بازار ہست
دل اگر بینا بود ہر سخن اسرار ہست

(مؤلف عفی عنہ)



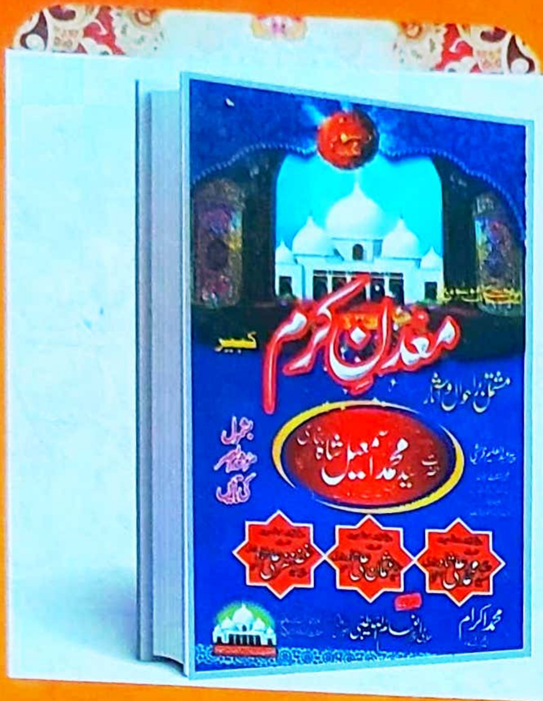
تاریخ وفات قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ

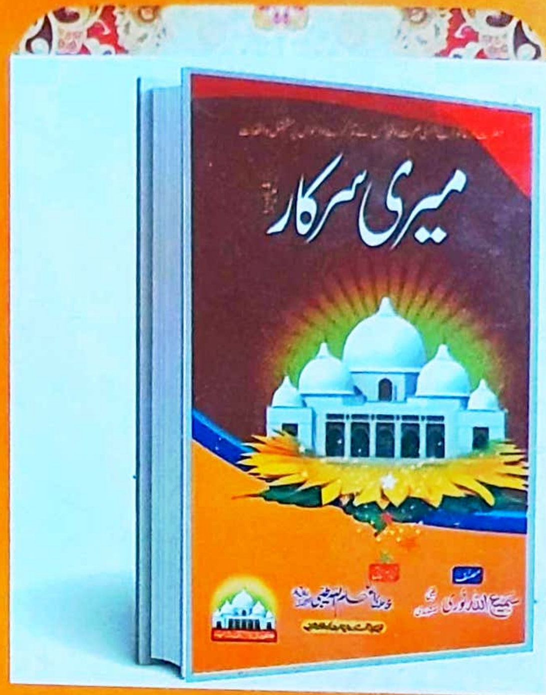
چو مولانائے قبلہ شرقپوری — ز دنیا شد رواں باکام و آرام
وصال شیر حق شیر محمد — شدہ سال وصالش اے نیکونام

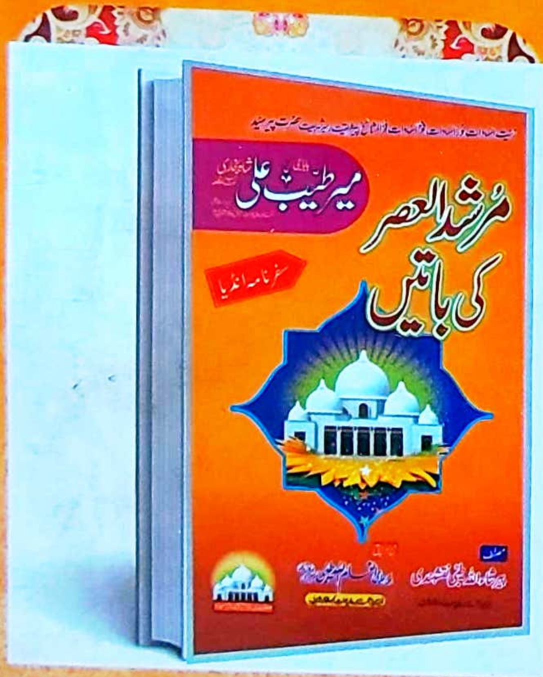
۱۳۴۷ھ

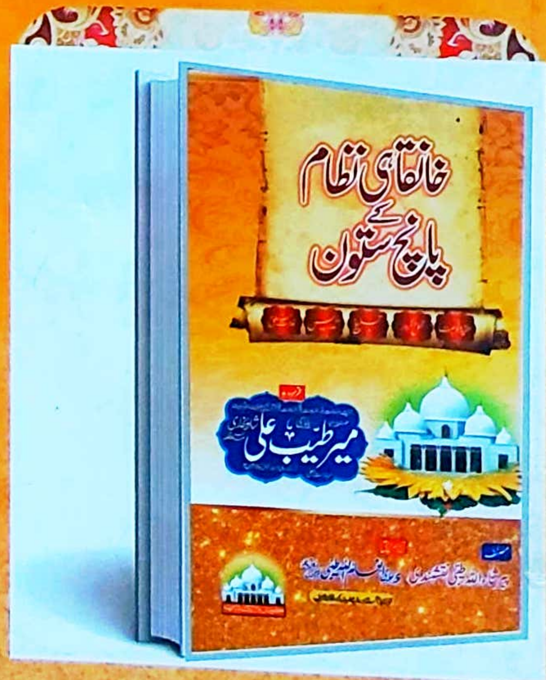





معدنِ کرم
سید محمد اسمٰعیل شاہ


میری سرکار


میر طیب علی
مرشد العصر
کی باتیں


خانقاہی نظام
کے
پانچ ستون
میر طیب علی

